UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222968

UNIVERSAL
LIBRARY

مدسوم حسن نمبر ۲

بابتہ ماہ فروری سنہ ۱۹۰۹ء

مضامین صفحہ

سوانح عمری از افضل — از مولوی غلام النبین صاحب ۱

کتاب الہند اور ابوریحان البیرونی — از مولوی سید طفیل احمد صاحب بی اے۔ ایل ایل بی۔ کالج مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڈھ (اس مضمون کو صلہ میں ایک اشرفی دی گئی) ۶۵

حیدرآباد دکن

مطبع حسن میں چھپا

جلد سوم حسن نمبر ۲

۱۰۷۲۶
۵۵۸

اشتہارِ باغستان

ہمارا باغ واقع منیر آباد مین ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور عمدہ عمدہ اسم آوری ہوئی مختلف قسم کے پودے ہر موجود ہین جسکی نظیر شاید تمام ہندوستان مین بہت کم ہوگی۔ یہان پر چند پودون کے نام مع تعداد اقسام لکھے جاتے ہین۔ جو صاحب شوق و خواہش کرین طلب فرماین۔ جو پودہ ہر بار خواہ تازہ اطلاع سے دو ماہ کے اندر پہنچ جاوینگے۔ کرایہ بار برداری خریدار ہوگا۔

(۱) قلمی سپیدی آم	۴۴ اقسام	فی ۱۲	۰
(۲) شفتالو	۱۷	۸	۰
(۵) انار	۵	۴	۰
(۶) بیر (انگریزی میوہ)	۶	۴	۰
(۹) بادام (امرود)	۷	۴	۰
(۱۱) بیکونا	۵	۴	۰
(۱۳) انگور	۵۲	۱۸	۰
(۳) سیب	۴۴ اقسام	فی ۱۲	۰
(۴) آلوبخا	۹	۸	۰
(۶) شہتوت	۲	۴	۰
(۸) زردآلو	۵	۴	۰
(۱۰) سنترا	۱۲	۴	۰
(۱۲) انجیر	۵	۴	۰
(۱۴) وامبی (چین کا میوہ)	۵	۴	۰

اسکے سوا اور بھی جو پودے ہین جنکے نام بسبب عدم گنجایش نہین لکھے گئے۔ المشتہر منیجر باغ حسن

اشتہار زین و سازِ بگی ساخت کانپور

مشتریان فوائد فارسی التجا ہے کہ اس دکان مین ہر قسم کا چرمی سامان عمدہ و نفیس موجود ہے جن حضرات کو خواہش ہو زر نقد بھیجکر یا بذریعہ وی پی پارسل طلب فرما سکتے ہین۔ اور نیز اس دکان مین زین و سازون کی ہر معاملہ کی تیار ہو سکتی ہین مفصل فہرست درخواست پر مل سکتی ہے۔

المشتہر۔ کرم الٰہی سوداگر چرمین بازار کانپور۔

CHECKED. 1951

ابوالفضل

اٹھارویں اور اُنیسویں صدی میں دنیا نے تاریخ اور سوانح عمری کے فن میں عجیب وغریب ترقی کی ہے۔ لیکن انیسویں صدی کے مصنفوں مورخوں اور لایق آدمیوں کا اس امر پر اجتماع ہے کہ دنیا میں اصلی بڑے آدمیوں کے زندگی کے حالات سے زیادہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو نوجوانوں کو بڑے بڑے کام کرنے کی ترغیب دے۔ تاریخ کو ایک زمانہ میں فلسفہ عملی کا خطاب ملا تھا۔ لیکن آجکل تاریخ کے شعبے یعنی سوانح عمری کو یہ فخر حاصل ہے۔

آجکل نہ صرف ہندوستان یا مسلمانوں کے ملکوں میں بلکہ دنیا کے ہر ملک اور قوم میں اس بات کا چرچا ہے کہ دنیا ایک عجیب وغریب انقلاب کی حالت میں ہے اور غور کرنے والے اور سچے ہمدرد اس بات کے روکنے کی فکر میں ہیں کہ اگر یہ انقلاب ہمکو پستی کی طرف لیجاے تو ہم خود اپنی بربادی میں مدد نہ دیں۔ بعض ملکوں میں قوموں کی عملی طاقت اور اجتماعی محنت کی مقدار اس قدر بڑھگئی ہے کہ لوگ حیران ہیں کہ اب کیا کریں اور ایسا نہو کہ آپ کچھ مضر کام کریں۔

لیکن یہ حالت اور اندیشہ ایسی قوموں کو ہوتا ہے جن کی ہر فرد کی محنت میں سے اسقدر حصہ باقی رہتا ہے کہ جب قومی محنت کا ذخیرہ جمع کیا جاے اور اسکو کسی نامناسب مقصد کے حاصل کرنے میں کام میں لائیں تو نوع انسان

کی ترقی مین بڑا صدمہ پہنچے —

ہمارے ملک اور قوم کی ایسی حالت نہین ہو۔ یہان اکثر افراد کو محنت انکو زندہ اور تندرست رکھنے کے لیے بھی مشکل سے کافی ہوتی ہو اور ایک ثلث کے قریب باشندے باقی دو ثلث کی محنت پر گزارا کرتے ہین۔ اس لئے ہماری جماعت مین یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ بعض افراد جو محنت کرتے ہین اسکو کسطرح پر استعمال کرین کہ کوئی حصہ ضایع نہ ہونے پائے۔ ورنہ ہماری قوم اور قومون کی محنت کے مقابلہ مین معدوم ہو جائے گی —

میری راے مین لکھنے والون کو یعنی مصنفون کو اپنی لیاقت اپنی قوم کے بڑے اور نیک آدمیون کی زندگی کے حالات لکھنے اور اس امر کے ثابت کرنے مین صرف کرنی چاہیئے کہ بغیر محنت۔ کوشش اور جفاکشی کے کسی آدمی نے کبھی ترقی نہین کی اور دوسرے یہ کہ ہر شخص محنت سے ہر رتبہ تک پہونچ سکتا ہو

اس مختصر مضمون مین ہندوستان کے مشہور معتمد مورخ عشی ادیب آزاد اور وزیر اعظم کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہو۔ یہ مختصر مضمون کسیطرح پر اس بڑے آدمی کے لائف نہین ہو جیسا کہ حیات سعدی سعدی کی یا المامون مامون کی لائف ہو۔ اس مین راقم کے ناقص ہاتھ نے ایک بڑے آدمی کی زندگی کا ناکامل خاکہ کھینچا ہو اسکو دیکھکر کہ کوئی بڑا آدمی اسکو پورا کریگا۔ جو کچھ نقص کہ مضمون مین ہین اسکے لکھنے والے سے زیادہ کوئی واقف نہین ہو سکتا اور ملوک حالات جسقدر ضروری امر چھوڑ دیگئے ہین انکا خیال کرنے سے راقم کو یقین ہوتا ہو کہ ضرور کوئی لایق شخص اس کو پورا کریگا۔

راقم　غلام الثقلین

ابوالفضل کے بزرگ اور اونکا وطن جس زمانہ مین مسلمانون کی سلطنت ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکون مین پھیلی ہوئی تھی اور ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک سلطنت سے دوسری سلطنت مین جانا اور وطن تبدیل کرنا مسلمان ایسی ہی معمولی بات سمجھتے تھے جیسا ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین گھر بدل لیتے ہین اور غیر ملک اور سلطنت کے مسلمانون کو اسلام کی اوس تمام وسیع سلطنت مین ہر جگہ مقیم اور آباد ہونے کی آزادی تھی ایک متوسط طبقہ کے آدمی نے جس کے بزرگ سالہا سال سے ملک یمن مین آباد تھے جو عرب کا ایک حصہ ہے اور جو خود بھی یمن مین رہتا تھا یمن کو چھوڑ کر سیستان مین قدم رکھا اور یہان آ بسا۔

یہ واقعہ ۸۰۰ھ ہجری مین یعنی نوین صدی ہجری کے عین ابتدا مین واقع ہوا۔ اس شخص کا نام شیخ موسیٰ تھا اور اس کے بزرگ غالباً یمن کے قبائل عرب سے تھے۔ یہ ایک آزاد منش اور صوفیانہ خیالات کا آدمی تھا اور لوگون کی نفرت اس کے ترک وطن کا باعث ہوئی تھی۔ اس کی اولاد ایک سو برس کے قریب سیستان ہی مین آباد رہی۔ دسوین صدی ہجری کے شروع مین اسکے ایک پڑپوتے شیخ خضر نے ارادہ کیا کہ ہندوستان کے بزرگون اور صوفیون کی ملاقات کرکے گجرات کے راستہ سے حجاز اور یمن مین جلے اور اپنے اصلی وطن کی سیر کرے جہان اُس کے بزرگ رہتے چلتے تھے۔ قرار و زندگانی کرتے تھے۔

اس ارادہ سے وہ سیستان سے سفر کرکے ہندوستان مین آیا اور یہان ان صوفیون اور فقیرون سے جو اس زمانہ مین تقدس اور نفس کشی اور زہد کے سبب مشہور تھے ملاقات کی۔ ناگور مین (جو راجپوتانہ مین ایک چھوٹا سا قصبہ ہی) اسکی ملاقات ایک بزرگ سید یحییٰ بخاری اور اور صوفیہ سے ہوئی جو یہان ایک قسم کے برادرانہ اتحاد سے رہتے تھے۔ شیخ خضر پر انکا اثر ایسا تھا کہ اب وہ اپنے وطن سیستان یا اپنے بزرگون کے وطن عرب جانے کا ارادہ کرتے۔ ایسی سوسائٹی کے چھوڑنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا۔ اس لئے سید یحییٰ بخاری کے اصرار سے اسنے ناگور مین قیام کر لیا۔ یہان ۹۱۵ھ ہجری مین شیخ مبارک پیدا ہوا۔ بچپن مین اسنے اچھی تعلیم پائی۔ یہانتک کہ ۱۴ برس کی عمر مین اسنے تمام درسی کتابون کی تحصیل تمام کر لی تھی۔ لیکن شیخ خضر کو ہمیشہ اپنے عزیزون کا خیال رہتا تھا جو سیستان مین آباد تھے اس لئے ان کے لینے کے لئے سندھ اور بلوچستان کے راستہ سے سیستان جانا چاہتا تھا۔ لیکن سندھ مین پہنچا ہی تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

شیخ مبارک نے غالباً ناگور مین انھین بزرگون کے ساتھ تربیت پائی ابتدا مین شیخ مبارک کو شیخ فیاضی بخاری کے ساتھ نہایت عقیدت تھی۔ اور اس نے اس بزرگ سے جہان گردی اور سفر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اس زمانہ مین مسلمان ایسی عمر مین سیاحت کرنے اور دور دراز ملکون مین سفر کرنے کو کوئی

بڑی بات نہ سمجھتے تھے اور یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ کچھ زاد راہ یا نقد روپیہ لیکر نہ چلتے تھے بلکہ اکثر پیدل ہی شہر بشہر پھرتے تھے اور جہاں وہ جاتے تھے ہمیشہ مہمان نواز انکے استقبال اور مہمان نوازی کے لئے موجود رہتے تھے۔ لیکن شیخ فیاضی نے بالفعل نوجوان مبارک کو اس ارادہ سے باز رکھا۔ شیخ فیاضی اور اُن کے جانشین شیخ عبداللہ احرار کی وفات کے بعد شیخ مبارک نے ناگور سے قدم باہر نکالا اور احمد آباد گجرات میں آیا۔ احمد آباد اس زمانہ میں ایک عالیشان شہر تھا۔ جہاں تمام ایشیا کے مختلف قوموں کے آدمی آباد تھے۔ جہاں کی بیرونی تجارت ہندوستان کے ہر شہر سے زیادہ تھی اور جہاں بیشمار عالم اور فاضل آدمی ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ جو کچھ ہمارے زمانہ میں بمبئی ہے اور سلاطین مغلیہ کے زمانہ میں سورت تھا وہی درجہ اس زمانہ میں احمد آباد کو حاصل تھا۔ یہاں آکر شیخ مبارک نے ہر مذہب کے آدمیوں سے تعارف حاصل کیا اور حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ شیعہ ان سب فرقوں کے اصول سے واقفیت پیدا کرکے "درجہ اجتہاد حاصل کیا" یعنی جس فرقہ کی جو بات اس نے عقلاً قیاس کی اس کو اختیار کر لیا۔ یہی بات ہمیشہ اس کی زندگی کا اصول رہی ہے۔ تصوف کی کتابوں کا وہ اکثر مطالعہ کرتا تھا اور ہمیشہ انکو اپنے پاس رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ خود صوفیہ بزرگوں کی اولاد سے تھا اور اُسکی تعلیم و تربیت اسی خیالات کے لوگوں میں ہوئی تھی۔

شیخ محی الدین ابن العربی کی حقائق۔ شیخ ابن فارس اور شیخ صدرالدین

قونوی کی تصانیف زیادہ تر اس کے مطالعہ میں رہتی تھیں

جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں یعنی شیخ مبارک کے گجرات آنیکے زمانہ میں یہاں ایران کا ایک بہت بڑا فاضل وارد تھا جو ہمیشہ یہاں کے اہل علم کو فلسفہ اور دیگر علوم پر لکچر دیا کرتا تھا اسکا نام ابوالفضل کازرونی خطیب (لکچرار) تھا اور اس کے اکثر لکچر یا درس محقق طوسی کی تجرید بوعلی کی شفا اور اشارات بطلیموس کی مجسطی پر ہوتے تھے۔ یہ موقعہ مبارک کے لئے بہت اچھا تھا اور وہ ابوالفضل خطیب کے ان درسوں میں ہمیشہ شریک ہوتا تھا۔ اس سے اسکی آیندہ زندگی پر بہت بڑا اثر ہوا۔ وہ اب تک اخلاق اور تصوف ہی کی کتابوں سے مستفید ہوا تھا۔ اور مختلف فرقوں کے اصول معلوم کئے تھے۔ اب اُس کے خیالات اور بھی وسیع ہوگئے۔ علم کے اس غیر معمولی ذخیرہ کو لیکر ۱۰ محرم الحرام ۹۰۸ھ ہجری میں ۳۵ برس کی عمر میں وہ آگرہ میں داخل ہوا۔ یہ شہر اس زمانہ میں ہندوستان کا دارالسلطنت سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب شیر خان افغان نے عجیب وغریب لیاقت۔ کوشش اور قومی ہمدردی سے ایک معمولی سپاہی کی حالت سے ترقی کرکے ہندوستان سے مغلوں کو نکال کر ایک افغانی سلطنت زبردست اور منتظم قائم کی تھی۔ ۹۵۴ھ سے یا ۱۵۴۶ء میں شیخ مبارک مستقل طور سے آگرہ میں مقیم ہوگیا۔ یہاں آہستہ آہستہ اسنے شہرت حاصل کرنا شروع کی۔ بے شمار آدمی اس کی ملاقات کو

آتے تھے۔ اور بہت سے اُس کے معتقد بھی ہو گئے تھے۔ بہت سے آدمی اُسکے پاس نذرین اور تحفے بھی لاتے تھے۔ لیکن یہ بہت کم لیتا تھا۔ جو لوگ زیادہ اعتقاد کے ساتھ لاتے تھے انسے اپنی حاجت کے موافق قبول کر لیتا تھا۔

یہاں شیخ مبارک صوفیوں ہی کی طرح نہ رہتا تھا بلکہ طالب علموں کو اکثر درس بھی دیتا تھا اور اس سے اُس کی بے تعصبی اور صلح کل خیالات لوگوں میں پھیلتے جاتے تھے اور وہ اس زمانہ کے صوفیہ کا مرکز سمجھا جاتا تھا اُس کی شہرت اور نیکنامی کی وجہ سے شیر شاہ اور سلیم شاہ نے اپنے اپنے عہد میں شیخ سے جاگیر قبول کرنے کی درخواست کی اور اگرچہ اُس کی معاش بہت قلیل تھی اور اس زمانہ میں علما اور فقرا بادشاہوں اور امیروں سے جاگیریں اور ہدیات قبول کرنے میں انکار بھی نہ کرتے تھے لیکن شیخ نے شکریہ کے ساتھ انکار کیا۔

سنہ ۹۶۲ ہجری یا ۱۵۵۵ء میں جب ہمایون دوبارہ ہندوستان میں آیا اور دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا تو اُس کے ساتھ ایران اور عراق عجم کے بہت سے آدمی بھی آئے اور انسے شیخ مبارک کی مجلس اور بھی گرم ہو گئی۔ یہ لوگ عموماً صاحب ذوق اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ اور شاعری۔ تصوف اور لٹریچر کا انکو خاص چسکا ہوتا ہے۔ ان کے آنے سے افغانوں کے زمانہ کے متعصب مُلّاؤں کا زور کم ہو گیا۔ اور شیخ نے کھلم کھلا صلح کل کے خیالات شایع کرنے شروع کئے۔

جب ہمایون کی وفات پر کچھ عرصہ کے لئے ہیمو اور اُسکے افغانوں نے

آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ شیخ اور اس کے ہمراہیوں کو اس تبدیل حکومت سے کسیقدر ایذا پہونچی لیکن شیخ کی نیکنامی ایسی نہ تھی کہ اس کی ایذا سے اراکین سلطنت کو اندیشہ ہو۔ اس لئے ہمیوں نے چند معقول آدمیوں کو عذر خواہی کے لئے شیخ کے پاس بھیجا اور شیخ کی سفارش سے بہت سے آدمیوں کی جان بچ گئی۔

آخر کار ۱۶۵۶ھ/۱۵۶۳ء میں اکبر ۱۳ سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا چار سال تک اس کو کاروبار سلطنت سے زیادہ تعلق نہیں تھا۔ اس کا اتالیق بیرم خان تمام کام نہایت مستعدی اور لیاقت سے سرانجام دیتا تھا۔ اس زبردست وزیر کی معزولی کے بعد اکبر پر علمائے اسلام کا بہت اثر رہا لیکن افسوس ہے کہ اسکے ساتھ ہی یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان علمائے اسلام کا گروہ نہایت متعصب تھا اور اکبر کی بے دینی کا الزام زیادہ تر انہیں کی گردن پر ہے۔ یہ لوگ شیخ مبارک کی شہرت اور اثر کے پھیلنے سے نہایت جلتے تھے۔ اور اس وقت جبکہ شہنشاہ ہندوستان کی طبیعت پر ان کو پورا اقتدار حاصل تھا انھوں نے اسکے ستانے اور ضرر پہونچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آگرہ کے سب مولوی ہمیشہ ہی سے اس کے دشمن چلے آتے تھے اب ان کو ایک عمدہ موقع ملا کہ مبارک اور اس کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر ڈالیں۔

اِس زمانہ میں ہندوستان میں ایک عجیب و غریب فرقہ کا

بہت چرچا تھا۔ سلیم شاہ سوری کے زمانہ میں جب ہمایون ہندوستان سے نکلا پھرتا تھا ایک شخص میر سید محمد جونپوری کو اسکے مرید مہدی موعود کہتے تھے اور اس کے علم و فضل اور عمدہ اخلاق اور چال و چلن کی حد سے زیادہ تعریف کرکے بہت سے لوگوں کو معتقد کر لیتے تھے۔ شیخ علائی ایک نیک چلن اور لائق جوان بھی اسی فرقہ میں جس کو مہدویہ کہتے ہیں شامل تھا۔ شیخ مبارک سے بھی اس نوجوان کو عقیدت تھی اور گو شیخ اُس کو بہت سمجھاتا تھا لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ آخر کار اس مشہور مہدوی اور شیخ کی ملاقات کے سبب سے سب علماء اسکو مہدوی کہنے لگے۔ مہدوی اس زمانہ میں سلطنت کے دشمن سمجھے جاتے تھے جیسا کہ وہ ہر زمانہ میں سمجھے جاتے ہیں۔ اب ملاؤں نے خلیفوں پر حملے کرنے شروع کئے اور مبارک کو مہدوی بدعتی اور ملحد کہتے تھے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب اکبر ہر مذہب اور ہر فرقہ کے آدمیوں کو بادشاہی محل میں بلا کر مناظرہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مبارک اور حکما کی بھی بحثیں کرائیں۔ جب مبارک نے مہدوی ہونے سے انکار کیا اور علماء کو الزام پر الزام دینے شروع کئے تو ان کی عداوت کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی۔ وہ اسپر مہدویت اور تشیع کا الزام لگاتے تھے۔ اس زمانہ میں بادشاہ تو لڑائیوں میں مصروف تھا اور آگرہ میں علماء اور مبارک کی بحث و تکرار اور تنازعے ہونے لگے۔ سب مولویوں نے ملکر ایک بری سازش کی اور عوام

کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ یہ کہہ کہہ کر کہ مبارک لوگون کو گمراہ کرتا ہی بادشاہ کو ایسا بھکایا کہ آخرکار شیخ مبارک کے معاملہ مین علمار کے سردار کو اختیار دیا بادشاہ سے اجازت پاکر شیخ عبدالنبی مخدوم الملک نے جو اس زمانہ مین مذہبی گروہ کا سردار تھا اور جسکو وہی اختیارات حاصل تھے جو قسطنطنیہ مین شیخ الاسلام کو اور ایران مین مجتہد باشی (مجتہد شاہی) کو ہوتے ہین۔ مبارک کے گھر پر ایک بے شمار گروہ کو بھیجا کہ مبارک اور اوس کے بیٹون کو پکڑ لائین۔ مبارک کے دوستون نے اس کو بھی خبر دی اور گواسنے بھاگنے سے انکار کیا مگر اس کے دوستون نے اسکو زبردستی وہان سے نکال کر ایک محفوظ جگہ پر پہنچا دیا۔ جب آدمی اس کے پکڑنے کے لئے اسکے مکان پر پہونچے تو انہون نے دیکھا کہ پرند اڑ گیا ہی اور اس سے انتقام نہین لے سکتے اس لئے علمار نے اپنا غصہ اس کی مسجد کے ممبر پر اتارا جسپر وہ اکثر وعظ کہا کرتا تھا اور اس ممبر کو مسمار کر دیا۔ یہ واقعہ ۹۷۶ ہجری مین واقع ہوا۔

یہ زمانہ ہی جس مین شیخ مبارک اور اس کے بیٹون کی آیندہ عظمت کی بنیاد پڑی اور اگرچہ شیخ کو اس زمانہ مین نہایت درجہ کی سختیان اور مصیبتین جھیلنی پڑین۔ لیکن اس کے بیٹون کی شہرت کی بنیاد پر اگر اس واقعہ کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سے سلطنت مغلیہ بلکہ سلطنت اسلامیۂ ہند کی آیندہ سو برس کی پالسی پر بہت بڑا اثر پڑا۔

اب شیخ چونکہ بادشاہی حکم کے خلاف بھاگا تھا اور بادشاہی
حکام اسکو ہمیشہ پکڑ سکتے تھے اس لئے اس کو سخت مشکلیں پیش آئیں۔
جس گاؤں میں وہ جاتا تھا اور وہاں ایک آدمی بھی مخالف جماعت کا موجود
ہوتا تھا تو وہاں سے بھاگ کر اور جگہ چلا جاتا تھا۔ غرض اسی طرح
مصیبتیں جھیلتا ہوا شیخ سلیم چشتی کے پاس پہونچا جو اس زمانہ میں بادشاہ
کا پیر تھا اور جس کی دعا سے جہانگیر پیدا ہوا تھا اور اس لئے اسکے
نام پر شاہزادہ کا نام سلیم رکھا گیا تھا۔ شیخ نے کچھ زاد سفر دیا اور
گجرات جانے کی صلاح دی۔ وہ فوراً گجرات کی طرف روانہ ہوا
جہاں اس نے اپنی زندگی کا عمدہ حصہ یعنی طالب علمی کا زمانہ بسر
کیا تھا۔ مرزا عزیز کوکا نے یہاں اس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا
بہت خاطرداری کی اور بادشاہ تک سفارش کی۔ مرزا عزیز کوکا
نے بادشاہ کو لکھا کہ "شیخ مبارک ایک عالم اور پرہیزگار آدمی ہے۔
اس کے بیٹے ہوشیار اور لایق ہیں۔ انعام میں اس کو کوئی جاگیر
نہیں ملی۔ پھر اس کے سنانے اور جگہ جگہ تعاقب کرنے سے کیا حاصل۔
غرض بادشاہ نے شیخ مبارک کو اپنے دربار میں بلایا اور شیخ فیضی بھی
جس کی شاعری نے شہرت پائی تھی اس کے ساتھ آیا۔ یہ ملاقات
نہایت تپاک سے ہوئی۔ اور فیضی بادشاہ کے پاس رہگیا۔ مبارک
نے اپنے دوسرے بیٹے ابوالفضل کو جس کی عمر اس وقت بیس برس

کی تھی دربار مین پیش کرنا مناسب خیال نہین کیا۔

اب شیخ مبارک آرام سے بیٹھا اور چوبیس برس تک اپنے لایق اور ہونہار بیٹون کی ترقی کو شکر اور خوشی سے دیکھتا رہا۔ وہ ہمیشہ اس کا حکم مانتے تھے اور بڑے بڑے کام بغیر اسکی صلاح اور نصیحت کے نہ کرتے تھے۔ سنہ ۱۰۰۰ ہجری مین جب کہ اس کے بیٹے سلطنت کے سبب سے اعلی عہدون پر سرافراز تھے اور وہ اُن کا اقتدار اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا ۷ ذی قعدہ کو یہ عالم۔ نیک اور بڑا آدمی نہایت اطمینان سے اس جہان سے گزر گیا۔

مبارک ایک سنجیدہ اور پرہیزگار آدمی تھا۔ گو اس کا باپ سیستان کا باشندہ تھا اور اس کے بزرگ عرب سے آئے تھے۔ لیکن وہ خود ہندوستان مین پیدا ہوا تھا۔ اس لئے عبدالقادر بدایونی اور دیگر فارسی مورخون نے اس کو ناگوری لکھا ہے کہ نے الحقیقت وہ سیستانی ہے۔ بچپن مین اس نے معقول تعلیم پائی تھی اور بڑے ہو کر اس نے ہر مذہب اور ہر علم کے اصول سے واقفیت پیدا کی اس لئے ضرور تھا کہ اس کے خیالات وسیع ہون اور اس کی ہمدردی عام۔ اور چونکہ ہر فرقہ کے آدمیون سے تپاک سے ملتا تھا اور اُن کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اِس لئے ہر مذہب کے متعصب آدمی اوس کے ساتھ عداوت رکھتے تھے۔ وہ بہت بڑا عالم بھی تھا اور متقی صوفی بھی اور

جیسا کہ عبد القادر بدایونی کی تاریخ مین اس کی مسجد کے ممبر گرانے کے حال سے معلوم ہوتا ہی واعظ بھی تھا اور طلبار کو مختلف علوم پر درس بھی دیا کرتا تھا۔ اس کا گھر درویشون اور خدا پرستون کی خانقاہ تھی جہان وہ اور اوس کے بیٹے اور ستر آدمی ماوزر رہتے تھے۔ انہین مین عبد القادر بدایونی بھی تھا جو ابو الفضل اور فیضی کا سب سے بڑا دشمن ہوا ہی اور جس کا ذکر آیندہ آئیگا۔ یہ ستر آدمی نہایت قناعت اور کفایت شعاری سے تبارک کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ جب کچھ اور میسر نہ آتا تھا تو گیہون اُبال کر کھا لیتے تھے اور دن رات فقیرون کی طرح خدا کی یاد مین مصروف رہتے تھے۔ ایسی ایسی باتون سے لوگ اس کو عامل اور کیمیا گر کہنے لگے تھے۔ لیکن بعد مین جب اُس کا بیٹا ملک الشعرا اور دوسرا وزیر اعظم ہو گیا تو اُسکے عمل کا ان کو اور بھی یقین ہو گیا ہوگا

مبارک کا مذہب ٹھیک ٹھیک طور سے معلوم نہین اُسکے بزرگ رسمی طور پر حنفی کہلاتے تھے۔ اور صوفی تھے۔ وہ خود بھی صوفی مگر ساگ اور حال و قال سے اُس کو نفرت تھی اور اس قسم کے صوفیون کی مذمت کیا کرتا تھا۔ کسی فرقہ سے اس کو عناد نہ تھا۔ اور چون کہ ایرانیون سے اکثر ملتا رہتا تھا اس لئے اکثر شیعہ ہونے کا گمان کرتے تھے مگر ابو الفضل کہتا ہی کہ وہ شیعہ نہین تھا۔ لیکن اس فرقہ کے اصول سے خوب واقف تھا۔ لیکن دہریہ اور ملحد ہونے کا جو الزام

اسپر لگایا گیا ہو بالکل غلط ہو۔ وہ اکثر خدا تعالےٰ کی عبادت مین مشغول رہتا تھا۔ جو شخص اُس کی زندگی اور ترقی کا غور سے مطالعہ کریگا وہ اِس عجیب وغریب آدمی کی متانت استقلال بے تعصبی اور علمیت سے متحیر ہوے بغیر نہین رہسکتا۔

ابوالفضل کی پیدایش اور بچپن۔ جس زمانہ مین مبارک مستقل طور سے آگرہ مین مقیم ہو گیا تھا۔ اوس کے گھر مین اتوار کی رات ۶ محرم ۹۵۷ھ/۱۶۵۱ع کو ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام غالباً ابوالفضل خطیب گازرونی کے نام پر ابوالفضل رکھا گیا۔ یہ مبارک کا پہلا بیٹا نہین تھا بلکہ اس سے پہلے ۹۵۴ھ/۱۶۴۸ع مین ایک اور لڑکا پیدا ہوا تھا جسکا نام اپنے پیر کے نام پر مبارک نے ابوالفیض رکھا تھا۔ جب اِس بچے کی عمر ڈیڑھ برس کی ہوئی تو وہ خوب باتین کرتا تھا اور سب آدمی اس کی ہوشیاری سے متعجب ہوتے تھے۔ پانچ برس کی عمر مین یہ خوب ہوشیار ہو گیا اور اس کے باپ شیخ مبارک نے جسنے اپنی آیندہ امیدین اِنہین دونون بیٹون پر باندہ رکھی تھین۔ اوس کی تعلیم شروع کی۔ ماں باپ دونون نہایت احتیاط سے اُس کی نگرانی کرتے تھے اور عام لڑکون اور بری صحبت سے ہمیشہ بچاتے رہتے تھے۔ اور اس نے کئی جگہ اپنی کامیابی کی وجہ اپنے باپ کی لیاقت اور ماں کی سلامت روی کو بیان کیا ہو چنانچہ ایک جگہ کہتا ہو ؎

زا بتدا برمامک وبابک بنازیدم چوطفل زانکہ ہم مامک رقیم بود وہم بابای من"

ابوالفضل کو بچپن ہی سے اس زمانہ کے طریقۂ تعلیم سے نفرت تھی۔ اور جس طریقہ سے بچون کو پڑہایا جاتا تھا اور جو کتابین عام استعمال سے ان کی ابتدائی تعلیم کا جزء قرار پاگئی تھین۔ کم عمر ابوالفضل ان کو جی لگا کر نہ پڑہتا تھا۔ اکثر آدمی جو آیندہ بڑے بڑے عالم اور مصنف اور لکھنے والے ہوئے ہین وہ عموماً درسی کتابون پر توجہ نہ کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اس زمانہ مین بھی درسی کتابین ایسی ترتیب سے ہونگے جیسا کہ ہمارے مکتبون مین کچھ عرصہ گزرا کہ حروف تہجی کے بعد محمود نامہ شروع کرا دیتے تھے۔ غرض کچھ ہی سبب ہو ابوالفضل زندہ دلی اور شوق سے نہ پڑہتا تھا۔ یہ حال دیکھا تو باپ نے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے اپنے اوپر محنت شاقہ اختیار کی۔ شیخ مبارک ہر مضمون پر جو اسکو پڑہانا منظور ہوتا تھا ایک رسالہ لکھکر ابوالفضل کو دیدیتا تھا لیکن اسپر بھی اسنے کوئی معتمد بہ ترقی نہین کی۔ ہر بات پر اس کے دل مین شک و شبہات پیدا ہوتے تھے۔ ذہانت کا یہ حال تھا کہ جو بات کورس (کتب درسی) مین ہوتی تھی اس کے خیال مین بہت سے اعتراضات اُسپر آتے تھے لیکن کم عمری حیا اور شرم سے کچھ پوچھ نہ سکتا تھا جب سبق پڑہکر گھر آتا تھا تو اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا اور روتا تھا کہ مین کیا پڑہکر آیا ہون کہ کچھ سمجھ مین نہین آتا اور ہر بات پر اعتراضات وارد ہوتے ہین۔ جب استاد سے کوئی سوال کرنے کو ہوتا تھا تو جرأت نہوتی تھی

اور ہکلانے لگتا تھا۔ آخر کار اس کی دوستی ایک ہم عمر سے ہوگئی۔ اور اس کے ساتھ مدرسہ مین داخل ہو کر باقاعدہ طور سے پڑھنے لگا۔ غرض رفتہ رفتہ تمام درسی کتابین جنکا پڑھنا اس زمانہ مین طالب علم کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اس نے پڑھ لین۔ اور پندرہ برس کی عمر مین تحصیل تمام کر لی۔ آجکل کے معیار کے موافق یہ کہنا چاہیئے کہ اس عمر مین وہ بے۔ اے۔ ہوگیا۔ اس زمانہ مین اوس کی ایسی لیاقت تھی کہ ہر مضمون پر عمدگی سے بحث کر سکتا تھا۔ اور جس کتاب کو اس نے کبھی نہین پڑہا اس کے مضمون پڑہے ہوئے سے اچھا جانتا تھا۔ اس کا سبب زیادہ تر یہ ہو کہ وہ ہمیشہ اپنے باپ مبارک اور اپنے بڑے بھائی فیضی کے پاس رہتا تھا۔ جہان ہمیشہ علم کا چرچا رہتا تھا اور عالم آدمی آتے رہتے تھے اس سے اُسکی بلند نظری اور حوصلہ اور بھی بڑہت ہوگا۔ اور غالباً اِسی زمانہ مین اس کے دل مین یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ اپنے باپ اور بھائی کی طرح مین بھی ایک بڑا آدمی بنجاؤن۔ اپنے باپ اور بزرگون کی مثال سے اس کی طبیعت مین جو مردہ اور پست ہوگئی تھی جوش اور ولولہ پیدا ہوگیا اور گو $\frac{۹۷۳ھ}{۱۵۶۶ء}$ مین وہ معمولی تحصیل تمام کر چکا تھا۔ لیکن اصلی لیاقت اور علم کی اس مین اب تک کمی تھی۔ اس لئے وہ رسالے اور خلاصے جو باپ نے اسکے لئے کئے تھے اس نے اب دوبارہ دیکھے۔ اس دفعہ وہ بخوبی سمجھ مین آتے تھے

اور اسنے اسکو بہت بڑا فائدہ ہوا۔ اب وہ دل و جان سے لکھنے پڑھنے اور بڑے بڑے مضمون کی کتابین لکھنے پر آمادہ ہو گیا۔ آیندہ نو دس سال یعنے چوبیس برس کی عمر تک اسنے گویا ایک کتب خانہ مین زندگی بسر کی جس جوش اور ارادہ سے وہ اس مین مشغول ہوا اور کتابون کے مطالعہ کرنے مین جو محنت شاقہ اسنے اٹھائی اگر اسکا پورا پورا بیان کیا جاے تو مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔

اسکے باپ کے کتب خانہ مین بہت سی نایاب اور مفید کتابون کا ذخیرہ تھا اور اسکے بڑے بھائی فیضی کو بھی کتابین جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ فیضی کی وفات پر اسکے کتب خانہ مین (۴۶۰۰) چار ہزار چھ سو کتابین پائی گئین۔ جن نعمتون کا ابوالفضل نے خدا کی جناب مین شکر ادا کیا ہے اُن مین سے ایک یہ ہے کہ مجھکو طالب علمی کے زمانہ مین نایاب اور مفید کتابین دیکھنے کا موقع ملا۔ اور کسی سے مانگنے کی ذلت اٹھانی نہ پڑی۔ غرض ۱۵ برس کی عمر سے جب اسنے تحصیل تمام کی ۲۴ برس کی عمر تک اسنے ایک قسم کی دماغی زندگی (انٹلکچول لائف) بسر کی۔ دو دو دن تک وہ کھانا نہ کھاتا تھا۔ اور کتاب مین مشغول رہتا تھا۔ یہ حالت دیکھکر لوگون کو نہایت تعجب ہوتا تھا تو وہ اُن کو یہ جواب دیا کرتا تھا کہ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے اور عرصہ تک کھانا نہین کھاتا اور نہ پانی پیتا ہے تو تم اسکے زندہ رہنے پر تعجب نہین کرتے میرے نکھانے

پر کیون متعجب ہوتے ہو۔

اس زمانہ مین وہ زیادہ تر تصوف اور اخلاق کی کتابین دیکھتا تھا اور اسکا اثر اس کی آیندہ تحریرون اور رقعون مین ظاہر ہی۔ پڑہتے پڑہتے اور بحث کرتے کرتے اکثر کتابین اس کو حفظ ہو گئی تھین۔ یہ کوئی ناممکن بات نہین ہی۔ کہتے ہین کہ انگلستان کے بڑے مصنف اور مدبر لارڈ میکالے کو نو برس کی عمر مین سر والٹر سکاٹ کی نظم مارمین حفظ تھی اور بہت سے آدمیون کا یہ قول تہا کہ اگر ملٹن کا کل کلام فوت ہو جاے تو میکالے اسکی تمام جلدین اپنے حافظہ سے لکھہ سکتا ہی۔ یہی حال ہمارے ابوالفضل کا تھا ــــ

اس کی جودت اور ذہانت کا یہ حال تھا کہ اکثر قدما کے کلام انکے تصانیف اور راویون پر اعتراض کر بیٹھتا تھا اور جیسا کہ دستور ہی کہ ایک نوعمر لڑکے اور نوجوان طالب علم کو بڑے بڑے آدمیو نپر اعتراض کرتے دیکھکر لوگ ہنستے تھے اور بیچارے ابوالفضل کی ہنسی اڑاتے تھے بعض آدمی خیال کرتے تھے کہ زیادہ پڑہنے سے اس کے دماغ مین فتور ہو گیا ہی۔ بعض اس کا سبب غرور اور جہل مرکب بتاتے تھے۔ ناتجربہ کاری کے سبب سے ایسی ایسی باتون پر ابوالفضل کو نہایت غصہ آتا تھا اور اپنے دل مین پیچ و تاب کھا کر خاموش رہتا تھا اور کبھی کبھی اور طالب علمون سے بحث کرکے انکو عاجز کر دیتا تھا۔ اس کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہی کہ

اس زمانہ مین اس مین کسیقدر نخوت اور خود بینی پیدا ہوگئی تھی اور وہ اور آدمیون کو جاہل مطلق خیال کرتا تھا لیکن اس ضعف کا علاج بعد مین شیخ مبارک نے کر دیا۔

ملا سعد الدین تفتازانی کی کتاب پر جس کو مطلا کہتے ہین میر سید شریف کا ایک حاشیہ ہے جسکو میر کہتے ہین۔ ابو الفضل اس پر بہت اعتراض کیا کرتا تھا یہانتک کہ اس کے ایک دوست نے ان اعتراضات کو قلمبند بھی کر لیا تھا ایک دن اسی کتاب پر خواجہ ابو القاسم کا حاشیہ ہاتھ لگا۔ اس مین دیکھا تو بہت سے وہی اعتراضات تھے جو ابو الفضل کیا کرتا تھا۔ ایسی ایسی باتون سے لوگون کی رائے اسکی نسبت بدلنے لگی اور وہ اس کو اور نظرون سے دیکھنے لگے۔ اور ابو الفضل مین ایک بے وقوف اور مبتدی طالب علم کی جگہ ایک ذہین اور مستعد طالب علم ان کو نظر آنے لگا۔

اسکے حافظہ کا حال یہ تھا کہ طالب علمی کے زمانہ مین فاضل اصفہانی کا حاشیہ دیکھا تھا۔ ایک شخص کے پاس یہی حاشیہ اصفہانی موجود تھا لیکن نصف سے زیادہ کیڑے نے کھا لیا تھا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھانے سے محروم تھے۔ ابو الفضل نے وہ حاشیہ لے لیا اور بوسیدہ ورقون کو الگ کر کے انکی جگہ کورے ورق لگائے اور صبح کو جو اس کے مطالعہ کا خاص وقت تھا اس کو اپنی یاد سے لکھنا شروع کیا۔ جب لکھ چکا تو کچھ عرصہ کے بعد اصل کتاب پوری ہاتھ لگ گئی۔ جب لوگون نے مقابلہ کیا تو صرف دو

جگہ لفظوں مین فرق تھا۔ چار لفظ قریب المعنی تھے اور باقی سب حرف بحرف صحیح تھا۔ اس سے لوگون کو نہایت ہی تعجب ہوا اور وہ نوجوان ابوالفضل کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

ابوالفضل کا دربارِ شاہی مین داخل ہوکر ترقی کرنا

جب ۹۷۷ھ/۱۵۷۰ء مین شیخ مبارک اور اوس کے خاندان کی بادشاہ سے موافقت ہوگئی تو ان دونون بھائیون کے لیے ترقی کرنے کے واسطے ایک وسیع میدان کھل گیا۔ فیضی کو بادشاہ نے اپنے دربار کے شاعرون مین مقرر کیا اور اسنے وہان لٹریچر اور شاعری مین جو جو کارنمایان کیے ہین وہ دنیا پر پوشیدہ نہین۔ فیضی نے اکبر کے دربار مین جہان ایشیا کے تمام فارسی بولنے والے ملکون کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے ملک الشعرا کا خطاب اور درجہ پایا۔ اور سنسکرت کے لٹریچر کا دروازہ مسلمانون پر کھول دیا جس سے مسلمان بہت کم مستفید ہوے تھے اور جو لوگ اس سے واقف تھے وہ بھی کوئی بڑی تصنیف چھوڑ کر نہ گئے تھے۔

(۱) سنسکرت کی بیشمار کتابون کا ترجمہ فیضی نے خود کیا یا اون کو صحیح کیا بعض مصنفون نے فیضی کی نسبت ایک عجیب حکایت لکھی ہے جس کی صحت مین اکثر تردد ہوتا ہے۔ کہتے ہین کہ بنارس مین ایک پنڈت کا بھیس بدلکر ایک

(۱) دیکھو ایلیٹ کے مورخین ہند جلد ۶ صفحہ ۲ اس آرٹکل مین مصنف نے ثابت کیا ہے کہ فیضی سے پہلے بھی بہت سے مسلمان سنسکرت جانتے تھے۔

مشہور فاضل سے سنسکرت کی تحصیل کی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بات اُس پنڈت پر کھل گئی اور غم و غصہ سے اس نے خودکشی کا ارادہ کیا۔ فیضی نے مشکل سے اپنے استاد کا اس جرم سے باز رکھا مگر اس شرط پر کہ ہندوؤں کے مقدس ویدوں کا ترجمہ کبھی نہ کرے۔

(۲) فیضی نے اس شرط کو دیانت داری سے پورا کیا۔

غرض فیضی کی بادشاہ کے دربار میں بڑی شہرت تھی اور سنسکرت کی بڑی بڑی کتابوں کا ترجمہ کرنا اس کے سپرد تھا۔ ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء میں اُس نے اپنے چھوٹے بھائی ابوالفضل کو بادشاہ کے دربار میں پیش کیا۔ اس وقت ابوالفضل کی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی اور اس کے آقا یعنی اکبر کی ۳۲ سال۔ اس کے دربار شاہی میں آنے کے متعلق عبدالقادر بدایونی نے ۹۸۱ ہجری کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ۔

"اس زمانہ میں ابوالفضل جسکے علم و فضل کا ستارہ درخشان تھا دربار میں آیا اور بادشاہ کی اس پر بہت عنایت ہوئی"

معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ابوالفضل کو کوئی خدمت سپرد نہیں ہوئی تھی۔ وہ صرف اپنے بھائی فیضی کے یہاں آیا تھا اور اس نے دربار میں اس کی تقریب کی تھی۔ دوسرے سال ابوالفضل پھر اکبر کے دربار میں آیا

(۲) دیکھو روزگار دن فزام پرشیا (چمنستان از ایران) جس میں فارسی شعرا کا ذکر اور اونکے کلام کا ترجمہ ہے۔

اس وقت اس کی شہرت ہندوستان کے اطراف واکناف مین پھیلگئی تھی - اس سال کے واقعات مین بدایونی لکھتا ہی "کہ ابوالفضل جس کو اب علامہ کہتے ہین دوبارہ دربار مین آیا - اس نے تمام جہان مین شہرت حاصل کی اور چراغ دن کو جلایا" اب کی بار ابوالفضل نے آیت الکرسی کی تفسیر جو خود اس نے لکھی تھی پیش کی - اس کا بہت چرچا اور لوگ اس نوجوان شخص کی یہ لیاقت اور شہرت دیکھکر تعجب کرتے تھے - چنانچہ عبدالقادر بدایونی لکھتا ہی کہ "لوگ کہتے ہین کہ یہ تفسیر اس کے باپ نے لکھی ہی" دربار مین آتے ہی اسکی شہرت دفعتاً تمام ہندوستان مین پھیل گئی - تمام علما اور امرا اس سے حسد کرنے لگے اور انھون نے اس کی ہر تصنیف اور انشا کو سرقہ بتایا اور کہا کہ یہ اسکے باپ مبارک کی تصنیف ہی - دربار کے فضلا نے جلسے کئے اور اس کو بلاکر بڑے بڑے مباحثے کئے - لیکن مباحثون سے انکو اور بھی نقصان پہونچا - سب کو معلوم ہوگیا کہ دربار کے لایق آدمیون مین ابوالفضل سب سے زیادہ لایق ہی -

ہر شخص کو جب وہ دنیا مین قدم رکھتا ہی اور اپنی زندگی کی رفتار شروع کرتا ہی - لوگون کے دلونپر اپنی دیانت اور لیاقت کا سکہ جمانیکے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہی - وہ بہت آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے عہدون سے ترقی کرکے بڑے بڑے عہدون پر پہنچتا ہی - لیکن ابوالفضل کی برتری کا ثبوت بہت جلد ہوگیا - اس نے بہت تھوڑے عرصہ مین بادشاہ

کے دربار مین بلکہ اُس سے بھی زیادہ بادشاہ کے دل مین اپنی عظمت اور وقعت قائم کر دی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ابوالفضل نے اس قدر شہرت اور ترقی اپنے توت بازو یعنی اپنی لیاقت اور ہوشیاری سے حاصل کی وہ ایک جگہ صاف کہتا ہے کہ "خدا کا شکر ہے کہ مین نے بغیر کسی کی سفارش کے خود بادشاہ کی عنایت سے یہ مرتبہ پایا ہے"۔

لیکن جس دربار مین وہ آیا تھا وہان صرف علم و فضل اور قلم کے زور سے کوئی شخص سلطنت کے اعلیٰ ترین عہدے پر نہ پہنچ سکتا تھا وزارت اور خصوصاً وزیر اعظم کا عہدہ مسلمانون مین صرف علم و فضل کی تخصیص سے کبھی نہ دیا جاتا تھا۔ اور خصوصاً اس عہد مین جس مین ابوالفضل پیدا ہوا تھا۔ اکبر جو اس وقت ہندوستان کے تخت سلطنت پر تھا ایسا مشہور بادشاہ ہے کہ اس کے حالات بیان کرنے کی یہان کچھ ضرورت نہین ہے۔ لیکن اس کی لیاقت اور خصلت کا اندازہ کرنے مین فارسی اور انگریزی مورخ اکثر غلطی کرتے ہین۔ وہ ایک نیک طبیعت بلند نظر۔ اور رحم دل بادشاہ تھا۔ وہ ذہین بھی تھا۔ مگر جاہل۔ بہادر بھی تھا مگر پرلے سرے کا بھولا۔ اور یہ بھولاپن اس کے تعلیم یافتہ نہ ہونے کا نتیجہ تھا۔ چار سال تک وہ بیرم خان کی اتالیقی مین رہا اور جب ۱۸ سال کی عمر مین اُسنے خود مختار ہونا چاہا تو خود اسکو اپنے امرا اور صوبون سے ایک دفعہ ہی سخت سخت لڑائیان لڑنی پڑین۔ اِس سے وہ جیتے

چالاک۔ بہادر اور جفاکش ہو گیا تھا۔ اُسپر سب آدمیون سے زیادہ جلد اثر پڑتا تھا۔ ایک زمانہ مین وہ متعصب علما کے اثر مین تھا جو ہمیشہ غیر قومون اور غیر مذہبون کو اور دوسرے فرقہ کے مسلمانون کو ستانا اپنے فرایض مذہبی اور اعمال حسنہ سے سمجھتے تھے۔ اِس کے بعد مدت تک خواجہ معین الدین چشتی اور سلیم چشتی کا اعتقاد کیا ۱۵۶۸ء مین جب وہ چتور گڑھ فتح کر چکا تو اسپر راجپوتون کا اثر پڑا۔ ایسی حالت مین ایسے دربار مین وزیر اعظم ہونے کے لئے قلمی لیاقت کافی نہین ہو سکتی۔ اکبر نیک عالمون کی قدر کرتا تھا۔ جاگیرین دیتا تھا۔ محبت سے اور تعظیم سے انکے ساتھ ملتا تھا۔ لیکن انکا کام سلطنت کے حساب و کتاب رکھنے تصنیف و ترجمہ کرنے کے اور کیا ہو سکتا ہے ابوالفضل نے آکر آخر کار اس رو ک کو دُور کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ دربار مین داخل ہوتے ہی اُسکا مقصد اور غایت ایک خاص بات تھی وہ یہ کہ وزیر اعظم کے درجہ تک پہنچے۔ اس لئے اس کی کوشش اسی امر کی جانب ہوتی تھی۔ لیکن یہان ہندوستان مین اُسکے لئے ہوشیاری مدبری اور علمی لیاقت سے بھی زیادہ ایک اور چیز کی ضرورت تھی وہ سپہ گری ہے۔ بادشاہ ایک غیر زبان بولنے والی قوم پر جسکا مذہب معاشرت اور خیالات بالکل علیحدہ بلکہ بعض حالتون مین متضاد ہوتے تھے۔ حکومت کرتے تھے۔ ایسی سلطنت کے قیام کے لئے زبردست فوجی طاقت کا

ہونا ضروری تھا جو ہر موقع پر مخالف طاقتون کو جو اسکے مقابل مین صف آرا ہو سکتی ہون زیر کر سکے - یہی وجہ ہو کہ وزیر اعظم جن پر تمام کاروبار سلطنت کا مدار ہوتا تھا ہمیشہ بڑے بڑے سپاہی اور سپہ سالار ہوتے تھے -

لیکن ابو الفضل کی تمام عمر گویا ایک کتب خانہ اور خانقاہ مین گزری تھی - اسکا دماغ کتابون نے کھا لیا تھا - وہ خود اپنی نسبت ایک جگہ لکھتا ہو ؎ دُود چراغ خوردہ شب آوردہ ام بروز ؛ معذورم ار نماند دماغ مرا تری ؛ مینے چراغ کا دھوان کھا کر (مطالعہ کرکے) رات سے صبح کی ہو - اگر میرے دماغ مین تازگی اور طراوت نہو تو مین معذور ہون - مگر اسکا جسم قدرتاً توانا تھا اور درست - وہ جسمانی اور دماغی محنت کی خوب برداشت کر سکتا تھا - ہر شخص جسکا دماغ صحیح اور جسم تکلیف و محنت کی برداشت کر سکتا ہو - اگر کافی محنت اور سختی گوارا کرے تو ہر کام مین جسمین انسان کامیاب ہوا ہو وہ کامیاب ہو سکتا ہو - اب اسنے دربار مین داخل ہوتے ہی وہ فنون جنگ سیکھنے شروع کئے جو اس زمانہ کے لحاظ سے عمدہ سمجھے جاتے تھے - اور ان کے حاصل کرنے مین اسنے کوئی محنت باقی نہ چھوڑی - تلوار - بندوق - تیر - اور سب ہتیارون کا استعمال کرنا - گھوڑے پر سوار ہونا - اور لمبے لمبے کوچ کرنے کا عادی ہونا - کھانے اور پینے کی تکلیف برداشت کرنا - غرض تمام فن

جو بہادر سپاہیون کے لئے ضروری تھے سیکھے۔ اب اسکی یہ خواہش تھی کہ مجھکو کسی لڑائی یا دکن کی جنگون مین بھیجدیا جاے اور وہان اپنی سپہ سالاری اور لیاقت حربی دکھانیکا موقع ملے۔ اور اس طرح دکن مین فتوحات کرکے اور کارنمایان دکھاکے وزیر اعظم کے عہدہ کا استحقاق حاصل کرے۔ لیکن اُسکی یہ خواہش پوری نہوئی اور کچھ عرصہ کے بعد بغیر کسی سپہ گری کے انعام کے مل گیا۔ جس طریقہ سے ابوالفضل نے مختلف عہدون پر ترقی پائی اسکا مفصل حال معلوم نہین ہی۔ غالباً ۹۹۰ ہجری مین یعنی دربار مین داخل ہونے کے ۸ سال بعد جب اسکی عمر ۳۳ سال کی تھی وہ ہندوستان مین سب سے زیادہ معزز رعایا سمجھا جاتا تھا اور وزرا مین اس کا درجہ سب سے برتر تھا۔

ابوالفضل منشی اور مصنّف۔ جس سبب سے ابوالفضل کا نام جتنا ہندوستان مین مشہور ہی وہ اسکی وزارت علمی لیاقت یا مذہبی خیالات کی وجہ سے نہین ہی بلکہ اسکی انشا پردازی کی وجہ سے۔ ایران مین جہان کہ باشندے غیر ملک کے فاضل کی لیاقت کو خصوصًا فارسی زباندانی مین تسلیم کرنے کو ایک قومی ہتک سمجھتے ہین۔ اور ہندوستان مین اسکی عزت یکسان ہوتی ہی اور وہ فارسی زبان کا ایک مُسلّم منشی مانا جاتا ہی۔ ابتک جسقدر فارسی دان ہندوستان مین موجود ہین وہ ابوالفضل کا حوالہ دیتے ہین اور اسکو فارسی زبان پر سب سے زیادہ قادر مانتے ہین۔ اس کے رقعات

اور تحریرین اسکے بھانجے عبد الصمد ابن افضل محمد نے ایک بڑی جلد مین جمع کئے ہین اور انکو تین دفتر وں پر تقسیم کیا ہی۔ پہلے دفتر مین وہ نامے ہین جو شہنشاہ ہندوستان کی طرف سے ایران توران یا دکن کے بادشاہون اور شرفاے مکہ کے نام لکھے گئے ہین۔ یا بادشاہی فرمان اور سرکلر ہین جو سلطنت کے تمام صوبہ دارون۔ عہدہ دارون۔ شہزادون کے پاس روانہ کئے ہین دوسرے دفتر مین وہ عرائض اور خطہین جو ابو الفضل نے اکبر یا شاہزادون اور اپنے دوستون کے نام لکھے ہین۔ اور اسی مجموعہ مین وہ خط ہین جو نہایت اقبالمندی کے زمانہ مین عجز و انکسار محبت اور عزت کے ظاہر کرنے کے لئے اس نے اپنے باپ شیخ مبارک کو لکھے ہین۔ تیسرے دفتر مین ابو الفضل کے خطبے۔ تصانیف کے خاتمے۔ کتابون کے انتخاب۔ خلاصون کے شروع یا آخر مین ابو الفضل کی راے۔ اور مختصر مضامین (ایسے) ہین جنمین لارڈ بیکن کی طرح وہ کسی اخلاقی یا علمی مسئلہ پر اپنی راے لکھتا ہی اور لوگون کو نصیحت کرتا ہی۔

یہ مجموعہ جسکو سہ دفتر ابو الفضل کہتے ہین غالبًا فارسی کا پہلا ذخیرہ ہی۔ جس مین ایک بڑے آدمی کی سرکاری اور خانگی تحریرین اور خط پبلک کے سامنے لائے گئے ہین۔ ابو الفضل کا طرز تحریر ادنیٰ و اعلیٰ سب نے تسلیم کر لیا ہی اور سلطنت کے فرمانون اور رقعون مین ابو الفضل کا کلام معیار قرار دیا گیا ہی آیندہ بادشاہون کے دربار مین امیرون کے خطوط مین

غریبون کے عرضیون مین - بادشاہون کے آپس کے نامہ و پیام مین - ابوالفضل ہی ابوالفضل پایا جاتا ہی - جہانگیر کے زمانہ سے جبکہ ابوالفضل کے رقعات ہندوستان مین شائع ہوئے اس زمانہ تک جبکہ گورنمنٹ آف انڈیا نے فارسی زبان کو دفترون سے موقوف کیا - دفترون کی زبان ابوالفضل کی زبان تھی - ہزارون کتابین انشا کی ابوالفضل کے طرز پر لکھی گئین اور لوگون نے بڑے بڑے آدمیون کے پرائویٹ خطوط کو جمع کرنا شروع کیا تا انکے طرز تحریر اور انکے لکھنے والون کی عادت خصلت - اور خیالات کے طریقہ تک عوام کو آگاہی ہو - جو شخص اکبر کے زمانہ کے طرز تمدن - معاشرت - لٹریچر اور خیالات کی تاریخ لکھنی چاہے اس کو ابوالفضل کے دفترون سے بڑی مدد ملسکتی ہی -

لیکن شاید ابوالفضل سے بھی زیادہ رقعات عالمگیری مقبول ہوئی ہی جس مین اس زبردست اور عالی دماغ بادشاہ نے جس کو مورخون نے اس قدر بدنام کیا ہی اپنے خیالات نہایت آسان اور سادہ زبان مین بیان کئے ہین - لیکن فارسی بولنے والے اور فارسی لکھنے والے آدمیون کے رواج عام نے رقعات عالمگیری کو متبدی کے لئے اور ابوالفضل کو منتہی

لہ توزک جہانگیری مین چند نامے نقل کئے گئے ہین - جو جہانگیر کی طرف سے شاہ عباس صفوی کے نام - اور شاہ عباس کی طرف سے جہانگیر کے پاس بھیجے گئے تھے ان مین ابوالفضل کا اثر اور اسی کا طریقہ پایا جاتا ہی -

کے لئے مقرر کیا ہے۔ جسقدر اور رقعات جمع کئے گئے اور سنے گئے وہ ان دونون مجموعون کے بعد شائع ہوے مگر وہ اصلیت انمین کہان عذر سے پہلے یہ بات نہایت عام تھی کہ بے شمار ہندو اور مسلمان طالب علم کسی اچھے فارسی دان کے گرد بیٹھے ہوے ابوالفضل کا سبق پڑھ رہے ہین اور اسکے مشکل اور دقیق لفظون کے سمجھنے کے لئے بار بار حاشیہ پر یا لغت کی کتابون مین نظر ڈالتے ہین۔ اگرچہ فارسی زبان اور اس کا اثر ہندوستان سے معدوم ہوتا جاتا ہے اور بہت کچھ معدوم ہو چکا ہے لیکن اب بھی کیڑون امرا اور ہزارون طلبا صرف لیاقت حاصل کرنے اور دل بہلانے کے لئے ابوالفضل کے سہ دفتر دیکھتے ہین اور اس سے عبرت نصیحت اخلاق اور دانائی کا سبق پڑھ سکتے ہین۔

ابوالفضل کا طرز تحریر۔ ابوالفضل کا کلام بہت دقیق اور مشکل خیال کیا جاتا ہے اور اسکے ہر فقرے اور ہر سطر مین استعارے بھرے ہوے ہوتے ہین۔ فارسی لکھنے والون مین ابوالفضل شاید سب سے زیادہ عربی الفاظ استعمال کرتا ہے اور اسی سبب سے خالص فارسی پڑھنے والون کو سخت مشکل پیش آتی ہے۔ اس کے کلام کا ترجمہ کسی اور زبان مین کرنا مشکل ہے اور اگر ہر لفظ کا خیال کیا جاے تو ایک لغو اور بے معنی عبارت معلوم ہوگی۔ کیونکہ اس کی تحریر لفظون کی صف بندی ہوتی ہے جس کو ایک انگریزی مترجم نے 'الفاظ کی جمہوری سلطنت' لکھا ہے۔

اسکے فقروں کی خیر بہت دور جاکر نکلتی ہی اور تمام عبارت معترضہ جملوں سے مالا مال ہوتی ہی ۔ مثلاً ان چند سطروں مین کہ " وبمصداق احسن کما احسن اللہ الیک ہمگی توجہ بہ تمہید قواعد رافت و تاسیس مبانی لطیفت واشاعت انوار عاطفت مبذول داشتہ حدایق آمانی و آمال ایشان را از رشحات سحاب کرمت و احسان و قطرات مطرات فضل و امتنان تازہ و سرسبز میداریم و پیش نہاد خاطر فیاض آن بودہ است کہ چون ازاین مہمات فراغ کلی دست دہد ببدرقہ عنایت الٰہی و ہدایت ازلی کفار فرنگ کہ در جزائر دریائے شور آمدہ سر بشورش انگیزی برآوردہ اند دست تعدی برزائران حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً دراز کردہ خود بتوفیق ایزدی متوجہ شدہ آن راہ را از خس و خاشاک پاک سازد" ایک حدیث نبوی ۳۵ اور ۳۷ اور عربی الفاظ استعمال کئے ہین اور اگر چند فقرے بیچ مین سے نہ چھوڑے جاتے تو بہت دور جاکر خبر نکلتی ۔

آجکل ایران اور ہندوستان مین بہت سے آدمی ہین جو عربی الفاظ فارسی اور اردو مین کثرت سے استعمال کرنے کو برا سمجھتے ہین اور چاہتے ہین کہ جہان تک ہوسکے خالص پارسی یا ہندی کے لفظ مصنف اپنے کلام مین لائین ۔ ایسے ہی انگلستان کے بہت سے مصنف اور نثار اُن لفظون کے کثرت سے استعمال کرنے کی سخت ممانعت کرتے ہین جو فرانسیسی یا لاطینی زبان سے لئے گئے ہین ۔ پروفیسر میکلجان

نے اپنی کتاب مین لی ہنٹ کی چند سطرین نقل کی ہین جس مین نہایت زور شور سے کہتا ہی کہ صرف اصلی اور خالص سیکسن (انگریزی) لفظون کا استعمال کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے زبان عمدہ اور پاکیزہ معلوم ہوتی ہی اور کلام کا زور بڑہجاتا ہی۔ مگر ان پندرہ سطرون مین لی ہنٹ نے ۲۷ لفظ ایسے استعمال کئے ہین جو لاطینی وغیرہ زبانون سے لئے گئے ہین۔

حقیقت یہ ہی کہ زبان مین شیرینی اور لطف پیدا کرنے کے لئے اصلی ماخذ یعنی پارسی یا ہندی کے لفظ لانے زیادہ مناسب ہین لیکن جب ان محدود زبانون مین کوئی مناسب لفظ نہ ملے یا کلام مین زور اور طاقت پیدا کرنا مقصود ہو تو بعربی الفاظ لانے کے بغیر کوئی چارہ نہین ہی۔ جو لوگ دو زبانون پر قادر ہوتے ہین اور اُن دونون زبانون مین لفظ کا تبادلہ ہوتا ہی تو وہ الفاظ خود بخود اُنکے قلم سے نکل جاتے ہین۔ ابوالفضل کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو فارسی اور عربی پر پوری طاقت حاصل تھی۔ کسی لفظ کے لئے اُسکو رکنا نہ پڑتا تھا وہ اپنے کلام کو قصداً دقیق کرنا نہ چاہتا تھا لیکن اِسکے وسیع معلومات اور تبحّر کے سامنے ممکن نہ تھا کہ وہ محدود لفظون کو استعمال کرے۔ وہ ایک جگہ سلیس عبارت کی تعریف کرتا ہی اور کہتا ہی کہ "فصاحت اور بلاغت مانگے کپڑے سے زیادہ نہین ہی۔"

مگر اُسکے سامنے گویا تمام لغت حاضر تھے اور وہ جس مطلب کے لئے جس لفظ کو چاہتا تھا اٹھا لیتا تھا ۔

ایک اور خصوصیت ابوالفضل کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ وہ جگہ جگہ عربی کے فقرے اور اشعار قرآن شریف کے آیات اور فارسی شعرا کا کلام اپنی عبارت میں لاتا ہے۔ کوئی صفحہ ایسا نہیں ہے جس میں کسی استاد کا شعر نہو۔ چنانچہ اکبرنامے کے خاتمے میں لکھتا ہے کہ چون کہ نظم کو بزرگوں نے نمکدان نثر لکھا ہے اس لئے بیچ بیچ جگہ استادوں کے اشعار درج کئے ہیں۔ اُس کا قاعدہ ہے کہ جہاں اُس کو مسلم استاد کا کوئی قطعہ یا فرد نہیں ملتا تو وہ خود کوئی شعر بنا کر لکھدیتا ہے۔ اس بات کا امتیاز کرنا بہت مشکل ہے کہ خاص اس کے شعر اس میں کیا کیا ہیں۔

وہ بعض بعض فقرے نہایت سلیس اور مختصر لکھ جاتا ہے جو سادگی اور پاکیزگی میں سعدی کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ایسے فقرے بہت کم ہوتے ہیں کہ "صبر از نادان آید و شکر از دانا" اور اِن کے بعد ہی پھر اپنی لفاظی شروع کردیتا ہے۔

۔ اس کے بڑے بھائی فیضی کے لطیف بھی معدودے ہیں اور متاخرین میں سے ہر شخص سے زیادہ تھے۔ اس نے عربی میں قرآن شریف کی ایک ضخیم تفسیر لکھی ہے۔ اور لفظ منقوط نہیں۔ اس نے حضرت آدمؑ سے آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانہ تک ایک تاریخ لکھی ہے جس میں ایک لفظ نہیں۔

ابوالفضل کی علمیت

ایشیا مین بہت کم آدمی ایسے ہوے ہین جنکو موجودہ اور آیندہ نسلون نے اُن کی علمیت اور تبحّر ظاہر کرنے کے لئے کوئی لقب دیا ہی۔ یہ لقب نہایت مختلف ہوتے تھے اور تقریبًا ہر شخص کو اُس کے معتقد اور حوالی ایک لقب دیتے تھے۔ یہ بات عام علما اور آیندہ نسلون کے قدر اور اندازہ پر چھوڑ دی جاتی تھی کہ آیا وہ اُس لقب کو تسلیم کرتے ہین یا نہین — خواجہ نصیرالدین طوسی کو محقق طوسی۔ مولانا حلّی اور بہاؤالدین عاملی کو علامۂ حلّی اور علامۂ بہائی۔ فخرالدین رازی اور غزالی کو امام رازی و امام غزالی۔ مولوی عبدالعلی کو بحرالعلوم۔ قاآنی شاعر کو حکیم (الشاعر) یہ لقب ہین جنکو سب نسلون نے ہر زمانہ مین تسلیم کیا ہی۔ لیکن یہ لقب کسی بادشاہ یا گورنمنٹ نے عطا نہین کئے بلکہ خود قوم نے اور قوم کے چند لوگون نے یک دل و یک زبان ہوکر دیئے ہین اور ان کی عزت ان ہزار خطابون سے زیادہ ہی جو کوئی گورنمنٹ کسی شخص کو دیتی۔ **ابوالفضل** کو بھی قوم نے علامی کا خطاب دیا ہی **اکبر** یا کسی بادشاہ نے نہین اور یہ بات نہایت عجیب ہی کہ جب اُس کی ۹۸۲ھ / ۱۵۷۷ء مین جب کہ اس کی عمر صرف ۲۵ سال کی تھی اس کو اس عالی شان خطاب سے یاد کرتے تھے۔ ابوالفضل سے چار سو سال پہلے سے مسلمان ہندوستان مین مستقل طور سے آباد تھے لیکن ابوالفضل کی عزت اور وقار کے لئے یہ

بات بیان کی جاتی ہی کہ وہ پہلا شخص ہی جسنے ہندوستان مین علامی کا خطاب پایا اور اس کے بعد صرف ایک یا دو شخص اور ہوئے ہین جو اس لقب سے پکارے جاتے ہین ایک امین سے شاہ جہان کا لایق اور منتظم وزیر سعد اللہ خان ہی جس کو علامی سعد اللہ خان کہتے ہین۔

صرف وزیر اور سب سے زیادہ معزز رعایا ہونے کی وجہ سے نہین بلکہ خود اس کی ذاتی لیاقت اور اصلی قابلیت کی وجہ سے اس بڑے آدمی کو علامی دیا گیا ہی۔ وزیر بہت ہوے ہین جو ابوالفضل سے زیادہ طاقتور اور بارعب تھے لیکن امین کوئی علامی نہین ہی۔ اس زمانہ مین جسقدر مشہور اور پڑہنے کے لایق کتابین اسکو دستیاب ہوسکتی تھین کوئی ایسی نہ تھی جو ابوالفضل کی نظر سے نہ گزری ہو۔ سلطنت کے کاموں مین ہو یا میدان جنگ مین۔ بادشاہ کے دربار مین یا باپ کی عیادت مین کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا کہ ابوالفضل اپنے مطالعہ کے وقت مین سے چوری کرلے۔ زندگی کے اختتام تک وہ طالب علم رہا اور یہی بات اس کی اسقدر علمیت کا باعث تھی۔ لوگ اس سے حسد کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے جرنیل اور امیر دستِ تاسف ملتے تھے۔ کہ "اس طالب علم پر بادشاہ کی اس قدر مہربانی کیون ہی! ہر شخص کو جو عالم ہونا چاہتا ہی اور علم و فضل کے وسیلے سے نام پیدا کرنا چاہتا ہی یہ بات یاد رکھنا چاہیئے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے کہ کوئی شخص پورا عالم نہین ہوسکتا جب تک کہ بستر مرگ

پر بھی وہ طالب علم نہ ہو۔ یہی تمام کامیابی کی جڑ ہے اور یہی مکالے کی غیر محدود واقفیت اور علم کا سبب تھا فیضی کا تمام کتب خانہ ابوالفضل کے لئے کھلا ہوا تھا جس میں سے اس نادر دست شاعر کی وفات پر ۴۶۰۰ جلدیں نکلی تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ چھاپہ خانہ کا ہندوستان میں نام بھی نہ تھا۔ یہ کتابیں چار قسم کی کتب خانوں میں تھیں:۔

(۱) تاریخ علم اللسان۔ طب۔ انشا۔ اور علم ادب کی الماری۔

(۲) نظم۔ علم الاخلاق۔ علم موسیقی۔

(۳) فلسفہ۔ تصوف۔ ریاضی اور نجوم۔

(۴) تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ اصول۔

اس کی لیاقت کی ایشیا ہی کے مصنفوں نے نہیں بلکہ یورپ کے مصنفوں نے نہایت تعریف لکھی ہے۔ سر ولیم جونز جنہوں نے اپنی ساری عمر عربی اور سنسکرت کی تحصیل میں صرف کی لکھتے ہیں کہ "ابوالفضل ایک عالم اور عمدہ مصنف تھا۔ اور یورپ کے اور مورخوں نے کسی قدر مبالغہ سے لکھا ہے کہ ایشیا میں جتنے مصنف ہوئے ہیں ابوالفضل سب سے عمدہ تھا اس کا قاعدہ تھا کہ جب کسی کتاب کو اول سے آخر تک دیکھ چکتا تھا تو اس کے آخر میں اپنی رائے یا جو کچھ اسوقت اس کی طبیعت کی حالت ہوتی تھی لکھ دیتا تھا۔ اس طرح پر اکثر کتابوں پر اس کے خاتمے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ اور اس کے پاس بہت سی بیاضیں تھیں

جنمین جوبات کسی کتاب مین پڑہتا تھا اور وہ اسکو اچھی معلوم ہوتی تھی فوراً درج کرلیتا تھا۔ اِن کو وہ گلگول کہا کرتا تھا۔ اور ہر گلگول یا (گشکول) کے شروع اور آخر مین وہ ایک خطبہ یا خاتمہ لکھتا تھا۔ اسیطرح کبھی سعادت پر۔ خاقانی کی تحفۃ العراقین پر۔ فیضی کی کلیات پر۔ انوری خاقانی۔ ظہیر فاریابی۔ اور حکیم سنائی۔ اور بہت سے اور شاعروں کے دیوانو پر۔ اُسکے خطبے یا خاتمے موجود ہین۔ محقق طوسی کی کتاب اوصاف الاشراف۔ اور مجموعۂ حکمار پر اسنے خاتمے لکھے ہین۔ اور فیضی کی کتاب اوراد پر اس کی طویل تقریظ موجود ہے۔

میرزا ہادی جس نے تزک جہانگیری کا تکملہ اور دیباچہ لکھا ہے ابوالفضل کے قتل کے بیان مین لکھتا ہے کہ اگرچہ وہ (شیخ ابوالفضل) ہندستان کے شیخ زادون (پیرزادون) مین سے تھا مگر اس کا دماغ (قدیم) یونان کا تھا۔ ابوالفضل کا بڑا بھائی ابوالفیض فیضی بھی جس کی شاعری اور نثاری اور زباندانی تمام ہندوستان مین مانی جاتی ہے اور جو اکبر کے دربار مین بڑا شاعر تھا اپنے ایک فخریہ قصیدہ مین لکھتا ہے:-

"جائیکہ از بلندی و پستی سخن رود　　از آسمان بلند تر و از خاک کمترم"
"باہمچنین پدر کہ نوشتم مکارمش　　در فضل مفتخر ز گرامی برادرم"

"جس جگہ بلندی یا پستی کا ذکر ہو مین آسمان سے زیادہ بلند اور زمین سے زیادہ پست ہون۔ باوجود ایسے باپ کے جس کی بزرگیان میرے لکھنے مین

مجکو اپنے خاندان سے فخر ہی پھر آگے چل کر کہتا ہی :-

"تشصد سالہ رہ میان من و دست در کمال ÷ در عمر گہ ازد دو سہ سالہ فزوں تر م"

(چھ سو برس کا زمانہ ہوا ہی کہ میرے خاندان کا کمال (ترقی) کا زمانہ تھا اگر میں اُس سے دو تین سال کا بڑا ہوں۔

شک و شبہات اور سیاحت کا اثر۔ ابوالفضل فطرتاً ایک اداس آدمی تھا اور گو وہ اپنے کلام میں جہاں تک ہو سکتا ہی زندہ دلی اور خوشی ظاہر کرنا چاہتا ہی لیکن غور سے پڑھنے والے کو یہ بات معلوم ہو سکتی ہی کہ وہ نہایت پریشان اور اداس رہتا تھا۔ رسمی تعلیم کے بعد جب اس کی عمر بیس برس کی تھی کثرت مطالعہ نے اسکے دماغ کو مختل کر دیا تھا۔ کسی بات کا اس کو یقین نہ ہوتا تھا اور دل میں شک و شبہات ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے تھے۔ سب غور کرنے والوں کا حال ایسا ہی ہوتا ہی کارلائل (۳) کی بھی ایک زمانہ میں یہی حالت تھی۔ وہ زمانہ کے شور و شغب سے بہت گھبراتا تھا۔ اور قریب تھا کہ دہریہ یا دیوانہ ہو جائے مگر مبارک نے اسکا علاج کر دیا۔ اس نے اس کے دل میں خدا کی عظمت و قدرت کے خیالات ڈالنے شروع کیے اور اسکو یہ تعلیم دی کہ سب آدمی یکسان ہیں ان سے یکسان برتاؤ رکھنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کے رحم اور قدرت کے خیال سے ابوالفضل کو اور بھی تسلی اور تقویت ہوئی۔ چنانچہ جہاں لکھتے لکھتے اس کی طبیعت پریشان ہو جاتی ہی تو وہ جگہ جگہ تعجب یا افسردگی اور اداسی میں خدا کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہی

اور سیکڑون جگہ ایسے کلمے لکھتا ہے کہ "الٰہی دیدۂ بینائی یا شہپر غرقانی و دل بیحاصل را بنیرنگاہ تسلیم و رضا بردہ صلح کل عنایت فرما و کشمکش کون و فساد نجات بخش۔"

یہ اوس کی مذہبی طبیعت اور میلان طبع کا نتیجہ تھا کہ وہ انسان کی ہر کوشش کو بے سود خیال کرتا تھا (حالانکہ خود اسنے کوشش ہی سے ترقی کی تھی) وہ ہر کام مین خدا کا ہاتھ دیکھتا تھا اور جب اُسپر کوئی مصیبت پڑتی تھی تو یہ سمجھکر کہ (ہرچہ از دوست میرسد نیکوست) دل مین صبر اور زبان مین شکر کرتا تھا اور اگرچہ وہ کوشش کرتا تھا کہ اپنے تئین ذلیل ترین شخص سمجھے مگر انانیت اس مین کسیقدر ضرور باقی تھی اور آجکل کے بعض مشہور مصنفون کی طرح ہیر پھیر کر اپنا نام ضرور لاتا تھا۔ وہ اپنے اس عیب سے خوب واقف تھا اور اس کے عوض اپنے تحریرات مین اپنے تئین سخت ملامت کرتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ تقدیر سب کچھ ہے اور تدبیر کوئی چیز نہین اور اس کمزوری کے دفع کرنے کی قدر آسین نہ تھی۔ لیکن اس کی عملی زندگی کوشش اور تدبیر کرنے والون کے لئے ہمیشہ ایک بڑی رہنما اور عمدہ مثال رہے گی۔

آئین اکبری اور اکبر نامہ

یہ دو کتابین ہین جن سے ابوالفضل کا نام آیندہ زمانون مین ہمیشہ یادگار رہیگا اس کی غیر معمولی لیاقت اور فوق العادت کوششون کے یہ دو گواہ عادل

ہمیشہ موجود رہیں گے اور چلا چلا کر کہینگے کہ "آؤ اور تم بھی ایسے ہی کام کرو۔" (۵)

اکبر نامہ اس نے اپنے ممدوح کے حکم سے لکھا اور اپنے سال وفات یعنی ۱۰۱۱ھ تک کا حال اس میں درج ہے۔ یہ اکبر کی ۴۹ سال کی تاریخ ہے اور اس میں مختصر طور سے اس نے ہندوستان کی پہلی تاریخ کا حال بھی بیان کیا ہے۔ اکبر کے عہد کی اس سے پہلے اور اس سے بعد کی بہت سی تاریخیں لکھی گئی ہیں لیکن بس تفصیل اور تشریح سے اکبر کا حال ابوالفضل نے بیان کیا ہے اب نہ مولانا احمد کی تاریخ الفی میں نہ عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ میں۔ نہ نظام الدین کی تاریخ میں۔ پایا جاتا ہے۔ فرشتہ اکبر کے بیان کی پہلی ہی سطر میں صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ شیخ ابوالفضل برادر شیخ فیضی جو ملک قضا یا سے آن پادشاہ عالی جاہ در اکبر نامہ ثبت نمودہ مؤلف این اوراق ابوالقاسم فرشتہ کہ درصدد اختصارات خلاصہ آن را در این کتاب مندرج میسازد"۔ ابوالفضل کی یہ تاریخ نہایت صحیح تین جلدوں میں ہے۔ جن میں دو لاکھ کے قریب سطریں ہیں اور شاید اس سے پہلے اس قدر مختصر زمانہ کی ایسی مطول تاریخ فارسی میں نہیں لکھی گئی۔ مکالے نے جیمز ثانی بادشاہ انگلستان کے دو برس کا حال دو سال میں لکھا ہے جس پر ایک ظریف آدمی نے کہا ہے کہ آجکل

(۵) دیکھو حیات سعدی صفحہ ۵-۶

کسی واقعہ کے وقوع میں اس قدر عرصہ نہیں لگتا جس قدر اس کے
بیان میں۔ لیکن تاہم انصاف یہ ہے کہ ابوالفضل کی تاریخ آجکل کے
مورخانہ نظر سے دیکھی جائے اور یورپ کے بڑے مورخوں سے اس کا
مقابلہ کیا جائے تو نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف نہیں ہو سکتی (۶)

اس تاریخ کے لکھنے کے لیے اول اس نے سلطنت کے حالات
اور واقعات جمع کرنے کی کوشش کی اور یہ کوئی عام مورخوں کی
کوشش نہ تھی بلکہ واقعات کی تحقیقات تھی جس طرح چاہیے
باوجودیکہ وہ اپنی ہی زمانہ کا حال لکھتا تھا اور جو باتیں خود اس پر
گزرتی تھیں زیادہ تر انہی کا بیان تھا اور سلطنت کی حکمت عملی اور
بھیدوں سے ابوالفضل سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر
بھی اس نے صرف اپنی ذاتی واقفیت اور رائے پر کبھی بھروسہ نہیں
کیا۔ وہ سلطنت کے امرا۔ اعلیٰ عہدہ داروں۔ اور سن رسیدہ آدمیوں
سے طرح طرح کی باتیں پوچھتا تھا۔ اور انکی چکنی چپڑی باتوں ہی پر
کفایت نکرتا تھا۔ بلکہ جو کچھ انکو بتانا ہوتا تھا اس کو لکھوا لیتا تھا اور
تحقیقات میں اس درجہ تک احتیاط کو کام میں لاتا تھا کہ بیس معقول
آدمیوں سے ایک واقعہ کی نسبت تحریر کرایا کرتا تھا اور یہ سب تحریریں
لیکر ان کا مقابلہ کرتا تھا۔ ابوالفضل کہتا ہے کہ چشمدید حالات بیان کرنے

(۶) دیکھو رسالہ حسن مضمون النظر فی التاریخ —

کرنے والون کی باتون مین جو عجیب وغریب اختلاف پائے جاتے ہین اس سے بعض وقت سخت مشکل پیش آتی ہی اور نہایت حیرت ہوتی تھی کہ ابھی تک زمانہ بہت نہین گزرا کہ مون کے کہنے والے زندہ - بادشاہ موجود اور واقعات خود میری یاد مین ہوے اور اسقدر اختلافات اور پریشانیان واقع ہوتی ہین - آخرکار اسنے ان تمام مشکلون کے مقابلہ کرنے کے لئے ہمت باندہی - مختلف آدمیون کی شہادت مین جو باتین متفق تھین انکو قلمبند کیا اور جہان اختلاف پایا جاتا تھا وہان اپنی نکتہ چینی اور تنقید پر اکتفا کیا - لیکن جب نہایت معقول اور تجربہ کار آدمیون مین اختلاف ہوتا تھا یا خود مصنف کے واقفیت کے خلاف بیان کیا جاتا تھا تو وہ خود بادشاہ کے پاس جاکر تحقیق کرلیتا تھا - اس طرح پر ساتھ برس کی کوشش اور محنت سے ابوالفضل نے اکبرنامہ تیار کیا - لیکن یہ کام گو کسیقدر مشکل ہو ابوالفضل کی طبیعت کے بہت مناسب تھا اور دن رات وہ اسی کام مین لگا رہتا تھا چنانچہ ایک جگہ کہتا ہی کہ

"ہمانا کہ عشقم دریکار داشت ✤ چو من بے زبان عشق بسیار داشت"

پہلی دفعہ صرف واقعات کا خیال کیا گیا تھا اب اس کو ہر واقعہ کو سن و تاریخ سے لکھنا پڑا اور اس مین بہت محنت کے بعد وہ کامیاب ہوا اور اس لحاظ سے اکبرنامہ کو دوبارہ ترتیب دیا - اس ترمیم سے بھی ابوالفضل کا اطمینان نہوا اور ایک اور طریقہ اُس کے خیال مین آیا -

غرض تیسری دفعہ اس نے پھر اس کتاب کو مرتب کیا - لیکن اس زمانہ
اور بہت سے بڑے بڑے واقعات ہوئے تھے اس لئے اس میں ایک
اور اصلاح کی - اور پانچوین دفعہ مرتب کیا - یہ پانچوان اڈیشن (نسخہ) ہے
جو آجکل ہمارے پاس موجود ہے اور ملک میں شائع ہے -

ایسے مصنف بہت کم ہوے ہیں جنھوں نے اپنی کسی تصنیف
کو اس قدر محنت اور جانفشانی سے لکھا ہے اور جو اس کو بار بار دیکھتے
اور درست کرنے اور اصلاح دینے سے نہیں تھکتے - لیکن جسقدر کتابیں
دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہیں اور جن کو لوگ اپنی زبان کا جزو
قرار دیتے ہیں وہ ایسی ہی محنت سے لکھی گئی ہیں - مصنف کے کلام میں
کیسا ہی زور کیوں نہو اور واقعات پر اُس کو کیسا ہی عبور ہو لیکن جب تک
وہ اپنی ساری محنت پوری کوشش اور کامل لیاقت کو صرف نہیں کرتا
اُسکی کتاب مقبول خلایق نہیں ہوتی - دنیا میں جسقدر کتابیں عمدہ خیال کیجاتی
ہیں اکبرنامہ کی طرح اسی طرح لکھی گئی ہیں مولانا حالی نے ثابت
کیا ہے کہ گلستان ایک عرصہ دراز میں نہایت غور و فکر سے لکھی گئی ہے (۷)
مکالے نے اپنی تاریخ انگلستان ایک عرصہ دراز میں لکھی ہے اور ایسا ہی
کارلائل نے فریڈرک اعظم بادشاہ جرمنی کی لائف لکھنے میں اپنی عمر
اور طاقت کا بہت سا حصہ صرف کیا ہے ایسا ہی ابوالفضل نہ صرف تاریخی

(۷) دیکھو حیات سعدی صفحہ ۸۸ —

لحاظ سے بلکہ زبان اور علم ادب کے لحاظ سے اس کتاب میں اپنی پوری منشا یا نہ لیاقت کام میں لایا ہے اور اسی لئے وہ کہتا ہے کہ

"قلم را بخون دل آغشتہ ام ✤ کہ نثرے کم از نظم نوشتہ ام"

اسی اکبرنامہ کے متعلق ضمیمہ کے طور پر اس نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس نے اکبرنامہ سے بھی زیادہ شہرت پائی اور جس میں اُس کو غالباً اکبرنامہ سے بھی زیادہ دقت پیش آئی اس کتاب یا ضمیمہ کا نام آئین اکبری ہے — اس میں اسنے تمام ہندوستان کا جغرافیہ دیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا گیا ہے اور عجب بات ہے کہ امریکہ کے دریافت ہونے کا حال بھی اس نے لکھا ہے اور کہتا ہے کہ فرنگی جنہوں نے اس پر قبضہ کیا ہے اسکو (عالم نو) کہتے ہیں —

اُس زمانہ کے لحاظ سے یہ جغرافیہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے - اسمیں تمام ممالک محروسہ کی مردم شماری - خانہ شماری - محاصل زمین - صوبوں کے خراج - اور زمین کی پیمایش - لگان - پیداواری - اور بادشاہ کے اخراجات اور سلطنت کے مختلف صیغوں کا بیان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی صنعت و حرفت اور دستکاری - ہندوؤں کے مذہب - اِن کے خیالات - اِنکی مقدس کتابوں اور فلسفہ کے متفرق فرقوں کا ذکر ہے - اس سے پہلے ہندوستان کے کسی مسلمان بادشاہ کے عہد کا نظام سلطنت اور حکمرانی کا مشرح حال معلوم نہیں ہے - آجکل کے زمانہ کی رائے کے مطا

اصلی تاریخ یہی ہے۔ کیونکہ اس مین مورخ فرد واحد یعنی بادشاہ کے حال سے رعایا کے حالات اور طرز معاشرت پر اثر آیا ہے اور ہزارون برس کے اس غلط خیال کو "کہ ایک ہی شخص (سلطان) سب کچھ ہے اور ایک کے علاوہ اور سب اس قابل نہین کہ مورخ انکا ذکر کرے" باطل کیا ہے۔

انگریزی گورنمنٹ کے عہد مین اس کتاب کی بہت قدر ہوئی۔ اور ۱۷۸۳-۷۶ مین مسٹر فرانسس گلیڈون نے وارن ہسٹنگز گورنر جنرل کے حکم سے ترجمہ کرکے تین جلدون مین شایع کیا (اسکے بعد بہت سے ترجمے اور اڈیشن چھپے لیکن لندن کا اڈیشن بہت صحیح ہے اور دون مین غلطیان بہت ہین) مترجم نے گورنر جنرل کی کونسل مین جو رپورٹ بھیجی ہے اس مین لکھا ہے کہ "یہ تصنیف خاص طور پر مفید ثابت ہوگی کیونکہ اس مین سلطنت مغلیہ کے اصلی طرز سلطنت کا بیان ہے جو اس کے بانی کے ماتحت تھا"۔

ابوالفضل وزیر اور مدبر سلطنت۔ یہ بات انگریزی مورخون مین مشہور ہے کہ "ایشیا کے بادشاہ اکبر کی تلوار کی نسبت ابوالفضل کے قلم سے زیادہ ڈرتے تھے (۹) اس مقولہ کی اصل یہ ہے کہ جب عبداللہ خان اوزبک والی ترکستان کے پاس اکبر کے فرمان جو ابوالفضل نے لکھے تھے پہونچے اور اکبر کی پالیسی کے خلاف اُسنے جو جو عذر کئے تھے ابوالفضل کی زبردست منطق کے سامنے نہ چل سکے کیونکہ وہ ہر بات کے جواب مین

(۹) دیکھو انسیکلوپیڈیا برٹانیکا - مورگارڈن فرام پرشیا فیفنی کا حال۔

سکیرٹون ولیسلین۔ مشالین۔ اور جمتین لکھتا تھا۔ اور بادشاہی فرامین اور
نامے لکھنے مین اسکا طریقہ ایک عالی اور اثر ڈالنے والا تھا کہ خود اُسکے پڑھنے
سے سلطنت ہند کی شوکت۔ سطوت۔ اور طاقت کا رعب ڈالنے والا
اثر بادشاہون پر پڑتا تھا۔ توران کے بادشاہ نے جو لڑنے اور مقابلہ
کرنے مین اکبر سے نہ ڈرتا تھا۔ لیکن ابوالفضل کے قلم نے اُسکے دل مین
رعب ڈالدیا تھا۔ لکھا کہ مجھکو اکبر کی تلوار سے ایک خوف نہین ہے جیسا
کہ ابوالفضل کے قلم سے۔

بہت کم وزیر ایسے ہوے ہین جنکی تعریف غیر ممالک کے بادشاہون
نے اس طرح کی ہے۔ ابوالفضل کا ہمعصر فرانس کا وزیر رشلیو بھی کچھ کم
مدبر چالاک اور ہوشیار نہ تھا۔ اس کی نسبت بھی ایک ایسا ہی واقعہ
بیان کیا جاتا ہے۔ جب روس کا پیطر اعظم سیاحت کرتا ہوا فرانس مین
رشلیو کی قبر پر پہونچا تو چلا اُٹھا کہ "ای دانا رشلیو اگر تو زندہ ہوتا تو
مین اپنی نصف سلطنت تیرے نذر کرتا تاکہ تجھ سے سیکھون کہ دوسری
نصف پر کسطرح حکومت کرتے ہین" لیکن بڑا فرق ان دونون وزیرون
کی ہوشیاری اور لیاقت مین نہین بلکہ ان کی خصلت اور چال وچلن مین
ہے۔ دونون اپنی سلطنتون کی ترقی کے لئے کوشش کرتے تھے۔
دونون چالاک اور ہوشیار تھے لیکن رشلیو جیسا مدبر اور ہوشیار تھا
اسیقدر بلکہ اُس سے بھی زیادہ بے ایمان اور سخت تھا۔

ابوالفضل مُدبر بھی تھا۔ اور شاعر بھی۔ اور فاضل بھی لیکن وہ ہندو اور مسلمانوں کے ساتھ یکسان برتاؤ کرتا تھا۔ اور رحم دلی۔ اور بے تعصبی مین بے نظیر تھا۔

مسلمانون مین ابوالفضل سے پہلے ایک عرصۂ دراز تک کوئی ایسا وزیر نہ ملتا تھا جس نے اپنے قلم کے زور سے وزارت کے درجۂ اعلیٰ تک ترقی کی ہو۔ آل بویہ مین مشہور و معروف حکیم بوعلی سینا تھا جس کے وزارت کے پایہ کو اُس کے علم و فضل کے سامنے کبھی بیان نہین کرتے۔ ایسا ہی ہندوستان مین ابوالفضل کی انشا اور تحریر کا ذکر ہمیشہ ہوتا ہے اور وزارت مین جو کچھ اسکو کامیابی ہوئی اسکو بہت کم آدمی جانتے ہین ابوالفدا کی تاریخ کا ذکر ہوتا ہے اور اسکی بادشاہت کا بیان کوئی نہین جانتا

(سلطنت مغلیہ پر ابوالفضل کی پالیسی کا اثر)

اگرچہ ابوالفضل ابھی دربار مین نہ آیا تھا کہ اکبر کو ہندؤن سے کچھ عناد نرہا تھا لیکن یہ بات ابوالفضل کے اقتدار پر ہوئی کہ سلطنت کی تدبیر اور عہدون مین سب رعایا کا حق یکسان ہے۔ چنانچہ سب کو برابر عہدے دیئے گئے۔ اور منصبدارون کی فہرست مین تمام سلاطین مغلیہ کے زمانہ مین شاہزادون کے بعد اکثر ہندو اُمرا کے نام ہوتے تھے۔ وفاداری اور نمک حلالی مین ہندو اُمرا اور راجپوتانہ کے راجہ مسلمان سلطنت کے قایم

رکھنے کے لئے مسلمانوں سے بھی ایک قدم آگے رہتے تھے۔ اس طرح پر سلطنت کی عمارت کی بنیاد ایک محکم چٹان پر قائم کی گئی۔ اور ایسا نظم سلطنت اختیار کیا گیا کہ سب رعایا شہنشاہِ ہندوستان سے خوش رہیں۔ یہ ابوالفضل ہی کی پالسی کا نتیجہ تھا اور اسی کی کوشش کا ثمرہ تھا کہ ہزاروں ہندو صبح کے وقت جھروکے کے نیچے کھڑے رہتے اور جب تک بادشاہ کے درشن (زیارت) نہ کر لیتے تھے کھانے پینے کو اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ جب اکبر خشک مزاج۔ متشرع۔ با احتیاط۔ اور عجیب و غریب لیاقت کے جھروکے یعنی اورنگ زیب نے جھروکہ میں بیٹھنا اور درشن دینا موقوف کیا تو کئی دن تک درشنیوں نے غل مچایا اور کھانا نہ کھایا

غرض جو پالسی ابوالفضل نے قائم کی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر ابوالفضل کا قائل جہانگیر اور شاہجہان ایک عرصہ دراز تک امن اقبال اور شان و شوکت سے سلطنت کرتے رہے۔ اور اگر وہی پالسی برتی جاتی اورنگ زیب ایک مخالف پالسی ایجاد نہ کرتا تو عجب نہیں کہ ہندوستان آج کسی اکبر رابع۔ جہانگیر ثانی۔ شاہجہان ثالث۔ یا عالمگیر خامس کے قبضہ میں ہوتا اور ہندو اور مسلمان اس زبردست طاقت کے سامنے اطاعت اور محبت سے سر جھکاتے۔ یہ ابوالفضل کی پالسی پر عملدرآمد نہ کرنے کا نتیجہ تھا کہ مصیبت زدہ ہندوستان ۱۷۰۷ء سے جب اورنگزیب نے انتقال کیا ۱۸۵۷ء تک جب کمپنی کی حکومت کا خاتمہ ہوا خونریزی خانہ

فساد اور ابتری کا گھر تھا۔

اگر کوئی وجہ نہین تو صرف اس لئے سب مسلمان ہندو اور عیسائیون کو اس غیر معمولی آدمی کا مشکور ہونا چاہیئے کہ اس نے دیکھ لیا جب کہ کسی نے نہ دیکھا تھا کہ ہندوستان کی سب قومون کی مجموعی ترقی کس طرحسے ہوسکتی ہو اور جس کی پالیسی نے ہمکو ایسے ایسے بادشاہ دیئے جنکی یا دبغیر ایک آہ سرد کے کسی متنفس کے دل مین نہین ہوسکتی۔

ابوالفضل کے خیالات اور اُنکے پیدا ہونیکا سبب۔ ابوالفضل کے وہی خیالات تھے جو مبارک کے تھے۔ مذاہب کے متعلق اُسکی وہی رائے تھی جو مبارک نے اُس کو تعلیم دی تھی اور یہی رائے ابوالفضل نے اکبر کے دل مین بٹھادی۔ اسکا فلسفہ مذہب حال کے زمانہ کے بڑے فلاسفر کارلائل سے بہت مشابہ تھا۔ کارلائل کا قول ہو کہ "ہر مذہب مین سچ ہو۔ ورنہ آدمی اسکو کیون مانتے ہین (۱۰) ابوالفضل کے خیالات اور اسکے سبب سے اکبر کے خیالات بھی قریب قریب ایسے ہی تھے۔ وہ یہ کہ ہر مذہب مین نیک باخدا اور پرہیزگار آدمی ہوتے ہین۔ اس لئے ہر مذہب کے اصول کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ اسی خیال کو اس نے اپنے ایک مختصر مضمون مین بیان کیا ہو اور کہتا ہو کہ عقلمند آدمیون پر پوشیدہ نرہے کہ اعلیٰ مقصد اور اصلی مطلب خدا تعالےٰ ... کی ذات اور

(۱۰) دیکھو کارلائل کی ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ لکچر اول دوگان دیوتا پر

صفات کا دریافت کرنا ہی - اس انمول موتی کے ڈھونڈھنے والے دو گروہ ہین - ایک وہ لوگ جو اپنی باطنی روشنی اور قلب کی صفائی سے اس مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہین - دوسرے وہ جو دلیل وحجت کے عمدہ وسیلے سے اس مبارک مقصد کے بلند محل پر چڑھکر دانائی تک پہونچتے ہین پہلا گروہ اگر نبی کے وجود کا قائل ہی تو اس کو صوفیہ ورنہ حکماے اشراقیہ کہتے ہین - اور دوسرے طبقہ کے آدمی اگر نبی کے ہونے کو تسلیم کرتے ہین تو متکلمین (۱۱) ورنہ حکماے مشائین کہلاتے ہین -

یہی سبب ہی کہ وہ بمبئی کے پارسی اور پرتگال کے پادری سے لیکر ہندون کے جوگیون اور مختلف فرقون سے اتحاد رکھتا تھا - ہر مذہب - ہر فرقہ اور ہر قسم کے خیالات کے آدمی اس کے سامنے اکبر کے دربار مین موجود رہتے تھے - ایسے آدمی جنکا اجتماع ہندوستان مین پھر کبھی نہین ہوا - وہان ابوالفتح گیلانی - اور حکیم ہمام جیسے حکیمانہ مزاج اور یونانی مشرب آدمیون سے لیکر مولانا احمد (۱۲) جیسے شیعہ - عبدالقادر بدایونی جیسے سُنّی - بیربل جیسے

(۱۱) مسلمانون مین جو علما اپنے مذہب کو عقل کے مطابق اور دیگر مذاہب (جنکو وہ مخالف کہتے ہین) عقل کی میزان کے سامنے ناقص ثابت کرتے تھے وہ متکلمین کہلاتے تھے اور انکا علم علم کلام - آجکل ہندوستان کے مختلف فرقے اسکو علم مناظرہ کہتے ہین - مناظرہ کے معنی ریویو یا نکتہ چینی کے ہو سکتے ہین -

(۱۲) مولانا احمد نے اکبر کے حکم سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لیکر ۱۰۰۰ ہجری تک کی تاریخ لکھی ہی جس کو تاریخ الفی کہتے ہین -

مسخرے اور احمق۔ اور ٹوڈرمل جیسے منتظم اور لایق ہندو موجود تھے۔ اس لئے ضرور تھا کہ ابوالفضل ان پر اثر ڈالے اور اثر پذیر ہو۔

لیکن پرانے طریقہ کے علما ہمیشہ اُس پر لعنت کرتے رہتے تھے۔ اور وہ بھی اُنکی مخالفت مین کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا تھا۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس کے باپ کو اور خود اس کو ابتدا مین اِنکے ہاتھ سے نہایت سخت ایذا اٹھانی پڑی تھی۔ اور جن لوگون نے اپنے اقتدار کے زمانہ مین اسکے باپ کے قتل کا فتوی لکھ دیا تھا اور اِس کے گھر اور ممبر کو مسمار کرکے اِس کو جنگل جنگل پھرایا تھا۔ جن لوگون کے دل مین ہر قسم کی آزادی اور لیاقت کے خلاف کینہ بھرا ہتا تھا۔ جبوقت اسکو اقتدار ہو تو کیون نہ انکو ستاے اور بادشاہ کے مزاج کو ان کی طرف سے کیون نہ برہم کردے۔ لیکن پھر بھی ابوالفضل جیسے شخص کو (جو اپنی تصانیف اور تحریرون مین صلح کُل۔ رضا اور تسلیم کے لفظون کو اسیقدر بار بار اور کثرت سے استعمال کرتا ہے جیسا ہمارے آجکل کے مُصنّف اسلام۔ قوم اور ترقی کے لفظون کو اپنے مضامین مین لاتے ہین) یہ بات زیبا نہین ہے کہ ایک خاص گروہ کے ساتھ جو باوجود اپنے عیب اور نقص کے اسلام کے نام لیوا ہین اور جو کچھ کرتے ہین اپنے نزدیک اسلام کے لئے کرتے ہین۔ عداوت سے برتاؤ کرے۔ یہ بات انکی زندگی پر بہت بڑا دھبہ ہے۔ انسان کیسا ہی پاک کیون

نہ ہو جلے پھر بھی عیبون سے اور کمزوریون سے نہین نکل سکتا۔
تاہم ابوالفضل ہمیشہ عالمون کے ساتھ دشمنی نہ کرتا تھا۔
منتخب التواریخ کا مصنف عبدالقادر بدایونی جو اُسکا سب سے بڑا دشمن ہی اور جس نے اس کی اور اس کے بڑے بھائی فیضی کی ہجو مین اور اونکی بے دینی ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین کیا ایک عرضی نقل کرتا ہی جس مین ابوالفضل نے اپنی دشمن کی تعریف نہایت زور شور سے کی ہی اور بادشاہ سے یہ التجا کی ہی کہ اس لایق مگر غریب شخص کو کوئی عہدہ اور جاگیر ضرور ملنی چاہیئے۔ پھر بدایونی لکھتا ہی کہ "گو وہ میرا محسن ہی مگر یہ عداوت دین کی عداوت ہی اسلئے ناظرین مجھ کو معاف رکھین۔

(ابوالفضل کا مذہب اور دین الٰہی)

اگرچہ علما کے تعصب۔ تنگی اور حرص کے سبب سے ابوالفضل کو مولویون سے بداعتقادی پیدا ہو گئی تھی کیونکہ وہ دیکھتا تھا کہ وہی شیخ عبدالنبی مخدوم الملک جو علما کا سرغنہ تھا اور دنیا سے اس قدر بے اعتنائی ظاہر کرکے افلاس اور تنگی سے زندگی بسر کرتا تھا اور جس نے خدا کی راہ مین مبارک کو اسقدر تکلیف دی تھی۔ جب مرا تو اُسکے گھر مین سے کئی صندوق سونے چاندی کے اینٹون سے بھرے ہوئے نکلے تھے۔ لیکن اس بات کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین ہی کہ اسلام

کی عظمت اور بانی اسلام (علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت اسکے
دل سے نکلگئی تھی۔ بلکہ اس کے خلاف بہت سی شہادتیں پیش ہوسکتی ہیں
جسنے ثابت ہوتا ہی کہ وہ مرتے دم تک اسلام کے اصول سے ہرگز باہر اور
منکر نہیں ہوا تھا۔ اس کے دشمنوں نے اسپر ای دایتی ذات باری کے وجود
کے انکار کا الزام لگایا ہی لیکن وہ بالکل غلط ہی۔ اُس سے زیادہ کوئی صفت
خدا تعالے کا نام اور ذکر اپنے کلام میں نہیں لاتا۔ اور یہ محاورہ کے طور پر
نہیں بلکہ التجا۔ دعا۔ اور گڑگڑانے کے موقع پر۔ اگر وہ ملحد یا بے دین یا
اسلام سے منکر ہوتا تو اس کی حالت اور عادت ایسی نہ تھی کہ ایک لمحہ
بھی وہ اپنے خیالات ظاہر کرنے سے خوف کرتا۔ "جبتک ایک شخص
اپنی زبان سے اسلام کے حق ہونیکا اقرار کرتا ہی یا اسلام کی صداقت
کے خلاف اظہار نہیں کرتا تو کوئی حق حاصل نہیں ہی کہ اُس کو دائرہ
اسلام سے خارج کریں اور اسلام کی تعداد میں ایک عدد کم کریں"۔
سورہ انا فتحنا کی تفسیر میں جس میں اُسنے بادشاہ کی فتح کا بیان
کیا ہی لکھتا ہی :-

(۱) یا فاتح ابواب علوم وحکم — یا رافع اعلام ایادٍ ونعم
(۲) عرّفنا من فضلک مالا نعرف — علمنا من علمک مالا نعلم

(۱) اے علم وحکمت کے دروازوں کے کھولنے والے
اے نعمتوں اور عطیّوں کے جھنڈوں کے بلند کرنے والے

(۲)　جو بات ہم نہیں جانتے ہم کو اپنے علم سے اُس سے آگاہ کر
جس بات سے ہم ناآشنا ہیں اپنے فضل سے اُس کو بتا
محمدؐ کی یا من ارسل الی الخلق رسولاً امیناً و بشر بخطاب انا
فتحنا لک فتحاً مبیناً ۔

(۳) للروح جمالہ انیس الخلوات　　للعین جمالہ انیس المجلوات
(۴) اہداہ اللہ من صلاۃ الصلوٰۃ　　اضعاف اضاعیف رمال الفلوات

اے وہ ذات جس نے مخلوقات کی طرف ایک رسول بھیجا امانت دار اور
اس کو انا فتحنا لک فتحا مبینا　　کے خطاب سے خوشخبری دی ہم
تیری تعریف کرتے ہیں ۔

(۳)　روح کے لئے اسکا خیال خلوتوں کا ہم نشین ہے
آنکھ کے لئے اُس کا جمال مجلسوں کا ہمدم ہے
(۴)　خدائے تعالےٰ اُس پر اپنے درود کی بخششوں کا تحفہ بھیجے
بیابان کے درون سے بھی چند و چند

اِسیطرح پر عبداللہ خان اوزبک حاکم توران کے جواب میں اکبر کی طرف
سے جو نامہ گیا ہے ۔ اس میں وہ اپنے آقا کو اِن شعروں کے لکھنے پر لکھتا ہے

قیل اِنَّ اللہ ذُوْ وَلَدٍ　　قیل اِنَّ النَّبِیَّ قَدْ کَہَنَا
مَا نَجَا اللہُ وَالرَّسُوْلُ مَعًا　　مِن لِّسَانِ الْوَرٰی فَکَیْفَ اَنَا

خدا بیٹے والا ۔ نبی جادوگر بتایا گیا ۔ جب خدا اور رسولؐ لوگوں کی زبان

سے نہین بچے تو میری کیا حقیقت ہے۔
لیکن سب سے بڑا الزام جو ابوالفضل پر ہو سکتا ہے وہ دین الٰہی کی خلافت ہے۔ جاہل۔ صاف دل۔ بھولے اور نیک فطرت اکبر کو چند درباریون نے ملکر ایک اوتار یا خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا۔ اور خفیہ خفیہ بہت سے درباری اُس مین شامل ہوگئے۔ ابوالفضل بھی انہین لوگون مین تھا۔ ابتدا مین یہ امر بہت مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفضل جیسا لایق اور سمجھدار آدمی ایسے مذہب کا جس سے زیادہ لغو مذہب کوئی نہین ہو سکتا ایک رکن اعظم سمجھا جاے۔ اگر عمداً کوئی مذہب ایسا بنایا جاے۔ جس کے اصول بچر ہون تو اُس سے زیادہ بچر مذہب کوئی نہین ہو سکتا۔ نکاح ایک کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا بھی ایک ہے۔ سؤر اور شیر کا گوشت کھانا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بہادر جانور ہین۔ پیاز اور لہسن کھانا جائز نہین۔ گاے کا گوشت حرام۔ آفتاب اور آگ خدا کا مظہر ہین۔ اِس لئے اِن کی پرستش کرنی لازم ہے۔ تناسخ (آواگون) برحق۔ لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ دین الٰہی کا کلمۂ طیب ہے۔ اللہ اکبر جل جلالہ۔ جلال الدین اکبر کی رعایت سے سلام مین استعمال کرنے چاہئین (۱۴) غرض اسلام۔ عیسائیت۔ آتش پرست۔ ہنود سب کے اصول اس مین شامل تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عمداً لغو اصول رکھے گئے

(۱۴) زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو قصص ہند حصہ دوم مصنفہ مولانا محمد حسین آزاد

تھے۔ سب سے بدتر یہ کہ بادشاہ سلامت کے سامنے چیلے سجدہ کرتے تھے اور ابوالفضل لوگوں کو اس مذہب پر لاتے تھے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس مذہب میں چند خوشامدی درباری اور راجہ بیربل جیسے مسخرے شامل تھے۔ اس کی کارروائی خفیہ ہوتی تھی اور خود اکبر اور ابوالفضل کی زندگی میں یہ مذہب ٹوٹ گیا تھا۔ چیلے بادشاہ کے سامنے ڈنڈوت کرتے تھے اور باہر آکر ہنستے تھے۔

اب ابوالفضل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وہ کیوں ایسے مذہب میں شامل ہوا اور اکبر کو ایسی حماقت میں پڑنے سے کیوں نہ روکا کیا وہ نہ جانتا تھا کہ اکبر اور تمام درباری اور تمام دنیا ملکر اسلام حقیقی کے برابر کوئی مذہب علمی یا عملی لحاظ سے درست اور صحیح قائم نہیں کر سکتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفضل خود جانتا تھا کہ ایسا مذہب کبھی نہیں چل سکتا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ بادشاہ اور اراکین سلطنت سب مذہبوں کی رعایا کو ایک نظر سے دیکھیں۔ اور ہندوستان میں ایک زبردست قومی۔ اور ایک لحاظ سے قومی سلطنت قائم ہو۔ اکبر اور اس کی اولاد تخت سلطنت پر رہیں۔ اور ہر قوم اور فرقہ کے آدمیوں کو سلطنت کے کاروبار اور عہدوں میں اُن کی شمار کے موافق حصہ ملے۔ اس صلح کی پالیسی کو عمل میں لانے کے لئے یہ طریقہ برتنا چاہیے کہ اہل دربار اور بادشاہ اگرچہ ظاہر میں مسلمان ہوں اور سلطنت کا نام اسلامی سلطنت اور مذہب اسلام

ہو۔ لیکن اس قسم کے برتاؤ کرنے کا امکان ہی دور ہو جائے جس سے غیر مذہب والے یعنی ہندو جنکے ہاتھ میں تلوار ہی اور جن کی تعداد نہایت کثیر ہی منحرف ہو جائیں۔

ہمکو اس سے بحث نہیں کہ فی الحقیقت یہ پالیسی کیسی تھی لیکن اس میں شک نہیں کہ خود ابوالفضل نے آخر زمانہ میں دیکھا کہ یہ مذہب نہیں چل سکتا اور اکبر نے یہ کوشش چھوڑ دی۔ جن بیہودہ عقاید کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہی وہ ابوالفضل نے پیش نہیں کئے تھے بلکہ وہ احمق آدمیوں نے پیش کئے۔ اکبر نے منظور کئے اور چونکہ ابوالفضل بھی اسی کمیٹی کا ممبر تھا اس لئے فرض کیا گیا کہ وہ بھی انکو تسلیم کرے۔

(یورپین مورخوں کا ابوالفضل پر الزام)

بعض یورپین مورخوں نے ابوالفضل پر خوشامد کا الزام لگایا ہی اس لئے وہ اس کے بیان پر بھی اعتبار نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ درباریوں کی خوشامد کی نسبت بدایونی کی تاریخ سے اکبر کی عظمت زیادہ معلوم ہوتی ہی۔ جو الزام اسپر لگائے جاتے ہیں یہ الزام شاید سب سے زیادہ سخت ہی۔ لیکن یہ الزام خود ابوالفضل پر نہیں بلکہ اس کے زمانہ پر۔ فارسی بان پر۔ طریقہ سلطنت پر۔ اور مسلمانوں کی اس بُری عادت پر لگانا چاہیئے۔ بیجا خوشامد اور جھوٹی تعریف اسلام کی شان کے بالکل برخلاف ہی۔ اسی مرض

کے روکنے کے لئے ہمارے نبی نے فرمایا ہے کہ اذا رأیتم المادحین فاحثوا فی وجوہہم التراب - جب تم کسی خوشامدی کو دیکھو تو اُس کے منھ پر خاک دے مارو - لیکن یہ خوشامد آہستہ آہستہ عربی اور عام ہی زبان کا ایک جزو لاینجزی قرار پاگئی - ابتدا میں عرب اپنے ممدوحوں کی تعریف میں نہایت سیدھے اشعار کہتے تھے - چنانچہ ایک بدو کہتا ہے

لا یذہم بلدا انت قاویہ ۔ ولا یشکی زمان انت فیہ ۔

لیکن بعد میں دولت کی زیادتی سے شعرا میں خوشامد کرنے اور امرا میں خوشامد سننے کی عادت پیدا ہوگئی - یہ مدح اور تعریف صرف روپیہ کے لالچ سے ہوتی تھی چنانچہ عرب کا ایک شاعر صاف صاف کہتا ہے

اذا مالمدح صار بلا نوال ۔ فمن المدح کان ہوالہجاء

جب مدح کرنے پر ممدوح سے انعام نہ ملے تو وہ مدح ہجو ہے -

لیکن ابوالفضل کی مدح اور جگہ جگہ بادشاہ کا نام نہایت طوالت اور ہزارون القاب سے لینا اور اُسکی دانشمندی کے مبالغہ کے ساتھ تعریف کرنا لالچ کی وجہ سے نہ تھا - ہر شخص کی خصلت کا اندازہ اُس کے زمانہ سے اور اُن چیزون سے کرنا چاہیئے جن سے وہ چارون طرف سے گھرا رہتا ہے - ایک ادنی آدمی کو بھی جب فارسی میں مخاطب کیا جاتا ہے تو اسقدر ادب اور مبالغہ کے ساتھ خطاب کرتے ہیں گویا دنیا میں وہ سب سے بڑا آدمی ہے - کہنے والا اور سننے والا دونون خوب

جانتے ہین کہ ان فقرون کے لفظی معنی ہرگز مراد نہین ہین یہ صرف مقررہ اصطلاحین ہین پس اگر ایک ایشیائی بادشاہ کا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لیا جاے تو خوشامد سمجھنا غلطی ہو۔ لیکن ابوالفضل کی زبان پر لفظون کی تعریف اور خالی مدح ہی نہین تھی بلکہ اسکے دل مین اصلی شکر گزاری اور محبت تھی۔ جسوقت تمام زمانہ اسکے خاندان کا دشمن تھا اکبر نے اس کی سرپرستی کی اکبر اسکا آقا تھا۔ محسن تھا ہیرو تھا۔ اکبر ہی کے امن اور صلح کے زمانہ مین اسنے تعلیم پائی تھی۔ اکبر کی خلعت خود اس کی عظمت تھی۔ اسی لئے وہ ایک جگہ لکھتا ہے وَلَمَّا کَانَ دعاء مزید دولتہ متوطناً فی لسانی و توجہ حصول فتحہ متمکناً فی خیالی لانی بیا من زمانہ الامین شرفت بتحصیل جلائل العلوم فی اوان الصغر الملهی عن غوامض العلوم ولان فی فتحہ حصول المطالب و فی نصرہ الوصول بالمآرب فاذا حصل لہ فتح جدید علی ممالک الشرق بافناء الفرق الطاغیۃ الباغیۃ بالقتل والغرق انشرح صدری وتزاید وجدی وسروری حین بعد حین ۔ یعنی جس حالت مین اس کی سلطنت کی زیادتی کی دعا میری زبان پر ہو اور اوسکی فتح اور نصرت کی امید میرے دل پر کیونکہ مین نے اوسکے مبارک زمانہ کی برکت سے بچپن ہی مین بڑے بڑے علمون سے بزرگی پائی (وہ زمانہ جو انسان کو سمجھنے کی باریکیون سے روکتا ہے) اور کیونکہ اس کی فتح مین مطلب حاصل ہوتے ہین اور اوسکی

نصرت سے کام نکلتا ہے۔ پس جب اسکو مشرق کے ملکوں پر باغی اور سرکش گروہوں کے قتل اور غرق سے نابود کرنے سے فتح حاصل ہوئی تو میرا سینہ کھل گیا۔ اور دمبدم میری راحت اور خوشی زیادہ ہوتی گئی۔ اور اکبرنامہ میں بھی ایک جگہ اُس نے اِس الزام کا اِن لفظوں میں جواب دیا ہے کہ "ہر گاہ بزرگان پاستانی بمعدلت بیگانگان تفاخر نمایند۔ من اگر بہ پیروے بادشاہ صورت ومعنی تفاخر کنم چرا شگفت نماید"

ابوالفضل کی وفات — نہایت افسوس کی بات ہے کہ جس خاندان کو مضبوط کرنے کے لئے اِس عالی دماغ شخص نے اس قدر محنت اور کوشش کی تھی اور جس سلطنت کے کاروبار انجام دینے میں وہ ہمیشہ مصروف رہتا تھا۔ اِسی خاندان اور سلطنت کے ایک نااہل اہل نے ہندوستان کے اس سب سے بڑے وزیر اعظم کو قتل کروالا۔

شاہزادہ سلیم کو جو بعد میں نورالدین جہانگیر کے لقب سے ہندوستان کا شہنشاہ ہوا اور شاہزادگی کے زمانہ میں جسکا چال وچلن زمانۂ سلطنت کے مقابلہ میں نہایت خراب تھا۔ ہمیشہ سے ابوالفضل سے عداوت چلی آتی تھی۔ اِس عداوت کے وجوہات بیان کرنا ہمارے مضمون کی وسعت سے باہر ہے۔ سلیم نے کسی بات پر بگڑکر اکبر سے بغاوت کی تھی اور غالباً ابوالفضل نے اِس بغاوت کو سلطنت کے رعب وانتظام میں خلل انداز پاکر جلد فرو کرنے کی تدبیریں کرنے کی صلاح دی۔ وہ اِس زمانہ میں دکن کے امورات

سیاست کے سلجھانے اور حدود مقرر کرنے میں مصروف تھا۔ اکبر نے کسی خاص مصلحت سے اسکو دربار میں بلایا اور وہ تمام لشکر شاہی کو چھوڑ کر صرف چند خدمتگار اور اسٹاف کے افسروں کو جن سب کی تعداد چالیس سے زیادہ نہ تھی دکن سے آگرہ کو روانہ ہوا۔ نہ جہانگیر نے اور نہ اس کے روزنامچے تزک جہانگیری کے اڈیٹر میرزا ہادی نے اس واقعہ کے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اس بے وقوف شاہزادے نے اس خیال سے کہ مبادا ابوالفضل اکبر کو بہکا دے ایک بے باک قزاق راجپوت نرسنگدیو کو ابوالفضل کے قتل پر آمادہ کیا اور وہ اپنے ہم پیشہ قزاقوں کے ساتھ ایک مقام میں ابوالفضل پر آ پڑا۔ اور اگرچہ اس وقت تک بچ نکلنے کا عمدہ موقع موجود تھا اور اس کے ہمراہیوں نے بھاگنے کے لئے اس پر زور بھی ڈالا لیکن وہ یہ کہکر مقابلہ کو آگے بڑھا کہ "میں شہنشاہ ہندوستان کا وزیر اعظم ہو کر ایک ادنی قزاق کے مقابلہ سے نہیں بھاگ سکتا" اور اسطرح پر اس نے اس خیال کو ہمیشہ کے لئے باطل کر دیا کہ عالم آدمی جاہل کے برابر عملی کام (شجاعت) نہیں کر سکتے۔ وہ اور اسکے ساتھی آخر دم تک نہایت دلیری سے لڑتے رہے۔ آخر ابوالفضل خود بھی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس وقت نرسنگدیو اس کے سرہانے آگر آہستہ سے اسکا سر اٹھایا اور بہت افسوس کر کے عاجزی کے ساتھ یہ کہکر ابوالفضل کی معافی مانگی کہ میں نے صرف شاہزادہ کی حکم کی تعمیل کی ہے۔ میرا کچھ

تصور نہیں۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس بڑے اور لایق شخص نے ۱۰۱۱ھ
میں ۵۶ برس کی عمر میں اس جہان سے کوچ کیا اور پھر ..... راقم
مضمون کا قلم اس کے لکھنے سے شرم اور غصہ سے کانپتا ہے۔ اس کا
سر کاٹ کر جہانگیر کے پاس بھیجا گیا +

ابوالفضل کی خصلت

جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اس سے ابوالفضل کی عام خصلت پر رائے قائم
کرنا مشکل نہیں ہے۔ اس کی ترقی کی وجہ اس کی ذاتی کوشش تھی اور
اس کی قابلیت اور نہایت سخت مخالفت۔ بدنامی اور محنت کے برداشت
کرنے کے بعد وہ وزیر اعظم کے درجہ تک پہنچا تھا۔ اس کے باپ نے
اس کی تعلیم و تربیت میں نہایت کوشش اور احتیاط کی تھی۔ طبعاً وہ
سنجیدہ و باوقار تھا کسی قدر اداس بھی تھا۔ لیکن خدائے تعالے نے اس میں
ذہانت اور اعلیٰ درجہ پہنچنے کی ایسی قابلیت پیدا کی تھی کہ وہ دسویں صدی
ہجری اور سولھویں صدی عیسوی کی خلقت نہ معلوم ہوتا تھا بلکہ قدیم زمانہ
کا یونانی حکیم تھا۔ اور اسی لئے اس کے ہمعصر اس کو یونانی مشرب کہتے
تھے۔ جو لوگ اس کے گرد تھے اُن میں سے کسی کے مشابہ نہ تھا بلکہ
اس کی عادتیں اس کے لایق اور عالم بھائی فیضی سے بھی نہ ملتی تھیں
اکبر سے اس کو اور اکبر کو اس سے ایک خاص قسم کا اتحاد اور اُنس تھا

جس مین آقا اور نوکر کا کچھ ذکر نہین - ہر مذہب اور رائے کے آدمیون کی تعظیم کرتا تھا - لیکن ہر فرقہ کے متعصب آدمی اُس سے نفرت کرتے تھے ایک زندہ اور قائم (حیّ و قیّوم) خدا کا جو ہمیشہ لوگون کے کامون کو سنوارتا رہتا ہے اس کو ہمیشہ خیال تھا اور اسی سبب سے وہ اپنے فرایض منصبی کو نہایت دیانت داری سے انجام دیتا تھا - قتل کے سال جب اس کو دکن کے پولٹیکل معاملات کے تصفیہ کے لئے بھیجا گیا تو خاندیس کے بادشاہ نے جو ایک طرح سے اُسکا قریبی رشتہ دار تھا اُس کے پاس جیسا کہ دستور ہے کچھ قیمتی تحفے بھیجے - ابوالفضل نے اس خیال سے کہ ان کے قبول کرنے سے معاملات ملکی کے تصفیہ کرنے مین اس کی رائے پر اثر پڑے گا وہ تحفے واپس کئے - اور لکھا کہ اگر ان تحفون سے یہ غرض ہے کہ مین تمہاری رعایت کرون تو یہ مجھ سے نہین ہو سکتا - اگر صرف دوستی کا اظہار اور استحکام مقصود ہے تو مین پہلے ہی سے تمہارا صادق دوست ہون - اور بادشاہ کی عنایت سے مجھکو ایسی چیزون کی حاجت بھی نہین - اس لئے شکریہ کے ساتھ ان چیزون کو واپس کرتا ہون -

اس کی سخاوت - اور مہمان نوازی مشہور تھی - ہر اہل علم جو اس کے پاس جاتا تھا وہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ سلوک ضرور کرتا تھا - اور ہزارہا آدمی اس کی سفارش سے نوکری پاتے تھے - مارے جانے سے پہلے اکبرنامہ کی آخر سطرون مین اس نے اپنی حالت اس طرح

بیان کی ہے۔

"اگرچہ مبارک کے بیٹے ابوالفضل پر متضاد رایون کا گرداب پڑتا ہے اور لوگ اس کی حالت سے عبرت حاصل کرتے ہین"

"محبت اور نفرت کے ہنگامے اس کے سبب سے گرم ہین۔ لیکن جو لوگ خدا کو پہچانتے ہین اور بات کی تھ کو پہنچتے ہین وہ اسکو ابوالوحدۃ (صلح کل) کہتے ہین۔ اور خدا کے خاص بندون مین سمجھتے ہین"

"بادشاہ ہمیشہ ابوالفطرت کہتا ہے۔ جو لوگ بہادر اور دلیر ہین اُن کو ابوالہمۃ (ہمت والا) اور کیتا دلیر سمجھتے ہین"

"حضور شاہنشاہی اُس کو اِس خاندان کے منتخب آدمیونمین سے سمجھتے ہین"

"اور بے تمیز عوام دنیا کا کتا کہتے ہین اور دنیا کے گرداب مین آجانے والا خیال کرتے ہین"

"بہت سے آدمی اوسکو کفر والحاد کا حواری کہتے ہین اور ملامت اور حقارت کی مجلسین گرم کرتے ہین"

کتاب الہند اور ابوریحان البیرونی

ابوریحان بیرونی ایک مشہور فلاسفر ہی جو شیخ بوعلی سینا کا ہمعصر اور متعدد فنون مین اسکا حریف مقابل تھا۔ نامہ دانشوران مین اوس کا بتفصیل تذکرہ دیکھنے کے قابل ہی جس سے اوس کی عظمت شان کا اندازہ ہوسکتا ہی۔ یہ حکیم عین اوس زمانہ مین کہ فتوحات اسلامی کا سیلاب ہندوستان پر بڑھ رہا تھا۔ تحصیل علم کے لئے ہندوستان گیا اور اگرچہ اوسکو اپنے مقصد کے حاصل کرنے مین بہت سی دشواریان پیش آئین تاہم اسکی ہمت پست نہ ہوئی اور بالآخر وہ پوری کامیابی کے ساتھ اس ملک سے واپس گیا۔ ہندو علما اس کو ملیچھ کہتے تھے اور نجس سمجھتے تھے لیکن اس نے اسکا کچھ لحاظ نہین کیا۔ اور انہین تحقیر کرنے والون سے زبان سنسکرت اور ہندی فلسفہ سیکھا۔ ہندوستان سے واپس جاکر اس نے ایک کتاب لکھی جسکا نام کتاب الہند ہی۔ اس کتاب مین اس نے ہندوستان کے تمام علوم فنون عادات اخلاق۔ مذہب۔ معاشرت پر نہایت خوبی کے ساتھ بحث کی۔ اور ایک ایسا سرمایۂ معلومات مہیا کیا جس کو شائقین حکمت نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ یہ کتاب نہایت اہتمام سے لندن مین چھاپی گئی ہی۔ اور پروفیسر شیشو نے جو جرمن کا ایک مشہور عالم ہی اوسپر ایک دیباچہ لکھا ہی۔ یہ دیباچہ حقیقت مین نہایت مفید ہی اور نہایت عمدہ تحقیقات پر مشتمل ہی۔ اس موقع پر ہم اسکا بعینہ ترجمہ چھاپتے ہین

ترجمہ دیباچہ کتاب الہند نوشتہ پروفیسر سی ٹی

برہمنی ہندوستان پر زبان عربی مین کسی کتاب کا ہونا کیسا بلکہ خلافت قیاس معلوم ہوتا ہی - یہ بہت تعجب دلانے والی بات ہی کہ وہ مصنف جو کہ بخوبی قرآن کی زبان مین لکھ سکتا ہی - اس قدر وسیع نظر رکھتا ہو کہ ہندوانہ خیالات کی تحصیل کو اپنا مقصد سمجھے - اور اپنی کتاب کے مضمون کے لئے بھی اس ہی کو پسند کرے - پہلے زمانہ مین عرب ہاتھ مین تلوار لیکر مذہب پھیلاتا - غیر ملک فتح و آباد کر نا بخوبی جانتے تھے - لیکن انہون نے کبھی علم کی اور اس بات کی کہ ان ملکون مین اسنے پہلے کون رہتا تھا اور کیا تھا (۱) جستجو نہ کی - اور نے الحقیقت جو کچھ کہ مسلمان مصنفین مصر و شام و ایشیا مائنر اور اسپین وغیرہ کا حال اپنے وجود سے پہلے کا بیان کرتے ہین بالکل بے ترتیب اور تاریخی مذاق سے خالی ہی - اس قسم کے روایات مین کوئی بات قابل توصیف اوس ہی وقت اتفاقاً پیدا ہو جاتی ہی جبکہ ہم کو علمی قصہ جات مین غور کرنے کا اختیار حاصل ہو - اور جب کہ ہم عالمانہ دانشمندی سے ہر ایک پہلو کو صاف ظاہر کرین اور عوام کے سامنے ملاحظہ کے لئے پیش کرین - "تمام دنیا کو مسلمان ہونا چاہیئے اور جو کچھ اسلام سے پہلے تھا - اور اسلام کے سوا اب ہی سب شیطانی حرکت ہی اور ہمیشہ کے لئے قابل تخصوص ہی - اور مسلمان جس قدر کم اسکا خیال کرین اوسیقدر اسکی

(۱) افسوس ہی کہ اسوقت تک یورپ کے علما مسلمانون کے نسبت ایسی غلط خیال رکھتے ہین

رُوح کے لئے بہتر ہوگا" اسلام پر اثر میلانکی مشیل محمود غزنوی کی فتوحات سے خوب ظاہر ہی جس کے زمانہ مین یہ کتاب تصنیف ہوئی — ہندوستان کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہی کہ محمود غزنوی کی حکومت مین سوائے مندرون اور بتون کی تباہی کے اور کچھ نہین ہوا تاہم اوس کے ظفرمند جھنڈے کے نیچے ایک فاضل آہستہ آہستہ اپنے کام مین مشغول تھا۔ یہ فاضل دینی مہمات کا سورما تھا۔ وہ ہندون سے لڑتا نہ تھا۔ بلکہ اُن سے زبان سنسکرت سیکھتا تھا اور سنسکرت کی کتابین عربی مین ترجمہ کرتا تھا۔ اگرچہ اس کو اسلام کی فوقیت کا یقین کامل تھا تاہم ہندون کی بیدار مغزی اور اونکے علم کا مداح تھا اس کا اس اصول پر عمل تھا کہ جن لوگون کی یہ خواہش ہی کہ وہ ہندون سے میدان علم مین زور آزمائی کرین اور اونکے ساتھ انصاف اور برابری سے برتاو کرین اونکو لازم ہی کہ اول وہ ہندون کی خاص رسم ورواج اور نیز عام خیالات سے واقفیت حاصل کرین۔ اِس غرض سے اسنے ہندوستان کی شائستگی کا ایک جامع حال لکھا اور اوس مین اس نے اُنکے خاص مطلب کو جس کو اُسنے مختلف رنگون اور صورتون مین غیر طرفدار تماشائی کی طرح ظاہر کیا ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ اس کتاب کا نام جس مین کسیقدر بہدا پن نازک کانسٹنس کے موشگافی کی وجہ سے ہی یہ ہی۔ کتاب ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی فی تحقیق ما للہند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل او مرذولۃ۔ اس مین کچھ شک

نہیں کہ اگرچہ کل نہیں لیکن پھر بھی اس کتاب کا مضمون اس وقت کے مسلمانوں کے لئے بالکل نیا تھا۔ لیکن کیا یہ کتاب اس صدی کے عالم یورپ کو جسنے سنسکرت اور ہندی علوم میں سر ولیم جونس کے بعد بیحد ترقی کی ہندوستان کی بابت کوئی نئی بات سکھا سکتی ہے۔ علاوہ اس کے خاص رائے کے مصنف کو یہ کہنے کا استحقاق حاصل ہے کہ علماء سنسکرت ہمیشہ خواہش کرتے رہے کہ یہ کتاب تصنیف کی جاے اور اس کا ترجمہ کیا جاے اوسوقت سے صرف کچھ حصے کتاب کے عام طور پر معلوم ہیں اور انکو علماء سنسکرت کثرت سے اور دیانت داری سے استعمال کرتے تھے۔ علماے سنسکرت نے نیز اوسوقت جبکہ اونہوں نے مصنف سے اختلاف کیا تھا البرونی کی عزت کا انکار بلحاظ اول درجہ کے تاریخ دان ہونے کے نہیں کیا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ البرونی کی شہرت اور قدر اس کتاب کی کلیتہً مشتہر ہوجانے کے بعد اور بھی زیادہ ہوجائے گی اور حقیقت میں اوسکو لازماً تصنیف قیاس کرنا چاہیے۔ جس طرح کہ زمین کے مختلف تہوں کی تراش زمین کے ترتیب عالم پر اوس کے اگلے پچھلے اور آیندہ کی کیفیت کل ظاہر کردیتی ہے۔ اسیطرح پر ہروڈوٹس کے تصانیف یونانی مشرقی ڈیٹوٹانک ہندستانی کے گویا تھ کا ٹکڑا سامنے رکھ دیتی ہیں۔ اور یہ مصنفین اپنی تحصیل اور طریقہ تحصیل کو ہمپر ظاہر کردیں تب ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اسبات کو دریافت کریں کہ وہ تحصیل اس درجہ تک کیونکر پہونچی اور پھر بعد کو اسپر کیا ترقی

ہوئی - جبکہ ٹی سی ٹس نے تصنیف کی اوسوقت تک اقوام ٹیوٹانک
اپنی حالت پر تھین - اوس وقت تک انھون نے کامیابی سے لڑنے اور
عالی شان سلطنتین قائم کرنے کا ہنر اپنے رومی حاکمون سے نہین سیکھا تھا
اور نہ اسوقت تک آرلینڈ کے پادری عیسائی تہذیب کا تخم وہان بونے
گئے تھے - جب ہیروڈوٹس نے مشرق مین سفر کیا - اس زمانہ مین مصر اور
مغربی ایشیا کی ذاتی شایستگی اوس قومی ترقی کا جو ہزارون برس سے
ہو رہی تھی آئینہ تھی لیکن اون کے تنزل کا زمانہ آپہونچا تھا - جس نے
مشرقی دنیا پر یونانی خیالات کی ترجیح کا راستہ کھول دیا تھا -

ہمارا مسلمان مصنف ٹی سی ٹس کی مانند کسی بڑی قوم کا
بچپن نہین بیان کرتا - اوس سے بہت دنون پہلے ہند و اعلی درجہ کی
تہذیب کو پہونچ گئے تھے اور ملک کا مشروع زمانہ لوگون کی یاد سے بالکل
بھولگیا تھا - جسطرح ہیروڈوٹس نے بابل مین اور مصر مین ایک اجنبی تہذیب
دیکھی تھی - اسیطرح البرونی نے ہند مین دیکھی جو کہ بہت ہی عجیب اور مکمل
تھی - لیکن اب زمانہ اجنبی حملہ آورون کا شروع ہوگیا تھا - البرونی کے
وقت یعنی محمود کے زمانہ مین ہندوستان کی ملکی خود مختاری جاتی رہی اور
جلوس اسلام قائم ہوا اور درحقیقت وہ وقت اوس حکومت کا شروع تھا
جو انگریزون کی سلطنت تک رہی - محمود سے پہلے غیر ملک والون نے
کچھ ہند کے حصون کو فتح کیا تھا لیکن حقیقت مین اونکو ہندوستانی تہذیب نے

پھر مسخ یا مبدل کر لیا تھا یہانتک کہ وہ خود ہی اسطرح پر ہندوستانی ہوگئے جسطرح کہ بلگیریا والے جو کہ حقیقت مین ترک تھے سلاو مین ہوگئے اور افغانستان مین بڑی قوم غلزئی کی جو کہ ترک تھے افغان ہوگئے۔ مسلمان ہندوستان مین ابتک ویسی ہی رہے جیسے کہ داخل ہوتے وقت تھے اگرچہ انھون نے کچھ رسومات اور زبان اپنی رعایا کی اختیار کر لی تاہم مذہب اور قانون مین بالکل اپنے اجنبی طور پر رہے۔ البیرونی نے ہندوستان کا اسوقت کا ذکر کیا ہی جبکہ انکا قومی زمانہ اختتام پر تھا اوس وقت کی ہندی تہذیب بالکل وہی تھی جو کہ بدھون کے ساتھ بڑی لڑائی کے وقت تھی۔

البیرونی اپنے ذاتی تجربے سے ہندی بدھون کے مذہب سے واقف نہ تھا اگرچہ اوس وقت تک وہ مذہب بالکل ہندوستان سے نہین نکلا تھا بلکہ کچھ حصون مین ملکی طاقت رکھتا تھا۔

البیرونی کے متقدمین عالمون مین سے ایک یونانی سفیر اور چند بدھ مانے جاتے تھے۔ قریباً حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام سے ۲۹۵ برس پہلے شاہ سلیوکس اول نے بیگاستھین کو بطور سفیر کے پٹنہ یا پاٹالی شہر مین شاہ چندر گپتا یا سینڈروکوٹس کے پاس بھیجا تھا۔ اس سفیر نے قریباً تمام شمالی ہند کی سیر کی اور معلوم ہوتا ہی کہ بہت واقفیت حاصل کی۔ بدقسمتی سے اوسکے ہم ملکون نے اوسکی اس کیفیت یعنی رپورٹ کی عزت نہ کی۔ اور اسی لئے ہمکو اوس کے بہت کم حصے ملے ہین۔ کیا وہ

زمانہ جس کو میگاستھن نے بیان کیا ہند کی شروع تہذیب کا تھا مشکل سے ہو سکتا ہے - ہندوستان مین تہذیب بہت زیادہ پرانے زمانہ سے تھی - کچھ حصے اپنی رپورٹ کے صریحاً اوسنے پرانون سے لئے ہین اور پرانون کو قدیم زمانہ کا علم ادب نہین خیال کیا جاتا —

البرونی سے چار سو برس پہلے ایک چینی درویش مسمی وہن سانگ نے ہند مین سفر کیا تھا اور اسنے واپس پہونچکر اپنے تجربہ سے ایک کتاب تصنیف کی جس مین سب کچھ دیکھا سنا لکھدیا - اس علم مین اوس کے متقدمین مفصلۂ ذیل ہین - ناہتیان (۳۹۶-۴۱۳) وسنگ یان (۵۰۲-) یہ تصانیف بہت مفید ہین اور اونکی قدر بھی اون کے موافق کی گئی ہے - خاصکر تاریخ جغرافیہ مین وہن سانگ نے ہندوستان کی سیر ۶۳۹ء سے ۶۴۵ء تک کی ہے - البرونی ان لوگون سے بہت پیچھے آیا ہے اور نہ اسنے میگاستھن کے برابر ملک کی سیر کی اور اوسکے سفر وہن سانگ کے مقابلہ مین کالعدم ہین - اگرچہ البرونی اپنے متقدمین سے سیاحی مین کم رہا تاہم وہ لیاقت و اوصاف مین اونسے سبقت لے گیا - جیسا کہ حال کے علما سنسکرت کی کیفیت سے معلوم ہوتا ہے - البرونی کے مقابلہ مین وہ تصانیف جو کہ یونانی اور چینی جاتریون سے ملے ہین بچون کی کتابین اور غیر تعلیم یافتہ و متعصب لوگون کی تصانیف معلوم ہوتے ہین جو کہ اس عجیب خطہ دنیا کو دیکھکر صرف حیرت زدہ ہو جاتے تھے اور حقیقت مین اوس کی

اصلیت کو بہت کم سمجھتے تھے ۔

میگاستھین کی کتاب انڈیکا جو کہ جزئی حالت میں پائی جاتی ہے البیرونی کی کتاب کے مقابلہ کی نہیں ہے لیکن دہن سانگ کی تصانیف سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے ۔ ہمارے اس زمانہ کی اصلاح کے موافق یہ کتاب زمانہ قدیم کی تحقیق کرنے والی کہی جاسکتی ہے ۔ البیرونی نے صرف ملک اور اوسکے باشندوں سے واقفیت حاصل نہیں کی بلکہ اونکی زبان اور علم کو خوب سیکھا اور اس لئے اوسکو میگاستھین یا دہن سانگ کی بہ نسبت تحقیقات کے زیادہ وسیلے ملے وہ اپنے دیکھے سنے اور بڑے واقعات کا حال بیان کرتا ہے اوس طبیعت کے زور سے جو کہ ریاضی و فلسفہ اور ارسطو اور افلاطون اور ٹالمی و جالینوس کے علوم سے مملو تھی وہ مضمون کی تہ کو پہونچ جاتا ہے اور اس زمانہ کے طریقے کے موافق اس عمدگی سے عیب جوئی اور اعتراضات پیش کرتا ہے کہ حال کے علما اوسکی آفرین کرتے ہیں ۔ وہ بالکل متعصب نہ تھا اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسنے اپنے مضمون پر بڑے شوق سے محنت کی اور کبھی علم کے موقع پر محنت یا صرف وقت یا کسی سچی بات کے دریافت کرنے میں کمی نہیں کی ۔ وہ اگرچہ مسلمان تھا تاہم کافر ہندو فیلسوفوں کے ساتھ ہمدردی کرتا تھا اور اونکے مسائل کو پسند کرتا تھا جب کبھی ہندوؤں کی جہالت کے زمانہ کا ذکر آجاتا ہے تو قصداً مسلمانوں کی نخوت و خودپسندی

کم کرنیکے لیئے وہ اکثر اونکا مقابلہ قدیم زمانہ کے وحشی جاہل کافرون سے کرتا ہے مصنف کا انصاف اسقدر بڑھا ہوا ہے (جو کہ مسلمانون کے نزدیک حد سے زیادہ ہے) کہ پڑھنے والا کتاب کے صفحے کے صفحے پڑھجاے اور اوسکو یہہ نہ معلوم ہو کہ اسکا لکھنے والا مسلمان ہے۔ سب سے بڑی یہہ بات ہے کہ وہ سچائی پسند ہے اور جھوٹ و بے ایمانی سے سخت نفرت رکھتا ہے۔ اگرچہ اپنی کتاب کے علمی بحث مین وہ کبھی اپنی وجود کا ذکر نہین کرتا لیکن تاہم جب سچی بات ہاتھ سے جانیکا موقع آجاتا ہے تو وہ خود اخلاقی جذبہ مین سچائی اور اصلی چال مین اور بہادری کے نمونہ کے طور پر سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اگر مسلمان سچی غرور سے اس کتاب کو اپنی عربی علم ادب کے آسمان مین ستارہ سمجھین تو ہندوؤنکو بھی استحقاق حاصل ہے۔ کہ وہ بھی اسبات کو خوش قسمتی خیال کرین کہ ایک سچی اور لایق آدمی نے اونکے آبا و اجداد کی تصویر کھینچی ہے۔ چند بیانات سے وہ اتفاق نہین کرینگے۔ چند اعتراضات سے شاید اونکے خیالات پراگندہ ہو جائین لیکن وہ فوراً اقرار کرلین گے کہ اوسکا اصلی مقصد تاریخی سچائی حاصل کرنیکا ہے۔ اور وہ اوسکا ضرور خیال کرینگے کہ بعض موقعون پر اوسنے اونکی تہذیب کی از حد تعریف کی ہے۔

کب اور کہان یہہ کتاب لکھی گئی

جبکہ البرونی نے کتاب[1] الھند لکھی اوسوقت سلطان محمود جسنے کہ اوسکا وطن جو کہ وسط ایشیا مین تہا۔ چھوڑا کر افغانستان مین اوسکو مقیم کرا دیا تہا زندہ نہ تہا کیونکہ تمام اپنی کتاب مین اوسنے اس قسم کے کلمات محمود کے نسبت

[1] جہان انڈ کا لفظ ہوا جس سے کتاب الھند مقصود ہے۔

اوسکے احسانات سے لکھی ہین جو کہ متوفی کے لیے استعمال کیے جاتے ہین۔
محمود نے ۳۰ اپریل سنہ ۱۰۳۰ء بروز جمعرات مطابق ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۴۲۱ ہجری
وفات پائی۔ اخیر صفحہ پر قلمی کتاب کے عربی مین سب حاشیہ لکھا ہوا ہے
کہ البیرونی نے اپنے دست سے نقل کتاب کو غزنی مین یکم محرم سنہ ۴۲۳ھ
مطابق ۹ دسمبر سنہ ۱۰۳۱ء کو یعنے ڈیڑھ برس بعد وفات محمود ختم کیا۔ اسلیے
یہہ معلوم ہوتا ہے کہ انڈکا قریباً ۳۰ اپریل سنہ ۱۰۳۰ء اور ۹ دسمبر سنہ ۱۰۳۱ء کے درمیان
مین تصنیف ہوئی۔ صفحہ ۱۹۵ سطر ۲ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف
نے اس زمانہ کو اور بھی کم کر دیا ہے جہان کہ وہ یہہ لکھتا ہے کہ برج پرس
مجرادوس کے زمانہ مین یعنے ۹۵۲ سکالا مین ان دو برجون کے درمیان مین واقع
تہا۔ سال ۹۵۲ سکالا کا ۸ مارچ سنہ ۱۰۳۰ء سے ۲۵ فبروری سنہ ۱۰۳۱ء سے مطابق ہے
یعنے ایک سال بعد وفات محمود کے۔

سطر ۹ صفحہ ۱۹۶ کے بیان نے اس میعاد کو اور بھی زیادہ محدود کر دیا ہے جس
جگہ کہ او سنے سال تصنیف کو سال سکندری سنہ ۱۳۴۰ سے مطابق کیا ہے
لیکن سنہ ۱۰۲۶ء سنہ ۱۳۲۱ سلیوسڈسی مطابق ہے برخلاف سنہ ۱۳۴۰ کے اسلیے
اس بیان مین تشریح کی ضرورت ہے کیونکہ سلیوسڈ یکم اکتوبر سنہ ۳۱۲ (حضرت
عیسی سے پہلے) کو شروع ہوا تہا اسلیے یکم جنوری سنہ ۳۲ تک ۳۴۰ برس
اور تین ماہ گذر گئے ہے اور یکم اکتوبر سنہ ۱۰۳۰ء کو ۱۳۴۱ برس گذری تہی۔ اگر البیرونی
نے یکم اکتوبر سنہ ۱۳۴۰ کے بعد یہہ کتاب شروع کی ہو تب سکندری سال
سنہ ۱۳۴۰ کے مطابق نہین ہو سکتے۔ تاہم اگر یکم اکتوبر سنہ ۱۰۳۰ سے پہلے اوسنے

شروع کی ہو تو سکندری سال سنہ ۴۲۰ھ سے مطابق کرنے کا استحقاق اوسکو حاصل ہو کیونکہ شاید اوسنے اخیر سال یعنے مہینوں کو کل سال شمار کیا ہو۔ اس حساب سے یہہ بات ثابت ہوگئی کہ البیرونی نے انڈکا کو ۳۰ اپریل اور ۳۰ ستمبر سنہ ۱۰۳۰ء کے درمیان مین تصنیف کیا۔ یہہ بات بہت تعجب دلانیوالی بات ہے کہ البیرونی نے اسقدر قلیل زمانہ مین اس قدر ضخیم کتاب جو کہ اسقدر صحیح تحقیقات اور عمدہ عبارت مین لکھی ہوی ہے ختم کرلی ہو۔ یہہ فرض کرلینا ممکن ہے کہ کچھ حصے اس کتاب کے اوس نے پہلے لکھی تھی اور اب صرف اون مذہبی اور فلسفی رسالون کو دوبارہ لکھدیا۔ یہہ یقینی امر ہے کہ اوس کے پاس علوم نجوم وغیرہ کے فہرستین پہلے سے تیار ہوگئین اور خاص کر وہ جو کہ بڑی ہین اوسنے اپنی تحقیقات کے زمانہ مین مہیا کرلی ہونگی۔ گرمی کا موسم یعنے سنہ ۱۰۳۰ء مین جبکہ البیرونی نے تصنیف کی بہت زیادہ خطرناک تہا اور کل غزنوی سلطنت شبہ مین تہی۔ اوس وقت فارس نصف وسط ایشیا (افغانستان) اور کچھ حصہ ہند کے غزنوی سے متعلق تھے جبکہ ملکی معاملات بہت خطرناک ہوگئے تب البیرونی نے تنہائی اختیار کرلی اور علمی کاروبار مین مشغول رہا اور بعد امن ہوجانیکے اوسنے اپنے کام کو ختم کردیا۔ اب جی چاہتا ہے کہ اس زمانہ کے ملکی واقعات جنکا کہ کتاب کے اختتام سے تعلق ہے بیان کردون۔

محمود نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے محمد کو جو کہ بلخ مین رہتا تہا ایک قانونی حکم نامہ کے ذریعہ سے اپنا جانشین مقرر کردیا تہا۔ اوس وقت نئی بادشاہ نے دارالسلطنت غزنی کو سفر کرنا شروع کردیا اور بعد چالیس دن کے

جو کہ قریباً ۹ رجون سے مطابق ہے جا پہونچا - اوسکے بھائی مسعود نے جواب اصفہان مین تہا اور قریباً اوسکا ہم عمر تہا مغربی سلطنت کا دعوے کیا اور اس بارہ مین ایک خط محمد کو لکہا جسکا جواب اوسکو سخت ملا - محمد نے اپنے بھائی سے فیصلہ کرنیکے غرض سے اپنی فوج کے ساتہہ غزنین سے ہرات کی طرف کو سفر کیا اور یکم رمضان مطابق ۲ ر ستمبر کو تقنین آباد جا پہونچا اور کل رمضان شریف وہان مقیم رہا - ۳ ر شوال مطابق ۴ ر اکتوبر کو جبکہ وہ عیش و طرب مین مشغول تہا اوسکے سپاہیون نے اوسکو خود قید کر لیا - اس سازش کے سرغنہ اوسکا چچا مسمی یوسف اور علی خویش وند تہے - (شاید خویش مند ہو) باغیون نے مسعود سے ملنے مین بہت جلدی کی تاکہ محبوس کو اوسکے سپرد کر دین - مسعود اصفہانی کے ساتہہ تصفیہ کر لینے کے بعد ری و دینار پور وہرات کو چلدیا - ہرات مین باغی مسعود سے ملے اور اپنی سزا کو پہونچے - مسعود نے علی خویشمند کو مروا ڈالا - چچا یوسف کو قید کر لیا - اور محمد کو اندہا کر دیا - ماہ دہولکا دامین جو کہ ۳۱ ر اکتوبر سے ۲۹ ر نومبر تک واقع تہا مسعود مستقل طور پر اپنے باپ محمود کی جگہ قایم ہو گیا - موسم سرما اوسنے ہندوکش کے شمال مین صرف کیا اور کچہہ دنون تک بلخ مین مقیم رہکر دار السلطنت غزنی مین ۸ ر جمادی الثانی سنہ ۴۲۲ ہجری مطابق ۳ ر جون سنہ ۱۰۳۱ کو داخل ہو گیا - یہہ وہی مسعود ہے جسکو البیرونی نے اپنے سبب سے بڑی تصنیف مخصوص و منظر کئے - اس کتاب کا نام القانون المسعودی ہے - ان واقعات کی خبر نے کوئی عمدہ اثر البیرونی کے دل پر نہین پیدا کیا - جبکہ اوسنے اس کتاب کو

کہا اوس وقت وہ خوش مزاج نہ تہا بلکہ اوداس و مایوس تہا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ مشکل حالات و مضامین کو کشادہ و مشرح کرنیکی کوشش نکرتا تھا۔ کیا اوسکو ایک جلیل القدر بادشاہت کے دفعۃ ختم ہوجانیکا رنج تہا جو کہ مشرقی تاریخ مین سب سے بڑی ہی۔ کیا اوسکو دو بادشاہون کے راستے سے بری نتایج پیدا ہوجانیکا خوف تہا۔ ہم اوسکے جواب مین قطعہ شاید کہہ سکتے ہین۔ اسکا ہم ٹھیک ٹھیک فیصلہ نہین کر سکتے کیونکہ کل کتاب مین اوسنے اپنی اصلی مضمون کے علاوہ اور کچہ نہین بیان کیا سوا اسکے کچہ تاریخی واقعات کے جنکا کہ اور کسی جگہ ذکر نہین ہے۔ اٹہاون برس کی عمر مین اوسنے کا لکھنا چودہ برس تک یعنے ۱۰۱۷ء سے ۱۰۳۰ء تک محمود کے عظیم الشان سلطنت کا جنکے فرمانروا نے اسلام و ہند کے تاریخ مین ایک نایاب اضافہ کیا۔ البیرونی تماشا دیکتا رہا۔ عرب کے قاعدہ کے موافق البیرونی اوس سال کو جسمین کہ اوسنے یہہ کتاب لکہی ہمارا سال کہتا ہے۔ اس سال کو ایک اور سال سے جسکو کہ وہ "ہمارا سال" کہتا ہے امتیاز کرنا چاہیئے۔ اوس سال کو وہ ازمائشی سال بہی کہتا ہے جس سے کہ وہ کل تاریخی حساب کو شمار کرتا ہے اور اگلے پچلے زمانہ کا حساب کرتا ہے۔ اوسکو وہ "مثالنا" بہی کہتا ہے۔ شروع حصہ مین اس اس کتابکے یعنے ۱۹۵ صفحہ تک وہ "ہمارا سال" تصنیف کے سال کے لیئے استعمال کرتا ہی اور ۲۰۳ صفحہ پر اوسکا مطلب شماری سال سے ہے۔ مصنف یہہ نام اصطلاحی تاریخ کے بنیاد پر رکہا ہے اور اوسکو عربی فارسی ہندی سالونمین ظاہر کرنے مین اوسنے بہت محنت کی ہی۔ وہ ۲۵ فروری ۱۰۳۱ء روز جمعرات

ہے - اوسکا خیال رکھنا چاہیئے کہ یہہ مقررہ دن صرف حساب کرنیکے آسانی کے لیئے مقرر کیا گیا ہے اور اوسکو کتاب کی تصنیف کی تاریخ سے کوئی تعلق نہین ہے - جبکہ مصنف نے کتاب ختم کی اوسکے پانچ مہینے بعد یہہ دن آکر پڑتا تہا لیکن تحقیقاً یہہ نہین معلوم کہ البیرونی نے یہہ کتاب کہان لکہی - ہم صرف مذکورہ بالا حاشیہ کے حوالہ دیسکتے ہین - (صفحہ ۱۱) جس سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ اوس نے غزنی مین کتاب ختم کی - اس لیئے ہم خیال کرتے ہین کہ یہہ کتاب غزنی مین جو کہ اوس وقت ایشیا مین سب سے بڑا دارالسلطنت تہا تصنیف ہوئی غزنی مین اوسکو سب قسم کی ہندؤن سے ملنے کا موقع تہا - فی الحقیقت یہان ہندؤنکا کثرت ہوگی کیونکہ اولاً وہان ہندو باشندے کابلستان کے ہونگے اور دوم قیدی لڑائی سے پکڑے ہوئے اور علاوہ اسکے اور بہت سے ہندو دستکار اور نوکر اور معمار جو کہ مسلمان فاتحین کے مسجدین اور محلات بنانیکی غرض سے دولتمند دارالسلطنت مین اسی طرح جمع ہو جایا کرتے تہے جسطرح کہ نئے معمار بنی امیہ کے خلیفون کے مکانات بنانیکے لیئے دمشق مین آئے تہے علاوہ اسکے وہان سپاہی اور اعلی افسر و مدبران ملک و عالم و سوداگر غرض سب ذات اور قوم کے لوگ شمالی مشرقی ہندوستان سے آتے تہے لیکن البیرونی نے ہند کے کیفیت صرف غزنی ہی مین نہین معلوم کے بلکہ اوسنے ہندوستان مین سفر کیا اور غالباً وہان بہت برسون تک رہا - اب صرف اوسکے بیان کے موافق ہم اون شہرون کو لکہتے ہین - جنکے اوسنے سیر کی اور اوسکی زبان سنسکرت سیکہنے کے بارہ مین ایک اور باب لکہین گے

لیکن اسبارہ مین اوسنے ہمکو بالکل شبہہ مین ڈالدیا ہے کہ آیا وہ ہند مین بانسرا
طور پر آیا یا بطور ایک معمولی آدمی کے - علاوہ غزنی کابل کے جن شہرون کے
اوسنے سیر کے ذیل مین بیان کئے جاتے ہین -

گندی بار باٹ الامیر یعنے دارالامیر - شاید یہہ شہر گندک یا اور کوی
شہر گندک کے قریب ہے - القانون المسعودی کے موافق وہان درجون
پر واقع ہے - دینور جو کہ میری راے مین جلال آباد ہے اور لندن کی قلمی
کتاب قانون المسعودی کے موافق ذنبور ہی اور ان درجون پر واقع ہی -

لمغان - پشاور - وہند یا اٹک - جہلم - سیالکوٹ - لاہور - نندا - جو کہ کوہ
بالنتہہ پر ایک قلعہ ہے - اور وہ پہاڑ جہلم کے قریب ہے - اور اب تلا کے
نام سے مشہور ہے موافق ایلیٹ کے ہندی تاریخ کے صفحہ ۴۵۰ - ۱ سطر
۶ صفحہ ۱۶۳ کے موافق ۳۲۵ درجہ پر واقع ہے اور قانون المسعودی کے
موافق یہہ ہے -

مندکلور جو کہ شاید مندہو کور سے مطابق ہے مصنف کی راے مین
واقع ہے اور یہہ معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے شمال مین ۳ ایک قلعہ تھا
قانون المسعودی کے موافق جو کہ اوسکو لاہور کا قلعہ کہتا ہے
لندن اور برلن کے قلمی کتابون کے موافق یہہ شہر مندکادر ہے -
لمغان صرف اس شہر کا لیتوڈا البرونی نے خود دریافت کیا ہے - البرونی
نے دریاے کابل کے میدان اور پنجاب کی خوب سیر کی اور اوسکے بیان کے
موافق (صفحہ ۱۶۳ سطر ۸) اوسنے ہند مین ان ملکون مین سے آگے

قدم نہین بڑہایا بس اوسنے سندہ یا کشمیر کے سیر نہین کے لیکن جنوبی مغربی حصہ مین کشمیر سے اوسنے دو قلعہ دیکھی تہی - جنکو کہ وہ راجگری اور بہور کے نام سے پکارتا ہے (سطر ۲ و ۳ - صفحہ ۱۰۲) کیونکہ مین راجہ گری سے واقف نہین ہون اسلیئے مین کنہگہم کے حوالہ دیتا ہون جو کہتا ہے کہ بہور [illegible] میل دی ہنڈ سے شمالی و مشرقی جانب واقع ہے اور اوسکو سالاراسی جہان یا نئی پیدا ہوا تھا مطابق کرتا ہے قانون مسعودی کے موافق تو ہارد کشمیر کے پہاڑون مین ایک قلعہ ہے اور راجگری یہہ خیال رکہنا چاہیئے کہ قانون مسعودی مین البرونی ساحل بہر اطلانٹک کو صفر درجہ پر رکہتا ہے یعنے جہان سے شمار کرتا ہے - ہمارے اور اوسکے حساب کا مقابلہ کابل کے درجون پر خیال کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے - جو کہ اوسکے موافق ہے - البرونی اپنی کتاب مین اکثر ملتان کا اس قسم سے ذکر کرتا ہے کہ جس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس کو اس شہر سے بہ نسبت اور شہرون کے زیادہ واقفیت تہی - اوسنے صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۴ مین ملتان کے آب وہوا کے بابت لکہا ہے جسکے بابت وہ یہہ لکہتا ہے کہ اوسنے وہان کے باشندون سے واقفیت حاصل کی - اوسنے اسکا بہی ذکر کیا ہے کہ ملتان مین شروع سال کی شمار کس طرح پر ہوتی ہے (صفحہ ۳۰۶ سطر ۱۶ و ۱۷) اور ایک تیوہار کے بابت بہی جو کہ خاصکر ملتان کے ہندؤن سے ہی مخصوص ہے (صفحہ ۲۰۴ سطر ۱۴ و صفحہ ۲۹۰ سطر ۱۵ و ۱۸) - وہ ملتان کی تاریخ و جغرافیہ سے بہی واقف ہے (صفحہ ۵۶ سطر ۱-۶) اور ایک عالم مسمی دربہا کا جو کہ ملتان کا باشندہ تہا،

وہ دو جگہ ذکر کرتا ہے۔ (صفحہ ۷، ۲ سطر ۱۲، صفحہ ۹، ۲ سطر ۸) آخر کار ہم یہہ بیان کرتے ہین کہ البرونی نے اوسکے بیان کے موافق ہندو نکو ڈھونڈ نکالتے ہوئے اور اوسکے بچاتے ہوئے دیکھا ہے جس سے کہ وہ لوگ مختلف اوقات دن کے پر شور مین بیکار بیلا تے تھے۔ مجھ کو اس نام کے کوئی جگہ نہین معلوم ہوتی اور اسلئے مین خیال کرتا ہون کہ اوسکا مطلب پشاور سے تہا۔ بڑی تعلیم گاہون مین ہندوستان کے لیئے بنارس اور کشمیر مین اور موقت مسلمان نہین پہونچ سکتے تہے (صفحہ ۱۱ سطر ۱۲ و صفحہ ۱۲ سطر ۹)

مصنف کے سنسکرت سیکھنے کا بیان

البرونی ہندوستان کی زبان سیکھنے کے بعد وانکی حالات سے واقفیت حاصل کرنی شروع کی تاکہ علم ادب مین بخوبی دخل ہو جاوے۔ اور یہہ بات اوسکو جو کہ مشرقی طبایع سے واقف ہین اور خاصکر علماء کو بہت تعجب دلانیوالی ہے۔ مسلمان ترک بلاشک اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی و فارسی پڑہ سکتا ہے لیکن کسی مسلمان کا علم کے لیئے دوسری زبان سیکھنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ مجکو کسی عیسائی کی مثال نہین معلوم جسنے گریک یونانی علم ادب کے لیئے پڑہی ہو اور یہہ بات یقینی ہے کہ ابن رشد بن سینا ارسطو اور گلینس کی زبان سے بالکل ناواقف تہے۔ اگرچہ اُنہون نے گریک سے بہت زیادہ فائدہ اوٹہایا۔ تاہم کبہی اصلی زبان سے کوئی بات حاصل نکی بلکہ شامی ترجمون پر اکتفا کی۔ اس لحاظ سے البرونی ایک عجیب شخص خیال کیا جاتا ہے خاصکر مشرقی تاریخ مین حال کے عادت کے موافق

اوسنے اختلاف زبان کا پردہ اوٹھا دینے کی کوشش کی اور علم سنسکرت حاصل کیا۔ اور اوسکی مشقت کی کیفیت اوس ہی سے معلوم ہوسکتی ہے جو کہ فی زمانہ ایسی ہی کام کر رہے ہین۔ اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کسقدر کامیابی کے ساتھ اوسنے سنسکرت پڑھی میرا یہ خیال ہے کہ یہ بالکل ناممکن ہے کہ البیرونی سنے بلا مدد قواعد و لغت اسقدر لیاقت حاصل کرلی ہو کہ تحکم و قسطہ و علم ہیئت کی کتابین جو کہ پتانجلی اور پتہ ہیرا اور پراہماگپتا کے تصانیف ہی ہون سمجھ سکے اور بلا مدد ہندؤن کے زبان عربی مین ترجمہ کرسکے۔ اس زمانہ مین دوسری زبان کا اس عمدگی سے سیکھ لینا ممکن ہے لیکن گیارہوین صدی مین یہ ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے اور خاصکر مشرق مین میری دانست مین البیرونی سنے زبان سیکھنے مین بہت وقت صرف کیا۔ وہ علمی و دیسی طریقہ تلفظ کا جانتا تھا اور سنسکرت کی جڑ توڑ سے واقف تھا مثلاً اوسنے پرانون کی نامونکا عربی مین ترجمہ کیا اگرچہ بالکل غلطیون سے خالی نہ تھا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوسنے ہندوستانی کتابین ہندؤنکی مدد سے پڑہین اور ترجمہ بھی اونکے لکھانیکے موافق کیا۔ برخلاف اسکے اوسنے کچھ عرصے مین پوری لیاقت حاصل کرلی ہوگی کیونکہ اوسکو بہت لفظ یاد تھے اور خاصکر اصطلاحات سے خوب واقف تھا اور اوسکا محقق مزاج علمی روایات کے تحقیق مین بہت مذاق لیتا تھا۔ مثلاً مخفی و مسطوم عبارت اور غلط قلمی کتابون پر توجہ کرنا۔ ذیل کے عبارت سے اسباب کا مضمون معلوم ہوگا پہلے باب مین وہ بیان کرتا ہے کہ مین ہندو بجزمیون کی ساتھ شاگردی کا تعلق پیدا کیا

اور پھر سیکھ جانے کے بالکل کیفیت بدلدی جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ شاگردونے بوجہہ ریاضی دان اور نجومی ہونیکے استادون کو کہنا شروع کردیا - اس سے پنڈتون کو ازحد تعجب ہوا اور میری لیاقت کا یقین نکیا اور یہہ سمجھا کہ اوسکے سکھائی باتین بتاتا ہے - اور مجھکو مجبور کیا کہ مین اپنے پہلے استادون کا نام بتاؤن - یہہ خیال کرکے کہ ایک اجنبی سے اوسکا مقابلہ کیا اور ہمون سے مجھکو جادو کرکہنا شروع کیا اور اپنی زبان مین سنسکرت اور ہندی جو سنسکرت سے زیادہ رش ہوتا ہے کہا کرتے تھے (صفحہ ۱۱ سطر ۲۰) پھر اوسنے اشکال زبان کی بابت بمقابلہ عربی کے کچھہ لکھا ہے اور یہہ کہا ہے کہ سنسکرت مین ایک چیز کے لیے بہت سی لفظ ہین اور ایک لفظ بہت سی چیزون کے لیے استعمال ہوتا ہے (صفحہ ۹ سطر ۹ و صفحہ ۱۰ سطر ۳ - ۴) مصنف نے بہت صحیح ترجمہ سنسکرت الفاظ کا عربی مین کیا ہے اب یہہ سوال درپیش ہے کہ البیرونی نے یہہ ترجمے خاص اپنی لیاقت سے کیے ہین یا کسی ہندو ہمعصر کے بتلائے ہوئے لکھدیے ہین - لیکن دو مثالون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوسنے اپنی لیاقت سے لکھا ہے اولاً صفحہ ۵۸ سے ۸۸ تک اور دوسری وجہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ اوسنے اس قسم سے غلطیان مفرد الفاظ کے ترجمے کرنے مین کی ہین - جو کہ پنڈت نکرتے - ذیل کے غلطیان میری رائے کو اور زیادہ مستحکم کرتی ہین کیونکہ اوسنے بلا کسی کے مدد کے ترجمہ کرنے مین کوشش کی ہے (صفحہ ۱۹۴ و ۱۹۷ و ۱۵۲ و ۱۵۶ و ۱۵۷)

مصنف کو کتاب بلحاظ مترجم ہونیکے اور اوسکی تصانیف ہند پر

اوسکو اس تصنیف مین دو بری محنت کرنی پڑی - کیونکہ اوسنے سنسکرت سے عربی مین ترجمہ کیا اور عربی سے سنسکرت مین - اوسکی یہہ خواہش تہی کہ مسلمانون کو ہندو کے علوم سیکھنے کا موقع ملے اور یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندون نے اوسکو ہند مین عربی پہیلا نیکے لیئے کہا تہا وہ کتابین جنکا کہ اوسنے عربی مین ترجمہ کیا یہہ ہین - سانکہیہ کہیا مصنفہ کپیلا - پاتنجلی کے کتاب - پاتنجلی سدہ سدہانتا اور برہمد وانتا مصنفہ برہماگپتا -

ب البیرونی نے انڈکا لکہی اوسوقت تک یہہ کتابین ختم نہین ہوئی تہین (صفحہ ۲۷ سطر ۲۱) برہماستپتہا اور لاگہو جاتاکم مصنفہ وراہمی میہرا اور انڈکا لکہنے ہی کے زمانہ مین اوسنے ان کتابون کا ترجمہ کیا - اقلیدس و المجسطی تالمی اور اوسکا ایک خاص رسالہ اسٹرولوب کی بارہ مین (صفحہ ۶۶ سطر ۴-۷) تیرہ برس تک نی وطن یعنی غزنی مین رہنے کے بعد اوسنے انڈکا لکہی (۱۰۱۷ء سے ۱۰۳۰ء) اس عرصہ مین اوسنے اپنے وقت کو بہت عمدگی اور مشقت سے صرف کیا ہوگا - اگر کوی شخص ہمارے زمانہ مین موجودہ علوم کے ذریعہ سے سنسکرت سیکہے تو یقین ہے کہ بہت عرصہ کے بعد شاید وہ اس عمدگی اور انصاف کے ساتھ پرانی حالت ہند کے بیان کر سکے جیسے کہ البیرونی نے کی ہے - انڈکا کے تصنیف کے ۵ برس بعد البیرونی نے اپنی تصانیف کی ایک فہرست طیار کی تہی جسمین سے وہ کتابین جو کہ ہند کے متعلق ہین ہم تفصیل وار بیان کرتے ہین -

(۱) رسالہ سندھ یا عربی ترجمہ ہرگپتا کے سدھانتا کا جسکو مسلمان علما استعمال کرتے تھے اور جسکا نام یہہ ہے، جوامع الموجود لنحو اطر الہنود فی حساب النجم۔

(۲) ایک نئی تالیف الارقند کی جسکا ہرہاگپتا کی کھانڈ کھادیا کا ترجمہ عربی مین کیا گیا ہے کیونکہ یہہ ترجمہ نادرست تھا اسلیئے البیرونی بہت محنت سے دوہرا کر شایع کردیا۔

(۳) خیال الکوفیین جو کہ گرہن کے ہندی حساب کے بارہ مین ہے اور جسکا بیان اندکا مین (صفحہ ۲۰۰ سطر ۱۳ مین کیا گیا ہے۔

(۴) رسالہ حساب جو کہ سندھ اور ہندوستان کے سفری طریقہ کے متعلق ہے۔

(۵) ہندوانہ طریقہ حساب۔

(۶) ایک رسالہ اسبارہ مین کہ عربی طریقہ درجونکی شمار کا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت ہندؤن کے طریقہ کے۔

(۷) ہندؤن کے راسیکاس کے متعلق یعنے اربعہ۔

(۸) سمکالیتا یا طریقہ شمار کے متعلق۔

(۹) ہرہما سدھانتا کے ریاضی طریقہ کا ترجمہ۔

(۱۰) ہندو تاریخ کے طریقہ کے موافق موجودہ زمانہ کی دریافت۔

(۱۱) قمری قایم ستارونکی متعلق ایک رسالہ۔

(۱۲) ہندو نجومیونکے سوالات کے جوابات۔

(۱۳) دس کشمیر کے سوالون کے جوابات۔

(۱۴) ہندی طریقہ شمار عمر کا۔

(۱۵) وراہمیرا کے پیدائشی کنڈلی کا ترجمہ۔
(۱۶) بامیان کے دو بتوں کا قصہ۔
(۱۷) قصہ نیلوفار۔
(۱۸) چکپاہارا کا ترجمہ جو کہ بیماریوں کی بابت ہے۔
(۱۹) واسودیوا کے اظہار کے بابت۔
(۲۰) ایک کتاب کا ترجمہ جسمین کہ مشتمل ہو شاید یہہ کتاب سانکھیا ہو۔
(۲۱) پتانجلی کے کتاب کا ترجمہ جو کہ جسمانی زندگی کے رہائی کے متعلق ہو۔
(۲۲) تصنیف مساوات کی درجہ ات کے متعلق ایک رسالہ۔

شفر عنیرہ کے قلمی کے متعلق

وہ قلمی کتاب جس سے کہ ہمنے کتاب چھاپی ہے ۴ جمادی الاول ۵۵۴ ہجری مطابق ۲۲ مئی ۱۱۵۹ کو ختم ہوئی یہہ کتاب شفر بڑی ذخیرہ مین جو کہ پیرس مین تھا ملی تھی۔ اس حساب سے اس جلد کے لکھے جانے اور اصلی کتاب کے درمیان ۱۲۹ برس کا فرق تھا۔ نقل نویس نے نہ تو اپنا نام لکھا ہے اور نہ اوس کتاب کا حال لکھا جس سے اوسنے نقل کی اور نہ قریب قریب کل شفر کے قلمی کتابون کو لکھا ہے لیکن اوسنے لاکوئی چھوڑ دی ہے اور بعض جگہ مفرد اور خالی صفحہ چھوڑ دی ہے ان خالی صفحون کو پھر کسی نے لکھدیا ہے جیسا کہ روشنائی کے رنگ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس دوسرے نقل نویس نے مفصل ذیل نوٹ لکھا ہے۔ انشخ حسن نسخہ بخط المصنف

رحمہ اللہ وتوبل بما حسب الوسع والطاقۃ وکتب المصنف فی اخرھا انہ فرغ منھا بغزنۃ فی اوائل المحرم منفتح سنۃ ثلث وعشرین واربع مائۃ۔ تام ہمکو یہ بیان کرنا ہے کہ اس اور دوسرے نقل نویس نے اسقدر محنت نہین کی جسکا کہ وہ دعوی کرتا ہے۔ اور سنے اصلی کتاب سے مقابلہ کیا تھا جیسا کہ الفاظ۔ بلغ اور صح۔ سے معلوم ہوتا ہے یہ الفاظ جگہ جگہ حاشیہ پر لکھے ہوئے ہین اور سنے اصلی مضمون یا عبارت کو صحیح کیا اور زیادہ کوئی کو پورا کیا۔ جو کچھ کہ اور سنے کیا ہے یہ ہے جسجگہ کچھ جگہ چھوٹی ہوی ہے وہان اور سنے خط لکھدی ہے (صفحہ ۲۹۶ و ۲۲۸) اور سنے لاکوئی کو پورا کرنیکی کوشش باب ۸۰ مین کی ہے جو کہ نوم کی بابت ہے لیکن اسطرح پر لکھا ہے کہ گویا وہ کتابکو نہین سمجھا۔ صفحہ ۳۰۸ سطر ۱۵ و ۳۰۹ سطر ۳ و ۳۱ کو ملاحظہ کرو۔ اسی باب مین اور سے چھوٹی ہوئی فہرست اول کے اول نصف کے سوا لکھی ہین سب سے اخیر کے حاشیہ وہ یہ لکھتا ہے۔ ماتحان مکتوبا فی الاصل۔ پہلے صفحہ پر یہ لکھا تھا۔ فی نوبتہ الی الریحان کان مکتوبا بخط عن ظھر نسخہ الاصل اور غزنۃ ایضا کان مکتوبا بخطہ رحمہ اللہ۔

میری دانست مین کتابکی یہہ تاریخ ہے۔ صرف البرونی کی لکھی ہوئی کتاب نقل نویس اور مقابلہ کرنیوالے کے پاس تھی۔ یہہ کتاب پوری لکھی ہوی تھی سوائے کچھ مفرد لفظون کے جو کہ یا تو مٹ گئی تھی یا اونکو کیڑہ نے کہا لیا تھا۔ شفر کے نقل نویس نے کل کتاب کو سوائے اون لفظون کو جو کہ صاف پڑی

بجاتی ہی نقل کیا اور اخیر فہرستون کو معلوم نہین کیون چھوڑ دیا جو کہ صفحہ ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۱۴ و ۳۱۶ و ۳۱۷ پر ہین بہت صدیون کے بعد یہہ دونون کتابین ایک عربی عالم کے ہاتھہ آگئین جسنے انکا مقابلہ کیا۔ یہہ مین نہین کہہ سکتا کہ وہ عالم کس زمانہ مین ہوا ہی اور کہان رہتا تہا لیکن یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اوسکو علم نجوم سے بہت شوق تہا کیونکہ باب ۸۰ پر توجہ کی ہے۔ اس کل بحث سے صرف اسقدر فائدہ نکلتا ہی کہ ان دونون کتابون کی اصل البیرونی کے قلمی کتاب سے ہے۔ اس البیرونی کے اصل کتاب پر خیال کرکے ہم کچہہ کہنا چاہتے ہین۔ یہ ابہہ خیال ہے کہ جب نقل نویس نے نقل کیا اور مقابلہ کرنیوالے نے مقابل کیا اوسوقت اصلی کتاب کے ورق بے ترتیب ہوگئے ہون گے۔ اب ہم اونکا بیان کرنا چاہتے ہین جسکے پاس یہہ کتاب رہی اور جنکا نام شروع صفحہ پر لکہا ہی۔

ربیع الثانی ۸۶۵ مین یہہ کتاب عبید اللہ محمد بن عمر کے پاس تہی۔ یہہ تاریخ جنوری سنہ ۱۴۶۱ اسی مطابق ہی کیونکہ اس کتاب پر طغری مین سلطان ترک کی مہر ہے اسلئے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ اوسکے کتب خانہ مین رہی پہلے صفحہ پر ترکی خط مین یہہ لکہا ہوا ہے ومن قبل العلمیات والتواریخ علاوہ اسکے اور دو قلمی کتابین یورپ مین موجود ہین۔

بیلیو تک نیشنیل پیرس مین فانڈس دو کاراد نمبر ۲۲۔ اس تاریخ کا نام شروع صفحہ تاریخ ہند لکہا ہی اور اسی نام سے اکثر لکہی گئی ہی۔ لیکن اس نام کے صحیح ہونیکی [illegible]

شروع مین لکھدیا ہے۔ دوسری جلد قلمی کتابخانۂ محمد گوپامو مدرسہ کے کتب خانہ مین ہے
یہہ کتاب خانہ اب تباہ ہوگیا ہے ایک محلہ دیوان بوکوین سلطان محمود کے تزئین کے زمانہ
کی اس کتاب سے مطبوعہ کتاب کی گرمیوان مین مقابلہ کیا۔ یہہ دونون جلدین اصل البرونی
کی نسخہ کی نقل سے نقل کی گئی ہین اور بالکل مطابق ہین لیکن صرف چند جگہ نقل نویسون
کی غلطی سے فرق ہوگیا ہے جو کہ اس کتاب کو سمجھہ نہین سکتے تھے۔

اول مینے ارادہ کیا کہ ان کتابون سے مدد لون کیونکہ شاید نقل نویس مجھ سے اچھی ہندی زبان
جانتے ہون لیکن بعد مین مجکو معلوم ہوگیا کہ اونکی مدد کی کچھہ ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ جو کچھہ
بنظر اول غلط معلوم ہوتا تھا حقیقت مین وہ نقل نویس ہی کی غلطی تھی۔ اشکاروان باب جو کہ
جغرافیہ کے بابت ہے پیرس کے جغرافیہ اریبس مین موجود ہے۔ مین نے اس کتاب
کے دریافت کے بارہ مین بہت سے خط ہند کو لکھی لیکن یہہ معلوم ہوا کہ یہہ کتاب وہان
نہین ملتی شاید کسی دن یہہ کابل قندہار یا ہرات کے کتب خانہ مین ملے۔ اور ہم اسکو پوری
طرح سمجھینگے مین کہ مسلمانون نے اس کے نقل کرانے مین کوشش و توجہ کیون نکی۔ اسمین
بت پرستی اور لامذہبی پر زیادہ بحث کی ہے اور اوسی کا حال لکھا ہے اس لیئے مسلمان اس
کتاب کو پڑھکر اپنی قلب اور روح کو خراب کرنا نہین چاہتی۔ علاوہ اسکے علمی مذاق کا جو کہ
البرونی کے زمانہ مین انتہا کو پہونچ گیا تھا اوس کے بعد زوال شروع ہوگیا۔ یہہ مذاق بھی
تحقیقات اور مباحثون کے مقابلہ مین پست و نابود ہوگیا اور حقیقت مین یہہ وہی تعصب ہے
جو اسلام کی پختگی کلی کے باعث ہوا۔ سنہ ۵ ہجری مین اس قسم کے تحقیقات مین البرونی
یکتای زمانہ تھا جیسا کہ ہکو اوسکے شکایت سے معلوم ہوا ہے (صفحہ ۱۲ سطر ۹ و ۱۰) لیکن بہت جلد

مسلمانون کی دل پر تاریکی چھاگئی - ان سب واقعات اور حالات سے اس کتاب کے نہ
چھاپے جانیکی وجہ صاف ظاہر ہتی اور اسی وجہ سے بلکہ ایک شفر کے کتاب پر بھروسہ کرنا پڑا -

عربی زبان جیسے کہ اندکا مین استعمال ہوا ہے

البرونی کے تمام عربی طرز کے نسبت ناظرین کو اوسکے تاریخ کے دیباچہ کے انچاسویں ۱۹
صفحہ کی طرف متوجہ کرتا ہون - اوسکے کل فقرے بالکل درست ہوتے ہین اور اکثر اونمین
سے بہت مختصر ہوتے ہین فقرونکا باہمی تعلق بہت درست ہے اور بالکل علم اقلیدس
کے طرز پر ہے اور ہر ایک فقرہ اسطرحسے واقع ہے کہ وہ پہلے فقرہ سے بہت چسپان
ہے - اسکا طرز تحریر صاف ظاہر کیے دیتا ہے کہ اوسکا پیشہ ریاضی تھا - کرانولاجی -
(تاریخ) لکھنے کی ستائیس برس بعد اوسنے انڈکا تصنیف کی - اس عرصہ مین اوسکا ۲۷
طرز تحریر وہ اوصاف جو شروع ہی سے اوسمین پائی جاتی ہی اور جو اوسکے مخصوص
طرز کے کامل ثبوت ہین متواتر حاصل کرتا رہا - تاریخ سے زیادہ انڈکا کا طرز ہمپر اسکا اثر
ڈالتا ہے کہ اوسمین ایک اعلی قسم کے ابتداری اور نہایت عمدہ کیسانگی شروع سے
آخر تک پائی جاتی ہے اوسکی زبان ایسی مستند اور مختلف خوبیون سے قریب ہے کہ اگر
کسی مقام سے ایک لفظ علیحدہ کردیا جاوے تو کل فقرہ غارت ہوجاتا ہے - اس کتاب کے سمجھنے
کے وقت لفظونکی ساخت کی دشواری کی وجہ سے نہین ہے بلکہ اصلی مضمون اور اوسکے مخصوص
طریقہ سے کہ ایک جگہ کہ ایک خیال کو اور دوسرے خیال سے ملایا ہے اور جسکے سمجھنے کے واسطے سطرون کے
درمیان کچھ اور عبارت ہونا چاہیئے) وجہ سے ہی - اکثر وہ فقرہ جو کہ بادی النظر مین بعید معلوم
ہوتا ہے بعد کے فقرون سے صاف اور واضح ہوجاتا ہے اور مین انڈکا اور بیرونی کے

پڑھنے والوں کو ایک ہی سی صلاح دیتا ہوں کہ اگر کوئی مشکل فقرہ یا مضمون واقع ہو تو وہاں پر ٹھہر نہ جاویں بلکہ بعد کے فقروں پر غور کرے۔ اس کتاب میں اور نیز عربی کتابوں میں ضمیر کے کثرت استعمال سے دقت پیدا ہو جاتی ہے اور کسی چیز یا شخص کا تذکرہ کرنے میں مصنف بہت دور بعد وہ لفظ لکھدیتا ہے کہ جس سے مطلب نکالنا پڑھنے والے کی قیاس پر منحصر ہے۔ یہہ بات تو بالکل بایں یقین کو پہونچی ہوئی ہے کہ البیرونی جیسا مصنف اپنے اعلیٰ عالمانہ تعلیم کے زمانہ میں عربی نحو کے کورس کو ختم کر چکا تھا اور وہ اوس فن میں اپنے ہمعصر مصنفوں کی طرح ماہر تھا اگرچہ اوسنے اس فن میں کوئی کتاب نہ لکھی ہو۔ تاہم اکثر اوقات گرامر کے قاعدوں کی پابندی نہیں کرتا ہے اور اس طرز کو مڈل ایجز کے عربی مخصوص طرز سے تعبیر کرنا چاہیے جب البیرونی نے ہندوستان کی شائستگی کا بیان عربی زبان میں کیا تو اوسنے اوسکو اوسی طرز میں بیان کیا کہ آج تک کسی مصنف نے اوسکے قبل یا بعد نہیں کیا ہے۔ اوسکو بروک و سن اور سیسن کی طرح اس امر میں بڑی دقت اوٹھانی پڑی اور اوسکی یہہ خواہش تھی کہ ہندو خیالات کے باریکیوں کو دوسری زبان کے مناسب اور متشابہ الفاظ میں بیان کرے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اوسکو اس امر میں بڑی کامیابی ہوئی۔ ہر شخص کہ جسکو اوسکے خیالات معلوم کرنیکی خواہش ہے یہہ بات ظاہر ہوگی کہ کتاب ہر میں بہت صفائی سے ہے جس سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اوسکو مضمون اور زبان پر پورا اختیار حاصل تھا۔ نئے خیالات عربی میں ظاہر کرنیکے لیئے اوسنے کئی طریقہ اختیار کی ہیں کچھ لفظوں کو جو کہ اردو کی تھی اوسنے بعینہ ویسی لکھدیا ہے یا معرب کرکے لکھا ہے۔ بعض جگہ اوسنے عربی میں ترجمہ کر دیا ہے اور اگر ترجمہ بھی عمدہ الفاظ میں نکر سکا تو اوسنے

عربی الفاظ مین جنکی معنی اوسنے نئی مقرر کئے ہین بیان کیا ہے اوسکو اس امر مین تین باتون سے بہت مدد ملی اول یہہ کہ عربی زبان مین گردانین بہت کثرت سے ہین اور اس ذریعہ سے نہایت باریک اور پیچیدہ خیالات ظاہر ہو سکتے ہین دوسرے یہہ کہ عربی زبان کا ذخیرہ نہایت لاانتہا ہے۔ اور تیسری یہہ کہ عربی زبان کی نحو نہایت وسیع ہے جسکے قواعد نے اس زبان کو ایک ایسے سیدھے راستہ کی طرف پھیر دیا ہے جہان کہ اوسکو کشادگی اور ترقی ہوتی لیکن یہہ کشادگی نہین ہوئی۔ اوس جنبش کی طرف جو البروفی (البروفی مثل ایک پہاڑ کے عربی علم کے سمندر کے وسط مین تنہا واقع ہے) سے پیدا کی بعد کے نسلون کو کچھہ خیال نہوا اور نتیجہ یہہ ہوا کہ اوسکے کتابکو بعید از فہم سمجھکر بالکل چھوڑ دیا۔ وہ اپنی ہم وطنون سے بہت آگے تہا اور انہون نے بھی اوسکے راستہ پر چلنے کی کوشش نہین کی۔ انڈکا پڑھنے کے لیے علم عربی علم الہیئت۔ فلسفہ۔ ریاضی ہیات۔ اور نجوم کی اصطلاحون سے واقف ہونیکی ضرورت ہی۔ اس خیال سے کہ آیا مجھہ کو اس کتاب کے ساتھہ ایک ایسا نقشہ جسمین کل شاذ اور مخصوص بعد مشکل الفاظ سہ معنی درج ہون شامل کرنا چاہیئے یا نہین مین اس امر پر آمادہ ہوا کہ ایسے شرح طلب الفاظ کو مین اپنی ترجمہ کے نوٹ مین بیان کرون کیونکہ اونکی تعداد کثرت سے نہین ہے کہ اسکے لیئے ایک علحدہ نقشہ کی ضرورت ہو فقط

سید طفیل احمد

ضمیمۂ رسالۂ حسن

ہم ذیل مین اجرتی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہین۔ منیجر رسالۂ حسن

تدبیر نوجوانی یعنی

پیر کو کرتا ہی یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کے لیے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہی جس سے پیران ہفتاد سالہ تک یکسان نفع ہوتا ہی اسکے استعمال مین کسی قسم کرپیز کی ضرورت ہی نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطرہ رگ و پٹھہ کو جبر بخش تسکین بخشتا ہی اور ہر قسم کے امراض نامرد یکو خواہ وہ کسی سبب ہون۔ بخیر خلقی اور مادرزاد نامردی کو اپنی معجزانہ تاثیر سے دفع کرتا ہی اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فایدہ کامل ہوتا ہی۔ ترکیب کاغذ ہمراہ تیل کر دیتا ہی۔ قیمت فی شیشی صہ محصول ۴ر۔ اور ہر ایک شیشی مین ایک تولہ روغن رہتا ہی

دوائے عجیب یعنی کشتۂ زمرد

زمرد کا کشتہ۔ جو ماہر اسی مناسب تیار کیا گیا ہی چار حصہ چاول کی برابر خوراک ہوتی ہی قیمت فی خوراک ۱۴ر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک مین بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہی **خواص آن** برای قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکی خواہ وہ کسیقسم کے ہون۔ اور سوداک کہنہ ہو خواہ جدید دافع جریان۔ مقوی دماغ و اعضاء رئیسہ و ارواح و ضیق النفس و سرفہ کہنہ خواہ جدید خشک ہو یا تر۔ اور لاغری بدن اور دفع بواسیر مین تو حکم اکسیر کا رکھتا ہی یعنی کیسی ہی یاس کی حالت کیون نہ ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہو گی۔

اکسیر حیات۔ یعنی عرق بنجاہ امراض ضعف بصر و دماغ و صفاے خون و انواع و اقسام تب۔ جگر یا۔ چوتھیا۔ پیچش۔ استسقا طحال آتشک۔ سوزاک۔ جریان۔ سفید داغ۔ نامردی۔ بواسیر خونی و بادی۔ اور شراب خواری اور چانڈو نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتی ہین سب کو بغیر پرہیز دفع کرتا ہی ایک بوتل ایکماہ کو کافی ہی قیمت فی بوتل صہ محصول ۱۴ر۔

عجیب چیز۔ تحلیل بواسیر خونی و بادی تحلیل درد مثانہ کے لیے عجیب چیز ہی پہلے ہی خوراک مین

ضمیمہ رسالۂ حسن

کے استعمال سے رد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ میں بفضلہ دردِ مسنہ بالکل دفع ہو جاتی ہے
اور پھر کبھی عود نہیں کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صہ محصول ۴ر ۔

جہان نما ۔ اس عرق کے لگانے سے آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے ۔ پھولی ۔ درد ۔ دھند ۔ سرخی
چشم جملہ بیماریوں کو دفع کرتا ہے ۔ قیمت صہ محصول ۴ر وزن عرق ۶ ماشہ ۔

خضاب نایاب

بمثل رنگ ڈھنگ ہے نادر خضاب ہے ٭ گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے

جیسی کہ عوام میں خضاب سے دقتیں واقع ہوتی ہیں ہر شخص پر ظاہر ہیں یعنی چوتھے آٹھویں روز
مہندی لگا کر باندھنا اور بعد دو تین گھنٹہ کے پھر وسمہ لگا کر باندھنا اسمیں قریب ۶ گھنٹہ کے وقت
ضایع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت ۔ ظاہر ہے کہ مہندی
اور وسمہ کا پانی جب دماغ میں جذب ہوگا تو اوس سے سوا نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں
جیسا کہ ایام سرما میں مثل سردی وغیرہ کے جس قدر کھیپ بجا ہے ۔ انہیں دقتوں کے سبب سے یہ خضاب
نایاب تیار کیا گیا جسکی قدر تعریف کیجائے بجا ہے ۔ ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بھیجکر طلب کریں
اسمیں کچھ مبالغہ نہیں ۔ تھوڑی تعریف اسکے اجزا کی ظاہر کرتا ہوں ۔

مانع بالخاصیہ خارش سر ضعف دماغ ۔ علاوہ بریں خوشبو میں بے نظیر مثل کیوڑہ باعث فرحی
مفرح دماغ ہے بالوں میں سختی نہیں آنے دیتا بلکہ ملایم رکھتا ہے سیاہی میں بالوں کو مقابل
اصل بالونکے کرتا ہے دوسرے روز بطور روغن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے کی
ضرورت نہیں دوسرے تیسرے روز لگانے تلک مثل اصل بالونکے سیاہ ہونگے کوئی تمیز نہ
کر سکیگا کہ یہ خضاب ہے ۔ ایک بوتل میں ۳۰ روپیہ بھر یعنی ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے ۔ قیمت محصول
علاوہ محصول نصف شیشی سفید چار مثقال قیمت ۱۴ اس سے کم غیر ممکن ہے ۔

ضمیمہ رسالہ حسن

میرے شفاخانہ مین علاوہ اِس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہی۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سی سندی خطوط یعنی سرٹیفکیٹ جو صاحبان یورپین بہادران نے میری عمدہ علاج کی ثبوت مین عطا فرمائی ہین اور نیز ہندوستانی خطوط صحت قریب ہزار بارہ سو کی موجود ہین جو شاید اور کارخانون مین نہ ہونگے۔ چاہیئے کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہون میری ادویہ سے ہزارون نے صحت پائی ہی اور بغیر سفارش بہت ملکون کے سارٹیفکیٹ موجود ہین آدھ آنہ ٹکٹ بھیجکر طلب کرین کیونکہ بعض حکیمون نے اپنی شہر کے رئیسان سے خوشامد کرکے سرٹیفکیٹ بنائے ہین پس میری سرٹیفکیٹ اور اُن حکیمون کی سرٹیفکیٹون مین بڑا فرق ہی لازم ہی کہ پہلے سارٹیفکیٹ منگا کر ملاحظہ فرمائین تاکہ دھوکا نہو۔

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار مین گنجایش طبع نہین کہتی اور جس سی لطف زندگی تا دمِ مرگ انسان قایم رہتا ہی۔ قابل ملاحظہ ہی جو صاحب چاہین کا شفانہ سی طلب کرین مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشتہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب بمقام محلہ دالمندی

مجرب آزمودہ شرطیہ دائمین

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکما ڈاکٹر محمد نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور مین جو ۱۸۷۲ء سی جاری ہی ملتی ہین مفصل فہرست و سارٹیفکیٹ ٹکٹ آدھ آنہ سی مل سکتی ہین

طلا جو استعمال بچہ پن کی نقص گون کی طوبات و بگاڑ دور کرتا ہی فینولہ للعہ۔

سرب دافع نامردی۔ رقت منی۔ جریان۔ سرعت انزال۔ احتلام دایمی۔ قوت ضعیف اعضائے رئیسہ و معدہ۔ تاریکی چشم۔ درد سر وغیرہ جو کثرت مسکرات و اقسام فواحش سی کی اشتہا ضعف

تصحیح

ماہ گزشتہ کے رسالہ میں عالی جناب شمس العلماء　　مولوی محمد ذکاء اللہ
صاحب کے نام کے نیچے نذر اشرفی کی عبارت حواشین لکھی گئی تھی۔

اطلاع ضروری

سال ۱۲۹۰ شروع ہو گیا مگر ابتک اکثر حضرات نے زر چندہ رسالہ حسن
بابت سال گذشتہ نہیں بھیجا کوئی صاحب نہیں فرماتے کہ بہت جلد بھیجو کوئی صاحب
وعدہ کرتے ہیں کہ جس حضرات نے زر چندہ ارسال فرمایا ہے انکا نام گذشتہ کے
ساتھ نمبر وار لکھا جاتا ہے۔

رسید زر

جناب میر عنایت علی صاحب وکیل مقدمہ	جناب مولوی سید ابوالقاسم صاحب وکیل لودہ
" مولوی سید امداد علی صاحب رکن مجلس	" ایم۔ داؤد صاحب رنگون لودہ
" نواب رفعت یار جنگ بہادر	" مولوی سید محمد صاحب فاروقی دگا لودہ
" مولوی بشیر الدین احمد صاحب وکیل	" راجہ رای المتاپرشاد صاحب اول تعلقدار
" وہونڈو لکشمن صاحب وکیل	" خان بہادر مولوی سلام اللہ صاحب جاگیردار و آنریری مجسٹریٹ
" منشی غلام اکبر صاحب از لاہور	" احمد علی صاحب از نارائن پیٹھ
" نواب انتصار جنگ بہادر	" مولوی محمد انور خانصاحب اول تعلقدار
" مولوی سید حسن اللہ صاحب سوم تعلقدار اودھ	" غلام غوث خانصاحب
" مولوی سید عبدالوہاب صاحب کاربندوست	" منشی سجاد نبی صاحب شاہ پور

اشتہار

(۱) اس رسالہ کی قیمت بمع محصول ڈاک۔ سالانہ ۵ عہ ماہانہ عہ

(۲) کم آمدنی والوں سے جن کی تنخواہ ۱۰ روپیہ سے زائد نہ ہو۔ ۱۲ر

(۳) جو صاحب اب سے اعلیٰ ضمون بھیجنے کی عنایت فرمائیں گے ان کو ایک اشرفی نذر دی جائیگی۔

(۴) دفتر میں مضامین ہر مہینے کی ۱۰ تاریخ تک پہنچ جائیں

(۵) ناپسند مضمون مطبع ہوگا نہ واپس۔ شرح دستخط

مسمی [illegible] صاحب [illegible] نواز جنگ بہادر

اہل کی نگاہ کتابیں ہمارے دفتر میں موجود ہیں

(۱) ترجمہ تاریخ افغانستان [illegible] سے برسٹر امت لا۔ قیمت عہ

(۲) بچوں کی پرورش کے طور طریقے ڈاکٹر ماروی کی کتاب کا ترجمہ۔ مسس ایڈیٹھ بوڈرڈین صاحبہ نے کیا ہے اور انعام پایا ہے قیمت

(۳) زراعت مکن مصنفہ حکیم [illegible] عبداللہ المخاطب بہ نواب عماد نواز جنگ بہادر

اجرت طبع

ہماری مطبع میں تجارتی و محصولی حسب ذیل اجرت پر اشتہار طبع ہوتے ہیں۔

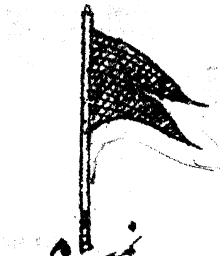
اجرت فی سطر فی ماہ ایک سال کے لئے فی مرتبہ ۱۰ دفعہ ۱۰ ماہ کرنے اور ۱۲ ماہ کرنے ۱۲ر

مگر ایک روپیہ سے کم کا اشتہار نہ ہوگا۔

المشتہر

محمد عبدالصمد خان منیجر

[illegible]



جلد سوم　　حسن　　نمبر ۵

اعینونی اذ ا احسنت امرا

دان اخطات فاتونی صلاحا

ماہ اگست سنہ ۱۹۰۹ء

مضامین

بقیہ سوانح عمری شاہ بابر غازی .... از مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی۔ صفحہ ۱

اورنگ زیب کی پالیسی ..... از مولوی محمد رشید علی صاحب لکھنؤ۔ ۲۷۰

اس مضمون کے صلہ میں اشرفی نذر دی گئی۔

بقیہ دعوت افلاطون .... از مولوی محمد صغیر حسین صاحب۔ ۳۹

بقیہ تاریخ اسپین ..... از مولوی محمد عابد علی صاحب نگینہ مدرس العلوم ۴۵

تقدیر و تدبیر ..... از مولوی سید رحیم الدین صاحب خلف الرشید نواب مشیر ملک

اقبال یار جنگ بہادر حیدر آباد ۶۳

حیدر آباد دکن

مطبع حسن میں چھپا

رسید زر

نہایت شکرگذاری کے ساتھ اون علم دوست اولوالعزم حضرات کے اسمائے گرامی ہدیہ صفحہ کئے جاتے ہین جنہون نے ازراہ قدردانی عطیہ زرخیدہ سے نیچر رسالہ کو ممنون ومشکور فرمایا۔ امید ہی کہ جو حضرات ہنوز بدا قیات مین ہین وہ بہت جلد اپنے کو سبکدوش اور ہمکو شکرگذار بنائین گے۔

(۱) عالی جناب ملا محمد علی صاحب۔	۵ عدد
(۲) عالی جناب مولوی امیر حسن صاحب۔	۵ عدد
(۳) عالی جناب مولوی سید غلام رسول صاحب۔	۵ عدد
(۴) عالی جناب نواب اعظم جنگ بہادر۔	۵ عدد
(۵) عالیجناب نواب صاحب والی مرشد آباد۔	۱ عدد
(۶) عالیجناب غلام محمد صاحب پیلی گاؤن	۱ عدد
(۷) عالیجناب نواب شہاب جنگ افتخار الملک بہادر معین المہام کوتوالی	۱ عدد
(۸) عالی جناب نواب رفعت یار جنگ بہادر	۱ عدد
(۹) عالی جناب مولوی محمد ابراہیم خانصاحب وکیل	۲ عدد
(۱۰) عالی جناب نواب آصف نواز جنگ بہادر معتمد صرف خاص	۵ عدد

جلد سوم　　حسن　　نمبر

شاہ بابر غازی

سلسلہ کے لئے نمبر گذشتہ ملاحظہ ہو

فتح قندہار

سنہ ۹۱۳ھ ۔ گذشتہ موقع پر شیبانی خان میدان چھوڑ کر سمرقند چلا گیا تھا اور اوسکے بعد سے ہی خراسانی متفقہ فوج خواب کی طرح پریشان ہوگئی تھی ۔ موقع پاکر اوسنے خراسان پر پھر حملہ کیا شہر اوسکے جانے کس گو شے مین مدہوش پڑے تھے کہ شیبانی دار السلطنت ہرات پر قابض ہوگیا اور ایک لڑائی نہین ہوئی ۔ سلطان حسین مرزا کے عہد مین جو راحت و آسایش رعایا کو نصیب ہوئی تھی افسوس اجناکار اوزبکونکے ایک ہی حملے نے کالعدم کردی ۔ شہر ہرات مغلوب ہوا وہانکے باکمال دل کھولکر تنگ کئے گئے ۔ فتح خراسان کے بعد اوزبکونکی دھمکی قندہار پر تھی ۔ قندہار اوسوقت خراسان کا ایک صوبہ تھا ۔ وہانکے گورنر نے مضطرب ہوکر بابر کو لکھا کہ قلعہ قندہار حاضر ہے اگر قبضہ کرلیجئے ۔ بابر یہ خیال کرکے کہ قندہار لیکر اوزبک کابل پر حملہ آور ہونگے قندہار کو روانہ ہوا ۔ جب قندہار کے قریب پہونچا تو امراء اوسکے بلانے سے پریشان ہوچکے تھے اوسنے لڑائی ہوی اور لڑائی کے بعد قندہار بابر کا تھا ۔ مال غنیمت کثرت سے ہاتھ لگا ۔ جس خوف سے خراسانی ظالمونکے قدم نہ ٹھہرے تھے اوسنے بابر کو بھی وہان نہ رہنے دیا ۔ کہن سال مشیرون کی صلاح سے ناصر مرزا کو قندہار دیکر خود ہٹ آیا ۔ ہفتہ بھر

بھی ناصر میرزا نے قندہار پر حکومت نہیں کی تھی کہ شیبانی خان نے قندہار پر دھاوا کیا اور وہ اوسکو غزنی جاتے ہی۔ قندہار نکل جانے کی خبر سنکر بابر کو خود اپنے واسطے دارالامن کی تلاش ہوئی۔ خراسان اور ماوراء النہر سے نسلِ تیمور بالکل بے دخل ہو چکی تھی اور پردہ زمین پر صرف بابر اوس والا دودمان کی یادگار رہگیا تھا۔ بابر اوزبکوں کے مقابلے میں پہلے بھی گویا ناکام ہی رہا تھا۔ اب تو اوزبکوں کی قوت نصف النہار ترقی پر تھی۔ ایک لمحہ کے واسطے اوسنے اوزبکوں سے جنگ آزمائی کا خیال نہیں کیا۔ اور جلسۂ کنکاش جمع کرکے اس اہم مسئلہ پر بحث کی۔ اہل شوریٰ میں دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق کی رائے تھی کہ بدخشان چلنا چاہیے۔ بدخشان کابل کی بہ نسبت ہر چند قندہار سے زیادہ دور ہے اور کوہستان کا بڑی حصار بھی اوسکے گرد کھچا ہوا ہے لیکن ایسا دور بھی نہ تھا کہ شیبانی خان کی رسائی سے باہر ہوتا۔ صوبہ بدخشان اتنا زرخیز نہیں کہ وہاں کی آمدنی سے بابر اپنی قوت بڑھا سکتا۔ لعل جنکی بدولت بدخشان اس قدر مشہور ہے لب دلدار اور خونِ جگر کی تشبیہ و استعارہ میں زندہ دلِ شاعر بالکل صرف کر گئے کیونکہ اب اوزکا بھی پتا نہیں۔ دوسرے فریق نے ہندوستان کو پسند کیا۔ اولوالعزم بادشاہ بھی اسمیں شریک تھا۔ اسی رائے کو غلبہ رہا۔ خراسان اور ماوراء النہر میں اوزبک شاہان تیموریہ کو اگرچہ شہ مات کر چکے تھے مگر ایران میں ایک اور زبردست حریف پیدا ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل صفوی نے اپنی بلند ہمتی سے ایران میں سلطنت صفویہ کا بنیاد پتھر نصب کیا اور ذوالفقار حیدری کے بہ جوش کا لوہا تمام ایران مان گیا۔ اوزبک اوسکی طرف سے فارغ ہو کر اور متوجہ ہوئے اور سرحد عراق پر جانبازی و عراق ریزی شروع کی۔ ادھر میں دونوں جرار لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اوزبک زک کھا کر بھاگے

اور قزلباش سرخرو رہے۔ شیبانی خان اسی معرکے مین مارا گیا۔ اس فتح نمایان کے صلے مین زمانے نے خراسان شاہ اسمٰعیل کے پیش کیا۔

سمرقند و بخارا تیسری مرتبہ بابر فتح کرتا ہے

سمرقند مین بابر کی بہن آوزبکون کے پنجہ مین پھنس گئی تھی اور شیبانی خان نے اوس سے نکاح کر لیا تھا تو فتح کرنے کے بعد شاہ صفوی نژاد نے اوس سے ویسا ہی برتاؤ کیا جو ایک جوان مرد بادشاہ کو زیبا ہے۔ باعزاز اوسکو بھائی کے پاس کابل بھیجدیا۔ بابر نے شیبانی خان کے قتل کا جو حال سنا سمرقند و فرغانہ پھر یاد آیا۔ شاہ اسمٰعیل کے پاس المچی اور ہدیے بھیجکر اتحاد کی سلسلہ جنبانی کی۔ اوسطرف سے بھی یہ پیام ہوگیا کہ یہ ملک جسقدر فتح کرلو وہ تمہارا ہے۔ بابر غزنی سے فوج فراہم کرکے براہ بدخشان ترکستان پہونچا۔ بوڑھا شیبانی خان اگرچہ مرگیا تھا مگر جنگجو اوزبک ابھی باقی تھے۔ خوب لڑائیان ہوئین لیکن بخارا اور سمرقند بابر نے فتح کرلیا۔ بخارا مین جو سنیون کا گویا مرکز ہے شاہ صفوی کی رضاجوئی کے واسطے دوازدہ امام کا خطبہ پڑہا گیا اس مرتبہ آٹھ مہینے ترکستان پر حکومت بابری رہی۔ فصل بہار مین اوزبک پھر جنگ آزما ہوئے۔ بابر کو شکست ہوئی اور ناکامی نے ہمیشہ کو غریب الوطن کر دیا۔

اس مہم سے واپس ہوکر افغانستان کی حکومت کو بابر استحکام دینا رہا سرکش جوگون کو مطیع کرنے کی یہ تدبیر نکالی تھی کہ جو جگہ سرتابی کرتا تھا فوراً بادشاہی فوج اونکے سر پر ہوتی تھی اونکو قتل کرکے مقتول افغانون کے سرون کا منارہ بنا دیا جاتا تھا اور دنبے اور بکری ضبط کرلی جاتی تھین۔ افغانستان مین مستقل ہوکر بابر نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اولاد تیمور مین یہ نام پہلی دفعہ انتخاب ہوا۔ تیمور "امیر" اور اوسکی اولاد میرزا (مخفف امیرزادے)

لقب سے مشہور ہے۔

ہندوستان کو فتح کیا

سنہ ۹۳۲ھ تک بابر انہیں خفیف مہموں میں مصروف رہا۔ اسی زمانے میں چار حملے اوس نے ہندوستان پر کئے لیکن چار پر دن مرتبہ اوسکی یورش پنجاب کے ملک تک محدود رہی۔ ان حملوں سے غالباً اوسکا یہ مقصود تھا کہ سرحدی فرقوں کو مطیع و مانوس کرلے۔ اگر ہندوستان میں اوسکو ناکامی ہوتی تو افغانستان سے ادہر بھی اوسکو پناہ مل جاتی۔ امیر تیمور نے ہندوستان فتح کرکے پنجاب کو اپنی وسیع سلطنت کا ایک خود بنالیا تھا۔ اوسکی وفات کے بعد یہ ملک اوسکی اولاد کے قبضے میں رہا۔ جب وہ باہمی نزاعوں میں پھنسکر ضعیف ہوگئے تو پنجاب کے حاکم خود سر بن بیٹھے۔ جب سلطنت لودیہ قایم ہوئی تو خطبہ پڑھکر یہ حاکم اس سلطنت کے برائے نام مطیع ہوگئے۔ سلطان سکندر نے اونکو معزول کرکے پنجاب کو اپنے ملک میں شامل کرلیا۔ بابر نے یہ کہکر کہ یہ ملک ہمارا ہی ہے اپنے لشکر کو کبھی لوٹ مار کی اجازت نہیں دی۔ اور پنجابیوں سے ہمیشہ شاہانہ برتاؤ رکھا۔ جو جمع اونپر تشخیص کردی گئی تھی بس وہی انتظام کے ساتھ سال بسال وصول کرلی جاتی تھی۔

حملہ بابری کیوقت ہندوستان کی پولیٹیکل حالت

آخر بابر نے ان صوبوں کی آمدنی اور افغانستان کی آبادی سے اپنی فوج مرتب کرکے سنہ ۹۳۲ھ میں براہ خیبر ہندوستان پر پانچوان اور آخری حملہ کیا۔ دریائے اندس کو عبور کرنے وقت جب بخشی فوج نے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اچھے برے ۱۲۰۰۰ آدمی لشکر میں تھے۔ وسد کی مصلحت سے بابر دامن کوہ میں سیالکوٹ کیطرف بڑھا اور

۱۹ ربیع الاول کو سیالکوٹ پر پہونچا۔ ہندوستان کی پولیٹکل حالت گویا اوسوقت متقاضی تھی کہ کوئی بیرونی حملہ آور ملک کو کابل فرمانروؤں کی حکومت سے نجات بخشے۔ قوی و ضعیف حکومتیں حملہ آوری کے وقت ہندوستان میں قایم تھیں۔ اول سلطنت تو وہ تھی۔ پنجاب سے بہار تک اس خاندان کی فرمانروائی تھی۔ اگرچہ ہمیشہ اس ملک کے بادشاہوں کا دارالسلطنت دہلی ہی رہی تھی۔ مگر سلطان سکندر نے گوآگرہ کی مصلحت سے آگرہ کو صدر قرار دیا تھا سلطان ابراہیم کے زمانے میں تخت پر تھا آٹھویں صدی ہجری کے خاتمہ پر سلطان فیروز شاہ تغلق کے بعد سلطنت دہلی کو خود سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ دور دراز صوبوں کو کون سنبھالتا گجرات اور مالوہ کے گورنر خود سر ہو گئے۔ اس سے چند برس پیشتر دکن میں دولت بہمنیہ قایم ہو چکی تھی۔ بابر نے جب پورش کی تو سلطنت گجرات ۹۳۲ھ برس کی ہو کر بتدریج پر زندگی کے دن پورے کر رہی تھی اگرچہ صفت امیر دن نے اوسکے دم نکلنے سے پہلے ہی حصے تقسیم کرنے شروع کر دیے تھے۔ حکومت مالوہ بھی جسکا دارالصدر مندو (ریاست اندور) نازدال کے کنارے آگئی تھی اور رانا سانگا کے دلیر اتہ حملوں نے اوسکا خاتمہ بہت قریب کر دیا تھا سلطنت بہمنیہ بھی جفاکار اور اسکے ہاتھوں سے تنگ آکر عنقریب دم توڑنے والی تھی بنگالے میں بھی ایک اسلامی سلطنت قایم تھی۔ اس حکومت کی بنیاد چھٹی صدی ہجری کے اختتام پر پڑی تھی بایں لحاظ کہ یہ اسلامی سلطنت دہلی کی ہم عمر تھی۔ یورش بابر کے وقت بھی اسمیں کسیقدر دم خم باقی تھا۔ ہندو راجاؤں میں ذکر کے قابل صرف دو راجے ہیں ایک رانا سانگا چتوڑ کا راجپوت دوسرا راجہ وجے نگر۔ بابر جنکے مقابلے میں مدعی بنکے والا تھا وہ سلطان ابراہیم اور رانا سانگا ہیں۔ سلطان ابراہیم لودی اوسی خصلت کا بادشاہ تھا

جیسے ہر خاندان کے مٹانے والے فرمان روا ہوتے ہین۔ سلطنت بودیہ پٹھان امیرونکی مدد سے قایم ہوئی تہی۔ سلطان بہلول اور سلطان سکندر ان امیرونکے ساتھ خلوت وجلوت مین برابر آتے تھے دربار کے مراسم اور آداب شاہی کی پابندی سے یہی سادہ دل افغانون کو کچھ مطلب نہ تہا۔ دربار مین اپنے بادشاہ کے زانو بزانو بیٹھتے تہے۔ سلطان ابراہیم لودی نے تخت پر قدم رکھکر پہلا کام یہ کیا کہ اکلی مدارات بالکل موقوف کردی۔ بیباک افغان بگڑ گئے اور جو جہان تہا وہین خود سر بن بیٹہا۔ سلطان ابراہیم کا بہت سا عہد سلطنت ان اراکین سلطنت کے تباہ کرنے مین گذرا اگرچہ امراء پر وہ غالب آگیا مگر ان نزاعون نے سلطنت کی بنیاد ہلادی۔ سلطان ابراہیم کا سنگدل وبخیل ہونا بہی بہت تہا اس لئے تمام ملازم اوس سے بیزار تھے۔

غازی خان اور اوسکا دیرینہ سال باپ دولت خان دولت ابراہیمی کے دو نیم مختار سردار تہے بابر کی غیبت مین اوسکے پنجابی صوبے مین انہون نے بہت فتور مچایا تہا۔ سیالکوٹ مین پہونچکر بابر کو خبر ہوئی کہ غازی خان اور دولت خان دریاے راوی کے مغربی کنارے پر لشکر لئے پڑے ہین۔ بابر اونکی گوشمالی کے واسطے اونکی طرف بڑہا ہنوز اونکے قریب ہی پہونچا تہا کہ وہ منتشر ہوکر میدان چہوڑ گئے۔ اون سردارون کا مسکن قلعہ ملوٹ مین تہا۔ یہ قلعہ ستلج اور بیاس کے مابین شمال کے رخ کوہستان مین واقع تہا۔ بابر نے اس قلعہ کو آگھیرا۔ بوڑہا دولت خان تو قلعہ مین تہا لیکن غازی خان کسی اور طرف کو نکل گیا تہا۔ بوڑہے سردار نے جوان بخت بادشاہ سے عہد وپیمان کرکے قلعہ خالی کردیا۔ قلعہ مین دولت کثیر ملی اور یہ روپیہ اس لڑے وقت مین بابر کے بہت کام آیا۔ مصنف تاریخ فرشتہ نے لکہا ہے کہ غازی خان

کا کتب خانہ بھی ہاتھ لگا جس میں نفیس کتابیں بکثرت تھیں۔ بادشاہ بابر کا بیان اسکی تردید کرتا ہے اور نے بیان کیا ہے کہ اس کتاب خانہ کی شہرت تو بہت تھی مگر عمدہ کتابیں کم نکلیں ملایانہ کتابیں بہت جمع کر رکھی تھیں۔ غازی خان کا پٹھان ہونا بھی بابر کے قول کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ لاپنی فقہ کے سوا بہت کم علوم و فنون کی قدر کرتے تھے۔ اس عارضی مہم سے فارغ ہو کر بابر نے بادشاہ دہلی کیطرف رخ کیا۔ اثنائے راہ میں اکثر غالباً بودی امیروں کے خط ملے جنہوں نے جلد یورش کرنے کی ترغیب دی تھی۔ انبالہ کے قریب جاسوسوں نے خبر دی کہ حمید خان حاکم حصار آٹھ ہزار فوج لے کر حصار سے پندرہ کوس پر مقابلہ کو آیا ہوا ہے۔ بابر نے نوجوان شہزادہ ہمایون کو حملہ کا حکم دیا۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد حمید خان کے قدم اکھڑ گئے اور میدان ہمایون کے ہاتھ رہا۔ ہمایون کی یہ اوّل مہم تھی۔ باپ نے اس فیروزی کے صلے میں حصار فیروزہ کا ملک ہونہار بیٹے کو بخشدیا۔

سلطان ابراہیم سے لڑائی

سلطان ابراہیم دلی سے نوبت کا نکل آیا تھا مگر شاید غازی خان اور حمید خان کا انجام دیکھنے کو رہین ٹھٹک رہا۔ یہ دیکھکر کہ راستے کے ان کانٹوں کو ٹھکا کر بابر بے کھٹکے چلا آرہا ہے اوسنے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ بابر نے اوس سے پہلے اگر پانی پت کے عمدہ موقعہ پر قابو کر لیا۔ فوج کا پڑاو اسطرح تھا کہ دست راست کو شہر پانی پت کی پناہ تھی سامنا آرابوں سے رکا ہوا تھا۔ ارابہ ایک قسم کی گاڑی ہوتی تھی۔ سات آٹھ سو ارابوں کو بچے چمڑے کے تسموں اور زنجیروں سے جکڑ دیتے تھے۔ اسطرح

ایک چھوٹا سا حصار بن جاتا تھا۔ اس حصار کی پناہ میں بندوقچی باڑ مارتے تھے۔
ترکی فوج سے یہ ترکیب اخذ کی گئی تھی۔ فوجکی بائیں طرف کو خندق کھودی گئی
چھ کوس کے فاصلے پر سامنے سلطان ذہبی کا لشکر تھا۔ دہلی کے لشکر میں تخمیناً ایک لاکھ
آدمی اور ہزار ہاتھی تھے۔ ایک ہفتے تک دونوں فوجیں مقابل پڑی رہیں۔ ۱۰ رجب کو
علے الصباح جاسوس خبر لائے کہ غنیم حملہ کیا چاہتا ہے۔ شاہ بابر یہ سنتے ہی اپنی مسلح
فوج آگے بڑھا لایا اور یمین و یسار اور قلب درست کر کے میدان میں آ جما۔
ہندوستانی لشکر نے اپنے ضابطے کے مطابق تیزی سے حملہ کیا۔ جنیش بابری کے
انتظام لشکر کو دور سے دیکھا کہ دنگ رہ گئے اور اونکے قدم وہیں سے مندے
گئے۔ قریب آنے پر شاہ بابر نے حکم دیا کہ فوج کا ایک حصہ غنیم کے دائیں
بائیں سے نکلکر اوسکی پشت پر تیر برسائے۔ باقی فوجکو بتدریج آگے بڑھایا۔ افتاب ایک نیزہ
بلند ہوا تھا کہ لڑائی زور شور سے شروع ہو گئی اور دونوں طرف کے بہادروں نے مردانگی کے
خوب خوب جوہر دکھائے۔ دیکھتے دیکھتے سلطان لودی مارا گیا اور پٹھانوں کے قدم میدان یا تخت ہندوستان
سے اکھڑ گئے اور فتح و ظفر نے بابر بادشاہ کو دہلی کی مبارکباد دی۔ پانی پت کی اون
تین لڑائیوں میں سے یہ پہلی لڑائی ہے۔ جنکی فتح و شکست نے سلطنت ہندوستان
کا فیصلہ کیا ہے۔ دشمن کے ۱۵ ہزار آدمی کام آئے۔ ۱۰ ہزار صرف اپنے آقا سلطان
ابراہیم کے قدموں پر کٹے پڑے تھے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بہادر پٹھانوں نے
کس خوبی سے حق نمک ادا کیا۔ شاہ بابر کے مقتول سپاہیوں کی تعداد نہیں معلوم ہوئی مگر
اونکی ترتیب و تربیت سے ثابت ہے کہ آدمی تلف نہ ہونے دیے ہوں گے۔

فتحیاب ہوکر بابر سلطان دہلی کے خیمہ گاہ کو گیا۔ مقام عبرت ہے کہ جن عالیشان جنیون مین چند ہی گھنٹے پہلے ہندوستان کا بادشاہ اور ایک لاکھ فوج کا سپہ سالار متمکن تھا اسوقت انمین ایک ہوکا عالم تھا اور وحشت و مایوسی کا دلگیر سمان بندہ رہا تھا۔ نہ زرق برق نقیب تھے اور نہ طمطراق کے چوبدار۔ حسرت و یکسی البتہ ایک دلگداز صدا سے ابراہیم! ابراہیم! پکار رہی تھی۔ نیرنگی عالم کا یہی عجیب تماشا ہے کہ ایسی پرحسرت کیفیت کو دیکھکر فاتح کامل جوش مسرت اور فرط انبساط سے بیتاب ہوگیا ہوگا۔

بادشاہ وہین ماندہ سپاہ اور خستہ گھوڑونکی خاطر سے ٹھیر گیا اور ہمایون اور خواجہ کلان کو آگرہ اور کچھ امیرونکو دلی روانہ کیا کہ قلعونپر قبضہ کرکے خزانونپر متصرف ہوجائین۔ چند روز آرام لیکر خود بھی باہستگی دہلی کو آیا۔ شیخ نظام الدین اولیا اور قطب صاحب کے مقدس مزارونپر فاتحہ پڑہکر اون اولوالعزم بادشاہونکی معتبر اور یادگارونکو دیکھا جو اوس سے پہلے اس جہان فنا مین اپنے جوہر دکھا چکے تھے اور زمانے نے اونکو مناکر قبرون مین آرام سے سلا دیا تھا

من از آسودگی خشکان خاک دانستم
کہ غیر از خفت بہر خواب راحت نیست بالینے

۲۲۔ رجب کو شاہ بابر آگرہ آیا۔ سلطان ابراہیم کے شکستہ دل باحکی اقبالمندی کا زمانہ گذرا تھا بیکس ہواون اور بیچارے یتیم کو لیکر دربار شاہی مین چلے آئے اور موثر الفاظ مین کامیابی کی مبارک باد دی۔ شاہ بابر کے دلپر انکی بیکسی نے بہت اثر ڈالا۔ اونکے واسطے اوسنے ۷ لاکھ روپیہ سالانہ کی پنشن عطا کی اور آگرہ سے کوس بھر کے فاصلے پر جمنا کے کنارے اونکے لئے مسکن تجویز کردیا۔ سلطان ابراہیم کے یتیم بچے کو اوسنے اپنی حرم مین

رکھا اور مثل اپنے بچّوں کے ناز و نعمت سے اوسکی پرورش کی۔
ہندوستان مین فاتحون نے اپنے دشمنونکے اقربا کے ساتھ ایسا فیاضانہ برتاؤ بابر سے پہلے شاید ہی کیا ہو۔ اس مہذب زمانے مین بالضرور ایسے آئین دیکھے جاتے ہین۔ مگر ۳½ صدی پہلے کے زمانے مین ایسا ہونا حیرت سے خالی نہین۔ امرائے لودی کو بھی اوسنے فیاضی سے اپنی خدمت مین لیا۔ اکثر کی جاگیرین اور خطاب بدستور رہنے دیئے۔ فتح خان شروانی۔ راؤ شیروانی اور سلطان علاؤالدین بن سلطان بہلول لودی اوسکے عہد مین بھی معزز و معتمد رہے ہین۔ آگرہ کا قلعہ خزانہ سے معمور تھا۔ ابراہیم لودی اور اوسکے پیشروؤن نے جو دولت سالہائے دراز مین فراہم کی تھی زندہ دل بادشاہ نے اوسکا ملاحظہ کیا۔ مال غنیمت مین ۲½ تولہ وزن کا وہ بیش بہا الماس بھی تھا۔ جسکا نام سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد سے ہندوستان مین روشن ہو رہا تھا۔ یہ زر و جواہر دیکھکر بابر کے فیاض دل مین ایک جوش پیدا ہوا اور اپنے غریب اہل وطن اوسکو یاد آئے۔ ۲۹ رجب کو اوسنے بخشش شروع کی۔ ۷۰ لاکھ روپیہ۔ الماس مذکور۔ اور ایک سربمہر خزانہ ہمایون کو عنایت ہوا۔ کسی امیر کو ۸ لاکھ اور کسی سردار کو ۱۰ لاکھ بخشدے۔ جتنے سپاہی تھے سبکو اونکی جانبازیونکے صلے ملے۔ سوداگر اور طلبہ وغیرہ جو فوجکے ہمراہ تھے وہ بھی فیضیاب ہوئے۔ مکّہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ سمرقند۔ خراسان۔ کاشغر۔ و عراق۔ سبھی ملکونکو نوسوغات بھیجی گئی۔ افغانستان کو سربمہر ایک شاہ رخی روانہ کی۔ محمد قاسم فرشتہ نے اس نزل وجود کا حال بیان کرکے لکھا ہے کہ "اس دریادلی سے ایک زمانے پر حضرت کی قلندری ہویدا ہوگئی"۔ ع اللہ اللہ

الله الله که عطا کرد که اندوخته بود

[illegible] بابر فرمانروائے دہلی پر فتح پا چکا تھا مگر ابھی بہت سی دقتیں حل کرنی تھیں۔ سلطان ابراہیم کے عہد میں ارکین سلطنت بہت زور پکڑ چکے تھے اور اونکی یہ حالت نہ تھی کہ [illegible] بادشاہ کے مغلوب ہوتے ہی بیدست و پا ہو جاتے۔ پانی پت کے میدان میں [illegible] جب شاہ بابر آگے آیا ہے تو ہندوستانیوں اور مغلوں میں سخت مغائرت تھی رعایا تک دور دور کھنچی تھی۔ افغانستان سردار جو جہاں تھا وہیں منجھل بیٹھا۔ سنبل۔ سیوات۔ دھولپور۔ گوالیار۔ اٹاوہ۔ کالپی۔ قنوج۔ ہر جگہ ایک سرکش امیر لڑنے کو تیار تھا۔ بادشاہ جب آگرہ آیا تو تمام اہل شہر گھر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سپاہ کو رسد کی سخت مصیبت برداشت کرنی پڑی۔ بڑی بلا یہ تھی کہ اوسوقت گرمی کی فصل تھی اور آگرہ کا تندور غضب گرما رہا تھا۔ سرد ملک کے مغلوں کو اس بلا سے بے درمان سے اول ہی مرحلہ سابقہ پڑا اتنا بہت سی گرمی کی تاب نہ لا سکے اور مر کر اس آفت سے نجات پا گئے۔ جو زندہ بچے اونکی ہمتیں پست اور دل پژمردہ ہو گئے اور افسر و سپاہی نے یک زبان ہو کر کابل لوٹنے کی فریاد کی۔ بابر نے نصلی و دلجوئی کر کے اونکو روکا۔ اسپر بھی کچھ چل ہی دے۔ خواجہ کلان جو بابر کا یار اور معزز امیر تھا کابل جاتے وقت دلی کے کسی مکان پر یہ شعر لکھ گیا ؎

اگر بخیر و سلامت گذر زسند کنم
سیاہ روئے شوم گر ہوائے ہند کنم

اونسے اپنا کہنا کر دکھایا اور پھر کبھی ہندوستان کی دھوپ میں اپنا چہرہ کالا نہیں کیا۔

اصلاح

بابر سے زندہ دل بادشاہ کی دلچسپی کا سامان ہندوستان کچھ بھی نہ تھا۔ نہ دلفریب باغ تھے نہ دلربا چشمے تھے نہ علمی مدرسے تھے نہ ہوادار مکان تھے۔ ہندوستان مین بابر کی بادشاہی کا قلیل زمانہ امن قایم کرتے کرتے ہی گذر گیا اسپر بھی اوسنے ان نقائص کے دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ دھولپور۔ آگرہ۔ گوالیار۔ وغیرہ مقامات مین کثرت سے اوسنے باغ اور حمام اور باولیان بنوائین۔ آگرہ مین امرائے شاہی سے بھی لب جمنا دلفزا اور پرفزا باغ لگائے۔ ہندوستان سے یہ دلکش سامان کہان دیکھا تھا اپنی حیرت ظاہر کرنے کو مغلیہ آبادی کا نام اونہون نے کابل رکھدیا۔ آگرہ۔ دھولپور۔ گوالیار۔ کول (علیگڈھ) وغیرہ مین ہر روز ۱۴۹۱ سنگ تراش شاہی عمارتون مین کام کرتے تھے گوالیار مین رحیم داد شاہی حکم نے ایک مدرسہ بھی بنایا تھا۔ اگر امن قایم کرکے بابر کو اجل مہلت دیتی تو جو کچھ اوسنے علمی جلوے بخارا اور سمرقند مین دیکھے تھے اونکی ایک جھلک ہندوستان کو بھی دکھا دیتا۔ اوسنے واقعات بابری مین ہندوستان کا یہ نقص بھی بتایا ہے کہ یہان کوئی مدرسہ نہین ہے۔

ولایتی باغبانونکو اوسنے حکم دیا کہ آگرہ مین سرد ملک کے خربوزے اور انگور بوئین۔ ہندوستان کے دورے مین جہان خوشنما پھول نظر پڑجاتا تھا شاہی باغون مین اوسکو لے آتا۔ گوالیار کے سیدان سے گل سرخ آتشین رنگ کا اور بہار سے نیلوفر لاکر شاہی باغ مین لگوایا۔ خواجہ کلان کو رانا سانگا کا مہم سر کرکے جو خط اوسنے لکھا ہے اوسکے چند فقرونکا ترجمہ ہم لکھتے ہین۔ ان فقرونکے سادے الفاظ مین بابر کی زندہ دلی کی ایک جھلک

پائی جاتی ہے۔" ہندوستان کے معاملات اب سرانجام ہوتے جاتے ہین۔ یہانسے فارغ ہوکر اگر خدا راست لائے تو چلا آتا ہون۔ اوس ملک کی لطافت کوئی کس دل سے بھول جائے۔ بالخصوص اب کہ مین نائب ہوگیا ہون۔ خربوزے اور انگور کے جائز حظ دل سے کیسے جاتے رہین۔ ابھی ایک خربوزہ اودہر سے لوگ لائے تھے مین نے کاٹکر جو کھایا تو عجیب تاثیر کی اور مین بے ساختہ رونے لگا۔"

بابر کو زہر دیا گیا

سنہ ۹۳۳ھ - مین اس نیک نہاد بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی گئی۔ سلطان ابراہیم کے نعمت خانہ کے چند باورچی بادشاہ کے واسطے ہندوستانی کھانے تیار کیا کرتے تھے سلطان ابراہیم کی ماں نے اونکو رشوت دیکر اسبات پر آمادہ کرلیا کہ کھانے مین زہر ملادین بادشاہ نے داروغہ مطبخ کو سخت تاکید کردی تھی کہ ہندوستانی باورچیون پر اعتماد نہ کیا جائے جو وقت دیگ تیار ہوا کرے پہلے کہانا باورچیونکو کھلایا جائے اس ضابطہ کے سبب دیگ مین تو زہر نہ ڈال سکے۔ لیکن کھانا نکالنے کے وقت کمبخت داروغہ غافل ہوگیا اور نمکحرام باورچی نے قاب کی تہ مین زہر رکھکر گوشت کاڑ دیا۔ پہلے تو بادشاہ اور کہانا تناول کرتا رہا جب اوس زہردار گوشت کا لقمہ لیا بے اختیار دل لوٹنے لگا۔ ضبط نہ ہوسکا اور وہانسے اوٹھکر استفراغ کیا۔ چونکہ کبھی شراب پی کر بھی اوسنے قے نہین کی تھی اس لئے شک ہوا اور فوراً حکم دیا کہ باورچی حراست مین لے لئے جائین۔ کتے پر جو آزمائش ہوئی تو صاف کھل گیا۔ کہ کھانے مین زہر تھا۔ باورچی پر جب تشدد ہوا تو اوسنے سب بھرم کھولدیا۔ چاشنی گیر باورچی اور دو عورتین ماخوذ ہوئین۔ دوسرے روز بابر نے

سرِ دربار باضابطہ تحقیقات کی۔ چاشنی گیر کے پرزے بکھرا دئے۔ باورچی کا پوست کھچوایا اور ایک عورت ہاتھی کے پاؤں کے نیچے دلوائی گئی۔ اور دوسری کے گولی مار دی گئی۔ والدہ سلطان ابراہیم کا تمام اثاث البیت لٹوا دیا اور خود بی بی صاحبہ کو زنانہ خانہ کی ہوا کھلائی سلطان ابراہیم کے بیٹے کو صرف یہ سزا ملی کہ کامران کے پاس کابل بھیج دیا گیا۔

انیسویں صدی کے آئین انصاف کی رو سے ان میں بعض سزائیں وحشیانہ معلوم ہوتی ہیں اور حقیقتہً وحشیانہ ہیں مگر بابر کی نسبت رائے قایم کرتے وقت ہمکو یہ فرد گذاشت نکرنا چاہیئے کہ اوسکا زمانہ آج سے ساڑھے تین سو برس پیچھے تھا اوس زمانہ کے دستور کے مقابلے میں یہ سزائیں سراسر انسانیت پر مبنی معلوم ہوتی ہیں۔ اوسنے اگر سزائیں سخت دیں تو خاص مجرموں کو اور وہ بھی کامل تحقیق کر کے۔ دوسرا بادشاہ تو مجرم اور اوں کے اہل عیال سب ہی کو سزا اور شدید سزا کا ذائقہ چکھا کر اپنی قوت انتقام کو تسکین دیتا۔

رانا سانگا کی لڑائی

رفتہ رفتہ ہندی متمرد امراء رام ہوگئے اور کچھ سختی سے کچھ نرمی سے راہ راست پر آگئے ان امراء کیطرف سے ہنوز اطمینان کلی نہ ہوا تھا کہ رانا سانگا کی سرگرمی کی خبریں گوشزد ہونے لگیں۔

رانا سانگا عجیب دل و دماغ کا راجپوت سردار تھا۔ مسلمانوں کی عملداری کے بعد سرزمین ہند نے ایسا شجاع اور بلند حوصلہ مدبر راجپوت پیدا نہیں کیا۔ مسلمانوں کی مذبذب حالت دیکھکر اوسنے یہ عزم کر لیا تھا کہ آریہ ورت کو ملیچھوں سے پھر پاک کر دے۔ مالوہ کی خود مختار اسلامی حکومت کے بڑے حصے پر اوسنے اپنی تلوار کے زور سے قبضہ کر لیا تھا اور اب اجمیر میواڑ

اور مالوہ اوسکی حکومت تھی چتوڑ اوسکی راجدہانی تھی۔ اپنی خداداد قابلیت سے اوس نے جودہ پور۔ جے پور وغیرہ کے ۷۔ اعلےٰ راجاؤن کو (جو کبھی تابع ہوکر لڑنا ننگ خیال کرتے تھے) اپنا مددگار بنالیا اور وہ اوسکے پہرے کے نیچے لڑتے پھرتے تھے جن چھوٹی ہندو طاقتوں کو اوسنے متفق کرلیا تھا اونکی تعداد نوّے تھی۔ کابل بابر کے پاس ایلچی بھیجا تھا کہ آپ سلطان ابراہیم پر دہلی کیطرف بڑھیں میں آگرہ پر بڑھتا ہوں۔ اسطرح سلطان کو زیر کرلیں گے۔ مرتے دم ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ کوئی عضو نہ تھا جسپر بہادری کا تمغہ (زخم) موجود نہ ہو۔ تلوار اور نیزے کے اسی زخم بدن پر تھے۔

شاہ بابر پانی پت کے موکے سے فارغ ہوکر مسلمان امرا کے زیر کرنے میں مشغول رہا۔ اور رانا کیطرف اوسنے بالکل توجہ نہیں کی۔ رانا سانگا نے جب دیکھا کہ اوسکا شکار ہاتھ سے نکلا جاتا ہے خود بابر سے لڑنے کو تیار ہوا۔

بیانہ کے قلعہ (راج پوتانہ) میں شاہی فوج کا ایک دستہ خواجہ مہدی کی کمان میں تھا خواجہ مہدی نے بادشاہ کو اگاہ کیا کہ رانا سانگا بہت سرگرمی دکھا رہا ہے سب کو چھوڑکر اوسکی فکر کیجئے۔ یہ سنکر بابر نے بھی رانا سے لڑنے کا تہیہ کیا اور ہندوستانی امرا کو سمجھا بجھا کر ۹ جمادی الاوّل ۹۳۳ھ ہجری کو آگرہ سے روانہ ہوگیا۔

قاسم میرآخور کو بیلدار و بیگار افسر کرکے آگے سے بھیجا کہ فوجکے پڑاؤ پر کنویں کھدوا رکھے یہ بات ایک دم بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں ہے کہ دریائے سندھ سے اوہر بابر کی سپاہ میں سب ۱۲۰۰۰ آدمی آئے تھے۔ سلطان لودی کی لڑائی اور آگرہ کی گرمی میں انمیں بارہ ہزار میں سے کام بھی آچکے تھے۔ رانا نے آگے بڑھکر ناخت و تاراج شروع کردی

اور شاہی دستہ کو بیانہ کا قلعہ چھوڑ کر واپس آنا پڑا۔ ان لوگوں نے رانا کی فوجی چستی اور بہادری کی بہت تعریف کی انہیں روزوں شاہی فوج کے قراول سے جسمیں دیڑھ ہزار آدمی تھے راجپوتوں سے مقابلہ ہوگیا۔ راجپوت بڑی بہادری سے لڑے اور برباد کر کے شاہی قراول کو بھگا دیا۔ اسی اثناء میں کابل سے ایک قافلہ آیا جسمیں بدبخت محمد شریف بخوبی بھی تھا سپاہیوں نے جو اوس سے زائچہ دیکھنے کی فرمائش کی تو اوسنے یہ کہا کہ مریخ غرب میں ہے اسطرف سے جو لڑے گا اوسے شکست ہوگی۔ ان چند خبریات کے پے در پے ظہور پذیر ہونے سے شاہی فوج کے دل ہراسان ہوگئے اور سپاہی اور افسر سب کے ارادوں میں تزلزل پیدا ہوگیا۔ صرف بابر اور نظام الدین خلیفہ یہ دو شخص تھے جن کا عزم درست اور رائے مستقل تھی۔

بابر نے شراب سے توبہ کی

سپاہ کی بے دلی سے بابر کو بہت اندیشہ ہوا اور رفع الغوا اوسکے دفعیہ کی تجویز کی۔ مے نوشی سے تائب ہوا اور جتنے آلاتِ سرور نقرئی و طلائی تھے سب توڑ کر خیرات کر دیئے گئے۔ اور جو جام و صراحی و سبو میں مایہ عیش و سرور تھے شکستہ ہو کر سرمایہ حسنات بن گئے ؎

النّاس علی دین ملوکھم

بادشاہ کو تائب دیکھکر سیکڑوں نے اس ام الخبائث سے توبہ کر لی۔ بابا دوست پچھلے سی کاروان میں غزنی کی نفیس شراب اونٹوں پر لاد کر لایا تھا۔ بادشاہ دین پناہ نے حکم دیا کہ نمک ڈالکر سرکہ بنا لیا جائے توبہ کر کے اپنے تمام ممالک میں مسلمانوں کے مال تجارت کا محصول

معاف کر دیا۔

بادشاہ کی اسپیچ

سپاہیوں کا جوش اہبار نے کو اونھنے سب کو جمع کیا اور یہ اسپیچ دی" اے امیرو! اور اے جوانو! ؎

ہر کہ آمد بجہان اہل فنا خواہد بود
آنکہ پایندہ و باقیست خدا خواہد بود

جو آدمی مجلس حیات میں آکر بیٹھا ہے ایک روز اوسکو پیمانہ اجل پینا ہوگا اور جو اس منزل زندگی میں آیا ہے ایک نہ ایک دن اوسکو کوچ کرنا پڑے گا۔ پس بدنام جینے سے مرجانا بہتر ہے ؎

بنام نکو گر بمیرم رواست
مرا نام باید کہ تن مرگ راست

خداوند تعالے نے یہ لازوال سعادت ہم کو نصیب کی ہے۔ اگر ہم مرجائیں "شہید" ہیں اور اگر فتح پائیں "غازی" ہیں آؤ سب ملکر قسم کھائیں اور بھاگنے کے خیال کو دل سے نکالکر پھینکدیں۔ جب تک جسم میں جان ہے ہاتھ لڑائی سے نہ رکے۔

اس پر اثر تقریر نے سپاہیوں پر بہت اثر کیا اور سب قسم کھاکر جانبازی پر مستعد ہوگئے۔ پانی کے آرام کی جگہ سے فتح پر یکی کا میدان بڑاو کے واسطے پسند کیا گیا۔ بابر تو یہاں رانا کے مقابلے میں خیمہ زن تھا وہاں ہندوستانی امراء نے میدان خالی پاکر خوب ہاتھ پاؤں نکالے۔ کوآل (علیگڑھ) سنبھل۔ گوالیار۔ سب جگہ ایک فتنہ برپا ہوگیا اور

شاہی لشکر میں روزانہ کوئی نہ کوئی متوحش خبر ضرور آتی تھی۔
بادشاہ جو سپاہ میدان جنگ میں لایا تھا وہ کل بیس ہزار تھی۔ ان بیس ہزار سپاہیوں میں اوسکے کارآزمودہ مغل اور ہندوستان کی نئی بھرتی کی سپاہی دونو شامل تھے۔ ہندوستانی امیروں کی شورش کا حال سنکر نوخیل اکثر کہنے لگے۔

جس حریف کے مقابلے کو یہ قلیل لشکر آیا تھا اوسکی فوج پر ایک رجحانی نظر مناسب مقام ہوگی۔ رانا کا جرار لشکر ذاتی اور امدادی فوجوں پر شامل تھا۔ خود رانا کی معرکہ دیدہ فوج اسی ہزار تھی امدادی فوج ذیل کے مطابق تھی۔

صلاح الدین والی سارنگ پور مالوہ کی فوج	۳۰۰۰۰-
حسن خان حاکم میوات ..... الفاً	۱۲۰۰۰-
محمود خان ولد سلطان سکندر لودی .. الفاً	۱۰۰۰۰-
راول اودے سنگھ راجہ ڈونگر پور ..... //	۱۲۰۰۰-
پہاڑ مل راجہ جے پور ..... //	۴۰۰۰-
سیدنی رائے والی چندیری ..... //	۱۲۰۰۰-
نرپت ہاڑا راجہ بوندی ..... //	۷۰۰۰-
اور راجے اور مہاراجے ..... //	۳۳۰۰۰
فوج رانا	۸۰۰۰۰
	۲۰۰۰۰۰

بابر نے اپنے تخمینہ اور ان راجوں اور سرداروں کی ملکی آمدنی کے حساب سے رانا کی مجموعی فوجکا

اندازہ دو لاکھ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ تخمینہ غلط ہو لیکن اگر نصف بھی صحیح ہے تو شاہی منجنیقوں کو اپنے پیچھے آدمیوں کے نیز آزما ہونا تھا۔ رانا سانگا اگرچہ کابل اور عیاش شاہان ہند کو نیچا دکھا چکا تھا اور اسواسطے عجب نہیں کہ اوسنے اپنے آپ کو کل ہندوستان کا مہاراجہ خیال کر لیا ہو لیکن اب جو سپہ سالار اوس سے جنگ آزما تھا اوسکی حالت ہند کے بادشاہوں سے کلیتہً متفاوت تھی۔ اوسنے فنون حرب تاتاریون اور اوزبکوں کے اکھاڑے مین سیکھے تھے۔ لڑکپن اور جوانی میدان جنگ مین بسر کردی تھی اور اوسکی خاندانگاف شمشیر کے جوہر ترکستان سے ہندوستان تک عیان ہو چکے تھے۔ ہندوستانی شاہونمین اوسکو قیاس کرنا بیجا تھا۔

بادشاہ بابر کی یہ اخیر لڑائی ہے اسلئے اسلحہ اور ترتیب افواج کو کسقدر بسط سے ہم بیان کرتے ہین تاکہ ناظرین باتمکین پرانے زمانے کے فنون جنگ کی کیفیت منکشف ہو جائے۔ بابر کی فوج تلوار۔ تیر کمان۔ نیزہ اور کارد سے مسلح تھی۔ ترکونکی تقلید پر بندوق اور توپ کا استعمال بھی شروع ہو گیا تھا۔ بندوقچیون کا ایک خاص گروہ تھا جو اوالونکی آڑ سے غنیم پر فیر مارتا تھا۔ توپ اگرچہ آجکل کی توپون کے دیکھتے۔ قابل مضحکہ ہی مگر تاہم کچھ نہ تھی۔ بہر کا گولا اوسمین پڑتا تھا اور ایک میدان جنگ مین ایک توپ سے بیس پچیس گولے چل جاتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے پیمائش کا حکم دیا تو ۱۶۰۰ قدم توپ کا گولا گیا تھا۔ ایک معرکہ گنگا مین دو کشتیان بھی توپ سے ڈبا دی گئین تھین۔ اوستاد علی قلی اور مصطفےٰ رومی دو ترکی بہادر توپ خانہ پر افسر تھے۔ اوستاد علی قلی توپ ڈھال بھی لیتا تھا۔

۱۳ جمادی الآخر ۹۳۲ھ کو علی الصباح معلوم ہوا کہ رانا حملہ کیا چاہتا ہے بابر بھی اپنی فوج کو آگے بڑھا لیا اور موضع خانوہ (راج بہرت پور) کے میدان مین دونون کا مقابلہ ہوا

نظام الدین خلیفہ نے شاہی فوجکو توزہ* چنگیز خان کی رو سے مرتب کیا تھا۔ غول یعنی قلب مین خود بادشاہ تھا اور سکے دست راست پر ایک دوسرا حصہ فوجکا تھا اس حصہ پر چین تیمور سلطان سلیمان شاہ (جو بدخشان کا بادشاہ ہوا) وغیرہ ۱۸ امیر مامور تھے اور دست چپ پر دوسرا حصہ تھا اسپر علاؤالدین بن سلطان اودی اور شیخ زین خوافی (دبیر بادشاہ) وغیرہ سردار متعین تھے۔ یہ دونون حصے غول کے بازو تھے۔ غول کے دست راست پر برانغار فوج کا بازو ہے راست تھا۔ اسکی کمان شاہزادہ محمد ہمایون قاسم حسین وغیرہ ذالک ۷ امیر ولی کے سپرد تھی۔ اور غول کے دست چپ پر جو انغار فوجکا بازو ہے چپ تھا۔ اس بازو پر مہدی خواجہ محمد سلطان میرزا وغیرہ ۱۲ افسر تھے۔ سلطان محمد بخشی کچہ سپاہ لیکر بادشاہ کے قریب رہتا تھا۔ یہ احکام شاہی سناتا تھا اور اپنے ہاتھونکے ذریعے فوجکے افسرونکو آگاہ کرتا تھا۔ جوانغار کی سمت مین تولغمہ فوجکا ایک اور جزو تھا جسپر ملک قاسم اور رستم ترکمان وغیرہ چار افسر حاکم تھے۔ یہ حصہ اس احتیاط سے تھا کہ جس حصے پر دشمن کا زور زیادہ ہو اوسکی مدد کرے۔ تمام فوج پانچ کا آزمودہ افسرونکے چارج مین تھی۔ جب سب سپاہ مرتب ہوچکی تو فرمان شاہی صادر ہوا کہ کوئی افسر بے اجازت اپنی جگہ سے جنبش کرے اور نہ بے حکم لڑے۔ ۱۰ بجے دنکوا لڑائی شروع ہوئی۔ ابتداءً ہندونکا زور برانغار پر تھا بادشاہ نے چین تیمور سلطان کو حکم دیا کہ اوسکی مدد کرے۔ چین تیمور حملہ کرکے ہندونکو اونکے قلب تک ہٹا لے گیا۔ مصطفےٰ رومی نے برانغار سے یلغار کی شروع کی۔ عین معرکے مین شاہی حکم برانغار کے ۳ افسرونکو پہونچا کہ مصطفےٰ رومی کا ہاتھہ بٹائین۔ ہندو بتدریج

* توزہ یعنی ضابطہ۔

بڑھتے جاتے تھے۔ چار برانغار کے اور تین جوانغار کے افسر یکے بعد دیگرے اور کمک کو بھیجے گئے۔ تو لغمہ نے حسب فرمان ہندو فوج کی پشت پر حملہ کیا۔ سیلاب جنگ پورے جوش پر تھا اور لڑائی بہت طول پکڑ گئی تھی کہ غول کے ایک حصے کو حکم ہوا کہ ارابون سے نکلکر اور بندوقچیون کا سامنا بچاکر دائیں بائیں سے حملہ کرین۔ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے ارابے علیحدہ کرکے خود حملہ کیا۔ بادشاہ کو حملہ کرتے ہوئے دیکھکر اسلامی لشکر مین ایک تازہ ولولہ پیدا ہوا اور انتہائی جوش سے دشمن پر وار کرنے لگے۔ عصر کے بعد تک لڑائی پورے جوش پر تھی اور کسی فریق کے پیر و پیر غلبہ کی بشارت نہین پائی جاتی تھی۔ آخر آٹھ گھنٹہ کی خونریزی کے بعد غرب کے قریب رانا کا خورشید اقبال زوال پذیر ہونے لگا۔ اپنی مغلوبیت دیکھکر بہادر راجپوتون نے پھر جی توڑکر قسمت آزمائی کی اور یہ ہنگامہ واقعی بہت خطرناک تھوڑی دیر مین دلاور ان مغل نے یہ مسرت خیز تماشا دیکھا کہ میدان سے راجپوتون کے قدم اوٹھ گئے۔ رانا غرد لعید دشواری جان بچاکر میدان سے نکل گیا اور اوسی سال فوج بخ وغضب سے علم کی راہ لی۔ حسن خان میواتی اور سنگ نانک چند چوہان اور اودے نامی دلاور میدان جنگ مین ہاتھ پاؤن پٹکر سرد ہوگئے۔

شیخ زین خوافی نے فتح بادشاہ اسلام تاریخ کہی ہے اور حسن اتفاق کہ کابل سے میر گیسو نے جو رباعی بھیجی اوسکا مادہ تاریخ بھی یہی تھا۔ ۹۳۳ھ شاہ سخن سنج نے دونون تاریخ گویون کی تسلی کردی کہ صرف مادہ تاریخ لے لیا۔

یہ فتح تاریخ ہندوستان مین بہت نمایان اور شاندار ہے۔ اسکی کامیابی پر خیال کرنا چاہیے کہ سلطنت مغلیہ کی بنیاد ہندوستان مین بھی۔ بابر کی فوج بہت کم تھی اور رانا کا لشکر کثیر اور

اور آزمودہ کار تھا۔ فوجی انتظام۔ اور ضبط امرائے کاردان کی کثرت اور خود اپنی ۴۳ برس کی مہارت جنگ سے بابر غالب آیا۔ اگر یہ اسباب نہ ہوتے تو رانا کی کامیابی میں بہت کم شبہ تھا اس میدان کو جیت کر بادشاہ نے غازی کا لقب اختیار کیا۔ محمد شریف جی مبارک باد کو حاضر ہوا اول تو بابر نے بہت ملامت کی لیکن پھر ایک لاکھ روپے انعام دیکر اپنی عملداری سے باہر نکالدیا۔

رانا سانگا سے میدان فتح کر کے بابر نے اوسکے مددگار سیدنی رائے پر حملہ کیا۔ اور چندیری چند روز کے محاصرے میں لے لی۔ چندیری پر کامیاب ہو کر بیانہ پر یورش کی اور اوسکو بھی ممالک محروسہ میں شامل کرلیا۔ امن قایم کر کے ملک کا دورہ کیا۔ اور گوالیار کول۔ دھولپورہ۔ اٹاوہ وغیرہ کا ملاحظہ کیا۔ آگرہ سے کابل تک پیمایش کا حکم دیا۔ اور محکمہ پیمایش کو یہ ہدایت کی کہ ہر نو کوس پر ایک منارہ ۱۲ گز اونچا بنایا جائے اور ہر منارہ پر ایک چاردرہ ہو۔ ہر دس کوس پر ۲ گھوڑے ڈاک چوکی کے مقرر کئے جائیں۔ اگر خاصہ شاہی میں ہوں تو سائیس کی تنخواہ اور گھوڑے کا دانہ چارہ خزانہ سے ملے ورنہ جس امیر کی جاگیر میں ہوں اوسکے ذمہ رہے۔

اسی سال شاہ غازی نے آگرہ میں باغ کا دربار کیا۔ تمام شاہی امراء اور سلطنت صفویہ اوزبک اور ہندو راجونکے سفیر باریاب ہوئے۔ سب نے نذریں پیش کیں نذر دینے کے بعد خاصہ لایا گیا خاصے سے فارغ ہو کر بادشاہ نے مست ہاتھی اور اونٹوں کی لڑائی مشاہدہ کی۔ پہلوانوں کی کشتی ہوئی جسنے اپنے حریف کو پچھاڑا اوسکو انعام ملا۔ ہندوستانی مایہ گیروں نے بھی خوب خوب تماشے کرکے دکھائے۔ تمام ممتاز لوگونکو خلعت عطا ہوئے۔

بنگالہ کا فساد

بنگالہ میں سلطنت لودی کے بقیہ اجزا نے وہانکے حاکم سے ملکر ایک فساد برپا کیا اور چنار (ضلع میرزاپور) کے قلعہ پر دھاوے کی دھمکی دے رہے تھے۔ بادشاہ خود اونکے استیصال کے واسطے نکل کر گیا۔ اور اونکو شکست پر شکست دیتا ہوا حاجی پور (بہار) تک چلا گیا۔ حاجی پور میں دشمن کے استیصال کی فکر میں تھا کہ بنگالہ کی مہم برسات شروع ہو گئی۔ افغانی سردار بہت تنگ آ گئے تھے۔ بارش کو اونہوں نے رحمت سمجھا اور صلح کی تجویز کی بادشاہ کو برسات نے صلح پر مجبور کیا اور صلح کر کے آگرہ واپس آیا۔ اثنا راہ میں شکر کنارے گنگا کے کوچ کرتا تھا اور بادشاہ خود سیر دریا کا لطف اوٹھاتا کشتی میں آتا تھا ایک روز دور سے کچھ درخت نظر آئے بادشاہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مینری ہے۔ بادشاہ کو شیخ یحییٰ مینری کے مزار کی زیارت کا شوق ہوا گھوڑے پر سوار ہو کر نکل گیا اور فاتحہ پڑھکر ادھر ادھر سیر کرتا ہوا اردوے شاہی سے آملا۔ حساب کیا گیا تو تیس کوس گھوڑے پر اور سروز سوار ہوا تھا۔ اور اس تیزی سے آیا گیا کہ اکثر فربہ اندام گھوڑے تھک کر رہ گئے۔ بابر برسات کے اندیشے سے افغانی اجزا کو منتشر کر کے چلا آیا تھا اونکی قوت بالکلیہ زائل نہیں ہوئی تھی۔ یہی افغان ہیں جو ہمایوں بادشاہ پر مصیبت کے بادل بنکر برسے۔

۹ شوال ۹۳۵ھ کو بادشاہ آگرہ میں واپس آیا۔ اکبرآباد میں زندہ دل بادشاہ کو دوبارہ سے بہت مسرت حاصل ہوئی۔ اور یہ ایسی سرزمین نہیں خشکودہ ہندوستان میں نرس گیا تھا۔ اول بلخی پالیز کار اور دارو غہ باغ ہشت بہشت نے خربوزے اور انگور کے چند خوشے لا کر

پیش کئے۔

خربوزہ کی فصل اگرچہ گذر چکی تھی مگر سلیقہ شعار بابر کار نے کچھ پہل اپنے آقا کے واسطے لگا رکھے تھے اپنے دور رود راز وطن کی ان دو یادگار کو دیکھکر بابر بہت خوش ہوا واقعات بابری میں بادشاہ نے لکھا ہے کہ "از جہت خربوزہ و انگور شدن در ہندوستان فی الجملہ خورسندی شد" دوسری مسرت یہ تھی کہ بادشاہ کی عزیز بیوی ماہم بیگم شوہر سے ملنے کو کابل سے آئی تھی۔ مدت سے پنجاب وغیرہ کے صوبہ داروں کو پیشوائی اور دیگر خدمات کے متعلق فرمان نافذ ہو چکے تھے۔ بادشاہ کے آگرے پہونچنے کے دوسرے روز وہ بھی مع الخیر وہاں آپہونچی۔ یہ بیگم بادشاہ کو نہایت عزیز تھی۔ بابر کے دل کو بعض بدمزاج بیویوں کے اخلاق سے صدمہ پہونچا تھا۔ ماہم بیگم نے اپنے سلیقہ اور تمیز سے وہ سب صدمے بھلا دئے تھے۔ ہمایوں اور سندول اسی بیگم کے بطن سے تھے۔ کابل سے جب روانہ ہونے لگے تو اپنے ہاتھ سے شاہانہ طرز پر ایک فرمان حاکم پنجاب کو لکھا کہ فلاں تاریخ سرحد پر ہمارے خیر مقدم کے واسطے حاضر رہنا۔ دلی میں پرانے قلعہ کے پاس ایک مدرسہ اور مسجد ہے جو ماہم کا مدرسہ مشہور ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہ مدرسہ اور مسجد ماہم بیگم بابر بادشاہ کی بیوی کی تعمیر کردہ ہے۔ شاہ جلال الدین اکبر کی آیا کا نام بھی ماہم بیگم تھا یہ مدرسہ اور مسجد بھی اکبر کی اس ماہم کی بنائی ہوئی ہے نہ ماہم بیگم بابر بادشاہ کی بیوی کی۔ اس سے یہ تاریخ گنبد ہے ؎

ہمایون جلال الدین محمد — کہ باشد اکبر شاہ اعظم اول

چو ماہم بیگم عصمت پناہی — بنا کردند این بیت المحصل

دلی شد رسای این بقعہ خیر شہاب الدین احمد خان نازل

زہے خیریت این بقعہ خیر کہ شد تاریخ او خیر منازل

اس قطعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مدرسہ اکبر بادشاہ کے ۹۶۹ عہد میں بنایا گیا۔ جہاں تک میری نظر تاریخ پر پڑی ہے معلوم نہیں ہوتا کہ ماہم بیگم اکبر کی دادی اوسکے عہد میں زندہ تھی البتہ مرتم مکانی اوسکی جان اوسکے عہد میں حیات تھی۔ قلعہ کا تیسرا مصرعہ صاف کہہ رہا ہے کہ شہنشاہ عصر کی دادی کے متعلق یہ بیان نہیں ہے کیونکہ صرف "عصمت پناہی" یہ دو لفظ اتنی والا مرتبہ بیگم کی شان کے مناسب نہیں بلکہ ایک مغز شریف زادی کے شایان ہیں۔

شہاب الدین احمد خان بنیاپوری جنکا اس تاریخ میں حوالہ ہے اکبر شاہ کی اتالیق ماہم بیگم کا عزیز تھا اوسکے اہتمام سے بنیاپوری ہمارے مدعا پر قرینہ ہے[1]

بابر کی وفات

بیگمات کے آنے پر ڈیڑھ سو کہار و نکو مزدوری دیکر کابل بھیجا کہ وہاں سے میوہ لائیں۔ رجب ۹۳۷ھ کو بادشاہ پر بیہوشی طاری ہوئی۔ مرض روز بروز اشتداد پکڑتا گیا۔ ہمکو نہیں معلوم ہوا کہ کیا مرض بہانہ موت ہوا۔ بہرحال معالجہ سے کچھ نفع نہیں ہوا۔ مرض کی سختی آنے والی اجل کی پیشین گوئی کرنے لگی۔ بادشاہ نے ہمایون کو کانسو (ملک پنجاب) کے محاصرہ سے بلاکر ولیعہد کیا۔ پیر کے دن جمادی الاول کی پانچوین کو

---

[1] دیکھو تاریخ فرشتہ احوال شاہ اکبر اور آثار الصنادید حال ماہم بیگم۔

ہادم اللذات کی ساعت آپہونچی۔ اور شاہ ظہیر الدین محمد بابر غازی جو فرغانہ مین پیدا ہوا اور مدتون بدخشان کے کوہستان مین سرگردان رہا تھا اگرے مین اس حیثیت سے عالم بالا کو گیا کہ دریائے اکسس سے لیکر دریائے گنگا کے قریب تک ملک اوسکے زیر نگین تھا۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مرتے دم اوس نے وصیت کی کہ اوس کی لاش کابل بھیجی جائے اور اگر اودھر کا اندیشہ نہ ہوتا تو وہ بالضرور اپنے باپ کے پہلو مین دفن ہونے کی وصیت کرتا ایسے اولوالعزم بادشاہ کی لاش کو بھی بالضرور ۵۰۰ میل طے کرکے آرام لینا تھا اور بابر سے زندہ دل کی قبر کے واسطے بھی سبزہ زار کابل سزاوار تھا۔ وفات کے بعد فردوس مکانی اوسکا لقب ہوا اور بہشت روزی باد تاریخ وفات ہے۔ چند روز اوسکی لاش آگرہ مین نورافشان باغ مین (جو اب آرام باغ مشہور ہے) امانت رہی وہان سے لیجاکر کابل کے قدم گاہ رسول مین خاک مین ملا آئے اوسکے پروتے شاہجہان بادشاہ نے اپنے تاسور مورث کے احترام کے واسطے قبر پر نفیس سنگ مرمر کا مقبرہ بنوادیا۔

یہ ہین تاسور بابر کی موت و زندگی کے مختصر احوال فقط۔

تمت بالخیر

راقم
محمد حبیب الرحمن شروانی

اورنگ زیب کی پالیسی

زمانہ موجودہ کے انگلش دوخ ہم زبان ہین کہ عالمگیر کی گورنمنٹ مغلیہ خاندان کے لئے باعث زوال ہوئی مگر ہمارے واسطے اسکی ضرورت نہین ہی کہ ہم عالمگیر کے دلیل برخواب بالسکی فرضی دہشہ (جو مشہور اورنام آور اتھرز کا عطیہ ہی) اورنہین نظرون سے دیکھین کہ جس سے اب تک وہ دیکھا گیا۔

ہمکو یہ دیکھنا ہی کہ عالمگیر نے اپنے اجداد کے مخالف طرز حکومت کیون اپنی سختی کے ساتھ بدلا کہ جسکا نتیجہ اگرچہ اوسنے اپنی لائف مین کچھ ہی نہین دیکھا مگر بعد کو اوسکے جانب ایسے نام سے منسوب کیا گیا کہ جو فی نفسہ بدنما ہی۔

عالمگیر کی گورنمنٹ پر سرسری نظر اوسے ایک دیکھنے والی کی آنکھون مین کبھی جابر۔ ظالم متعصب۔ خود غرضی وغیرہ وغیرہ کے خطابات سے جو حال کے مورخون نے اپنے قلم وزبان سے اوسے دیئے ہین بری نہین کرسکتے۔ مگر انصاف پسند رائے اور تعبیر کرنے والی عقل شاید کبھی ان الزامات کو اپنی جگہ پر محکم نہ دیکھے گی۔

ہمارا یہ سوال کہ عالمگیر نے جب دنیا کی ایجنسون اور حکومت کو اپنے سے بڑے اور قوی حاکم کے دست قدرت مین دیکر خیالات کی آزادی کے ساتھ جان دی تو کیون اوسکے ساتھ ہی حسرت نصیب فہمندیان۔ مدبرانہ طرز حکومت۔ خوفناک شاہی رعب ہی مغلیہ شاہون سے رخصت ہوگیا؟ بجز اسکے کوئی جواب نہین۔ کہنا کہ عالمگیر کے متعلق جسقدر الزامات ہین وسب صحیح اور ماننے کے لائق ہین لیکن نہین ہمارا غور ہم کو دکھلا رہا ہے کہ عالمگیر

قدرت نے ایک ایسی خاص صفت رکھی تھی کہ جسکا ہونا ایک ایسے بادشاہ میں کہ جسکو عالمگیر کی جگہ پر تخت سلطنت پر بیٹھنا ضروری تھا۔

عالمگیر نے جس وقت عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مغلیہ خاندان شاہی اکبر کے نرالے اصول سے منہدم بنا دیا گیا تھا اور جسکے ممبر بجائے اون سنگی تصاویر کے تھے جو مختلف دیبیوں کے نام سے مشہور ہیں یہ مندر نہ صرف ہنود کی پرستش کا مرکز ہو رہا تھا بلکہ ہر قوم اور ہر فرقہ کے عوام اوسکو مذہبی اعتقادات سے اوسی درجہ پر سمجھے ہوئے تھے کہ جسکے بعد خدا کی ذات ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ ایسا زمانہ ایک نئے حاکم کے لئے کہ جسکے دلمیں مذہبی جوش موجزن ہے کسقدر خوفناک ہوسکتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے اصول کو اپنی گورنمنٹ میں بھی برتے مگر افسوس ہے کہ عوام کے خیالات اوسکو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ایسے بادشاہ کی رائل لائف میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں اور آخرکار اوسنے کونسا اصول اپنی حکومت کے ایک فارم پر لانے کے لئے قایم کیا۔ جہان تک دیکھا جاتا ہے اوسوقت کی پولٹیکل سنجیدگیاں عالمگیر کے لئے اس امر کی مقتضی تھی کہ باتو وہ اپنی ملکی لائف میں پبلک کا فوٹو اوتارنا یا الحیانی حالت سے حسرت اور نا امیدی کے ساتھ دست کش ہوکر سلطنت چھوڑ دیتا۔ مگر نہیں عالمگیر کا سا مذہبی خیالات کا سخت آدمی برخلاف ان تمام ملکی خرابیوں کے جرات محکم بھی تھا جسکے مرنے پر وہ مشہور تھا کہ ان تمام سنجیدگیوں کا سلجھاو صرف اوسکے زور آور بازو اور خون آلود تلوار سے متعلق کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے اعلے ملیٹری خیالات میں اوس زمانے کے دیکھتے کوئی نظیر نہیں رکھتا تھا اور نہ شاید مذہبی آزادی کہ جسکا حق عوام کی طبائع میں اکبر نے

یو دیا تھا اوسے وہی دن دکھلائے جو انگلینڈ کے بادشاہ چارلس دویم کو اپنی رعایا کے ہاتھون دیکھنا نصیب ہوا۔

ان دو بادشاہو نکے پیش یا افتادہ مشکلات مین صرف اسیقدر فرق تھا کہ انگلستان کے پبلک ایک ایسے مذہبی اصول کو اپنے پرانے قواعد سے بدلنا چاہتی تھی کہ جسکو کسی مذہب کی جہان مین کرنے والی طبیعت پسند کرسکتی ہے اور ہندوستان کے عوام ایک ایسے خیال کی پابندی کرنا چاہتے تھے کہ جو قریب قریب تمام دنیا (اسلام) مذہب کے خلاف تھا۔ اگر انصاف کیا جائے تو ہندوستان اور انگلستان دونونکے عوام برسرحق تھے پہلے کے اسوجہ سے کہ انکے خیالات واقعی خراب نہ تھے بلکہ خراب کئے گئے دوسرے کے اسوجہ سے کہ مذہبی طبائع پسند خیالات لایق پرہیزون (وعظ) کے ذریعے سے پیدا کئے گئے۔ ایسی حالت مین عوام کا جوش چندان قابل اعتراض نہین اور ساتھ ہی اوسکے ایک معمولی جرءت اور ہمت کے بادشاہ کے لئے بہت مشکل ہے کہ وہ ایسے جوش کو فرو کرسکے ہمارے سامنے انگلینڈ کی تاریخ موجود ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ چارلس دویم کو کیا کیا پریشانیان اور کیسی کیسی دقتین اوٹھانا پڑین جسکے بعد اوسے تخت سلطنت پر بیٹھنا نصیب ہوا لیکن تخت نشینی کے بعد بھی اوسکو اسقدر قدرت حاصل نہ تھی کہ اپنے پرانے مذہبی خیالات (جن کا دامن وہ مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا) ظاہر کرسکتا ہے چارلس دویم کا سا عقائد کا سچا آدمی اگر عالمگیر کے مثل بہادر اور شجاع بھی ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اوسکے خیالات پبلک کے خیالات پر غالب نہ آئے کیونکہ عالمگیر کو جیسی کچھ دقتین اوٹھانا پڑین وہ اوسکے ایسے دین کی اصلاح کے لئے تھین کہ جسمین اکبر کی پالیسی نے ہزارون

رخنہ ڈالدے تھے۔

عالمگیر نے مندر مسمار کرائے۔ بت خانہ ڈہا دئے۔ مقدس مورتوں کی صورتیں بگاڑ دین اور بجائے اونکے مسجدین تعمیر کرائین۔ اذانین دلوائین۔ تکبیرین کہلوائین۔ پھر بھی اونکے ان سب اشتعال دینے والی حرکتونپر اوسکی پالش کی ہوئی تلوار کی چمک کچھ ایسی پڑتی تھی کہ لوگونکی نظرین خیرہ تھین اور نہین سمجھتے تھے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ اوسکی اچھی اور بری بات کچھ ایسے دلفریب رنگ مین ڈوبی نکلتی تھی کہ ہر دیکھنے والے کی زبان سے تعریف اور تحسین کے کلمات خود آپ ہی نکلتے تھے۔ اگر بے چارہ چارلس ایک قسم کی حرکتون مین سے کسیکا بھی ترکیب ہوتا تو خدا جانے پروٹسٹنٹ فرقے کے حضرات اوسکے ساتھہ کیا کچھہ سلوک نہ کرتے۔ اور اسکے لئے یہی کافی تھا کہ اپنے موقعہ کے مطابق دشمنونکو زکین دیکر اپنا سینہ چین دل خرسند کرے اور پھر پارلیمنٹری خیالات کی پیروی مین اپنی حرکات کے جھوٹے سچے معانی لگائے۔ یا یہ کہ اپنے رومن کیتھولک خیالات کی تکمیل مرتے وقت کسی کلیسا سے خفیہ طور پر کرالے۔

مگر عالمگیر ایسا نہ تھا اوسنے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی دکھلا دیا کہ ایک اقبالمند اور جری بادشاہ اپنے خیالات کے مقابلے مین پبلک شورش کی کیا وقعت رکھتا ہے۔ اوس نے اون خیالات کی کہ جنکی بنا اکبر کے خوب مذہبی اعتقاد نے ڈالی تھی نہ صرف توہین ہی کی بلکہ قطعاً دنیا سے معدوم کر دی۔

عالمگیر نے کسی پر ظلم نہین کیا کسیکو عتاب آمیز نگاہ سے نہین دیکھا۔ کسی پر سختی روا نہین رکھی مگر اوسی پر جو مذہب اسلام کو بجائے خود سچے اصول پر قایم نہین سمجھتا تھا۔ اوسکا سوا جی

اور اسکی بیٹی کے ساتھ سلوک (جو بظاہر تعصب آمیز خیالات کا نمونہ معلوم ہوتا ہے) بہت ہی نامناسب تھا۔ عالمگیر نے تنبیہ کر دیا کہ ایک مذہب کے رہنے کی شان مین گستاخانہ کلمہ کسقدر سزا کا مستحق کر سکتا ہے۔ مذہبی خیالات کے برتنے مین عالمگیر کی اسقدر سختی اون مظالم سے نہین بڑہی ہوئی ہی کہ جنسے ملکہ میری کو انگلینڈ کی زبان سے بلڈی (خونی) میری کہلوایا اور جنسے شیعون کو اپنے دربار مین کم وقعت کر دیا۔ مگر یہ نہین کیا کہ اونکے ساتھ وہی سلوک کرتا کہ جو انگلستان کے رومن کیتھولک فرقے کے شاہنشاہون نے پروٹسٹنٹ فرقہ والونکے ساتھ اپنے عہد حکومت یا پارلیمنٹ کے ممبرون نے رومن کیتھولک مذہب کے ساتھ اپنے زمانے مین کیا ہو۔ اورنگ زیب عادل تھا۔ اور اوسکے حرکات دشیانہ تھے مگر اسپر بھی اوسنے اون سنجیتون کا عشر عشیر بھی اپنی رعایا پر روا نہین رکھا جو انگلینڈ کے مہذب اور تعلیم یافتہ بادشاہون نے جنکی حکومتین لوئس بچ کے نام سے تاریخ کے صفحون پر یاد کئے گئے ہین اپنے عہد مین کیا ہو۔

ان تمام مظالم کے دیکھتے ایک منصف شخص کبھی یہ نہین کہہ سکتا کہ عالمگیر کی گورنمنٹ ایک ایسی پالیسی سے وابستہ تھی کہ جسکا وجود تاریخی صفحات پر مسلمانون کے لئے شرمناک ہو۔ مین اسکو جانتا ہون کہ عالمگیر نے جزیہ کا رواج جسکی عادت ہندون نے اکبر کے زمانے سے چھوڑ دی ہے دوبارہ اپنے مقبوضہ ملک مین دیا۔ کیا یہی ایک شکایت تہا کہ جسنے ہندو کے دل مین عالمگیر کی جانب سے کینہ بھر دیا ہو؟

اگر انگلش مورخ ایسے شکایت کو قابل اعتراض سمجھتے ہین سمجھا کرین اونکی تاریخین ایسی ایسی لغو بیہودہ مثالون سے بھری ہوئی ہین کہ جنکا شمار ہر انصاف پسند عقل ضرور اون پر جسون پر

کرے گی کہ جو انسان کو اوسکی قدرت کے عطیہ صفات سے خارج کرسکتی ہے
تاریخ انگلینڈ کا پڑھنے والا جان سکتا ہے کہ بیچارے جیوز (یہودی) انہیں ہنری
کے ہاتھوں کن کن مصائب میں نہیں گرفتار ہوئے اور کیا کیا تکلیفیں اونہیں نہیں دیگئیں
جسکی وجہ یہی بیان کی جاتی ہے کہ اونہوں نے حضرت مسیح کو سولی دی تھی۔ ہم نے مانا کہ یہودیوں
نے ایسا ہی کیا مگر یہ عداوت اونہیں یہودیوں تک ختم ہوجانا چاہئے تھا کہ جو اس فعل کے
مرتکب ہوئے۔ نہ نسلاً بعد نسلاً اسی دشمنی کا سلسلہ جاری رہتا۔ کیا اسکا نام تعصب مذہبی
نہیں ہے اور کیا یہ تعصب جزیہ سے بڑھا ہوا نہیں ہے؟
اورنگ زیب نے تو جزیہ ہی تک اپنے خیالات محدود رکھے اوسنے یہ نہیں کیا
کہ زبردستی مسلمان کرتا یا اپنے حکم نہ تعمیل ہونیکے حالت میں شہر بدر کردیتا۔ بیچارے
یہودیوں نے تو یہ سب باتیں برداشت کیں۔ اونپر ٹیکس جاری نہ ہوا اونکا روپیہ
نہیں دبا گیا۔ وہ شہر بدر کئے گئے۔ وہ لوٹے گئے اور ایسی طرح کا اور بھی زیادہ بیان
کا شانہ بنائے گئے۔ وہ تو کہئے کہ خدا نے اونکی سن لی اور کرامول کا زمانہ آگیا جسکے
عہد میں پھر از سر نو آباد ہونے کی اجازت ملی ورنہ شاید جیوز کو دوبارہ لندن میں کوئی دیکھتا
بھی نہیں۔

یہ ایک معمولی آدمی تھا مگر پارلیمنٹری فوج کی جانب سے چارلس اول کے زمانہ میں رائیلسٹ فوج کو کئی شکستیں دیکر
بہت نام آور ہوا۔ اور آخر کار فوج کی سرپرستی سے تمام انگلینڈ کا مالک بن بیٹھا اسکا زمانہ "کامن ویلتھ"
کے نام سے مشہور ہے (دیکھو تاریخ انگلینڈ۔ کامن ویلتھ۔)

جلد سوم حصہ نمبر

دلی شد سای این بقعۂ خیر شہاب الدین احمد خان بافضل

زہی خیریت این بقعۂ خیر کہ شد تاریخ او خیر منازل

اس قطعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مدرسہ اکبر بادشاہ کے عہد[9] میں بنایا گیا۔ جہاں تک میری نظر تاریخ پر پڑی ہے معلوم نہیں ہوتا کہ ماہم بیگم اکبر کی دادی اور اسکے عہد میں زندہ تھی البتہ مریم مکانی اور اسکی ماں اور اسکے عہد میں حیات تھی۔ قلعہ کا تیسرا مصرعہ صاف کہہ رہا ہے کہ شہنشاہ عصر کی دادی کے متعلق یہ بیان نہیں ہے کیونکہ صرف "عصمت پناہی" یہ دو لفظ اتنی والا مرتبہ بیگم کی شان کے مناسب نہیں بلکہ ایک مغز شریف زادی کے شایان ہیں۔

شہاب الدین احمد خان[6] بنیاپوری جسکا اس تاریخ میں حوالہ ہے اکبر شاہ کی انا ماہم بیگم کا عزیز تھا اور اسکے اہتمام سے بنیا ہی ہمارے مدعا پر قرینہ ہے۔

بابر کی وفات

بیگمات کے آنے پر ڈیڑھ سو کہار و نکو مزدوری دیکر کابل بھیجا کہ وہاں سے میوہ لائیں۔ رجب ۹۳۷ھ کو بادشاہ پر بیہوشی طاری ہوئی۔ مرض روز بروز اشتداد پکڑتا گیا۔ ہمکو نہیں معلوم ہوا کہ کیا مرض بہانہ موت ہوا۔ بہرحال معالجہ سے کچھ نفع نہیں ہوا۔ مرض کی سختی آنے والی اجل کی پیشین گوئی کرنے لگی۔ بادشاہ نے ہمایون کو کامنہ (ملک پنجاب) کے محاصرہ سے بلاکر ولیعہد کیا۔ پیر کے دن جمادی الاول کی پانچوین کو

---

[6] دیکھو تاریخ فرشتہ احوال شاہ اکبر اور آثار الصنادید حال مدرسۂ ماہم بیگم۔

ہادم اللذات کی ساعت آپہونچی۔ اور شاہ ظہیر الدین محمد بابر غازی جو فرغانہ مین پیدا ہوا اور مدفون بدخشان کے کوہستان مین سرگردان رہا تھا اگرے مین اس حیثیت سے عالم بالا کو گیا کہ دریائے اکسس سے لیکر دریائے گنگا کے نشیب تک ملک اوسکے زیرنگین تھا۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مرنے دم اوس نے وصیت کی کہ اوس کی لاش کابل بھیجی جائے اور اگر اوس کا اندیشہ نہ ہوتا تو وہ بالضرور اپنے باپ کے پہلو مین دفن ہونے کی وصیت کرتا ایسے اولوالعزم بادشاہ کی لاش کو بھی بالضرور ۰۰ ۵ میل طے کرکے آرام لینا تھا اور بابر سے زندہ دل کی قبر کے واسطے بھی سبزہ زار کابل سزاوار تھا۔ وفات کے بعد فردوس مکانی اوسکا لقب ہوا اور بہشت روزی یاد تاریخ وفات ہے۔ چند روز اوسکی لاش آگرہ مین نورافشان باغ مین (جو اب آرام باغ مشہور ہے) امانت رہی وہان سے لیجاکر کابل کے قدم گاہ رسول مین خاک مین ملا آئے اوسکے پروتے شاہجہان بادشاہ نے اپنے نامور مورث کے احترام کے واسطے قبر پر نفیس سنگ مرمر کا مقبرہ بنوادیا۔

یہہ ہین نامور بابر کی موت و زندگی کے مختصر احوال فقط۔

زہی آرزو

راقم
محمد حبیب الرحمن شروانی

اورنگ زیب کی پالیسی

زمانہ موجودہ کے انگلش مورخ ہم زبان ہین کہ عالمگیر کی گورنمنٹ مغلیہ خاندان کے لئے باعث زوال ہوئی مگر ہمارے واسطے اسکی ضرورت نہین ہے کہ ہم عالمگیر کے دلمین ہر جوابہ بالکی فرضی وہ تہمہ (جو مشہور اورنام آور اشخاص کا عطیہ ہے) اونہین نظرون سے دیکھین کہ جس سے اب تک وہ دیکھا گیا۔

ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ عالمگیر نے اپنے اجداد کے مخالف طرز حکومت کیون اپنی خوشی کے ساتھ بدلا کہ جسکا نتیجہ اگرچہ اوسنے اپنی لائف مین کچھ بھی نہین دیکھا مگر بعد کو اوسکے جانب ایسے نام سے منسوب کیا گیا کہ جو فی نفسہ بد نما ہے۔

عالمگیر کی گورنمنٹ پر سرسری نظر اوسے ایک دیکھنے والی کی آنکھون مین کبھی جابر۔ ظالم متعصب۔ خود غرض وغیرہ وغیرہ کے خطابات سے جو مال کے مورخون نے اپنے قلم و زبان سے اوسے دیئے ہین بری نہین کر سکتے۔ مگر انصاف پسند رائے اور تبصرہ کرنے والی عقل شاید کبھی ان الزامات کو اپنی جگہ پر مستحکم نہ دیکھے گی۔

ہمارا یہ سوال کہ عالمگیر نے جب دنیا کی ایجنسون اور حکومت کو اپنے سے بڑے اور قوی حاکم کے دست قدرت مین دیکر خیالات کی آزادی کے ساتھ جان دی تو کیون اوسکے ساتھ ہی حسرت نصیب فہمندیان۔ مدبرانہ طرز حکومت۔ خوفناک شاہی رعب ہی مغلیہ شاہون سے رخصت ہوگیا؟ بجز اسکے کوئی جواب نہین۔ کہنا کہ عالمگیر کے متعلق جقدر الزامات ہین وہ سب صحیح اور ماننے کے لائق ہین لیکن نہین ہمارا غور ہم کو دکھلا رہا ہے کہ عالمگیر

قدرت نے ایک ایسی خاص صفت رکھی تھی کہ جسکا ہونا ایک ایسے بادشاہ مین کہ جسکو عالمگیر کی جگہ پر تخت سلطنت پر بیٹھنا ضروری تھا۔

عالمگیر نے جس وقت عنانِ حکومت اپنے ہاتھ مین لی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مغلیہ خاندان شاہی اکبر کے نرالے اصول سے منہدم بنا دیا گیا تھا اور جسکے ممبر بجائے اون سنگی تصاویر کے تھے جو مختلف دیبیونکے نام سے مشہور ہین یہ مندر نہ صرف ہنود کی پرستش کا مرکز ہو رہا تھا بلکہ ہر قوم اور ہر فرقہ کے عوام اوسکو مذہبی اعتقادات سے اوسی درجہ پر سمجھے ہوئے تھے کہ جسکے بعد خدا کی ذات ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ ایسا زمانہ ایک نئے حاکم کے لئے کہ جسکے دلمین مذہبی جوش موجزن ہے کسقدر خوفناک ہوسکتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے اصول کو اپنی گورنمنٹ مین بھی برتے مگر افسوس ہے کہ عوام کے خیالات اوسکو کامیاب نہین ہونے دیتے۔ اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ایسے بادشاہ کی رائل لائف مین کیا کیا تبدیلیان واقع ہوئین اور آخرکار اوسنے کونسا اصول اپنی حکومت کے ایک فارم پر لانے کے لئے قایم کیا۔ جہان تک دیکھا جاتا ہے اورنگزیب کی پولٹیکل سنجیدگیان عالمگیر کے لئے اس امر کی مقتضی تھی کہ یا تو وہ اپنی ملکی لائف مین پبلک کا فوٹو اوتارنا یا اطمینانی حالت سے حسرت اور نا امیدی کے ساتھ دست کش ہوکر سلطنت چھوڑ دینا۔ مگر نہین عالمگیر کا سا مذہبی خیالات کا سخت آدمی برخلاف ان تمام ملکی خرابیونکے جوات مجسم بھی تھا جسکے مرنے پر وہ مسور تھا کہ ان تمام سنجیدگیون کا سلجھاو صرف اوسکے زور آور بازو اور خون آشام تلوار سے متعلق کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے اعلے ملیٹری خیالات مین اوس زمانے کے دیکھتے کوئی نظیر نہین رکھتا تھا ورنہ شاید مذہبی آزادی کہ جسکا بیج عوام کی طبیعت مین اکبر نے

بودیا تھا اوسے وہی دن دکھلائے جو انگلینڈ کے بادشاہ چارلس دویم کو اپنی رعایا کے ہاتھون دیکھنا نصیب ہوا۔

ان دو بادشاہونکے پیش آیا افتادہ مشکلات مین صرف اسیقدر فرق تھا کہ انگلستان کے پبلک ایک ایسے مذہبی اصول کو اپنے پرانے قواعد سے بدلنا چاہتی تھی کہ جسکو کرسچن مذہب کی جہان مین کرنے والی طبیعت پسند کرسکتی ہے اور ہندوستان کے عوام ایک ایسے خیال کی پابندی کرنا چاہتے تھے کہ جو قریب قریب شاہی (اسلام) مذہب کے خلاف تھا۔ اگر انصاف کیا جائے تو ہندوستان اور انگلستان دونونکے عوام برسرحق تھے پہلے کے اسوجہ سے کہ انکے خیالات واقعی خراب نہ تھے بلکہ خراب کئے گئے دوسرے کے اسوجہ سے کہ مذہبی طبائع پسند خیالات ایسی پرچرون (وعظ) کے ذریعے سے پیدا کئے گئے۔ ایسی حالت مین عوام کا جوش چنداں قابل اعتراض نہین اور ساتھ ہی اوسکے ایک معمولی جرءت اور ہمت کے بادشاہ کے لئے بہت مشکل ہے کہ وہ ایسے جوشکو فرو کرے ہمارے سامنے انگلینڈ کی تاریخ موجود ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ چارلس دویم کو کیا کیا جوکھون اور کیسی کیسی دقتین اوٹھانا پڑین جبکے بعد اوسے تخت سلطنت پر بیٹھنا نصیب ہوا لیکن تخت نشینی کے بعد بھی اوسکو اسقدر مقدرت حاصل نہ تھی کہ اپنے پرانے مذہبی خیالات (جن کا دامن وہ مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا) ظاہر کرسکتا ہے چارلس دویم کا سا عقائد کا سچا آدمی اگر عالمگیر کے مثل بہادر اور شجاع بھی ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اوس کے خیالات پبلک کے خیالات پر غالب نہ آئے کیونکہ عالمگیر کو بھی کچھ دقتین اوٹھانا پڑین وہ اوسکے ایسے دین کی اصلاح کے لئے تین کہ جسمین اکبر کی پالیسی نے ہزارون

رخنہ ڈالدے تھے۔

عالمگیر نے مندر مسمار کرائے۔ بت خانہ ڈہا دئے۔ مقدس مورتوں کی صورتیں بگاڑ دین اور بجائے اونکے مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اذانیں دلوائیں۔ تکبیریں کہلوائیں۔ پھر بھی اونکے ان سب اشتعال دینے والی حرکتوں پر اونکی پاس کی ہوئی تلوار کی چمک کچھ ایسی پڑتی تھی کہ لوگونکی نظریں خیرہ ہوئیں اور نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ اوسکی اچھی اور بری بات کچھ ایسے دلفریب رنگ میں ڈوبی نکلتی تھی کہ ہر دیکھنے والے کی زبان سے توصیف اور تحسین کے کلمات فوراً ہی نکلتے تھے۔ اگر بے چارہ چارلس ایک قسم کی حرکتوں میں سے کیکا بھی مرتکب ہوتا تو خدا جانے پروٹسٹنٹ فرقے کے حضرات اوسکے ساتھ کیا کچھ سلوک نہ کرتے۔ اوسکے لیئے یہی کافی تھا کہ اپنے موقعہ کے مطابق دشمنونکو زکین دیکر اپنا سینہ چین دل ٹھنڈا کرے اور پھر پارلیمنٹری خیالات کی پیروی میں اپنی حرکات کے جھوٹے دل سے معافی مانگے۔ یا یہ کہ اپنے رومن کیتھولک خیالات کی تکمیل مرتے وقت کسی پادری سے خفیہ طور پر کرالے۔

مگر عالمگیر ایسا نہ تھا اوسنے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی دکھلا دیا کہ ایک اقبالمند اور جری بادشاہ اپنے خیالات کے مقابلے میں پبلک سنسر شپ کی کیا وقعت رکھتا ہے۔ اوس نے اون خیالات کی کہ جنکی بنا اکبر کے خوب مذہبی اعتقاد نے ڈالی تھی نہ صرف ترمیم ہی کی بلکہ قطعاً دنیا سے معدوم کر دی۔

عالمگیر نے کسی پر ظلم نہیں کیا کیونکہ عتاب آمیز نگاہ سے نہیں دیکھا۔ کسی پر سختی روا نہیں رکھی مگر اوسی پر جو مذہب اسلام کو بجائے خود سچے اصول پر قائم نہیں سمجھتا تھا۔ اوسکا سیواجی

اور اوسکی بیٹی کے ساتھہ سلوک (جو بظاہر تعصب آمیز خیالات کا نمونہ معلوم ہوتا ہے) بہت ہی مناسب تھا۔ عالمگیر نے تنبیہ کردیا کہ ایک مذہب کے رہنے کی شان مین گستاخانہ کلمہ کہنا سزا کا مستحق ہوسکتا ہے۔ مذہبی خیالات کے برتنے مین عالمگیر کی اسقدر سختی اون مظالم سے نہین بڑہی ہوئی ہی کہ جنسے ملکہ میری کو انگلینڈ کی زبان سے بلڈی (خونی) میری کہلوایا اوسنے شیعون کو اپنے دربار مین کم وقعت کردیا۔ مگر یہ نہین کیا کہ اونکے ساتھہ وہی سلوک کرتا کہ جو انگلستان کے رومن کیتھولک فرقے کے شاہنشاہون نے پروٹسٹنٹ مذہب والونکے ساتھہ اپنے عہد حکومت یا پالیمنٹ کے ممبرون نے رومن کیتھولک مذہب کے ساتھہ اپنے زمانے مین کیا ہو۔ اورنگ زیب جاہل تھا۔ اور اوسکے حرکات وحشیانہ تھے مگر اسپر بھی اوسنے اون پنج تنیون کا عشر عشیر ہی اپنی رعایا پر روا نہین رکھا جو انگلینڈ کے مہذب اور تعلیم یافتہ بادشاہون نے جنکی حکومتین کو لندن ایج کے نام سے تاریخ کے صفحون پر یاد کئے گئے ہین اپنے عہد مین کیا ہو۔

ان تمام مظالم کے دیکھتے ایک منصف شخص کبھی یہ نہین کہہ سکتا کہ عالمگیر کی گورنمنٹ ایک ایسی پالیسی سے وابستہ تھی کہ جسکا وجود تاریخی صفحات پر مسلمانونکے لئے شرمناک ہو۔ مین اسکو جانتا ہون کہ عالمگیر نے جزیہ کا رواج جسکی عادت ہندوؤن نے اکبر کے زمانے سے چھوڑ دی ہے دوبارہ اپنے مقبوضہ ملک مین دیا۔ کیا یہی ایک ٹیکس تھا کہ جسنے ہندوؤن کے دل مین عالمگیر کی جانب سے کینہ بھردیا ہو؟

انگلش مورخ ایسے ٹیکس کو قابل اعتراض سمجھتے ہین سمجھا کرین اونکی تاریخین ایسی ایسی نئی نئی مثالون سے بھری ہوئی ہین کہ جنکا شمار ہر انصاف پسند عقل ضرور اون پر جھومنے لگے

کرے گی کہ جو انسان کو اوسکی فدرت کے علمیہ صفات سے خارج کرسکتی ہے
تاریخ انگلینڈ کا پڑھنے والا جان سکتا ہے کہ بیچارے جیوز ان (یہودی) انہین اور مونٹفر
کے ہاتھون کن کن مصائب مین نہین گرفتار ہوئے اور کیا کیا تکلیفین اونہین نہین دیگئین
جسکی وجہ یہی بیان کی جاتی ہے کہ اونہون نے حضرت مسیح کو سولی دی تھی۔ ہم نے مانا کہ یہودیون
نے ایسا ہی کیا مگر یہ عداوت اونہین یہودیون تک ختم ہوجانا چاہئے تھا کہ جو اس فعل کے
مرتکب ہوئے۔ نہ نسلاً بعد نسلاً اسی دشمنی کا سلسلہ جاری رہتا۔ کیا اسکا نام تعصب مذہبی
نہین ہے اور کیا یہ تعصب جزیہ سے بڑھا ہوا نہین ہے؟
اورنگ زیب نے تو جزیہ ہی تک اپنے خیالات محدود رکھے اوسنے یہ نہین کیا
کہ زبردستی مسلمان کرتا یا اپنے حکم نہ تعمیل ہونیکے حالت مین شہر بدر کردیتا۔ بیچارے
یہودیون نے تو یہ سب باتین برداشت کین۔ اونپہ تکلیف جاری نہ ہوا اونکا روپیہ
نہین دبا گیا۔ وہ شہر بدر کئے گئے۔ وہ لوٹے گئے اور ایسی طرح کا اور بہی زیادہ تعصب
کا نشانہ نبائے گئے۔ وہ تو کہئے کہ خدا نے اونکی سن لی اور کرامون کا زمانہ آگیا جسکے
عہد مین پھر از سر نو آباد ہونے کی اجازت ملی ورنہ شاید جیوز کو دوبارہ لندن مین کوئی دیکھتا
بھی نہین۔

یہ ایک معمولی آدمی تھا مگر پارلیمنٹری فوج کی جانب سے چارلس اول کے زمانہ مین رائلسٹ فوج کی شکستین دیکر
بہت نام آور ہوا۔ اور آخر کار فوج کی سرپرستی سے تمام انگلینڈ کا مالک بن بیٹھا اسکا زمانہ "کامن ولتھ"
کے نام سے مشہور ہے (دیکھو تاریخ انگلینڈ۔ کامن ولتھ۔)

مسٹر ایڈورڈ ٹیر کیا ہمارا انصاف اسیکا مقتضی ہے کہ ہم غیر قومونکی طرز حکومت پر اعتراض کرین اور اون سبب پر کہ جو ہم مین خود موجود ہین سہل انکاری کے خاک ڈالین اگر ہم ایسا کرینگے تو دنیا کے انصاف پسند نظر مین ہماری کہان تک وقعت ہوگی اور ہم اعتبار کے کسدرجہ پر سمجھے جائینگے۔

ہمارے لئے بہ حیثیت ایک مصنف کی بہت ضروری ہے کہ ہم اپنے ریمارک کے ہر پہلو پر غور کرکے قلم اوٹھائین اوسوقت کسی خاص شخص کی اچھائی یا برائی کہ جسکی نسبت ہمکو اپنی رائے قایم کرنا ہے ہماری نظرون مین خود پھر جائے گی اور ہم کہہ سکینگے کہ اسکو عقل انسانی کہان تک مقبولیت کی نگاہون سے دیکھنا پسند کریگی لیکن افسوس ہے کہ انگریزی مورخین نے اس اصول کے خلاف عالمگیر کی نسبت ابی تک اپنی رائے قایم کی ہے۔ اونکا صرف عالمگیر کو بے مثل شجاع لکھدینا کافی نہین کیونکہ یہ ایک لفظ اوسکو اون دوسرے اوصاف سے کہ جنکا وجود اوسکی ذات مین پایا جاتا ہے بالکل خارج کرتا ہے۔ عالمگیر جیسا بے نظیر بہادر تھا ویسے ہی اوسکی رائے ملکی معاملات مین صائب بھی تھی۔ اوسکا زمانہ رعایا کے لئے برا نہ تھا سرکش ہندو سب مطیع تھے ملک مین قریب قریب ایک عمدہ درجہ تک امن تھا جسکا ہونا صرف اسوجہ سے کہ اوسکا ایک معتدبہ زمانہ خانہ جنگیون مین صرف ہوا تھا کیسقدر تعجب خیز ہے۔ راجپوت (جنکے دلمین انگریزی مورخین کے قول کے مطابق عالمگیر کیجانب سے بوجہ جزیہ کے ایک قسم کی خلش تھی) اسکی جرات نہین رکھتے تھے کہ وہ علانیہ اپنی عداوت کا اظہار کرسکین۔ وہ اپنی مشہور بہادری باوجود عالمگیر کے قوی بازو کے مقابلے مین کھوئی ہے یا اونپر اوسکے حیرت مین ڈالنے والے

افعال کا کچھ ایسا رعب غالب تھا کہ اپنی ماہیت ہی کو بھول گئے تھے - اور سکے فتوحات کی نسبت ہم کو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں اسواسطیکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے وہ ملک (کہ جسپر اوسکے اجداد کی نظر تھی اور جنکا خیال سلاطین ماضیہ کا دلچسپ خواب تصور کیا جاتا تھا) اوسکی عالمگیر تلوار کی بدولت وقتاً فوقتاً قبضہ و تصرف میں آئی گئی - لیکن افسوس ؎

نازگو اونکے ہیں سب زندہ ہی کرنیوالے
دُھوندہ لیتے ہیں بہانہ کوئی مرنیوالے

کسی زبان کے مورخ نے اوسے اون الفاظ سے نہ یاد کیا کہ جنکا وہ مستحق تھا -
اورنگ زیب کی ابتدائی کارروائیان یعنی باپ کی قید - بھائیونکا قتل اگرچہ دنیا کی نظر دن میں بہت ہی بدنما ہیں مگر ایسے نہیں کہ تاریخ کے صفحہ پر نئی پرانی سمجھی جائیں - وہی مورخ جو اسکے حرکات کو طعنہ زنی کی سیاہی سے عالم کے سامنے بدصورت بنائے ہوئے ہیں اپنی قوم کے اون نظام کو (جو اس سے اگرچہ زیادہ نہیں مگر برابر تو ضرور ہیں) اوسکے دوسرے شائستہ افعال کی روشنی سے معدوم ثابت کر رہے ہیں ہماری نظروں میں اسوقت کوئی امر اتہمہ کا سلوک میری اسٹوارٹ کے ساتھ اوسقدر خوفناک نہیں معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عالمگیر کا اوسکے بھائیونکے ساتھ ہے -
خوبصورت میری نے اوسقدر مصیبتیں الزابتھ کی قید میں اوٹھائیں جتنی کہ دارا شکوہ نے عالمگیر کی قید میں اوٹھائی تھیں - روحی تکلیفیں دونوں کو برابر تھیں -
دارا شکوہ عالمگیر سے سلطنت کے لئے لڑتا اور مغلوب و گرفتار ہوا مگر میری اسٹوارٹ اپنی سرکش رعایا سے بے تعلق اگر الزابتھ کے پاس پناہ گزین ہونے کی غرض سے

آئے تھے جبکے بیٹے وہ قید خانے کے سپرد کئے گئے۔
[illegible] جانب ایک دشمن سے گرفتار کیا گیا اور قتل بسوجہ سے ہوا کہ وہ باغی ہونے کے
[illegible] بھی خیال کیا جاتا تھا۔
[illegible] گرفتار ہوئے کہ وہ سچے دل سے ان کے پاس دشمنوں سے
بچنے کے لئے آئے تھے اور قتل اسلئے کہ اوسکی زلفریب صورت اور قیامت خیز
[illegible] کو اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔

یہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کیا اسی قتل کا دھبہ النزابتھ کے گون سے صرف اسواسطے چھوٹا کہ اوسکے زمانے میں ترقیان
بے انتہا ہوئیں اور انگلنڈ والے تہذیب سمجھے جانے لگے؟ نہیں ہرگز نہیں دنیا میں
جب تک یورپ۔ یورپ میں لندن میں ڈاروزلی کیسل کا نام ونشان قایم ہے
اوسوقت تک پیاری فرشتہ صورت میری کا خون النزابتھ کی حکومت کو دنیا میں بیداغ
نہیں رہنے دے گا۔

گو اس ایک بے رحمی نے النزابتھ کو اون دوسرے اوصاف سے کہ جنکے لئے وہ مشہور ہے
خالی نہیں کر دیا۔ پھر ایسی الت میں بیچارے عالمگیر نے کیا قصور کیا ہے کہ جسکی پاداش
میں اوسکی دوسری طرز حکومت پر بھی خاک ڈالی جائے۔ اور وہ ہیچ کر دئے جائیں
عالمگیر کا سا مدبر اور بیدار مغز بادشاہ تاریخ ہند میں دوسرا بھی نظر نہیں ہوسکتا ہے جیسے کہ
النزابتھ انگلنڈ کی تاریخ میں شمار کی جاتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اسکی حکومت علمی مذاق

اوس عمارت کا نام ہے جہاں میری اسکوارت قتل کئے گئے۔ دیکھو تاریخ انگلنڈ

سے خالی رہی ورنہ ہمارے کان آج ایسے الزامات سے جو عالمگیر کے متعلق سنے جاتے ہین آشنا نہ ہوتے اور نہ اغیار کو اسطور پر طعنہ زنی کا موقعہ ملتا۔

ہمارے موجودہ زمانہ کے وہ لوگ کہ جنکو تاریخی واقعات سے تھوڑا سا شوق ہو چلا ہے کچھ ایسی کیفیت کے ساتھ اس علم سے مزے اڑا رہے ہین کہ اونکو اصل مطلب سے کوئی غرض نہین وہ محض اس فکر مین ہین کہ اپنے ٹوٹے پھوٹے خیالات کو تاریخ کا زیور پہناکر پبلک کے سامنے اسطور پر پیش کرین کہ اونکا محقق یا مصنف ہونا مان لیا جائے مگر حضرت ہم کبھی نہ سکے قائل نہین آپ کی تصنیفات کے لئے یہ ضروری نہین ہے کہ وہ بھی اوسی پر تولے اور ناپے جائین کہ جس کسی دوسری قوم اور زبان کے مصنف کا مدار ہے۔ آپ کی آزادانہ تحریر اگر تحقیق کی روشنی کے ساتھ جلوہ افگن ہے تو اوسکا اختلاف کسی دوسری تحریر سے بھی اہل الرائے کے نزدیک قابل وقعت ہوگا

ہمارے لئے یہ غیر مناسب ہے کہ ہم کسی خاص شخص کے واقعات پر اپنی وہی رائے قایم کرین کہ جو دوسرے شخص نے کی ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اوسکی رائے کسیوجہ سے غلطی پر ہو۔ چنانچہ عالمگیر کے اصول حکومت و ویسے ہی کسی دوسری قوم کی نظرون مین پسندیدہ نہین ہو سکتے جیسے کہ ہماری نظرون مین ہین مگر ایک منصف مزاج شخص کی رائے (عام اس سے کہ وہ ہماری قوم کا ایک شخص ہے یا نہین) اوسکے حرکات کو اوسی حالت مین محمود یا غیر محمود کہین گے جب کہ جانب مخالف یا موافق عمدہ وجوہات سے مستحکم کی گئی ہوگی۔

مخزن ایڈیٹر۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ایسے با اقتدار بادشاہ کے ساتھ

(کہ جسکے رعب و داب شاہی نے ہمیشہ دشمنوں کے سر جھکے اور آنکھیں نیچی رکھی ہیں)
نا انصافی کے ہاتھوں کیا سلوک کیا گیا۔ غضب ہے کہ ہم اوسکا نام تاریخ میں متعصب
ظالم۔ اور خود غرض وغیرہ وغیرہ کے خطابات کے ساتھ دیکھیں اور خود بھی ایسا ہی
کہیں مگر وہ خاص شخص یعنی اکبر کہ جسکی ابتداء خراب کی ہوئی ہے اس قسم کے الزامات
سے بالکل پاک و صاف رکھا جائے اگر اکبر کی پالیسی بد مذہبی کے روغن سے
نہ رنگی ہوتی تو کسیکا منہ نہ تھا کہ اورنگ زیب کی مخالفت میں زبان کی جنبش یا قلم کی تیزی
دکھا سکتا۔ اکبر ہی نے پچاس برس پیشتر سے ہنود کے عالمگیر کے خیالات کی
مخالفت میں کمر بند ہوائی۔ اور اکبر ہی نے ایسے خراب لوگوں سے اپنی حکومت
جاری رکھی کہ جسکا نتیجہ ایک صدی کے بعد اوسکے خاندان والونکو دیکھنا پڑا۔ اے
کاش اکبر جاہل نہ ہوتا تو اوسکے خوشامدی مصاحبین کو اسکا موقعہ نہ تھا کہ وہ اوسکو خدائی
دعویدار بنا کر تخت سے اوٹھا عرش پر بٹھا دیتے اور اوسکے خراب خیالات کا اثر اسقدر
خراب ملک پر پڑتا۔

اکبر لامذہب خود ہی نہ تھا۔ اوسکے درباری۔ مصاحبین۔ اعزا۔ رفیق اور ہمدم سب
کے سب اوسی مندر کے گرد ہونی رہا کرتے تھے کہ جسکا اکبر گرو تصور کیا جاتا تھا
ممکن ہے کہ اوسکے سب چیلے سچے دل سے اوسکے مرید نہ ہوں مگر اسمیں تو شک ہی
نہیں کہ رائل فیملی پر اوسکے خیالات کا بہت برا اثر پڑا۔ چنانچہ جہانگیر کی لائف دکھلا
رہی ہے کہ وہ اپنے قدیم مذہبی اعتقادات میں کہان تک راسخ تھا۔ اوسکا بھی شمل
اپنے باپ کو کسی مذہب کی جانب اعتقاد کامل نہ تھا۔ گرچونکہ اوسکا اخیر زمانہ اطمینان

کے ساتھ نہیں گذرنے پایا اسلئے وہ خیالات کچھ نتیجہ خیز نہ ہو سکے۔

اور رعایا کے قلب و دماغ ہی محتاج اصلاح رہے جسکے کہ اکبر کے زمانہ میں تھے البتہ شاہجہان نے اپنے زمانہ حکومت میں کسیقدر شان اسلامی کا جلوہ دکھلانے کی کوشش کی تھی مگر اوسکے اثر اسقدر تھوڑا تھا کہ وہ اوس سے متاثر ہو کر اوسکے ساتھ ہی معدوم ہو گیا اور اوسکی اولاد اور نیز دوسرے متعلقین اوسی دیرینہ احتیاج قلیم میں مبتلا رہے جسمیں کہ جہانگیر کے عہد میں تھی۔

پس عالمگیر کا زمانہ کچھ عجیب ہے حرکت اسلامی کے ساتھ ظہور پذیر ہوا جسکے اثر نے اوسکے ماتحتوں کے قلب فوراً پھیر دئے اور جسکی بدولت اوسنے وہی کر دکھایا جو ایک مسلمان حکمران کے لئے ضروری تھا لیکن مذہب اسلام کی اسقدر خدمت پاینہ ہی اگر یہ کہا جائے کہ شاہجہان کی دینداری سے عالمگیر میں پیدا کردی تھا بالکل غیر ممکن ہے عالمگیر کی طبیعت خصوصاً اس معاملے میں ذرہ برابر بھی شاہجہان کی احسانمند نہیں۔

اخیر میں ہم خوش ہیں کہ انگریزی مورخوں نے (باوجود اون الزامات کے جو عالمگیر کی گورنمنٹ پر کئے گئے) اکثر اوسکی تعریف ہی کی ہے جسکی نسبت ہمارا خیال ہے کہ شاید اونکے قلم کی بے ساختگی تھی اور یہی پوائنٹ ہماری خوشی کا سبب بھی ہے۔ ع

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔

راقم

محمد رشید اعلی

دعوت افلاطون

(تمہید)

سلسلہ کے لئے نمبر ۵ ، ملاحظہ ہو

تحقیقات قدامت ہی جبکہ قدیم انسانی عالی دماغیون کی اصلی صورت پر ایک طرحکی سخت نکتہ چینی خیال کرنا چاہیے اس صحیح حقیقت حال کی نہایت شکر گذاری اعتراف کرنے مین قاصر نہین ہے کہ یونانی عالی دماغی ۔ اریائی ذہانت ۔ اور زردشتی فلسفیانہ فراست ہے ۔ آجکل کی ترقی یافتہ نسلون کے محرک خیالات اور باعث تیز رفتاری ہوئی یا یہ کہ بہت سے صیغہ جات علوم پر اونکو کسی ابتدائی غور و فکر کی حاجت نہین ہوئی ہے باایہمہ اعتراف پر بھی زمانہ حال کے مصنف قدیم مدبرون اور حکماء پر بلا افسوس و ملامت چین نہین لیتے جس سے باور کرایا جاتا ہے کہ گویا کسی شئے اصول یا کسی اہم ایجاد کی بنیاد ڈالی گئی ہے ۔

اصل یہ ہے کہ ہمارا زمانہ چند موجود چیزون کا صرف ایک اچھا منظم ہے لیکن اوسمین اشیاء کے موجود کرنے کی کوئی نمایان قابلیت نہین پائی جاتی[1]

[1] ہمارا مقصد نامعلوم ممالک اور خواص الاشیاء کی کسی کامیاب تحقیقات سے نہین ہے کیونکہ موجودہ چیزین اوس زمانے مین صرف پوشیدہ تھین اور یہان تک کہ اب بھی ہمکو اکثر زمانہ فطرت کے عیان ہونے کا انتظار چاہیے ۔

وہ پابندی مذاہب کی صرف ہدایت کرتا ہے۔ لیکن خالق فطرت نے اوسکو ایجاد و تخلیق کی عالی دماغی نہین عطا کی۔ وہ سبکو بتاتا ہے کہ تم علوم و حکمت کی نقلی حیثیت اختیار کرو۔ لیکن کیا اوسکو اس غلط دعوے کی جرات بھی ہے کہ نفس علوم و حکمت نے ابتدا سے اوسکا ساتھ دیا ہے؟

چونکہ فلسفہ کے ایک معمولی پروفیسر کے لئے ارسطو کے پائے کی شخص پر صدائے اعتراض بلند کرنا بادی النظر مین ایک آسان بات معلوم ہوتی ہے اسلئے ہم دوامی طور پر اس امر کو دائرہ یقین سے خارج رکھنے کے مجاز ہین کہ نکتہ چین کبھی اوس شخص سے افضل بھی ہو سکتا ہے جسپر نکتہ چینی کی گئی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ تبدیل شدہ اسباب عالم نے احسانات کے علاوہ سوسائٹی پر چند مظالم بھی کئے ہین۔

"حرف غلط" جو "دانشمندی کی ابتدا ہے" بتدریج رخصت ہوتا جاتا ہے اور انسانی تلون مزاجی ایک ظاہر پرست فلسفہ اخلاقی کی آڑ مین پناہ لے رہی ہے ہم سے کہا جاتا ہے کہ "ہم کسی ناگوار قانون کی مطالعت نہین کرتے" مگر انہین تبدیل شدہ اسباب عالم پر ایک گہری نظر تباوے گی کہ قوانین کی اطاعت کہین اوس حکم سے زیادہ ہو رہی ہے جسکی تعمیل سے انکار ہوا ہے۔

خدائی نیابت جو کسی زمانے مین شخصی تھی اب بہت سے اجزاء پر منقسم ہو گئی ہے گو اپنی ابتدائی حالت مین یہ نیابت کامیاب اور ایک مدت کے لئے سرسبز نظر آتی ہے مگر یہ یقین نہایت برمحل ہے کہ مجامع اور اشخاص اس بڑی ذمہ داری

برداشت کرنے کے ناقابل ہین - ہم تو کسی ایک شخص کی نیک رائے پر چلنا بہ نسبت جمہور کی خطرناک رایونکے کہین اچھا سمجھتے ہین - اسی لئے ہمارا مترتب شدہ نتیجہ دماغی یہ ہے کہ گو یونانی ایک دیوتا تک نیابت خدائی پر ایمان لانے والون مین تھے - اور گو یہ رسم دنیا سے تقریباً بالکل موقوف ہوجانے والی ہے - مگر کوئی منطق اسکے مخالف نہین ہے کہ یہ نیابت خدائی مستقل اور دیرپا تھی اور ساتھ ہی موجودہ دیموکریٹک ازلی نیابت ایک نہ ایک دن اپنے ہی ذمہ دار اور جوابدہ افراد کے ہاتھون برباد ہونے والی اور اس بظاہر خوشگوار رسم انتظام دنیا کا اختتام نہایت ناگوار طوائف الملوکی پر ہونے والا ہے۔

لیکن اس طوائف الملوکی کے اسباب دنیا کی دوسری بدنصیبونکے اسباب سے مشابہ نہ ہونگے - دنیا کی دوسری بدنصیبیان اکثر انسانی تلوّن مزاجیون کا نتیجہ ہوا کرتی ہین -

مگر یہ طوائف الملوکی اپنے ضعف اجزا کا نتیجہ ہوگی - اور جہان تک ہم دیکھتے ہین یہ ضعف محسوس ہوتا جاتا اور معلوم ہوتا ہے کہ قدامت نے جو کچھ کیا وہ دنیا کی حالت شباب مین تھا اور ہم جو کچھ کر رہے ہے باکرنے کا ارادہ کرتے ہین وہ ایک ایسی عمر سے متعلق ہے جسکے نوجوان سرزدیان موقوف ہوچکی ہین - گو اس نامبارک التوائے شباب پر سب افسوس کرتے ہین -

یونانیون کے علم وحکمت مین ایک نمایان امتیاز اور پایا جاتا ہے جو ہمارے یقین کی شہادت دے رہا ہے یعنی یہ لوگ ان اشیاء کو بھی اپنے روحانی اور دنیاوی طریق عمل سے جداگانہ نہین سمجھتے تھے - اسی سے انکی

آیندہ امیدیں قوی ہوا کرتی ہیں۔

اور اسی لئے وہ اپنی قسمت کے فیصلہ میں تنہا نہیں شامل ہوتے تھے۔

ہمکو یاد آتا ہے کہ آخر الذکر صفات کے اپنی خواہشوں کے زمانے میں ہم مسلمان بھی مالک تھے۔

ہم کسیطرح انصاف نہیں کر سکتے اگر صرف اسی اصرار کو فرض منصبی قرار دے لیں کہ یونانی اپنے طریق عمل میں چونکہ روحانی تھے اس لئے اونہوں نے انسانی فائدہ رسانی میں کامیابی حاصل کی اور وہ لوگ جو ایسے نہیں ہیں اس امر میں قاصر ہیں یا ہماری اونہوں نے خاطر خواہ مدارت نہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ خیال نہیں ہے۔

ہمارے زمانے نے ہماری کافی مدارات کی۔ باستثنائے روحانی مذہبات کے تمام عقلی۔ علمی۔ اور پولٹیکل فوائد پہونچانے میں اوس نے وہ نمایاں تکالیف برداشت کی ہیں جن کا انصاف کوئی نہیں کر سکتا۔ مگر ایک "ٹربری کورٹ آف جسٹس" جسکے فیصلو نپر روحانیت اور غیر روحانیت دونوں کو اعتبار ہو۔

فی الحقیقت ہمارے راستے صاف ہو رہے ہیں۔ عقلی حفظان صحت کے قواعد کی پوری تعمیل ہو رہی ہے۔ اور کسیطرح کے مجامع اور اشخاص ایسے نہیں ہیں جو اس طریق عمل کی مخالفت اور ان قواعد کی سرکشی کو باعث فخر سمجھتے ہوں۔ کیونکہ خدانخواستہ ایسا ہو تو ہم ایک مشہور دانشمند فصیح کے ہم آواز ہو کر کہینگے

کہ "اگر قانون غلطیون سے مبرا نہین ہوا۔ یا جماعت تمدنی اپنی حالت ابتدائی سے بڑھی نہین۔ یا یہ کہ ہمارے دامنون سے داغ مظالم نہین دہلا تو مین بلا تامل کہتا ہون کہ ابھی تک چشمہ ہائے تہذیب و شائستگی بند نہین ہوئے ہین۔

راقم

محمد اصغر حسین

تاریخ اسپین

دوسرا باب

فتح کی موج

اس بڑی فتح کے بعد موسیٰ گورنر افریقہ نے فوراً ایک تہنیت نامہ مفصل روئیداد جنگ بحضور خلیفۃ اللہ الولید روانہ کیا اور اوسمین لکھا کہ "اے امیر المومنین! اس قسم کی فتوح ہمیشہ نہیں ہوتیں - بلکہ ہنگامہ عرصہ محشر کیطرح شاذ و نادر ہیں"! اس فتح سے تمام مسلمانان اعراق شاد و خرم رہے اور کچھ تعجب بھی نہیں کیونکہ یہ ایک بالکل غیر مترقبہ نعمت تھی - اسپین کی فتح سے مورخوں نے شاہ راڈرک کی تباہی کو جن بعید از قیاس فالوں سے مستثنیٰ کیا ہے انکو جھوٹ کر اب ہم تاریخانہ واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - اسمیں کچھ شک نہیں کہ وادی لیٹاکی اس کامیاب معرکہ نے تمام ملک اسپین کی عنان حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں دیدی - طارق اور اوسکے بارہ ہزار دلاوروں نے صرف ایک لڑائی سے گویا تمام جزیرہ نما کو فتح کرلیا - اب کچھ زیادہ جرأت اور نبرد آزمائی کی ضرورت نہ رہی تھی کیونکہ جس قدر پیشتر ایسی پوری طرح مطیع ہوئے تھے وہ سب ہر طرح کمزور تھے اور اسلئے اونکی زیر کرنیمیں معمولی اجراءات و استقلال کافی تھی - چنانچہ فتحمند جنرل اسی کامیابی پر اکتفا نہ کرکے فوراً آگے بڑھا اور اگرچہ اسی اثناء میں موسیٰ گورنر افریقہ نے جسے اپنی ماتحت لفٹنٹ کی اس غیر متوقع کامیابی اور ناموری پر رشک پیدا ہوگیا تھا ایک باضابطہ فرمان بھیجکر اوسے آگے بڑھنے سے منع بھی کیا - مگر اولوالعزم طارق نے اس حاسدانہ برتاؤ کی ضد میں ذرا پروا نہ کی اور اپنی چھوٹی سی جمعیت کو تین حصوں میں تقسیم کرکے تمام جزیرہ نما کو چہان ڈالا اور اسطرح یکے بعد دیگرے جملہ امصار و قلعہ جات کو فتح کر ڈالا —

المغیث جو طارق کا ایک ماتحت سردار تھا - سات سو آدمیونکا ایک دستہ لیکر قرطبہ کی محاصرہ اور فتح کے لئے روانہ ہوا - اور وہان پہنچکر شام تک تو ادہر اُدہر درختون کی آڑمین چہپا رہا اندہیرا ہوتے ہی شہر کے طرف بڑہا بارش اور اولون کی ایک سخت طوفان نے جسے مسلمان اپنی حق مین ایک تائید آسمانی خیال کرتے ہین انکی گہوڑون کے سمون کے آواز کو دور پہنچنے سے روکدیا تا آنکہ حوالی شہر مین پہنچکر اونکو ایک چرواہے سے معلوم ہوا کہ فصیل شہر مین کسی مقام پر شگاف ہے چنانچہ مسلمانون نے اسی جگہہ سے دہاوا کرنیکا ارادہ کیا فصیل سے ملا ہوا ایک انجیر کا درخت کہڑا ہوا تھا ایک جوان مرد سپاہی جو نہایت تیز و طرار تہا موقعہ پاکر جلدی سے اوسی درخت پر چڑہگیا اور وہان سے فصیل پر کود کر اپنا عمامہ نیچے لٹکا دیا اور اس عجیب کمند کے ذریعہ سے اپنے اور کئی ساتہیون کو اوپر کہینچ کر کمال چابکدستی سے حیرت زدہ دربانون کو گرفتار کر لیا اور شہر پناہ کہولدیا - تمام رسالہ شہر مین داخل ہوکر فوراً گلی کوچہ مین منتشر ہوگیا - اور بات کی بات مین شہر کو فتح کر لیا -

گورنر اور تمام اہل شہر نے ایک کونونٹ (خانقاہ) مین بھاگ کر پناہ لی اور تین ماہ کی سخت محاصرہ کے بعد آخر مطیع ہوگئی شہر قرطبہ خالی ہوگیا - اور یہودی جنہون نے تمام لڑائی مین اول سے آخر تک مسلمانون کی خیر خواہی اور مدد گاری کا پورا ثبوت دیا تھا اور جو اسکے بعد بھی ہمیشہ فتحمندون کی نظر دنیمن معزز و ممتاز رہے شہر مذکور کے عارضی حاکم مقرر کئے گئے - مسلمانون نے یہودیون کو عرصہ دراز تک بر خلاف اہل گاتہ کے کوئی اذیت اور تکلیف نہ پہنچائے بلکہ ہمیشہ رشتہ مخالطت و

وموانست قایم رکھا۔ چنانچہ جن جن ملکونپر مسلمانون نے فوج کشی کی یہودی ہمیشہ سایہ کی طرح ساتھہ رہے۔ جب تک مسلمان لڑائی مین رہتے تھے یہودی تجارت مین مشغول رہتے تھے لڑائی ختم ہوتے ہی یہودی مسلمان اور پارسی باہم ملکر علم وہنر اور شایستگی کی اشاعت مین سرگرم ہو جاتے تھے۔ مسلمانون کے زمانہ وسطی کی حکومت زبان زد خلایق ہونیکے بڑے وجوہ یہہ ہی ہین ۔

یہودیون کی مدد دینی اور مسیحیون کی خوف زدہ ہونے سے (مورخ صاحب۔ طارق اور اوسکے ساتھیون کی بہادری کا بڑی مشکل سے اقرار کرتے ہین) طارق مظفر و منصور قدم بڑہاے بے روک چلا گیا۔ آر کی دُدنا پر بلا دقت تسلط ہو گیا۔ عام باشندہ بھاگ کر کوہستانونمین جا چھپے۔ مالاگا پر بھی قبضہ ہو گیا اور الویرا (جو موجودہ غرناطہ کی قریب واقع تھا) کو بھی حملہ کر کے لے لیا۔ صرف پشیاکی کوہستانی درہ کچھہ عرصہ تک تھوڈیمیر کے بہادری اور کاردانی سے محفوظ رہی۔ مگر بعدہ مسلمانونے اوسکو کھلی میدانون مین تیغ و سپر ہونے پر آمادہ کر کے لڑائی کی جسمین تمام مسیحی ایک ایک کر کے کام آئے بلکہ خود تھوڈیمیر معہ ایک نوعمر غلام کے بمشکل تمام میدان سے جان بچا کر بھاگا اور قہرا وری سولا مین پناہ گزین ہوا۔ یہان پہونچکر اوسنے افواج اسلامیہ کے ساتھہ جو اسکا تعاقب کئے چلی آتی تہین ایک بڑی عجیب اور دلچسپ چال چلی یعنے مرشیا مین بجز عورتون اور عمر رسیدہ مردونکے کوئی جوان تھا نہین کیونکہ پچھلی لڑائی مین سب میدانمین ہو چکی تھی پس تھوڈیمیر نے یہہ حکمت عملی کی کہ تمام عورتون کو مردانہ لباس پہنا کر اور خود اور بچای نیزہ لمبی لمبی دندون اور دیگر ضروری

اور ظاہری اسلحہ جنگ سے آراستہ کرکے اونکے سر کی بالون کو بیچ دیکر ٹہوڑے پر اسطرح جما دیا کہ دور سے ڈاڑہی معلوم ہونے لگی - اور اس عجیب فوج سے اوسنے فصیل شہر کو خوب مستحکم اور مضبوط کیا جب دشمن رات کے سیاہی مین چھپ کر حملہ کی غرض سے آگے بڑہے تو یہہ حال دیکھکر بہت چکرائے اور دل شکستہ ہوگئے ادہر جب تہوڈیمیر نے اپنا افسون کارگر دیکھا تو فوراً اپنے نوجوان غلام کو ایلچیون کا لباس پہناکر اور خود صلح کا جہنڈا ہاتہہ مین لیکر تہوڈیمیر (عربی جنرل کیطرف مخاطب ہوکر) مین حاکم شہر کیطرف سے ایسی شرایط پر آپسے صلح کرنے آیا ہون جو آپکی بلند حوصلگی اور انکی عالی مرتبت سے بعید نہو آپ دیکہتے ہین کہ فصیل شہر اور اوسکے ناکے کسقدر محفوظ ہین اور کہانتک محاصرہ کو سہہ سکتے ہین لیکن ہمارے صلح اندیش حاکم کو یہہ بات منظور نہین ہے کہ اپنے سپاہیونکو مفت دشمنون کی تیغ کی نذر کرین آپ وعدہ فرمائین کہ اہل شہر کو معہ اپنے مال و متاع نکل جانیکی اجازت ہے کل صبحدم شہر خالی کرکے آپکے سپرد کردیا جائیگا - ورنہ ہم ہرطرح تیار ہین - حتی کہ ہم مین سے ایک بھی زندہ نہ بچے - الغیث کو یہہ معقول بات بہت پسند آئی چنانچہ فریقین صلح پر راضی ہوگئے اور صلح کے شرائط طے ہونے کے بعد جب عہدنامہ لکہا گیا اور اوسپر عربی جنرل کی مہر لگ گئی تو تہیوڈیمیر نے بہی اپنے دستخط کردئے - اور عہدنامہ دیکر کہا کہ - حاکم شہر مین ہی ہون اس کارروائی کے بعد تہیوڈیمیر معہ اپنے نوجوان غلام کے شہر مین واپس آگیا - صبحدم شہر پناہ کہلا - اور حسب قرارداد ایک انبوہ کثیر نکلنا شروع ہوا - سب سے پہلے تہیوڈیمیر اور اوسکے نوجوان غلام نکلے جو اسلحہ جنگ سے آراستہ تہے - اونکے پیچہے پیچہے

جم غفیر عمر رسیدہ مردون عورتون اور بچون کا نکلا۔ عزلی جنرل نے متحیر ہوکر تھیوڈیمر سے پوچھا۔
"ہین! اور آپکے وہ سپاہی کہان ہین جو کل اسقدر مضبوطی سے فصیل شہر مضبوط کے ہوئے تھے" تھیوڈیمر نے جواب دیا "سپاہی تو میرے پاس ایک بھی نہین رہے محافظین۔ سو آپکے سامنے موجود ہین۔ انہین عورتون سے بنے اپنی فصیل شہر کی حفاظت اور ناکہ بندی کی تھی۔ ایک یہ غلام ہے۔ اسکو ایلچی سمجھو۔ محافظ یا سپاہی" المختصر تھیوڈیمر کے اس دلیرانہ کارروائی اور دانشمندانہ حکمت عملی پر ششدر رہ گیا۔ اور اسقدر خوش ہوا کہ اوسکو صوبہ پرشیا کا گورنر مقرر کر دیا۔ جو آجتک اوسکے نام سے تھیوڈیمر لینڈ یاد کیا جاتا ہے۔ ہرچند کہ باعتبار پولیٹکل تعریف کے۔ اہل عرب اسوقت گویا معہد مین تھے۔ مگر تاہم واقعات سے معلوم ہوتا ہے اس حالت مین بھی اونکو قواعد رزم سے نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ پورا عمل بھی تھا۔ چنانچہ اونہون نے بہت جلد اپنے خطاب کو اوسدرجہ تک پہونچادیا جو ناٹ (نامور بہادر) کو زیبا تھا۔ اور جسکی وجہ سے سگرون برس بعد اہل سپین باوجود فتحیابی۔ اونکو "نامور ان یا بہادران غرناطہ" "جنٹلمین" یا "البیٹ" کے معزز خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔

اسی اثناء مین طارق بڑھتے بڑھتے۔ ٹولیڈو یعنی دارالسلطنت شاہان گاتھ تک پہونچگیا۔ اصل مین وہ سرداران گاتھ کی تلاش مین تھا۔ اور اوسکو امید تھی کہ یہ لوگ قرطبہ مین مل جائینگے۔ مگر یہان پہونچکر جب شہر مذکور پر جو ہنوز یہودیون کی حفاظت مین نہا دہ قابض ہوا تو اوسکو معلوم ہوا کہ سرداران مذکور وہان سے بھی مفرور ہوگئے۔ اور کوہستان اسٹریا مین پناہ گزین ہین۔ صرف بعض دغاباز لوگ مثل سنجیجن

اور شاہ وٹزا کے رشتہ داروں کے دلنواز رہ گئے جنکو حسب قرارداد اعلے اعلے عہدہ دے گئے - غرض جب تمام سردار اسطرح مفرور ہو گئے اور میدان صاف ہوا تو مسلمانوں نے قدم ملک مین جما لیا - اور کوئی مزاحمت کرنے والا باقی نہ رہا - اسپین درحقیقت خلفائے اسلام کی وسیع و بسیط سلطنت کا ایک صوبہ بن گیا - جو کوہستان ہند سے لے کے ہرقل کی دیوارون تک پھیلی ہوئی تھی - اور جسکا مرکز حکومت دمشق تھا - فتح سپین مین جو کسر باقی رہی تھی - اوسکو موسیٰ گورنر افریقہ نے پورا کر دیا - یعنی جب اوسنے فتحمند طارق کی متواتر کامیابیون کا حال سنا - تو ایک عربی دستہ فوج کو ساتھ لیکر براہ سٹریٹ جبرالٹر تیزی سے چلا - تاکہ خود بھی اوس عزت و ناموری مین حصہ لے -

چنانچہ ۷۱۲ء کے موسم گرما مین بسرداری اٹھارہ ہزار جوانان عرب سٹریٹ مذکور کو عبور کر کے ہم اوسکو کارمونا - سیوائل - اور میریڈا کے میدانون مین تیغ و سپر ہوتے ہین - ان مقامات کو بتدریج فتح کر کے طارق سے ملنے کے لئے وہ ٹولیڈو کیطرف بڑھا - فتحمند طارق اور اوسکے افسر کی یہ ملاقات کچھ دوستانہ نہ تھی - کیونکہ جب طارق نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ موسیٰ کے استقبال کو گیا تو موسیٰ نے اوسکے ایک چابک مارا اور اوسے پچھلی حکم عدولی یعنے باوجود ممانعت آگے بڑھجانے پر سخت تنبیہ کی اور کہا کہ تجھسا سخت گیر اور تیز مزاج ہرگز اس قابل نہین کہ اسقدر مسلمانون کی حفاظت اوسکے سپرد کیجائے - اسکے بعد موسیٰ نے اوسکو قید کر لیا - جب اس حاسدانہ تظلم کی خبر خلیفہ ولید تک پہونچی تو اوسنے ناراض ہو کر موسیٰ کو دمشق واپس بلا لیا اور طارق کو پھر اوسی جگہ بحال کر دیا -

اس عزل و نصب سے پیشتر جب موسیٰ نے اپنے قیام سپین کی حالت میں
کوہ پرنیز پر کھڑے ہوکر چار دانگ نظر دکیا۔ تو فتح یورپ کی آرزو اوسکے آئینہ دل
خیالی صورت دکھانے لگی۔ مگر افسوس اوسکی دفعتہً طلبی نے اس آرزو کو ارمان دل بنا دیا
تاہم اوسکے سلمان دلیرانہ آگے بڑھے۔ چنانچہ اوائل ۷۱۹ء میں ایک عربی سپہ سالار گال
کے جنوبی حصے پر جو سپٹی مونیا مشہور تھا۔ اور نیز کرکاسون اور نزاون شہر و نیز قابض
ہوگیا۔ اور ان مقامات کو اپنی فتوحات کا مرکز گردان کر۔ برگنڈی اور اکیوی ٹینا پر حملہ
کرنا شروع کر دیے۔ لیکن ۷۲۱ء میں الیوڈیز ڈیوک اوف اکیوی ٹینا نے
مسلمانوں کو شہر ٹولوز کی فصیل کے نیچے شکست فاش دی۔ تاہم اسطرف کی مزاحمت سے
اونہیں دو چند تیزی سے مغرب کیطرف مائل کر دیا۔ چنانچہ ان اطراف میں اونہوں نے
بیون کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ قوم سن سے خراج لیا اور ۷۳۰ء میں الیوگین
پر قبضہ کر لیا اور یہاں سے اردگرد کے اضلاع پر چھاپے مارنے لگے۔ صوبہ
نادیون کے بعد گورنر عبدالرحمن نے تمام گال کے فتح کا ارادہ کیا۔ اور الیوڈ
جو فتح ٹولوز پر نازاں ہوکر خود مسلمانوں کے ملک پر فوج کشی کے خواب دیکھ رہا تھا اوسکے
تمام تدابیر و تجاویز کو خواب کر کے مڈی کو فتح کیا اور اکیوی ٹینا پر چڑھائی کی
اور دریائے گارون کے کنارونیر خود الیوڈیز کو شکست فاش دیکر اسطرح اوسکی
خواب پریشان کی تعبیر دی۔ یہاں سے منظفر و منصور ٹوور زکیطرف بڑھا۔ جہاں اوسکو
درگاہ سینٹ مارٹن کے خزانہ کا پتہ لگا تھا اور ادھر سے چارلس پسر پیپن دنی سٹائل
جو اسوقت فرانس کا اصلی بادشاہ تھا۔ اوسکے استقبال کو بڑھا۔ کیونکہ میرو وینجین

بادشاہ تو تہا رجکا کچہ اقتدار نہ تہا۔ یہ تاب و مجال نہ رکہتا تہا کہ اپنی طاقتور سید الحرم کے خلاف مرضی کوئی کام کرے۔ لواکٹرز اور ٹوورز کے درمیان دونون سردارون کا مقابلہ ہوا۔ مسلمان خوشی خوشی میدان جنگ کیطرف بڑہے۔ کیونکہ اونکو وادی لبت کی فتح ثانی کی امید تہی اور کیلیس سے لیکے مارسیلز تک تمام دلکش فرانس کو اپنا پیش پا افتادہ خیال کرتے تہے اسموقع پر تمام یورپ کے لئے ایک نہایت نازک اور مشہور نتیجہ نکلنے کو تہا۔ چنانچہ یہ لڑائی دنیا کے پندرہ فیصلہ کر دینے والی لڑائیون مین شمار کیجاتی ہے گویا جس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے آج عربی اور فرانسیسی تلوارین میانون سے نکلی پڑتی تہین۔ وہ یہ تہا۔ کہ "یورپ مین دین محمدی کی اشاعت ہو یا بدستور دین مسیحی جاری رہے۔ آیا آیندہ لوئر دیم مسجد ہو۔ یا گرجا۔ بلکہ شاید یہ بہی کہ ایا سینٹ پال جب کبھی تعمیر ہوکر تیار ہو تو اوسکی سقف نگارین مین حمد و ثنائے کردگار کی آوازین کیطرح بلند ہون؟ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر ہے۔ یا آواز جرس انگلش ڈالس سے۔ اگر مسلمانونکے پروردگار نور و پرسمد دیکیجاتی تو کوئی وجہ نہتی کہ انگلش چینل پر وہ خود برجہ جاتے۔ مگر جیسا کہ نوشتہ تقدیر تہا مسلمانونکے حملہ کی اوٹہتی ہوئی موجکا یہ عین مد تہا جسکے بعد فوراً جزر شروع ہوگیا۔ چارلس راد سکی فرانسیسی بہادر سپین کے گاتہہ اور دمن کیطرح زنانہ مزاج نہ تہا۔ باعتبار جفاکشی اور نبرد آزمائی۔ اگر زیادہ نہین تو مسلمانونکے مدمقابل تو ضرور تہا بلکہ اونکی خوبصورت اور شاندار فتوحون نے اونکو کامیابی کا مزید یقین موقوف باجواد ثوت ظاہر ہوا۔ چھ دن تو معمولی جواب وسوال اور چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین گذری۔ ساتوین دن تمام بازار جانفروش گرم ہوا شیر دل چارلس اپنے لشکر سے نکلا اور دشمنونکی صفونکو چیرتا ہوا اس دلیری سے آگے بڑہا۔ کہ کسیکو اوسکے مقابلے کی جرات نہوئی۔ اور دائین بائین اسقدر سخت وار کئے کہ

اوس روز سے اوسکا نام چارلس مارٹل (کارل آوف دی ہیمر) مشہور ہوگیا۔ بہادر سردار کے اس دلیرانہ جانبازی سے فرانسیسیوں کا دل بڑھ گیا۔ اور ایک اوٹھتے ہوئے جوش اور صف شکن طاقت سے مخالفین پر ایک ساتھ ہلا کر دیا۔ مسلمانوں کی صفیں تہ و بالا ہو منتشر ہوگئیں اور میدان سے بھاگ نکلیں۔ اس ہنگامے میں اونکی اسقدر فوج نذر میدان ہوئی کہ یہ واقعہ اندلس میں مدتوں تک ایک لرزانے والے خوف سے یاد رہا اور میدان گنج شہداء مشہور رہا۔

اس فیصلے سے مغربی یورپ تو اوس جانگزا خوف سے آزاد ہوگیا۔ اور ہمیشہ کے لئے سوگیا۔ اودہر مسلمانوں کو اوس سے اسقدر نقصان پہونچا کہ سپین کے آٹھ متواتر صدیوں کی حکومت میں پھر کبھی اونہوں نے کبھی فرانس کا رخ نہیں کیا۔ ناربون اور اون اضلاع پر جو کو پرنیسز کی ڈھلوان چٹانوں کی حد بندی کرتے ہیں بے شک وہ کچھ عرصے بعد یعنی ۷۵۹ء تک اور حکومت کرتے رہے۔ بلکہ صوبہ پروونس بھی اونکی تاخت و تاراج کا ہدف بنا رہا۔ مگر اسکے آگے اونکے حوصلے پست ہوتے تھے۔ میدان ٹورز کے خونناک معرکے نے جسطرح فرانس کی آزادی کا ہمیشہ کے لیے ایک دفعہ فیصلہ کر دیا تھا۔ اسیطرح اسلام کی فتوحات کی بھی سد قایم کردی تھی۔ فرانس کے سرسبز و شاداب میدانوں میں مسلمان سمندر کی پرجوش موجوں کی طرف بڑھ آئی تھی۔ مگر اب فرانسیسی نامور چارلس نے گویا اونکو باواز بلند سنا دیا "یہاں تک تو تم شوق سے آؤ۔ لیکن آگے نہ بڑھو۔ آگے تمہارے مغرور قدم روک دیے جائینگے"۔

ادہر شاہان فرانس کے دلونپر اپنے حریف ہمسایونکی دلیری اور بہادری کا ایسا سکہ بیٹھا کہ گو اونکی اتفاقیہ تاخت و تاراج کی تکلیفون کو وہ بطیب خاطر برداشت کرتے تھے تاہم اونہون نے فتح سپین کا ارادہ ایک دفعہ سے زیادہ نہین کیا۔ اسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ شارلیمین ملقب بہ سکندر ثانی کو اپنے دینی و دنیوی حریف مسلمانون کی آزادی سے خاص کوہ پیری نیز کے پرلی طرف سخت ناگوار تھی۔ باعتبار دین مسیحی کے ایک سچے عقیدت مند ہونے کے استحصال مشرکین گویا اوسکا عین فرض مذہبی تھا۔ باعتبار ایک اولوالعزم اور فتح نصیب بادشاہ ہونے کے اوسکے لئے اوندلس مین ایک حریف خود سر سلطنت کا وجود گویا باعث کسر شان تھا۔ آخر کار یہ ہوس نکالنے کے لئے اوسکو ایک موقعہ ہاتھ آگیا۔ یعنے جب خاندان بنی امیہ کے سب سے پہلے بادشاہ کے جلوہ افروز سریر سلطنت ہونے سے اوسکے مخالف گروہون نے حسب عادت فتنہ و فساد برانگیختہ کئے۔ تو خود مفسدین ہی نے شارلیمین کو عرصہ موجودہ مین دخل انداز ہونے اور خاصیونکو اوکھاڑ پھینکنے کے لئے بلا بھیجا۔ سپین کے قدیم مورخون کے نزدیک یہ الفنسو اسٹریاز اور ولیعہد پہلی جیس تھا جس نے شارلیمین کو اپنی مدد کے لئے بلایا تھا۔ لیکن زیادہ تر قرین قیاس یہی ہے کہ یہ دعوت بعض دلشکستہ مسلمان سردارونکی طرف سے تھی جو عبدالرحمن من قبیل بنی امیہ کا جلوس نہ دیکھ سکے اور اسلئے اوسکی حکومت تسلیم کرنے سے اونہون نے دین اسلام کے ازلی دشمنون کی اطاعت قبول کرلی زیادہ مناسب سمجھی۔ القصہ یہ وقت اونکی داعیانہ درخواست کے لئے خوب مناسب تھا۔ کیونکہ شارلیمین

کو سیکن کی سرکوبی سے ابھی فرصت ہوئی تھی اونکا سردار ڈلی کنڈ جلاوطن کر دیا گیا تھا اور اوسکے ہزار دن تو ابعین - جوق جوق بے لوزن (ایک گرجا کا نام) میں آکر مشرف بہ نصرانیت ہوتے جاتے تھے - غرضکہ اقبالمند شارلیمین کو دوسری فتح کی تدابیر عمل میں لانے کے لئے خاصی فرصت تھی - چنانچہ یہ قرارداد ہوئی کہ ادہر سے شارلی میں بطور خود سپین پر حملہ کرے - ادہر سے مفسدین سپین تین مختلف مقامات پر بغاوت کرکے اوسکو مدد دیں لیکن قرطبہ کے اونہاد خاندان بنی امیہ کی خوش نصیبی سے یہ تمام منصوبے منتج ہوسکے - کیونکہ مفسدین سپین وقت کو غنیمت نہ جانکر اسپین تیغ و سپر ہو بیٹھے اور جب ۷۷۸ء میں شارلیمین نے قرارداد سلسلہ پرینیز سے گذر کر اسپین میں پہونچا تو اپنے تئیں بے یار و مددگار پایا تاہم اوسنے زرا گوز اکا محاصرہ کر دیا - جو اچانک خبر پہونچی کہ ڈلی کنڈ نے جلاوطنی سے واپس آکر سیکسن کو دوبارہ برانگیختہ کر دیا - جو برابر امادہ فساد ہو کر کولون تک بڑھ آئے ہیں - اب بجز اسکے اور کیا چارہ کار تھا کہ جسقدر جلد ممکن ہو واپس ہو کر اپنی سلطنت کی حفاظت کرے - واپسی میں وہ خود تو معہ دستہ باڈی گارڈ جلد جلد قدم بڑھائے آگے نکل گیا - اور فوجکے ہراول نے ہنوز کوہستانی درہ سے سر ہی نکالا تھا کہ حصہ عقب پر اچانک ایک سخت مصیبت نازل ہوئی یعنے قوم باسکن کے جوان جو فرانسیسیوں کے ازلی دشمن اور اونسے سخت متنفر تھے کوہ پرینیز کے تنگ و تاریک درونکے اندر کمین گاہوں میں نہایت ہوشیاری سے چھپے ہوئے تھے - ادہر ہراول گذرتا رہا اور وہ چپ چاپ بیٹھے رہے - جب یہ

حصہ گذر چکا اور عقب سے جو ساز و سامان اور لوازمات سفر سے گران بار تھا آہستہ آہستہ اطمینان سے راستہ طے کرنا شروع کیا تو وہ اپنی کمین گاہوں سے نکلا ایک بیکار ٹوٹ پڑے۔ اور اسقدر کشت وخون کیا کہ شاید ایک آدہ فرانسیس بچا ہو۔ اس خونریزی کو مجی مورخ نہایت خوفناک عبارت میں بیان کرتے ہیں اونکے نزدیک یہ لوگ مسلمان معہ اپنے معاونین بہادران لی آون کے تھے جنہوں نے شاہ چارلس پر اسطرح تباہی ڈالی۔

سپین کے قدیم گیت سے ہمکو دریافت ہوتا ہے کہ اس فسانہ کا نامور بہادر برفاڈو تھا جسنے قوم لی آون کی جانبازونکو فرانسیسی فوج کے غارت کرنے کے لئے اسطرح ارادہ کیا۔

گیت

بزار ڈیڑھ ہزار سپاہیونکے گروہ کے سانہ شہر سے جاتا ہے تاکہ ملک سپین کو فرانسیسی نلوارون کا شکارگاہ ہونے سے بچاوے۔ یہ شہر یہان دواب کے وسط میں واقع ہے اور یہ چھوٹی سی جمعیت یہان سے اسواسطے نکلی ہے کہ پیلیونز کے گذشتہ کارنامونکی شوکت اور شہرت کو اس ابدی تاریکی سے محفوظ کرے۔ گویا یہ سب لوگ زبان حال سے کہتے جارہے ہیں وہ ہمکو خدا نے آزاد پیدا کیا ہے۔ اگرچہ ہم اپنے شاہ چارلس کے مغلوب ہونے کی حالت میں کوچ کرکے اوسکی مطاوعت کا اقرار کررہے ہیں مگر تاہم آزادی ہماری صفت خاندانی ہے خدا کے حکم سے ہماری امداد اوسکے کارآمد ہوگی۔ لیکن خدا نے یہ حکم کبھی

نازل نہیں فرمایا کہ ہم اپنے بچوں کو ایک حلقہ بگوش ملک کی وراثت چھوڑ جائیں۔ ہم کچھ بزدل نہیں۔ ضعیف بازو یا زیردست ہیں۔ نہ ہماری رگوں میں مسیحی خون سے اس قدر خالی ہیں کہ اپنا عہد توڑ دیں اور کسی بادشاہ یا سلطان سے ڈر کر اپنی آزادی بیچ دیں کم سے کم ہم اپنا حق ولادت یا ارث تو ضرور نثار کر دیں گے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ یہ قیمت بھی کچھ کم خونریزی کا بدل نہ ہو گی۔ اگر مشیت ایزدی ہو تو شاہ چارلس ایک دفعہ اور ملک سپین کا بادشاہ ہو گا اور اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ اہل لی اون فضول برانگیختہ نہ ہوئے تھے۔ وہ اس امر کا شاہد ہو گا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح کیونکر جان نثاریاں کیں اور یہ کہ صرف نیوٹیلیم ہی کی دلیری اور جرات نے شاعرانہ قصص (رزمیہ) کہلانے کی مستحق نہ ہو۔ جس شیر نے ہمیشہ دامن کبریا کے سمندر کو اپنا گذرگاہ پنجہ قضا کیا ہو وہ خاص اپنی پشتینی آزادی اور قدیمی قانون کو کیا آج میدان میں خود قدم رنجہ کئے بدون دیدے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بڑے دلیر اور نبرد دل لوگ جبکہ بہتر سمجھیں شمائل طلائی سے مشرف کریں۔ مگر مستقل مزاجوں اور قوی دلوں کے جوش کا منقطع ہونا الفنیو سے ہرگز ممکن نہیں"۔

مذکورہ بالا فقروں اور فسانوں سے مستنبط ہوتا ہے کہ دلاوران لی اون کے پہلو بہ پہلو جنہوں نے شاہزادہ اسٹریاز کی سالنہ شارلیمین کی متابعت سے انکار کر دیا تھا ایک بڑی جماعت ہزبران اسلام کی بھی تھی جو پس پا فرانسیسوں کے حصہ عقب کے حق میں اس طرح بلائے آسمانی بن رہے تھے بلکہ ایک اور تاریخی فسانہ چارلس اور لینڈون مصنفہ سیدور سپین سے تو یہ درجات

ہوتا ہی کہ تیس ہزار مسلمانون کی ایک جری فوج تانے دم بھونچکر میجو نیبر جوڑتے رہ گئے ازبس شکستہ ماندہ ہوگئی تھی قضا کیطرح پڑگئی اور اس قدر کشتون سے پشتہ باندہی کہ مشکل سے ایک ہی آدہ جیتا بچا ہوگا۔

غرض اوس روز کا حادثہ اس قدر خوفناک ہی کہ اوسکی یاد اوس ضلع کے دیہاتیون کے دلونپر آجتک کالنقش فی الحجر ہے۔

چنانچہ جس وقت انگریزی فوج نپولین کے میرتزک اور سپہ سالاران کے تعاقب مین رائنس ویلز کے درون سے گذر رہی تھی۔ تو سپاہیون نے مرد اور عورتون کے ایک انبوہ کثیر کو اوسی واقعہ کی زرمیہ نظم کو گاتے سنا۔ علاوہ ازین خاص اسپین کے شاعرون اور سپاہیون نے اس معرکہ کے متعلق بہت سے جھوٹ سچ واقعات قلمبند کئے ہین ان سب سے زیادہ مشہور اور عمدہ امیرالبحر گاری نوز کی نظم ہے جسکو دان آنڈرو اور سنکو نیبرا نے ٹولوسو مین گاتے سنا اور جو سر ڈنیبر کی اناپ شناپ کے واقعات سے لبریز تاریخ کے مطابق ہے۔

وہو ہذا

"اے فرانس کے دلاور ورانسینس ویلز کا معرکہ تمہارے لئے نہایت جانگداز ہے کیونکہ اوسمین شاہ چارلس کا نیزہ ٹکڑہ ہوگیا۔ تم اوس حیرت خیز میدان کو نفرین ملامت کرو اور سنے تمہارے بہت سے جانباز بہادرونکو ٹیرفارڈو کے صف شکن نیزہ سے جدوجہد کرتے کرتے لیکر اپنے نامہربان آغوش مین چھپالیا۔

اوسمین شاہ چارلس کا امیرالبحر گاری نوز دشمنونکے ہاتھہ پڑا اور اوسکو سات

مسلمان بادشاہوں نے گھیر کر بطور بندی کے گرفتار کرلیا" اسکے بعد نظم میں گاری نوز کی قید کا حال۔ اور اسکا اپنے گرفتار کرنے والے کو ایک تقریب نیزہ بازی میں مار کر انتقام لینا۔ اور وہاں سے فرانس کو بھاگ آنے کی مفصل کیفیت نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز زبان میں درج ہے۔

رولنڈ جو ایک شائستہ اور مہیب حاکم اور صوبہ برٹنی کے سرحدی اضلاع کا عامل تھا۔ اسی موقعے کے کام آیا۔ تاریخی میں کی بابت جو ایک فسانہ مشہور ہے جسکی رو سے اوسنے بڑی بڑی بہادرانہ کارگذاریاں کی ہیں۔ اوسمیں رولنڈ کو سرلان سی لائٹ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

جس دن رانسس و بازمین یہ حادثہ گذر رہا تھا۔ رولنڈ جسطرف لڑائی کا زور تھا شام تک لڑتا رہا۔ اوسنے اپنی تلوار سمیت پہ ڈیورنڈاسے جہنو کو شربت مرگ چکھایا۔ مگر افسوس پیشانی کے سامنے اوسکی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر زخم کاری کھاکر گھوڑے سے گرا۔ اور زمین پر لیٹ گیا۔ اوسکے عزیزوں اور رفیقوں نے اوسکے گرد ایک ماتمی حلقہ باندھ دیا۔ جب رولنڈ نے یہ حالت دیکھی تو پائون پھیلا دئے اور پیام اجل کا انتظار کرنے لگا۔ مگر پہلے اوسنے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اسے ہاتھ میں لیکر کہنے لگا۔ "پیاری تلوار! تیری چمک کی آج دنیا میں کوئی برابری نہیں کرسکتا تیرا موزون اور پیارا قبضہ جرت میں ڈالنے والا مزاج۔ تیرا برف سے زیادہ سفید ہاتھی دانت کا قبضہ جو ایک خوشنما صلیب طلائی سے زین ہے اور جسکی چوٹی پر ایک فیروزی سیب نصب ہے۔ اور جو خدا کے مقدس نام سے منقش ہے۔ تجھکو خدا نے

جوہر اداری اور تمام ظاہری و باطنی خوبیون سے زینت بخشی ہے۔ پیاری تلوار! اب کون تجھے اپنا آقا کہے گا۔ جس ہاتھ مین تیرا قبضہ رہا وہ کبھی دشمن کے سامنے نہین جھکا۔ کبھی کسی جن بھوت سے نہین ڈرا۔ تجھکو ہاتھ مین لیکر اوسنے بدولتی مسرکین کو زیر کیا۔ دین مسیحی کو بلند کیا اور پوری کامیابی حاصل کی۔ اے فتح نصیب تلوار! اے برق وش و شعلہ رو تلوار! اے بے مثل و مانند تلوار۔ جسنے تجھے بنایا تیرا نظیر نہین بنایا۔ تیری جست سے کبھی کوئی سلامت بچکر نہین گیا"۔ یہ کہکر۔ رولنڈ نے۔ اس خوف سے کہ سبا دا اوسکے پیاری ڈیورنڈا مشرکین مین سے کیکے ہاتھ پڑجائے۔ فوراً ایک قریب کے تبر پر اس قدر زور سے مارا کہ اوسکے پرزے پرزے ہوگئے۔ اسکے بعد اوسنے اپنا نرسنگھا بجایا۔ جسکی بلند آواز تمام فوج مین پہونچگئی۔ رولنڈ نے اوسوقت اوسکو اسقدر زور سے پھونکا کہ اوسکی گردن کی تمام رنگین پھٹ گئین اور قرنا کی مہیب آواز کوہستانی درون اور چٹانون سے ٹکرا کر گونجتی غائب ہوگئی۔ اور ایک طرفۃ العین مین اس مصیبت ناگہانی سے پنجر شاہ چارلس کے کانون تک پہونچی۔ جو اپنے لشکر کے حصۂ عقب کے آٹھ میل آگے خیمہ زن تہا۔ شاہ چارلس اس مصیبت انگیز اور سانحہ جانگزا آواز کا جواب دینے ہی کو تہا کہ ایک کم بخت دغا باز نے یہ بیان کرکے کہ رولنڈ شکار کے لئے گیا ہے اوسکے دل سے شبہ رفع کر دیا۔ اوسکو اپنے نمک حلال اور جان نثار سردار کی دستگیری سے باز رکھا۔ آخر رولنڈ نے اوسی بیکسی مین تڑپ تڑپ کر مستغرق بخیال الٰہی و مستغرق بحر الہم ہوکر جان جان آفرین کو سونپ دی۔ ادہر

فرانس کے ایک سردار بالڈون نے بھاگ کر چارلس کو اس مصیبت اور رولنڈ کی موت کی خبر دی۔ یہ سنتے ہی چارلس واپس ہوا۔ اور راسس ویلز کے دہنے مین پہونچکر دیکھا کہ تمام زمین فرانسیسی بہادرونکے خون سے سرخ لباس پہنے ہوئے تھی۔ اور اوسکا جانباز سورما۔ اپنی پیاری تلوار کے پرزے اور قرنا پہلو مین لئے بشکل صلیب موت کی خاموش نیند سو رہا تھا۔ یہ بیکسی کی حالت دیکھکر چارلس کا دل غرہ کا اور بے اختیار ہوکر ماتم کرنے لگا۔ کبھی گریہ وزاری کرتا تھا کبھی کف افسوس ملتا تھا۔ کبھی منھ نوچتا تھا اور نوحہ کرتا تھا۔ "اے اپنے بادشاہ کے قوت بازو اے فخر فرانس شمشیر برھنہ۔ اے رائت گردن فراز و اے سینہ بند آہنین سینہ سپر ملک۔ امین ملتہ المسیح۔ آفت جان اسلام۔ پشت پناہ فقہا۔ ملجاے بیوگان و یتامیٰ۔ اے درست بازو۔ منصف مزاج حاکم۔ نرانسیو نکے مشہور بہادر سردار۔ ہمارے فوجی شجاعونکی ناک۔ کیا قتل ہونے کے لئے مین نے تمہین پیچھے چھوڑا تھا۔ آہ مین تمہین اپنی آنکھون سے مردہ دیکھتا ہون اور خود زندہ ہون افسوس! کیا تم مجھے بیکسی و بیچارگی کا داغ دیجاؤگے۔ مجھے ایک بے دست و پا بادشاہ چھوڑ جاؤگے۔ لیکن ہمارے آسمانی باپ کے تقرب۔ اور شہدا و ملائکہ کی صحبت نے تمہین ان باتون سے مستغنی کردیا ہے"۔ ع

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

ایسی دلگداز زبان مین چارلس نے اپنے مقتول سردار کی نوحہ خوانی کی۔ اور مرہم چشم و مرہم اوسی جگہ نزل کی۔ اور نعش کو انواع و اقسام کے مصالحات اور خوشبویات سے معطر

کر کے تمام فرانسیسی شب بیداری کرتے رہے اور مقتول کی عزت میں ارد گرد
کے ٹیلو نپر روشنی کر کے اور مذہبی تین گا کے صبح کو سپیدہ دم نعش لیکر روانہ ہوئے
اور منزل پر پہونچکر مراسم شاہانہ کے ساتھ مدفون کر دیا۔ یہ خوف ناک اور سخت دن ہزار
نامور بہادر اور سردار فرانس یہان تک کہ رولنڈ کو بھی ساتھ لیکر اسطرح ہمیشہ کے لئے
افق کی تاریکی میں چھپ گیا۔ اور انام نام ایک لرزانے والے خوف سے
یاد کئے جانے کے لئے صفحہ روزگار پر چھوڑ گیا۔ دنیا میں کسی خفیف سے حادثہ پر
اسقدر زمینہ نظم اور گیت تصنیف نہیں ہوئے جسقدر کہ اسپر۔ یہ معرکہ باعتبار اپنے
بھیانک واقعات کے دامن پیری نیرمیں دوسرا معرکہ تھا۔

راقم

حامد علی

تقدیر و تدبیر

ایک گروہ محض تقدیر کا قائل ہے۔ اور دوسرا گروہ محض تدبیر کا۔ مگر مین منجملہ اون لوگون کے ہون جو ہر کام مین تدبیر کرنا ضروری خیال کرتے ہین۔ اور اوسکے نتیجہ کو تقدیر پر چھوڑتے ہین۔ مین کسیقدر شرح و بسط کے ساتھ ظاہر کرنا چاہتا ہون۔ کہ کن وجوہ و ادلہ کی بنا پر مین نے اپنی رائے اسطرح قایم کی ہے۔

جو موجودات دنیا مین ہین یا ہونگے اونکا تعلق یا محض ذات خدا تعالےٰ سے ہوگا یا بندے سے یا دونون سے۔ جنکا تعلق کہ محض ذات باری سے ہے جیسا (آسمان زمین اور آفتاب و ماہتاب اور احجار و انہار اور موت و حیات اور امثال اونکی وہ چیزین ہین کہ اون مین بندہ کو مطلقاً دخل نہین ہے اور جو امور کہ اون مین محض بندہ کا دخل ہو وہ شق معدوم ہے۔ لیکن جو امور کہ اون مین بندہ اور خدا تعالےٰ کا تعلق ہے وہ بندہ کے افعال اختیاریہ ہین۔ اور تعلق خدا تعالےٰ افعال اختیاریہ مین بنظر ظاہر محسوس نہین ہے۔

اور جو امر کہ شان اوسکی ایسی ہو اوسکا ذکر درمیان مین لاکر اپنے کو فوائد کثیرہ سے محروم رکھنا خلاف عقل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب انسان اس بات کو اپنے دل مین جائے دے کہ تدبیر کوئی چیز نہین سب امور تقدیر سے متعلق ہین تو آخر مین اوسکا نتیجہ بے علمی جہالت سستی اور کاہلی ہوگا۔ پس جو امر کہ

اوسکا یہ ہو اوسپر اتکا اور اعتماد کرنا اور تدبیر سے کام نہ لینا اچھا نہین ہی۔ بلکہ میرے نزدیک ابتداء کار مین تدبیر کو مقدم کرنا اور انتہا مین تقدیر کے قائل ہونا نہایت مستحسن اور مفید ہی اور یہ ایسا عمدہ اور مفید مسلک ہی جسکو غالباً فریقین یعنے اہل تدبیر اور تقدیر بخوشی قبول کرین گے۔ جو لوگ کہ تقدیر ہی کے بھروسے تدبیر کو چھوڑ بیٹھتے ہین اونکے اذہان مین چند امور جاگزین ہین غالباً وہ امور حسب ذیل ہون گے۔

امر اول - یہ ہے کہ ابتدائی حال مین خدا تعالے نے (الست بربکم) کہکے جلوہ افروز ہوا اور حضرت انسان سے (بلے) کے ساتھ اقرار لیا۔ وہان مربی و مدبر اوسکا خدا تعالے نہا نہ وہ۔

واضح ہو کہ خدا تعالے نے ایک لاشئی محض کو قطرہ نجس سے پیدا کیا اور اوسکو لباس احسن صورت کا پہنایا اور رحم مادری مین اوسکا مسکن عارضی قرار دیا۔ بلکہ ابتداء تخلق آسمان و زمین اور عرش و کرسی سے تخلق انسان کے لئے تدبیر فرمایا۔ اور یہ امر سب کو معلوم ہی کہ وجود آدم کا اربعہ عناصر سے مرکب ہی اور اوسمین ہر ایک نبی آدم کا مادہ مشترک تھا۔ اور اوس خداوند کریم نے اوس مادہ کو موجود ہونے تک ہزارون بلکہ لاکھون آفات اور بلیات سے محفوظ رکھا۔ اور یہ بھی امر مسلم ہے کہ جب انسان غذا کھاتا ہی تو وہ غذا بدل ما یتحلل جسم کا ہو جاتا ہی۔ اب یہان خیال کرو کہ جب انسان نے گوشت و فواکہ اور غلہ کو تناول کیا تو ہر ایک چیز مین اوس غذا کے تیرا جز شامل تھا۔ تیرے جز کو جسم کی فضلہ سے علیحدہ کیا اور باقی اجزا غذا کو خون بنایا۔ اور خون کو تمام جسم مین گردش دی۔ اور اوس گردش مین

ہر ایک عضو نے اپنی مقدار تجمل کے موافق اوس خون سے ایک جزو کو جذب کیا اور اوس سے اپنی تکمیل کی - پھر اوس خون سرخ کی ہیئت و صورت مین تبدیل کر کے سفید بنایا - وہ سفید پانی کے جو متعدد جزو تھے اون مین تیرے اصلی جزو کو رحم مادر مین قرار دیا - اور رحم مادر کو اوسکے لیے قابل بنایا - اور اوس قطرہ اب سفید کو شکم مادر مین گونا گون لباس سے مزین فرمایا - اور اوسکے لیے جو اعضاء اور آلات مناسب تھے تیار کیے اور اس ترکیب سے تیار کیے کہ سب زیبا اور نہایت حسین اور خوبصورت نظر آتے ہین اور تیری مادر کو جمیع امراض مہلکہ سے اور حمل کو اسقاط سے محفوظ رکھا - اور بعد تکمیل مدت حمل کے ایک راہ تنگ سے صحیح و سالم پیدا کیا - قبل از پیدائش کے تیرے لیے غذا مناسب تجویز فرمائی تاکہ تجھکو اوسکے کھانے سے قوت و توانائی حاصل ہو جائے اور اوس غذا مین کسیطرحکی سختی اور ثقالت نہین رکھی اگر سختی اور ثقالت ہوتی تو ضرور بسبب ناتوانی کے اوسکے مضم مین تو مضائقہ کرتا - اور تیری قوت و توانائی حاصل ہونے تک حتے کہ بلوغ تک تیری والدین اور اولیا کو تیری خبرداری اور اصلاح کیلیے مہربان فرمایا - تیری ماں نے تیری راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھا - اور تو جب شب مین کسی درد اور اذیت کے باعث گریہ کرتا تھا تو وہ تجھکو اپنے سینے پر رکھکر طرح طرحکی خوش آوازی سے تجھکو لولی دیتی تھی - تاکہ تو تسکین پائے - اور اوس وقت مین تیری والدہ کو کسیطرح اپنے آرام و راحت کا خیال نہین رہتا تھا - اگر خیال تھا تو اسبات کا کہ تو بہر طور آرام حاصل کرے - اور جلد جوان ہو جائے اور تیرے حسن و جمال اور جوانی کے بناؤ کو دیکھکے اپنی آنکھ ٹھنڈی کرے - کیا یہ سب امور تیری

تدبیر سے ظہور پائے۔ نہین ہرگز نہین۔ اور جب تو صحیح اور تندرست رہتا تھا تو میری مادر تجھکو گود مین لیتی اور بے اختیار تیری بلائین لیتی۔ اور اپنے کو آپ بچہ بنانی اور تتلی زبان نرم آواز سے تجھ سے باتین کرتی اور کھیلتی تھی۔ اور فرط محبت سے بوسہ اور بلائین لیتی۔ شام کو نظر اوتارتی۔ کچھ نہین چار بہلاوین ہی صحیح۔ الغرض جو نکر تھی اوسکو تیری بھلائی کی اور جو تدبیر تھی اوسکو تیری درستگی کی۔

اب فرمائی کہ کیا یہ سب آپ کی تدابیر کے نتائج تھے یا کچھ اور کسی چیز کے نہین نہین ہزار بار نہین بلکہ بے شمار بار نہین۔ یہ سب تیرے لئے اوس مالک و مختار نے بلا درخواست تیرے مہیا اور موجود کیا۔ اب جب تو توانا ہوا تو کیا تجھکو بلا تدبیر چھوڑ دے گا۔ جو تو طرف تدبیر کے روان دوان ہی۔ بلکہ میرے نزدیک تو باوجود اس علم کے پھر تدبیر کرے تو تجھکو احسان فراموش اور کافر نعمت اگر کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔ پس اسصورت مین انسان کو لازم ہی کہ عنان اختیار کو ہاتھ سے ڈالدے۔ اپنے کو اور اپنے کل امور کو اوس کے تفویض کر دے اور کہے اُفوض امری الی اللہ انّ اللہ بصیر بالعباد۔

امر دوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عرش و کرسی کو اپنی قدرت و تدبیر سے قایم کیا اور ارض و سماس و قمر کو اپنی تدبیر سے مستفید فرمایا۔ تو ذات تیری بہ نسبت ان اشیاء کے بالکل بے حقیقت اور بے مقدار ہی۔ اس صورت مین یہ امر خلاف قیاس ہے کہ تیرے لئے وہ تدبیر نہ کرے۔

تیسرا امر یہ ہی کہ خدا تعالےٰ سب کا مولےٰ اور مالک ہی اور انسان اوس کے

غلام اور عبید ہین اور یہ امر اظہر من الشمس ہی کہ غلام رو بر و مالک ہونے کے بے ادبی ہے۔ جب یہ امر متحقق ہوا تو کہا جائے گا کہ مالک کو اپنے مملوک کے لئے تدبیر کرنا ضروریات سے ہی۔ اور اوسمین غلام کو دخل دینا نا جائز بلکہ بے ادبی ہے۔

ایک بزرگ نے اپنے مرشد سے مفلسی اور تنگدستی کی شکایت کی۔ مرشد نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر ذات تمہاری مخلوق تمہاری ہی تو اوسکے لئے تدبیر کرو۔ اور اگر مخلوق خدا تعالے کی ہی تو اوسکو سونپو۔ اوسکی تدبیر وہ خود کرے گا۔ پھر مرشد نے فرمایا کہ (الراحۃ فی الاستسلام الی اللہ تعالی وترک التدبیر معہ)

چوتھا امر یہ ہی کہ دنیا خدا تعالے کا گھر ہے۔ اور انسان اوسمین بطور مہمان کے اور خدا تعالے بطور میزبان کے ہی۔ اور لوازم مہمانداری سے یہ ہی کہ میزبان مہمان کے کل حوائج کا متکفل ہووے۔ اور مہمانداری تین روز کی ہوتی ہی۔ اور ایک روز نزدیک خدا تعالے کے ہزار سال کا ہوتا ہی۔ اس حساب سے ظاہر ہوا کہ تین ہزار سال تک ہمکو کسیطرح کی تدبیر نہ کرنا چاہئی۔ عمر طبعی تک دنیا مین باقی سال آخرت مین۔ چونکہ آخرت مین انسان کو تدبیر کرنا غیر مسلم ہے۔ تو اس زمانہ قلیل مین بطریق اولے ترک تدبیر تسلیم کیجائے ؛

پانچوان امر یہ ہی کہ آدم علیہ السلام نے جب خلود و قیام کے لئے جنت مین تدبیر کی اور نتیجہ گندم سے چاشنی حاصل کی تو خدائے تعالے نے اون کی تدبیر کو نامنظور فرمایا۔ اور اونہین جنت سے خارج کیا۔ جب الہا جلیل القدر نبی بسبب تدبیر کے معتوب ہو تو دوسرے کو مثل بادشاہ کے تدبیر سے کیا فائدہ حاصل ہوگا بیشک

اگر آدم علیہ السلام تسلیم و رضا کو اختیار فرماتے تو ہرگز زمین پر تشریف نہ لاتے۔ وہ اور اونکی اولاد مصائب متنوعہ اور آفات لاتحصی مین گرفتار نہ ہوتے جیساکہ ابراہیم علیہ السلام نے تسلیم و رضا کو اختیار کیا۔ اوسکا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ نار گلزار ہوگئی۔

ملخص اس قصہ کا یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام منجنیق پر چڑھائے گئے۔ اور قریب تھا کہ آتش شعلہ زن مین جسکی حرارت سے بارہ بارہ کوس تک کوئی ذی روح نہ ٹھہر سکتا تھا۔ جھونکے جائین۔ اور اس حال کے معائنہ سے ارض و سما مین ایک حشر برپا تھا۔ اوسوقت جبرئیل علیہ السلام نے درگاہ رب الجلیل مین واسطے خلاصی اونکی کے عرض کی۔ ارشاد ہوا کہ اگر میرا خلیل تجھسے مدد چاہے تو اوسکی امداد کرو ورنہ اوسکے حال پر چھوڑو پس جبرئیل امین آئے اور اس حالت پر آشوب مین حضرت ابراہیم سے فرمایا (الک حاجۃ) کیا تجھکو حاجت ہے۔ حضرت نے جواب مین فرمایا۔ (اما الیک فلا) لیکن تجھ سے کچھ حاجت نہین ہے۔

شرط تدبیر یہ تھی کہ آپ خواہش ظاہر فرماتے۔ لیکن ایسا نہین کیا۔ جبرئیل نے فرمایا۔ آپ خدا تعالے کے محتاج ہین۔ اوس سے سوال کیجئے اور اپنی حاجت چاہئے اوسکے جواب مین فرمایا "علمہ بحالی حسبی من سوالی" خدا تعالے کو میرے حال کی اطلاع حاصل ہے۔ پس مجھے سوال کی ضرورت نہین ہے۔ پس یہی امر حضرت ابراہیم کی نجات کا ہوا

جن وجوہ نے حضرات کو تدبیر کرنے سے روکا۔ وہ پانچ ہین۔ جیساکہ اوپر کے چند سطور مین لکھا گیا ہے۔

خلاصہ اون امور کا یہ ہے۔

(۱) ازل سے انسان کے پیدا ہونے تک خدا تعالےٰ کی تدبیر اور تولیت۔
(۲) جب خدائے تعالےٰ مخلوق کا خود متکفل ہے تو انسان ضعیف البنیان کا بطریق اولےٰ ہوگا۔
(۳) خدائے تعالےٰ مالک و مولےٰ ہے۔ اور کل انسان اوسکے غلام اور عبید ہیں۔ اور عبید کے جمیع حوائج کا مولےٰ متکفل ہوتا ہے۔
(۴) دار دنیا مہمان سرائے ہے اور خدا تعالےٰ میزبان اور انسان اوسکا مہمان اور مہمان کی مہمانداری میزبان پر واجب ہے۔
(۵) آدم علیہ السلام کا خروج جنت سے بسبب تدبیر کے ہوا اور ابراہیم کی نجات عدم تدبیر سے ہوئی۔

جب میرے نزدیک بلحاظ ادلہ قوی ابتدا میں تدبیر کے منعقد ہونا اور انتہا میں تقدیر کے قائل ہونا مسلم ہے تو ضرور ہے کہ خمسہ امور مذکورہ کا جواب لکھوں۔ اور جن صاحبوں کی طبیعت اولہ و براہین بالا کی سماعت سے سنی کی طرف مائل اور جہالت کے دریا میں غوطہ زن ہے اونہیں اوس سے نکالوں اور امور مذکرہ صدر کا جواب دوں +

جواب امر اول

واضح ہو کہ اوس شاہد غیب نے اپنے کو ہزاروں پردہ تقدس میں اسلئے مخفی اور محتجب کیا تاکہ عشاق اوسکی تلاش و دریافت میں اپنے کو مصروف و مشغول رکھیں۔ اور عباد ہیں جو سر کو زمین پر رگڑتے ہیں۔ انواع و اقسام کی وضع میں التجا و زاری کرتے ہیں

غایت اوسکی یہ ہی کہ اوسکا کسیطرح سے جلوہ نظر آئے۔ لیکن اوس بے پروائی عالم کا کسیکو
اس دنیا مین اس جسم سے وصال نہین ہوا۔ جب زیادہ اصرار کیا تو نون توانی کا خطاب
پایا۔ لیکن اوس عیار نے اپنے چند گماشتونکو اس دار دنیا مین روانہ فرمایا۔ تاکہ اونکے
واسطے سے حضرت انسان اپنے سود و زیان کا موازنہ کر سکے کار بند ہو۔ وہ گماشتے
کون ہین یعنی حواس عشرہ جن مین پانچ حواس ظاہری ہین یعنی قوت بصارت اور
قوت سماعت اور قوت ذوق۔ اور قوت شم۔ اور قوت لمس۔ اور پانچ باطنی ہین
یعنے حس مشترک خیال۔ وہم۔ حافظہ۔ متصرفہ۔ جسطرح کہ اوس ذات اقدس نے
اپنے کو ظاہر نہین کیا۔ ایسے ہی اوسکے گماشتونکو بھی کسینے ظاہر انہین دیکھا۔
اور ان حواس کو تعین فرمانے سے خداوند کریم کی یہ غرض ہے کہ انسان اون سے
کامل بنے۔

خدا تعالے نے ازل سے اوسکے بالغ ہونے تک جو اوسکے لئے تدبیر و تولیت
فرمائی اوسکا سبب یہ تھا کہ اوسکی عقل کامل اور اوسمین کاروبار کرنے کی قدرت نہ تھا
اوسمین توانائی پیدا ہوتے ہی والدین اوسکی غمخواری اور پرورش سے جیسا کہ خورد بینی
مین نگرانی کرتے تھے کنارہ کش ہوئے۔ پس ایسا ہی خدا تعالے اوسکو جب عقل
کامل اور توانائی عنایت فرماتا ہے اوسکو اوسکی تدبیر کے حوالہ کرتا ہے۔ اگر تدبیر
کرنے سے کام حسب مراد نہ نکلے تو کہنا چاہیے کہ تدبیر ہی ناقص کیگئی تھی یا تقدیر
مین ایسا ہی لکھا ہوا تھا۔

جاننا چاہیے کہ عقل وہ مشعل پرضیا ہے کہ انسان اوسکے ذریعے سے

تاریکی جہالت وضلالت سے نجات پاتا ہے۔ اگر انسان عقل سے کام نہ لے گا تو ضرور اوسکو مصائب اور خرابیون مین پہنسنا ہوگا جسطرح سے کہ ایک شخص مشعل سے کام نہ لے سکے مصیبت مین گرفتار ہوا۔

اوسکا قصہ یہ ہے کہ ایک مسافر کو راہ چلتے چلتے اتفاق سے شب ہوگئی راہ مین ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اوسنے اوس مسافر سے کہا کہ یہ راہ جسطرف تم جانا چاہتے ہو پرخطر ہے۔ اوسمین موذیات ہین اور راہ بہت تنگ اور پیچیدہ ہے۔ اور راہ کے اکثر مقامات مین نشیب و فراز متعدد چاہ بھی واقع ہین اسلئے مین تمہین ایک مشعل دیتا ہون کہ اوسکے ذریعے سے تم راہ آسانی سے طے کروگے لیکن مسافر ہٹ دہرم تھا مشعل تو لے لیا۔ مگر مشعل کو روشن نہ کیا۔ تھوڑی راہ طے نہ کی تھی کہ ایک شیر خونخوار سے سامنا ہوا۔ اور یہ مسافر اوسکے معائنہ سے گھبرایا۔ اور وہان سے گریز کرنے کا قصد کیا۔ اچانک ایک راہ تاریک مین گر پڑا اور ہلاک ہوگیا۔ اگر یہ مسافر اوس مشعل کی روشنی سے مسافت طے کرتا تو امید تھی کہ ہلاک نہ ہوتا۔

پس ایسا ہی ہوگا اوس شخص کا حال جو مشعل عقل سے کام نہ لے گا۔

لہذا اسبات کے نظر کرتے حکما و علما نے عقل سے کام لیا۔ صدہا کتب حکمت عملی و نظری کی لکھین۔ اور آلات صناعت و زراعت اور ہتھیار حرب و ضرب ایجاد کئے اگر وہ حضرات اپنی عقل کو اسطرف متوجہ نہ فرماتے تو دین و دنیا کے کام بالکل بے رونق رہتے۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اس جہان کا اس رونق سے معمور

وآباد رہنا محال و دشوار ہوتا۔ اور انسان بغیر طعام و لباس کے راہ عدم کی نا پہنچے یہ عمدہ عمدہ لباس اور اقسام اقسام کے طعام لذیذ اور ریل کی وہ تیز رو سواری اور تار برقی کی وہ جلد خبرین (؟) ادھر کھٹ کی آواز ہوئی اور ہر سو کوس پر دن سے خبر موجود) اور بجلی کے وہ آفتاب نما چراغ جو شب تاریک کو اپنی ضیا سے مثل روز روشن کر دکھائین۔ اور جہازون کی خوش رفتاری اور مکانون کی بناوٹ و سجاوٹ اور گلشن و بوستان کی سیر کیونکر اور کسکو نصیب ہوتی۔ پس اس مسئلہ کا عملی تصفیہ اسطرح ہونا چاہیئے کہ جو صاحب تدبیر کے قائل نہین تو انہین چاہیئے کہ جو اشیا و تدبیر بشری سے پیدا و ظاہر ہوئے ہین اونکے استعمال کو ترک کرین اوسوقت ہم قائل ہو جائین گے کہ وہ اپنے اعتقاد کے پورے ہین۔

جواب مردوم

قائل نے منظمات مخلوق سے ارادہ کیا ہے۔ آسمان و زمین اور آفتاب و ماہتاب اور موت و حیات سے اور اس امر کا بھی بیان کیا کہ اس منظم مخلوق کا خود خدا تعالے متکفل و مدبر ہے۔ مین اسموقع پر اس قدر بیان کرنا کافی خیال کرتا ہون کہ ہم آسمان و زمین اور آفتاب و ماہتاب وغیرہ کو متحرک پاتے ہین اور یہ حرکت انکی کسی تدبیر کے لئے ہو رہی ہے۔ جب منظم مخلوق بلا تدبیر نہین رہ سکتی تو ہمین بطریق اولے تدبیر اور اینکو حرکت مین لانا واجب ہوا۔ اگر کوئی شخص اونکی حرکت کا منکر ہو تو گویا امر بدیہی کا منکر ہوا یہ امر غیر جائز ہے۔

جواب امر سوم

ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہین کہ خدا تعالےٰ ہمارا مالک و مولے ہے۔ اور ہم اوسکے غلام و عبید ہین۔ لیکن یہ بات ہرگز لایق نہین ہے کہ خود غلام تو بیکار بیٹھے اور مولے اسسے سب کام تابعداری کے لینے کی توقع رکھے۔ بلکہ اس طریقے سے معاملہ بالعکس ہوجائیگا۔ پس یہ امر مستلزم بے ادبی سے یا نہین بلکہ عبید کا کام یہ ہے کہ کل امور کو اپنے اور اپنے مالک کے آئین بہین درست طور سے ادا کرے اور ہمیشہ مالک کی اطاعت کو اپنا فخر سمجھے۔ غلام کا کام تدبیر ہے اور مالک کا کام جو بندہ سے متعلق ہے وہ عبادت ہے۔ پس اس سے بطور صاف معلوم ہوگیا کہ انسان کو ہمیشہ تدبیر کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ اور خدا تعالےٰ کی عبادت کیطرف* بھی۔

ہ نوٹ۔ عبادت خلق (تدبیر) الثیر

جواب امر چہارم

ہم اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہین کہ دنیا مہمان سرا اور خدا تعالےٰ میزبان اور ہم اوسکے مہمان ہین چنانچہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؎

ادیم زمین سفرہ عام اوست
برین خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

اور حسب قاعدہ مقررہ میزبان پر واجب ہے کہ دسترخوان کو سترہ اور صاف کرکے آراستہ کرے اور اوسپر نعمت ہائے نفیس و عمدہ رکھے اور جو چیز مہمان کی ضرورت مین داخل ہے مہیا کرے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے اولاً زمین کو مسطح قابل رویدگی بنایا۔

اور آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ اور ہوا جاری کی۔ اور آفتاب و ماہتاب کی روشنی سے فرحت بخشی اور دریا جاری کئے۔ اور بے حساب اشیاء ضروری کو جو انسان اور حیوان کی محتاج الیہ ہین بلکہ باعث اوسکی زندگی کا ہی بلا روک ٹوک موجود کئے۔ پس جیسا کہ مہمان کو لازم ہے کہ دسترخوان مہمانی سے جو اوسکے مناسب اور مرغوب طبع ہی تناول فرمائے۔ اور لقمائے قلمون سے یکے بعد دیگرے دیکھ سمجھ کر ہاتھہ اور دہن مین لے۔ اوسکو نہایت تمیز سے خوب چبا اور آہستہ کھانا وغیرہ وغیرہ یہ سب مہمان کی تدبیر و فکر سے متعلق ہے۔ میزبان پر یہ واجب نہین ہے کہ خواہ مخواہ اپنے ہاتھہ سے مہمان کے منہ مین لقمہ ہائے طعام زبردستی خواہ اوسکو اشتہا ہو یا نہ ہو خواہ اوسکو رغبت ہو یا نہ ہو داخل کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ دعوت و مہمانی منجر بعداوت و دشمنی ہوگی۔

پس مہمان سرا دنیا مین بھی یہ عمل لازم ہے کہ انسان اپنی تدبیر و فکر سے ان نعمتون کا استعمال کرے۔ پس دنیا مین تقدیر الٰہی سے یہ فعل صادر ہوا کہ تمام اشیا محتاج الیہا موجود کئے گئے۔ اب فعل تدبیر کا یہ ہے کہ اوس سے بموجب عقل و تدبیر اپنا رزق و فائدہ حاصل کرے۔ وہو المراد۔

جواب امر پنجم

آدم علیہ السلام کا معتوب ہونا محض بنظر تدبیر نہین ہوا بلکہ آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ سے استفادہ باعث عتاب ہوا۔ لیکن اگر بچشم بصیرت دیکھا جائے

تو ظاہر ہونا ممکن ہے کہ فوائد بے شمار جلوہ ظہور پائے۔ اگر یہ تدبیر نہ کیجاتی تو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیا علیہ السلام اور حکما و علما کا صدور نہ ہوتا۔ اور ان حضرات کے وجود سے جو جو فوائد دینی و دنیوی ظاہر ہوئے وہ نخلی نہیں ہیں۔

اس مقام پر یہ امر لایق یاد رکھنے کے ہے کہ جب اوس تدبیر عنایتی سے فوائد بے حساب کا ظہور ہوا ہے تو جو تدبیر کہ بلا عتاب ہوا اوسمیں فوائد کثیرہ کا ظاہر ہونا بلا شک و شبہ لایق تسلیم ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے بنظر ظاہر اگرچہ کوئی تدبیر نہیں کی لیکن بنظر باطن ایک ایسی معظم و بزرگ تدبیر عمل میں لائے کہ جس سے خود خالق ارض و سما اونپر متوجہ ہوا۔ اور باران رحمت سے بارگلذار بن گئی۔ الغرض تدبیر کرنا ابتدا میں واجب و لازم ہے۔ اور انتہا میں تقدیر کے حوالہ کرنا اور راضی ہونا مسلم۔ بس اپنے کلام کو السعی منی والاتمام من اللہ پر ختم کرتا ہوں فقط

راقم

سید رحیم الدین

نوٹ۔ بلا بحیثیت مجموعی وجود آدم سب تخلیق مخلوق معظم ہے۔ اڈیٹر۔

حسن
ضمیمہ رسالہ ہم

ہم ذیل میں اجرتی اشتہار بخشدہ درج کرتے ہیں۔

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیر اور ہفتادہ سالہ تک کو یکساں نفع ہوا ہے اس کے استعمال میں نہ کسی قسم کا پرہیز اور نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطرہ۔ رگ و پٹھہ وغیرہ کو حیرت بخش تقویت بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض نامردگی خواہ وہ کسی سبب سے ہوں بخر خلقی و مادرزاد نا ہو سکے اپنی معجزنما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے قیمت۔ فی شیشی۔ پانچ روپے۔ محصول۔ ہر۔ اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن رہتا ہے

دوائے عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو باجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ چاولوں کے برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عہ۔ پانچ روپیہ یا گیارہ روز کی خوراک میں نفضلہ زائد کلی ہوتا ہے۔ **خواص** آن۔ یعنی ہر قسم قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید۔ دافع جریان منفوخ داغ داغصائے رحمیہ۔ دماغ و اعصاب النفس۔ و سوزاک کہنہ۔ خواہ خشک ہو یا تر۔ اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ میں از حکم اکسیر کار رکھتا ہے یعنی کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہو گئی ہو نفضلہ صحت ہو گی

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ

امراض ضعف لبصر۔ دماغ۔ و صفاتی خون۔ و انواع و اقسام تپ جڑیا۔ چوتھیا۔ تپ دق۔ استسقا۔ طال آتشک سوزاک۔ جریان۔ سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر۔ خونی و بادی۔ اور شراب خوری اور چانڈو نوشی سے خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں سب کو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے۔ ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل پانچ روپے۔ محصول۔ ایک روپیہ۔

عجیب چیز

تحلیل بواسیر خونی و بادی۔ و تحلیل درد مسہ کے لئے عجیب چیز ہے۔ پہلے ہی روز میں ایک دو بار کے استعمال سے درد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ میں نفضلہ و مسہ بالکل دفع ہو جاتے ہیں اور پھر کبھی عود نہیں کرتے۔ وزن عرق ۶ ماشہ۔ قیمت عہ۔ محصول۔ ہر

جہان نما

اس عرق کے لگانے سے آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ پھولی۔ درد۔ دھند۔ سرخی چشم جلد ہا بر یونکو دفع کرتا ہے۔ قیمت۔ عہ۔ محصول۔ ہر۔ وزن عرق۔ ۶ ماشہ۔

خضاب یاب

بے مثل رنگ و رنگ ہے نادر خضاب ہے
گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے ✦

جسکے کہ عوام میں خضاب سے دقتیں واقع ہوتی ہیں جنکی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ بغیر اسکے کہ اپنے بالوں کو صاف کریں اور بعد تین گھنٹہ کے بعد سر دھوکر بالوں کو خشک کریں خضاب لگا لیتے ہیں اور جب خضاب لگانے کے بعد تین گھنٹہ کے قریب وقت گذر جاتا ہے تو بالوں کو دھو ڈالتے ہیں اور بال سیاہ ہو جاتے ہیں سو اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت ظاہر ہے کہ گندی اور زنگ کا پانی جب دماغ میں جذب ہوگا تو اور اس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ ایام سرما میں نزلہ سردی وغیرہ کے جسقدر کیسے بچا ہے ناظرین سے امید ہے کہ توجہ بہکر طلب فرماوینگے اسمیں کوئی مبالغہ نہیں ہے شوق کی تعریف اسکے اجزا کی ظاہر کرنا ہوتا ہے بالخصوص خاکستر سر عنبر و مشک و عطاوہ بہترین خوشبوؤں کے نظیر بنفشل کیوڑہ - یاسمن و رازی مو مقوی دماغ ہے - بالوں میں سختی نہیں دیتا ہے بلکہ ملایم رکھتا ہے - سیاہی میں بالوں کو بقابل اصل بالونکے کرتا ہے - اور سر روز بطور روغن چنبیلی لگاتا ہوتا ہے کسی چیز سے بالوں کے کالی مزدت نہیں دوسرے تیسرے روز لگائے تو بال بقابل اصل بالوں کے سیاہ ہونگے کوئی تمیز نہ کر سکے گا یہ خضاب ہے - ایک بوتل میں تین روپے بھر یعنی دو ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے قیمت فی بوتل - عیار - علاوہ محصول - نصف تیسری عیار - چہارم تیسری عیار اس سے کم غیر ممکن ہے - میرے شفاخانہ میں ہر قسم کا علاج ہوتا ہے ✦

اطلاع ضرور

واضح ہو کہ بہت سے ہندی خطوط یعنے سرٹیفکیٹ جو صاحبان یورپین بہادران نے میرے عمدہ علاج کے بدولت میں عطا فرمائے ہیں اور نیز ہندوستانی خطوط صحت قریب ہزار بارہ سو کے موجود ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہونگے - چاہے طالب زر ملاحظہ ہوں - میری ادویہ سے ہزاروں نے صحت پائی ہے اور بغیر سفارش بہت سے سرٹیفکیٹ ملے ہیں - آوے آنہ کا ٹکٹ بھیجکر طلب کریں - کیونکہ بعض مکتوبوں نے اپنے شہر کے دیہوں کی خوشامد کر کے - سرٹیفکیٹ بنا لئے ہیں - پس میرے سرٹیفکیٹ منگا کر ملاحظہ فرماویں تاکہ دھوکا نہ ہو -

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں چھپنے کی گنجایش نہیں رکھتی اور جس سے لطف زندگی تا دم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہے

المشتہر

حکیم ابو الحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ لنگڑے

مجرب و آزمودہ شربتیہ دافعین

امراض فیل کی اور یہ شفاخانہ زبدۃ الحکما ڈاکٹر غلام نبی ایم ڈی رسالہ حافظ صحت لاہور میں جو ۱۸۷۳ء سے جاری ہے ملتی ہیں - مفصل فہرست و سرٹیفکیٹ ٹکٹ آنہ آنہ سے مل سکتی ہے -

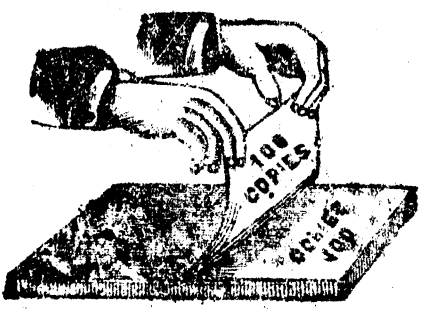
مطلقاً - جو استعمال بچہ پن کے نقص رگونکی و مطربت دماغ کو دور کرتا ہے فی بوتل عمر ضعف اعضاء رئیسہ - ضعف قلب - تپش - درد سر وغیرہ بہر کیفیت مسکرات و اقسام نوشش سے کمی اشتہا و ضعف جگر و سستی لاغر ہو دور کرتا ہے فی بوتل عمر

سوزاک - نیا ہو - یا پرانا - علی العموم ۲۰ گھنٹہ میں اپنا اثر کرتا ہو - شربت یکم وغیرہ کو دور کرتا ہو فیتولہ صمہ -
ہیراتیل خوشبودار - بالوں کو سیاہ کرتا ہے - نزلہ - زکام - ریزش - دردسر - ضعف دماغ و بصر کو فائدہ
ہے - سے روپیہ +
حب آتشک - بلا منا سے قدیم و دست کے دور کرتا ہے بہر ہفتہ تین دو ہفتہ - للہ -
کحل الجواہر - سرمہ مقوی بصر - حافظ بینائی - دافع نزول - دو ہند و جالا - و خارش - پانی جانا
۳ ماشہ سے ۴ ماشہ +
عجیب الاثر سنون - دانت کا ہلنا - کیڑے کا کاٹنا - بدبو - میل منہ جانا - بسوڑوں کی خوبیاں
۴ تولہ - دو روپیہ +
حب بواسیر - بادی - خونی - سوزکی - تبین قبض کو مفید دو ہفتہ - عاں
حب ذیابیطس - بار بار آنا پیشاب کا - پیاس و کمزوری - دلاغری کو دافع ہے فیتولہ - ۱۲
حب قایم مقام - افیون - وچانڈو - بلا ضرر و ہیج - نشہ چھوٹ جائے - فیتولہ - صمہ -
عرق ماء اللحم - انگوری - مفرح مولد خون - مقوی دماغ - ضعف جگر - دول و دماغ و معدہ
و دردسر و تاب تلی - وجع مفاصل - دلاغری و ضیق النفس - سرفہ کہنہ - سیلے تاعدگی ایام حیض
لقوہ - فالج رعشہ - فی بوتل عماں - ۳ بوتل سے کم -
روغن اعجاز - ناسور - بکن - رسولی - تالو کا سوراخ - غازیر - بدکیسے - زخموں کے - کالی کھانسی
سے ایام حمل - منہ - ہیچک کو دفع کرتا ہے - ۲ تولہ - عماں -
رسالہ دافع آتشک و سوزاک - رسالہ ہیضہ - رسالہ بواسیر - مضرات و مکروہات - رسالہ حافظ صحت
عماں -

المشتہر

زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اوڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور -

ساڑھے چار روپے میں



ربڑ کا چھاپہ خانہ

کوئی دفتر - محکمہ - عدالت - کارخانہ - اس فروری چیز سے خالی نہ رہنا چاہئے - اہل قلم کا معین و مددگار

بہت آسان۔ کوئی جھگڑا نہیں۔ جو چاہو معمولے کاغذ پر لکھکر پریس کے ربڑ پر چسپاں کر دو۔ سب حروف ربڑ پر اوتر آئیں گے۔ فوراً بلا امداد کسی شے کے سو پچاس کاغذ چمکدار حرفوں میں چاپ لو۔ عجیب منظر طلسم ہے۔ مختصر و سبک ہر دم ساتھ رہ سکتا ہے۔ مکمل ربڑ پریس بتقطیع ۱۲ + ۸۔ انچ کی قیمت ساڑھے چار روپے۔ ایضاً کلان بتقطیع ۱۵ + ۱۰۔ انچ کی قیمت سات روپے محصول ڈبڑہ دو روپیہ +

المشتہر

مبارک من تاجر و مہتمم کشف الاخبار۔ بمبئی

مہذب

ملک سے بکمال التجا درخواست ہے کہ اس جدید پرچے کی طرف ضرور توجہ کرے گا۔ جو ایک پولیٹیکل و سوشیل رہبر ہونے کے علاوہ بہت بڑا تاریخی سرمایہ ملک کے سامنے پیش کرتا رہے گا۔ اور جتنے الاسکان قیمتی نامور لوگوں کی سوانح عمری شائع کرنے کی وجہ سے سلف کی جیتی جاگتی تصویروں کا مرقع ہوگا۔ مہذب ۲۰-۲۶ پیمانہ کے ۶ بڑے در قوپیر ہفتہ وار شائع ہوتا رہے گا۔ قیمت موصول ڈاک عام سے لے رسالانہ روسا و والیان ملک سے ۴۰ مع محصول ڈاک لیے جائیں گے۔ نمونہ کا پرچہ بھی وصول ہونے پر روانہ ہوگا۔ اگر آپ کو خریداری منظور نہ ہو تو براہ عنایت اپنے دوستوں کے ذریعہ سے مہذب کو مدد پہونچائیے۔

المشتہر

خادم قوم و محمد عبدالحلیم شرر۔ مہتمم "دلگداز" و "مہذب" (دفتر دلگداز۔ لکھنؤ۔ جوائی ٹولہ)

اشتہار فروخت مقطعہ

منیر آباد میں ایک مقطعہ دو سو بیگہ کا فروخت ہونا ہے جس میں دو کنٹے اور تین باولیاں ہیں۔ پختگی کی زراعت گھانس کا کھیڑا اور جو بنیہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے قیمت اس مقطعہ کی سترہ ہزار روپے ہے جو صاحب خریدنا دیکھنا۔ یا تفصیل حالت دریافت کرنا چاہیں رجوع کنندہ ذیل سے رجوع کریں ورنہ بصورت فروخت یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ فقط

المشتہر

محمد عبدالصمد ہمراجی۔ نفسلگنج حیدرآباد دکن

اشتہار کتب

زراعت دکن۔ مولفہ جناب نواب عماد نواز جنگ بہادر۔ تین روپے۔ سے۔
بچوں کی پرورش کے طور و طریقے۔ مصنفہ ڈاکٹر کنگم مترجمہ مس لوبر دمین۔ آٹھ آنہ۔ ۸

درخواست

بنام منیجر رسالہ زمن حیدرآباد دکن

ہندوستان کی تعلیم

پر

لارڈ بینٹنگ مین میکالے

کا

یادگار منٹ

(مرقومہ ۲ فروری ۱۸۳۵ء)

مغربی زبان انگریزی ..... مدعا علیہم زبانہائے سنسکرت و عربی

بظاہر جنرل کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن کے اراکین میں یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ ۱۸۱۳ء سے پارلیمنٹ برطانیہ کیجانب سے اوس طریق عمل پر سختی کی گئی اور زور دیا گیا تھا جسکو اونہوں نے اب تک نباہا ہے۔

اگر یہ رائے صحیح ہو تو کوئی تبدیلی بلا ایکٹ آف پارلیمنٹ جائز نہیں ہو سکتی میں نے اوس مخالفانہ یادداشت کی تیاری سے (جو اسوقت پیش ہوئی ہے) اپنی علیحدگی مناسب خیال کی تھی اور رائے کا اظہار اوسوقت پر منحصر رکھا تھا

جبکہ معاملۂ مذکور بحیثیت رکن کونسل آف انڈیا میرے روبرو پیش ہو۔

یہ ظاہر نہین ہوتا کہ ایکٹ آف پارلیمنٹ کسی مصنوعی ایکٹ کے ذریعہ سے اون معنون مین تعبیر ہی کیا جا سکتا ہے جو اسمین بیان کئے گئے ہین ایکٹ مین کسی خاص زبان یا علم کا اشارہ نہین ہوا بلکہ یہ مجمل جملہ لکھا ہوا ہے کہ یہ ایکٹ "علم اور ادب کی ترقی و وسعت اور علم دوست ہندوستانیونکی ترغیب و حوصلہ کے لئے اور نیز اسواسطے کہ رعایائے دولت برطانیہ مین سائنس کی اشاعت ہو" نافذ کیا جاتا ہے۔ اسپر اصرار ہوا یا شاید تسلیم ہی کر لیا گیا ہے کہ علم ادب سے پارلیمنٹ کی صرف عربی اور سنسکرت لٹریچر مراد ہے۔ ورنہ خدانخواستہ کسی ایسے ہندوستانی کو جو ملٹن کی شاعری۔ لاک کے فلسفۂ اخلاق۔ اور نیوٹن کے مابعد الطبیعیات کے واقف ہوتا "علم دوست" کے معزز خطاب کا فخر میسر ہو سکتا تھا۔

"علم دوست ہندوستانیون" سے صرف وہی اشخاص مراد ہین جنھون نے ہندؤن کی مقدس کتابون مین انیشور کی ذات مین فنا ہو جانے کی حیرت انگیز راز ونکو مطالعہ کیا یا ہندوستانکی پیداوار بوٹیونکے خواص دریافت کئے ہین اور اونکی کامل تحقیقات کی ہے۔ لیکن یہ تو کوئی قابل اطمینان تعبیر نہین ہے مثلاً مصر (جو کسی زمانے مین ممالک یورپ سے کہین زائد سرسبز آوردہ تھا لیکن اب نشانیگی کی پست حالت مین ہے) کا ایک پاشا کچھ مالی مدد "علم ادب کی ترقی و وسعت اور علم دوست مصریونکی ترغیب و حوصلہ کے لئے" وقف کرتا تو کیا کوئی شخص سمجھ سکتا تھا کہ اوس مدد سے مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے پاشائی

خانہ ان کے نوجوانوں کی عمر اور اونکے سالہائے تعلیم صرف نقش و نگاری مین صرف کرائے گا یا اونکو اون تمام اصولونکی تحقیقات پر متوجہ کرے گا جو قصہ جات وحکایات اور سیر[1] مین پوشیدہ ہو گئے ہین۔ یا امتحاناً اس امر کا ایک صحیح و ممکن الوقوع بیان طلب کرے گا کہ وہ علم فقہ کہان ہے جسکے جواز سے زمانۂ قدیم مین پیاز اور بلیونکی پرستش کیجاتی تھی؟

کیا اوس شخص پر واقعی الزام تلون طبعی عاید ہو سکتا ہے جسنے اپنی نوجوان رعایا کو بجائے مینار و نکی رفرشناسی کرانے کے فرنچ اور انگریزی لٹریچر اور اون تمام علوم کیجانب رجوع کیا ہے جنکی یہ زبانین خاص کنجیان ہین؟

جن الفاظ مین پرانے سلسلۂ تعلیم کی تائید کی گئی ہے اون سے تو دراصل تائید نہین ہوتی بلکہ طرفدانی ہی کا فیصلہ متصور ہے۔

ایک لاکھ روپیہ ہندوستان مین نہ صرف "علم اوب کی ترقی و وسعت کیلئے (جسپر ہمارے مخالفین اپنی تمام تعبیرونکی بنیاد قایم کرتے ہین) وقف ہوا ہے بلکہ اسواسطے بھی ہے کہ "رعایائے دولت برطانیہ مین سائنس کی اشاعت ہو" الفاظ ہی اون تمام تبدیلیونکی تائید کر رہے ہین جنکی مین خواہش کرتا ہون اگر کونسل میری تجویز سے اتفاق کرتی ہے تو کسی قانونی ایکٹ کی حاجت نہین اور اگر وہ مجھ سے اختلاف کرے گی تو مین ایک مختصر ایکٹ اس غرض سے

---

[1] سفر یون کے ایک دیوتا کا نام ہے۔

تیار کرون گا کہ چارٹر سنہ ۱۸۱۳ء کی وہ دفعہ نکال ڈالی جاوے جس سے وقت پیدا ہوتی ہے۔

دلائل جنپہ مین غور کر رہا ہون وہ صرف نوعیت کارروائی پر اثر کرتے ہین۔ لیکن مشرقی طریقہ تعلیم کے پسند کرنے والون نے اپنی تائید مین ایک دلیل اور بھی پیش کی ہے جو اگر صحیح قبول کر لیجاوے تو خواہش کردہ تبدیلی کی مخالف ہے۔ وہ لوگ بیان کرتے ہین کہ موجودہ مشرقی سلسلۂ تعلیم مین عوام کے عقائد کو بھی تعلق ہے اور اوس فنڈ مین جو اسوقت تک عربی اور سنسکرت کے اسکولون پر صرف ہوتا رہا کسی دوسری تبدیلی سے الزام خیانت عاید ہو سکتا ہے اسبات کا سمجھنا آسان نہین ہے کہ کس قسم کی دانشمندی کے لحاظ کر کے یہ نتیجہ مترتب کیا گیا ہے کہ سالانہ مدد جو عوام کے خزانہ سے لٹریچر کی ترغیب کے لئے عطا ہوتی ہے کسیطرح اوس سالانہ مدد کے مخالف نہین ہے جو اسی خزانے سے دوسرے خصوصی اخیالی مفید مقاصد کے لئے دیجاتی ہے۔ مثلاً ہم کسی جگہ پر ایک میڈیکل اسکول یا گیت جو صحت کے لئے مفید خیال کیا جاتا ہے تو کیا ہم وہان ایک میڈیکل اسکول اسوقت بھی قایم رکھین گے جبکہ ہماری توقع کے خلاف نتیجہ پیدا ہوا ہو۔

اگر ہم ایک عمارت کی تعمیر شروع کرین مگر بعد کو بدلائل یہ یقین ہو جائے کہ یہ عمارت بیکار محض ہے تو کیا اوسکی موقوفی تعمیر سے عامہ خلائق کا کوئی نقصان ہو سکتا ہے؟

مالی حقوق بے شک مقدس ہین مگر کوئی چیز اون حقوق کے لئے اتنی خطرناک نہین جسقدر اون کا اون چیزون سے متعلق کرنا ہے جنسے فی الواقع اونکو تعلق نہین - افسوس ہے کہ اب یہ عملدرآمد بہت عام ہوگیا ہے -

اگر گورنمنٹ نے کسی شخص کو یہ معمولی یقین دلایا نہین بلکہ اگر اوسنے کسی شخص کے دلمین یہ جائز امید پیدا کرادی ہے کہ اوسکو بحیثیت ایک اوستاد یا طالب علم زبان عربی یا سنسکرت کے کسی حد تک مالی مدد عنایت ہوگی تو مین اوس شخص کے مالی فوائد کی غرت کرونگا - مین بجائے اسکے کہ عوام کے نقصان پر اعتراض کرون اصل فیاضی پر چوک پڑون گا - لیکن ایک گورنمنٹ کا چند ایسے علوم اور زبانون کی تعلیم دینے کی کفالت اختیار کرلینا گو وہ علوم اور زبانین بیکار ہوگئی ہین ایک بے عنوان اور بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے -

یاد داشت سررشتۂ تعلیم عامہ مین کوئی لفظ ایسا نہین ہے جس سے یہ تعبیر کیجاوے کہ گورنمنٹ ہند نے کبھی اس مسئلہ کی کفالت کا ارادہ یا کسیوقت بھی اس قسم کی اوس انتہا کو دریافت کیا تہا جس سے اوسکا ناقابل تبدیل ہونا مستقل ٹہرا ہو - اگر ایسا ہوا ہوتا (یعنے گورنمنٹ نے کفالت اختیار کی ہوتی) تو مین اپنے جانشینان سابق کی اوس تکمیل کی بلاشبہ زد یہ کرتا جس سے ہم کو ایک ایسے مسئلہ مین متعہد ہونے کا خوف تہا -

فرض کرو کہ ایک گورنمنٹ نے گذشتہ صدی مین اپنی رعایا کو وبائے چیچک سے محفوظ رکہنے کے لئے ٹیکا لگانے کا دوامی قصد کرلیا تہا لیکن کیا اوسوقت بھی

اس رسم کے جاری رکھنے پر امرار کریگی جب "جیز" اپنی تحقیقات مین کامیاب ہوگا؟
یہ وعدے جنکے وفا ہونے پر کوئی اصرار کرتا اور نہ جنسے کوئی شخص خلاصی قبول
کرتا ہے - یہ حقوق جن کا کوئی دعویدار نہین - یہ جائداد جسکا کوئی مالک نہین - اور
یہ لوٹ اور غارتگری جو کسیکو مفلس نہین بناتی - یہ نسبت میرے اعلے دانشمندون
کا کام ہے کہ اوسکی حقیقت بیان کرین -

مین اس بحث پر محض اون مجموعہ الفاظ کے لحاظ سے غور کر رہا ہون جو انگلستان
اور ہندوستان مین مخاطبہ کے وقت مین باقاعدہ استعمال ہوتے ہین -

مین یہ لاکھ روپے ہر اسمتھ گورنر جنرل یا جلاس کونسل کے سپرد کرتا ہون
کہ ہندوستان کی تعلیم پر نہایت دانشمندی اور ایمانداری کے ساتھ صرف کیا جاوے -
مین خیال کرتا ہون کہ ہر لارڈ شب اس امر کی ہدایت کرنے مین بالکل آزاد ہین کہ
یہ رقم عربی اور سنسکرت کی تعلیم پر ہرگز ضایع نہ کیجاوے - اور اوسکو اس ہدایت
کی آزادی بھی میسور مین ٹیپو کے شکار پر انعامات یا دوسری فضول خرچیون کی
ممانعت کیطرح حاصل ہے -

آمدم برسر مطلب - ہمارے پاس ایک فنڈ ہے جسکی نسبت گورنمنٹ کی
ہدایت ہے کہ اسے ملک کی عقلی اور ذہنی ترقی پر صرف کیا جاوے - اب سوال
یہ ہے کہ اوسکے مفید صرف کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟ -

تمام لوگ غالبًا اس ایک امر پر متفق معلوم ہوتے ہین کہ زبانین جو ہندوستان
کی دیہاتی ہین نہین علمی اور عقلی معلومات کا سرمایہ معدوم ہے - ساتھ ہی اسکے

وہ کسیقدر وحشیانہ بھی ہین - جب تک بیرونی دنیا سے سرمایہ مجتمع نہ ہوگا اوسوقت
اون مین کسی قابل قدر تصنیف کا ترجمہ آسان نہین ہے - یہ بھی غالبًا سب قبول
کرتے ہین کہ اون ہندوستانیونکی ذہنی ترقی جو اپنے سلسلۂ تعلیم کو زائد عرصے
تک جاری رکھنا چاہتے ہین صرف چند بیرونی زبانونکے ذریعہ سے ممکن ہے
اب ہم دریافت کرتے ہین کہ کونسی زبان اس مقصد کے لیئے اختیار کرنی چاہیئے؟
نصف مبران کمیٹی انگریزی زبان تجویز کرتے ہین اور بقیہ نہایت جوش و خروش
سے عربی اور سنسکرت کی تائید فرماتے ہین - مجھکو تو تمام سوال کی ماہیت یہ
معلوم ہوتی ہے کہ کون زبان اس مقصد کے واسطے بہتر ہوگی - ؟
مین سنسکرت اور عربی نہین جانتا مگر حیثیت افزار اے حاصل کرنیکا
سرمایہ میرے پاس موجود ہے - مینے اعلے تصنیفات عربی اور سنسکرت کے
ترجمہ مطالعہ کیے ہین - مین نے مشرقی زبانون کے علما سے یورپ اور
ہندوستان دونون ملکون مین گفتگو کی ہے - مین بالکل تیار ہون کہ مشرقی
زبانونکی قدردانی کو خود مشرق کے باشندون تک محدود کردون - مین نے
کوئی شخص ان علوم مشرقی کا جاننے والا اس امر کی تردید کرتا ہوا نہین پایا کہ
بہ لحاظ ذخیرہ جات علوم تمام ہندوستانی اور عربی لٹریچر کسی اچھی یورپین لائبریری
کے ایک خانہ الماری کے برابر ہے - اسمین شک نہین کہ یورپین لٹریچر کی
حقیقی افضلیت کو مشرقی تعلیم کے حامی ممبر بھی قبول کرتے ہین -
میرے اس خیال کی مخالفت مشکل سے کیجاوے گی کہ علم ادب کا وہ صیغہ

جسمین ایشیائی مصنف اعلے ثابت ہوئے ہین شاعری ہے - اور حقیقت مین مجھکو کوئی ایشیائی شخص ایسا نہ ملا کہ عرب و ہندوستان کی شاعری کو مغربی اقوام کی شاعری سے مساوی سمجھ سکتا - جب ہم شاعری سے گذر کر دوسرے صنعۃ جات ادب پر جنمین خلائق الاشیاء اور حالات عالم پر بحث کیگئی ہے نظر ڈالتے ہین تو یورپین اقوام کی بلندی اور افضلیت چوگنی ہوجاتی ہے - یہ غالبًا کوئی مبالغہ نہین کہ تمام تاریخی املا مین جو سنسکرت کی کتابین پیش کرتی ہین انگلینڈ کے اسکولونکی مختصر مبتدیانہ تاریخونسے ہی کہین کم قابل قدر ہین - طبعیات اور اخلاقی فلسفہ کی ہر ایک شاخ کی یہی کیفیت ہے -

بہرحال اب کیا کرنا چاہیے؟ ہم کو ایسی ایک خلقت کا تعلیم یافتہ اور روشنضمیر بنانا ہے جو اپنی ورنیکلر زبانونسے یہ عزت نہین حاصل کرسکتی - ہمپر لازم ہے کہ اوسے چند غیر زبانوں کی تعلیم دین - ہماری اپنی زبان کے استحقاق مین نشکل سے کلام ہوسکتا ہے -

وہ تو یورپین زبانون مین ہی سربرآوردہ ہے - وہ ایک مجموعہ اوس شاعری کا ہے جو ہرگز یونانیون سے ہیچ نہین - وہ اوس فصاحت و بلاغت کا سرمایہ ہے جو مختلف اقسام کی اور اپنی حیثیت مین اعلے ہے اور جسکے پولیٹکل اور اخلاقی اثرون کا کوئی زبان مقابلہ یا مساوات کا دعوے نہین کرسکتی ہے اور

---

۱ - یہ تو لارڈ میکالے کی سینڈوری ہے -

... خزانہ ہے انسانی فطرت کے اظہارات کا جنکے ذریعہ سے ۔ اخلاق ۔ الہیات ۔ سیاست مدن ۔ قوانین سلطنت ۔ اور تجارت کے ٹھیک ٹھیک اصول جنکی بنیاد تجارت و عمل پر قایم ہے بخوبی معلوم ہو سکتے ہین ۔ جو شخص اس زبان کو جانتا ہے وہ گویا اوس عظیم الشان عقلی و ذہنی دولت پر قبضہ کر چکا جسپر دنیا کی سب سے زیادہ دانشمند اقوام سنے نوے پشتونکے بعد قابو پایا ہے ۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ علم ادب جو تین سو برس قبل کی دنیا مین رائج تھا حال کے علم ادب کی بہ نسبت ناقابل قدر ہے ۔ اگر یہ سب باتین نہ بھی پیش ہون پھر بھی یہ کیا کم ہے کہ ہندوستان مین انگریزے فاتح گروہ کی زبان ہے ۔ یہ ایک ایسی زبان ہے جسکو عالی رتبہ ہندوستانی بولتے ہین اور یہ غالبا کسی نہ مانے مین ایشیا کے تمام سمندرونکی زبان ہونے والی ہے خواہ ہم اپنے لٹریچر کی حقیقی قدر و قیمت اور اس ملک کے خاص مواقع پر نظر کرین یا نہ کرین مگر تمام معقول اسباب سے ہم انگریزی زبان کو ہندوستان کی ترقی کا باعث قرار دے سکتے ہین ۔

جو سوالات ہمکو حل کرنا ہین وہ یہی ہین کہ جسوقت ہمارے نے اختیار اون کو اپنی زبان اور علوم کا پڑھانا ہے تو کیا ہم اونکو اون زبانونکی تعلیم دین جنکی پشت ایک عالم کا اتفاق اس امر پر ہے کہ اون مین کسی قسم کی کتابین ایسی نہین ہین جو ہماری کتابون سے مقابلہ کیجا سکین ۔ آیا ہم اونکے دماغون کو یورپین سائنس سے روشن کرین یا وہ علوم پڑھائین جو اونسے بنظر نامکمل ہونیکے مختلف ہین ۔ ہم خزانہ عامرہ سے سچے فلسفہ اور صحیح علم تاریخ کی سرپرستی اختیار کرین

یا ایسے اصول طبابت کی واقفیت پیدا کرائین جو ایک انگریز سے گھوڑون کے معالج کی بے غرضی کا باعث ہے - اوس علم نجوم کی تعلیم دین جو ایک انگلش بورڈنگ اسکول کی لڑکیون مین قہقہہ پیدا کرے گا - یا اوس علم تاریخ سے ماہر کرائین جو بادشاہ وقت کو ۳۰ نیسٹ لا بتا - اور عہد سلطنت کو ۳۰ ہزار سال تک جاری بتاتا ہے - اور اوس جغرافیہ کو پڑہائین جسمین کہن اور شہد کے سمندر جاری ہین ؟ -

مین دور نہین جاتا حال ہی مین اوس قوت کے دو بڑے یادگار واقعہ موجود ہین جسنے سوسایٹی کے دل سے تاریکی تعصب کو دور اور شمع علوم کو روشن کیا ہے اور فنون شایستگی کی بنیاد اون ممالک مین قایم کی جو ابھی وحشی اور جاہل تھے - اون بڑے واقعات مین پہلا واقعہ پندرہوین صدی کے اختتام اور سولہوین صدی کے ابتدا مین مغربی اقوام کے جوش تعلیم و شایستگی کا آغاز ہے اوس زمانہ مین ہر ایک قابل مطالعہ شاخ علوم رومن اور یونانی تصنیفات مین محفوظ تھی اگر ہمارے آبا و اجداد ویسا ہی عمل درآمد کرتے جو کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن نے اب تک کیا ہے - تو اگر زمانہائے سیسرو اور ٹیسٹیس کو نظر انداز کر جاتے اگر وہ اپنی توجہ کو ہمارے جزیرہ کی قدیم زبانون پر مبذول کرتے - اور اگر بجز انگلو سیکسن زبانونکے کسی دوسری زبان مین نہ کچھ شایع کرتے اور نہ اپنی یونیورسٹیون مین کچھ اور پڑہاتے تو کیا انگلستان وہ ہو سکتا تھا جو آج ہے -

ہماری زبان کو ہندوستانی خلقت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو

گریک اور لیٹن کو مورا در اتھم کی ہمعصر زبانونکے ساتھ تھی۔

حقیقت مین انگریزی علم ادب قدیم زبانون سے کہین زائد قابل قدر ہے ایک دوسرا واقعہ اور بھی ہمارے سامنے موجود ہے۔ ایک ہی صدی مین وہ قوم جو نہایت وحشیانہ حالت مین گرفتار تھی بتدریج سر اوٹھانے اور شایستگی اختیار کرنے لگی۔ میرا روئے سخن سلطنت روس کیجانب ہے۔ وہان ایک تعلیم یافتہ فرقہ موجود ہے جو اہم امور سلطنت کی مدبرانہ اور دانشمندانہ سرانجام دہی مین ہرگز پیرس اور لندن کے حلقہ مدبرین سے کم نہین۔ اور ہم بدلائل یقین کر سکتے ہین کہ یہ عظیم الشان سلطنت اور بھی ترقی کر جاوے گی۔

اب تک جو تبدیلی اسکی حالت مین ہوئی اوس کا کیا باعث تھا؟ کیا قومی تعصب پر فخر کرنے سے۔ یا نوجوان مستوی کا اوس کہانی کو بار بار پڑھکر سر پھرانے سے جسپر ایک بوڑھیا کے دشمنی باپ نے یقین کیا تھا۔ کیا اوسکے دماغ مین سینٹ نکولس کے تذکرے بھر دینے یا اس سوال کے حل مین مصروف کر دینے سے کہ آیا دنیا ۲۳ ستمبر کو پیدا ہوئی تھی یا نہین۔ یا اوسکو "علم دوست" باشندہ کہنے سے جبکہ وہ ان آثار علوم سے سرافراز ہو چکا ہے؟ کبھی نہین بلکہ یہ تبدیلی اون زبانونکی تعلیم دینے سے واقع ہوئی جنمین ایک ذخیرہ علوم مجتمع ہے۔ مغربی یورپ کی زبانون نے روس کو شایستہ کیا ہے اور کچھ شک نہین کہ اون زبانون کا ہندوستان پر بھی وہی اثر ہوگا جو بانندگان تاتار پر ہوا ہے۔

اب اوس طریقہ تعلیم کی مخالفت مین کیا دلائل ہین جو اصول اور تجربہ کی رو سے

مفید ثابت ہو چکا ہے۔؟

کہا گیا ہے کہ ہم کو ہندوستانیون کے ہم خیال ہو کر کام کرنا چاہیے اور یہ بلا عربی اور سنسکرت کے تعلیم جاری رکھنے کے ممکن نہین۔

مین کسیطرح قبول نہین کرتا کہ ایک دانشمند اور تعلیم یافتہ قوم جب ایک جاہل قوم کی محافظت کی ذمہ داری اختیار کرتی ہے تو اوس جاہل قوم کے طالبعلمون سے بحکو حقیقت اوستاد اپنے طریق عمل کی بابت مشورہ کرنا چاہیے۔

اب اس مضمون پر کچھ زائد کہنے کی ضرورت نہین کیونکہ یہ لاجواب شہادتون سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہمکو ہندوستانیون کا ہم خیال ہو کر کام کرنا نہین۔ یہ ناگوار امر ہے کہ اونکا عقلی مذاق اونکی عقلی طبیعت سے دریافت کیا جاوے۔ ہم کسی امر مین اونسے صلاح نہین لیتے۔ ہم اوس تعلیم سے اونکو باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہین جس سے اونکو رغبت ہے اور اوس تعلیم کیجانب زور و توجہ کرتے ہین جس سے اونکو کراہت آتی ہے۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عربی طلبا کی مالی مدد کرنے پر ہم مجبور ہین جبکہ انگریزی طلبا ہماری مدد کرنے کے خواہشمند ہین۔

تمام عزت و محبت جو ہندوستانیون کے دلون مین مشرقی تعلیم کی ہے دنیا مین ایک منصف مزاج شخص کو اس افسوسناک حیرت کا باعث ہوگی کہ اس بڑی ہندوستانی سلطنت مین کوئی طالب علم زبان شرقی ایسا نہین جسنے بلا اجرت تعلیم پائی ہو یا اوسوقت تک پا سکے جب تک ہم اوسکی مالی مدد نہ کرین۔

مدرسۂ عالیہ (کلکتہ) کا جمع خرچ بابت ۱۳۳۳ء میرے سامنے موجود ہے
تمام عربی طالب علم جو اوسمین داخل ہین اونکی تعداد ۔۔۔ ہے جسقدر روپیہ
اوسپر صرف ہوا ہے اوسکی تعداد ۔۔۔ ہے ۔ دوسرے صیغون کا حال
یہ ہے کہ تخمیلی روپیہ جو انگریزی کے بیرونی طالب علمون سے بابت
جنوری ۔ جون ۔ جولائی وصول ہوا ایک سو تین (۱۰۳) ہے ۔
مجھ سے کہا گیا تھا کہ آپ کو لوکل تجربہ نہین اسلئے حیرت ہوئی ورنہ
ہندوستان مین بلا خرچ کیسے تعلیم پاتا ایک فیشن ہے ۔
یہ امر جو تین نے بیان کیا ہے میری رائے کو اور قوت دیتا ہے
کوئی چیز بہ نسبت اسکے اسقدر زائد یقینی نہین کہ ان لوگونکی مدد کیا جائے جو
سے جو اپنی خواہشون اور اپنے فائدے کے لئے کام کرتے ہین ۔ اور
ہندوستان اس قاعدے سے مستثنے نہین ہے ۔
باشندگان ہند روزانہ خوراک یا ادنی کپڑون کے لئے جو وہ مہینہ بھر
مین پہنتے ہین مدد کی حاجت نہین رکھتے ۔ وہ خورد سال طلبا جو ابتدائے معمولی
ریاضی وغیرہ حاصل کرنے کیلئے مدرسے سے مواضعات کے مدرسون مین داخل
ہین ماسٹر سے کچھ نہین لیتے بلکہ خود ماسٹرکو اوسکے پڑھانے کے لئے مدد
دیجاتی ہے ۔ پھر یہ کیون ضروری ہے کہ سنسکرت اور عربی کی تعلیم کے
لئے ہم یہانکے باشندونکو مالی مدد دین ؟ اسلئے کہ کامن سنس بتا جاتی ہے
کہ سنسکرت اور عربی کی تعلیم سے نہ کوئی نتیجہ حاصل ہوتا ہے اور نہ محنت کی

دادملتی ہے

غرض ان معاملات سے بازار کا کافی امتحان ہوگیا ہے اور کسی دوسری شہادت کی حاجت نہیں۔

گذشتہ سال چند سابق طالب علمان سنسکرت کالج کیطرف سے ایک کمیٹی مین ایک عرضی پیش ہوئی تھی۔ عرضی دینے والون کا بیان تھا کہ وہ لوگ سنے ۱۰ یا بارہ برس تک کالج مذکور مین تعلیم پائی۔ اور بندوستے علوم و ادب مین تجربہ واقفیت حاصل کی ہے اور سرٹیفکیٹ بھی موجود ہین لیکن ان سب کا ثمرہ کیا ہے؟ وہی لوگ بیان کرتے ہین کہ "باوجود ان شہادتونکے ہمدی ہم بلامدد حضور کی آنریبل کمیٹی کی اچھی زندگی گذرانے کی امید نہین کرسکتے۔ جس بے پروائی سے ہمارے ہموطن برتاؤ کرتے ہین کسی قسم کی ترغیب و مدد کی توقع نہین ہوتی"

اسلئے اونہون نے حضور گورنر جنرل سے سفارش کے لئے عرض کیا اور کہا تھا کہ "ہم اچھی زندگی گذرانے اور اپنی ترقی کے لئے صرف وسیلہ چاہتے ہین جو بلامدد گورنمنٹ حاصل نہین ہوسکتا۔

اونھون نے نہایت عاجزی کے ساتھ درخواست کی تھی کہ اون سے نفاست اور بے پروائی کا برتاؤ نہ کیا جاوے کیونکہ زمانہ تعلیم مین گورنمنٹ نے اونکی مدد کی تھی۔

مین نے ملاقی کیغرض سے اون عرضیونکو دیکھا تھا۔ تمام اون مین سے

یہان تک کہ جو بالکل نامعقول وجوہات پر مبنی نہین یہی خیال پیدا ہوتا تھا کہ چند نقصانات کی تلافی اور چند غلطیون کی اصلاح ہونی چاہیئے۔

حقیقت مین یہ پہلے عرضیگذار اشخاص تھے جنہون نے مفت اور عوام کی مدد سے تعلیم پانے کے بعد تلافی چاہی تھی اور دنیا مین علوم و ادب سے مکمل کرکے بھیجے گئے تھے۔ اونکے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ جو تعلیم اونہون نے حاصل کی وہ ایک نقصان تھی جسکے لئے وہ گورنمنٹ سے تلافی کی درخواست کرنے لگے

بلاشبہ یہ لوگ راہ راست پر تھے۔

اونہون نے اپنے نہایت اعلے حصۂ عمر کو ایک ایسی تعلیم پر صرف کیا جو نہ خوراک پیدا کرسکتی ہے اور نہ عزت۔

لاریب ہم ان لوگونکو غیر مفید اور بدبخت بنانے سے روک سکتے تھے ان لوگونکو اپنے ہمسایونکے سامنے ذلیل نہ بنانے اور خود سلطنت پر کم از کم کا باعث ہوسکتے تھے مگر کیا کرتے۔ ہماری پالیسی ہی ایسی تھی۔ لیکن اب ہم دوستی و صداقت مین امتیاز کرنے سے باز نہین رہین گے۔ ہم اسپر قناعت نہین کرینگے کہ ہندوستانیون کو اونکے ترکے مین چلے ہوئے تعصب پر چھوڑ دیا جائے۔

قدرتی دقتون مین جو صحیح اور سچے علوم کی اشاعت مین واقع ہوتی ہمنے چند اپنی ساختہ و پرداختہ شکلین اس مین شامل کردی ہین۔ وہ مہربانان۔ وہ

انعام اور وہ اکرام جو اشاعت صداقت کے لئے بی زبانہ تھے۔ تمام روپے
مذاق اور جھوٹے فلسفے پر صرف کئے گئے۔ اس عملدرآمد سے ہمنے وہی خرابی
پیدا کردی ہے جس سے ہم خوف کرتے ہین۔ ہم اختلاف کرتے ہین مگر اوسکو
کسیطرف نہین پاتے۔ جو مصارف کہ عربی اور سنسکرت کالجون پر مہربانی آمیز
طریقے مین عطا ہوئے اونسے نہ محض مقاصد صداقت کو بڑا نقصان پہونچا
بلکہ غلطیون مین جنگ شروع ہوگئی۔ اس مدد نے نہ صرف عاجز خود غرض
اور متعصب کینہ وروں کے لئے آرٹ پیدا کردی بلکہ اوس سے ہر ایک سلسلہ علوم
مفیدہ کے فی نفسہ کو بڑا حاصل ہوگئی۔

اگر ہندوستانیون مین اوس تبدیلی سے جسکی مین سفارش کرتا ہون
کوئی ناراضی پیدا ہو۔ تو وہ ہمارے ہی لئے تعلیم کا اثر ہے۔ جہانتک اور جسقدر
ہم اپنے موجودہ طریق عمل کو جاری رکھین گے اوسی حد تک یہ اختلاف جاری
رہے گا۔ اگر ہندوستانیون کو علیحدہ کردیا جائے۔ تو پھر کوئی خطر نہین
یہ تمام کانا پھوسیان موقوف ہوجاوین گی۔ ایک واقعہ اور ہے
جس سے ثابت ہوگا کہ ہندوستانی مشرقی طرز تعلیم کی اتنی قدر نہین کرتے
جتنی اونکی نسبت بیان کیجاتی ہے۔ کمپنی نے ایک لاکھ روپے کے قریب
عربی اور سنسکرت کتابون کے طبع کرنے مین صرف کیا تھا۔ لیکن اون کتابون
خریدار دستیاب نہ ہوئے۔ یہ شاذ امر ہے کہ دو ایک جلدین کسیسے خرید
گئین۔ ۲۳۰۰ ہزار جلدین کتب خانون اور دفترون مین جون کی تون پڑی ہین اور

اور جب کمیٹی کی خواہش اونمین سے کرم خوردہ کتابونکے مفت تقسیم کردینے کی ہوئی تو یہ بات بھی بہت جلد نہ ہوسکی رحقیقت حال یہ ہے کہ عربی و سنسکرت کی جلدونے ایک ہزار فی سال بھی وصول نہ ہوا۔ بخلاف اسکے "اسکاٹش سوسائٹی" ہر سال ۷ یا ۸ ہزار کے قریب انگریزی جلدین فروخت کرتی ہے اور آمدنی نہ صرف اخراجات کے لئے کافی ہوتی ہے بلکہ ۹ فیصدی نفع حاصل ہوتا ہے۔

اس امر پر بہت کچھ زور دیا گیا تھا کہ ہندو لا سنسکرت اور محمڈن لا عربی کی کتابون سے متعلق ہے۔ لیکن اس معاملے کو اس بحث سے نسبت نہین ہمکو پارلیمنٹ کیجانب سے ہندوستان کے لئے مجموعہ قوانین تیار کرنے کا حکم ہوا اور اسی غرض سے ایک کمیشن مقرر کیا گیا ہے۔ اس مجوزہ مجموعہ قوانین کے نافذ ہونے پر شاستر اور ہدایہ ایک مضعف اور ضرر امین کے واسطے بیکار ہوجاوے گی۔ مجھکو امید ہے کہ قبل اسکے کہ طلبائے مدرسۃ العالیہ و سنسکرت کالج اپنے سلسلۂ تعلیم کو ختم کرین یہ مجموعہ قوانین نافذ ہوجاوے گا۔ پھر یہ ایک نہایت مہمل بات ہوگی کہ آنے والی نسلون کو ادن ایشیا کی تعلیم دیجاوے جنکو تھوڑے ہی دنونکے بعد ہم تبدیل کرنے والے ہین۔

موافقین علوم مشرقی کیطرف سے ایک دلیل اور بھی پیش ہوئی ہے کہ کہا گیا ہے کہ عربی اور سنسکرت مین کروڑون باشندگان ملک کی مذہبی کتابین ہین اسلئے ان زبانونکو ایک مخصوص ترغیب کا استحقاق حاصل ہے۔

اسمین شک نہین کہ گورنمنٹ آف انڈیا کا نہایت اہم فرض ہے کہ مذہبی آزادی اور بے تعلقی کی حکمت عملی پر مستقل رہے۔
لیکن ایک ایسے ٹریکٹ کی مذمت کرنا جسکی حقیقی خوبیان کم تسلیم ہوئی ہین (کیونکہ اوسکا ہر ایک صیغہ غلطیون اور بے سود اطلاعون کا مجموعہ ہے) اخلاقاً عقلاً اور اس خیال سے بھی کہ مذہبی آزادی کا عملدرآمد فرض ہے نہایت بے عنوان امر ہے۔

بیان ہوا ہے کہ ایک زبان معلومات مفیدہ کا دریا ہوا کرتی ہے پس ہمکو تعلیم دینا چاہیے کہ اوہام مین جوش پیدا ہو!۔
ہمکو جھوٹے فلسفہ۔ جھوٹے نجوم۔ اور جھوٹی طب کی اشاعت ضروری ہے کیونکہ ہم ان علوم کو ایک کاذب مذہب کا ضمیمہ سمجھتے ہین!!۔
ہین ہمیشہ اون لوگونکو نہ پسند کرنا اور نہ ترغیب دینا ہون جو ہندوستان کو عیسائی بنانا چاہتے ہین۔

جبکہ ہمارا عملدرآمد یہ ہے جو مین بیان کر آیا ہون تو کیا ہم بطرز معقول خزانہ عامہ سے کوئی مالی مدد یہانکے نوجوانونکو اسبات کے سیکھنے کے لئے کہ اگر گدہے سے دامن مس ہو جائے تو پاک ہونے کا کیا طریقہ ہے یا بیٹے کے ذبح کرنے کے جرم مین وید کی کون آیت پڑہنی چاہیے دے سکتے ہین۔

حامیان زبانہائے مشرقی نے خواہ نخواہ یقین کر لیا ہے کہ

باشندگان ملک زبان انگریزے مین بخوبی قابلیت پیدا نہین کر سکتے - حالانکہ یہ
قول ثابت نہین کیا گیا - مین کہتا ہون یہ قیاس تجربہ اور حقیقت سے
تعلق نہین رکھتا - اسی شہر کلکتہ مین بہت سے ہندوستانی جنٹلمین موجود
ہین جو نہایت سلاست و فصاحت کے ساتھ ہر ایک پولیٹکل علمی بحث پر گفتگو
کر سکتے ہین - اسی مسئلہ جسپر ہین لکھ رہا ہون) بہت سے ہندوستانی جنٹلمین
انگریزے مین گفتگو کر چکے ہین -

حقیقت مین جس فصاحت و آسانی سے اکثر ہندوستانی ہماری
زبان مین باتین کرتے ہین خود براعظم کی دوسری اقوام سے مشکل ہے
کوئی نہین کہہ سکتا کہ زبان انگریزے ایک ہندوستانی کے لئے اوتنی ہی مشکل
ہے جتنی کہ کریک ایک انگریز کو ہے - تاہم ایک نوجوان انگریز بہ نسبت بہت
طالب علمان سنسکرت کالج زبان یونانی کہین جلد بولنے لگتا ہے -

قبل اسکے کہ مین اپنی بحث ختم کرون پھر کہتا ہون کہ میرے
خیال مین پارلیمنٹری ایکٹ بابت سنہ ۱۳ جارج مستقل حیثیت نہین رکھتا اور
نہ ہم کسی طرز کارروائے مین اوس سے پابند کئے گئے ہین برخلاف اسکے
اوس فنڈ کے مفید سلسلہ تعلیم مین لگانے کی آزادی ہمکو حاصل ہے - اور
یہ کہ انگریزے مشرقی زبانون سے بہتر زبان ہے - ساتھ ہی اسکے عربی اور
سنسکرت کا ہمپر کوئی دعوے نہین -

ایک امر مین تجھکو اون صاحبون سے اتفاق ہے جنھون نے

بہت سے امور مین اختلاف کیا ہے - یعنے یہ رائے اون لوگونکی درست ہو
کہ ہم ایکیا گی (اس نظر سے کہ ہمارا انڈ محدود ہے) عامہ خلقت کی تعلیم کا بیڑا
نہین اوٹھا سکتے - بہرحال ہمکو ایک ایسا فرقہ پیدا کردینا ہے جو ہمارے اور
اون کروروں بنی نوع انسان کے مابین مترجم ہو جنپر ہم حکومت کر رہے ہین
اور وہ بہ لحاظ رنگ وخون کے ہندوستانی ہو لیکن بنظر رائے - اخلاق -
مذاق - اور دانش کے بالکل انگلش ہو - ہم اسی فرقے پر اس ملک کی زبان
اخلاق - اور دانش کی اصلاح منحصر رکھتے ہین -

اسمین شبہ نہین کہ مین موجودہ منافع کی سخت محافظت کرونگا
مین اون لوگونکی جو مستحق ہین مالی مدد کرونگا - لیکن مین بنجھ وبن سے اوس درخت
کو اوکھاڑ ڈالونگا جسکی پرورش ہوتی آئی ہے - مین سنسکرت کالج اور مدرسۃ العالیہ
موقوف کردونگا - مین صرف دہلی اور بنارس کے اورینٹل کالجوں کو قایم رکھونگا
مگر اونکے طالب علم مالی مدد کے مستحق نہ ہونگے -

جو فنڈ کہ ہمارے پاس موجود ہے اوسکو ہم انگریزی مدرسونکے
جاری کرنے - ہندو کالج اور فورٹ ولیم کالج کلکتہ کو انگریزی زبان کی
ترغیب دینے مین صرف کرینگے -

اگر ہز لارڈشپ باجلاس کونسل میرے صلاح پر عمل کرینگے

ف ۱ - اگر لارڈ میکالے زندہ ہوتے تو اونکی کامیابی پر "کروروں بنی نوع انسان"

مین اپنے فرائض منصبی کو شوق و حوصلہ کے ساتھ ادا کرون گا اور اگر مخزنہ تبدیلی منظور نہ ہوئی تو میرا استعفیٰ مقبول ہو کیونکہ مین ذرا برابر بھی اون کاموں کے لئے مفید ثابت نہ ہونگا جنکو مین اپنے ایمان سے سراسر مہمل خیال کرتا ہون

میرا یقین ہے کہ موجودہ طرز تعلیم نہ صرف راہ صداقت سے منحرف رہتا ہے بلکہ بڑے بڑے گناہونکا باعث ہوا ہے ہم موجودہ حالت مین بورڈ آف پبلک انسٹرکشن کے مفوز خطاب کے ہرگز مستحق نہین ہم فنڈ کو غیر مفید کتابون سے بھرنے اور بیہودہ اخراجات - اور تاریخی تعلیم کی ترغیب پر ضایع کرنے کے لیے بورڈ ہین -

مین نے ان تمام امور پر غور کیا ہے اور عرض کرتا ہون کہ مین اس دلیرانہ طرز کارروائی کا اور سوائے تنگ جواب دہ نہین ہون نا وقتکہ اون مین بالکل تبدیلی نہ ہو -

محمد اصغر حسین

اونکو سمجھا دیتے مگر اسبات کی دوستانہ شکایت ضرور کرتے کہ اونکی خواہشون - وفاداریون - اور حاجتون کے ترجمہ اوس نے غلط اور سراسر غلط کیے ہین جبکا کام سراسر صحیح کرنا تھا + منہ

حضرات ناظرین!۔

مین نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ تواریخ ہسپانیہ کے ترجمے ہونے سے پیشتر آپکو وہانکے مختصر حالات سے واقف کردون۔ نہ نام کی خواہش نہین۔ انعام کی ہوس نہین۔ اس دوسری سے صرف یہ مقصد ہے کہ گذشتہ کی یاد ہو۔ تاکہ اسلام موجودہ ہوجائے۔ گذشتہ کی یاد وہانتک کہ اسلام موجودہ ہوجائے۔ آیندہ کی امید اسقدر کہ تلبیس ابلیس سے پاک ہو فرض انسانیت ہے۔ یہ پہلا نمبر ہے۔ خدا کرے جیسی میری نیت خالص و سچی ہے ویسے ہی جلد دون آدے کہ مین ایک دیباچہ اپنی طرف سے لکھکر کتاب ہدیہ ناظرین کردون۔ پہلے نمبر مین قابل لحاظ مورخ کی نسبت تھا۔ جنہون نے اعجاز التنزیل پر ریویو ملاحظہ فرمایا ہوگا اگرچہ اونکے نزدیک اسلام پر کسی غیر اسلام کی رائے خواہ موافق ہو یا مخالف کچھ وقعت نہین رکھتی گو تاہم شکور کرنی ہے

مین کوئی دیباچہ نہین لکھ رہا ہون بلکہ ضروری باتونسے آگاہ کر رہا ہون وہ ختم ہوگئین صرف دو باتین ہین۔ مورخ نے ہاشمی تلوار کے جوہر کا اعتراف کرنے سے ذرا پہلوتہی کی ہے۔ اور سپین کے مسلمانونکے ہاتونسے فتح کو خود سپین کی اور سوءقت کی بدنظمی پر منحصر بتی کیا ہے۔ مگر بعض جگہ تسلیم کرنا ہی پڑا۔ مین یہ کتاب قریب نصف کے تمام کرچکا ہون اور چونکہ یہ ایک کار خیر ہے۔ لہذا جو صاحب اس کار خیر کے اجر کے متمنی ہون۔ وہ میری بلا توقع مزدوری محنت کو پیش نظر رکھکر مجھے اپنی ارادہ سے اطلاع بخشین۔ تاکہ مین آیندہ تکلیف نہ اوٹھاؤن۔ والسلام۔ خیر اندیش عوام

تاریخ اسپین

دیباچہ

اسپین کی تاریخ دولتشاد و حالتون کا دردانگیز نقشہ ہمارے پیش نظر کرتی ہے بارہ صدیوں کا عرصہ گذرا کہ طارق ایک مور (مسلمان) نے اسلام کے ممالک مفتوحہ کی بڑی فہرست مین اسپین جو قوم وزی گاتہ کے قبضے مین تہا شامل کیا تقریباً آٹھ سو برس تک اسپین اپنے فرمانروایان اسلام کے زیر حکومت براعظم یورپ کے تمام ممالک مین ایک نہایت مہذب اور شائستہ ملک کی روشن مثال بنا رہا۔ ان کے زرخیز صوبے جنکو فاتحونکے کسب کمال اور انجنیری ہنرمندی نے دوچند زرخیز کردیا تہا سونے زیادہ خوش حال ہوگئے۔ وہ وادی الکبیر اور وادیہ جنکے صرف نام ہی اپنے گذشتہ زمانے کے کیے مئی ہوئی شوکت یاد دلا رہے ہین ان کے سرسبز اور شاداب وادیون مین بے شمار شہر دفعتاً آباد ہوگئے علوم اور فنون اور لٹریچر جنپر یورپ بھر مین تاریکی چہائی ہوئی تہی یہان خوب چمک رہے تہے۔ فرانس۔ اور جرمن۔ انگلنڈ سے متعلم جوق جوق آتے تہے تاکہ سرچشمہ علوم سے جو اوقات اسلامی شہرونکے سوائے اور کسی جگہ نہ تہا سیراب ہون۔ اندلس کے حراح اور طبیب علوم مین یکتائے زمانہ تہے اور تو کو سنجیدہ علوم کے حاصل کرنے کی توجہ دلائی جاتی تہی بلکہ شہر قرطبہ مین

تو عورتیں طب ہی کرتی تھیں۔ تواریخ۔ ریاضی۔ ہیئت۔ علم نباتات۔ فلسفہ فقہ۔ صرف اسپین اور اسپین ہی میں پوری طرح حاصل ہوتی تھی۔ کپڑوں کے عملی کاروبار۔ آبپاشی کے عملی قاعدے۔ جہاز و قلعہ بنانے کے ہنر معماری کوزہ گری۔ نجاری۔ آہنگری کے نہایت دشوار فنون اور ان کے اعلے نتائج کی تکمیل ان ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہوئی۔ رزم و بزم دونوں میں عرصہ دراز تک اونکا علم یکتائی بلند رہا۔ اونکی بحری طاقت بحر روم کی حکومت کے لئے فاتحین سے لڑی۔ اونکی بری طاقت عیسائی حدود کی جانب آتش و شمشیر کیف ہو کر برسی خود اسپین کا نپولین ہیرو (موسیٰ ناصر) بیسیوں سو عرصہ دراز تک مسلمانوں کی طرف ہو کر لڑتا رہا۔ اور بحر تعلیم کے خاصا سلمان تھا۔ غرضکہ جس چیز سے سلطنت عظیم الشان اور اقبالمند ہو سکتی ہے۔ جو کچھ تہذیب و شائستگی میں افزائش کر سکتا ہے اسلامی اسپین میں موجود تھا۔

سنہ ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کی آخری روک ملکہ ازابلا اور شاہ فرڈیننڈ کے جہاد کے سامنے ٹوٹ گئی اور غرناطہ کے ساتھ ہی تمام سپین کی عظمت خاک میں ملگئی۔ مگر اسمیں کچھ شک نہیں کہ کچھ عرصے تک اسلامی شوکت کا پرتو اوس ملک کی تاریخ پر ایک مستعار روشنی ڈالتا رہا جسکو آفتاب اسلام کی تابندہ شعاعوں نے کبھی حرارت اور روشنی پہونچائی تھی۔ ملکہ ازابلا چارلس پنجم فلپ دوم کولمبس۔ کورٹیز پیزارو کے دراز اور مسلسل زمانوں نے اس طاقت و سلطنت کے ختم ہو جانے کے قریب پہونچی ہوئے۔ لمحوں کے گرد ایک آخری حلقہ باندھ دیا

اسکے بعد نفرت انگیز بربادی - بدعقیدونسے مواخذہ - جہالت کی تاریکی کا دور دورہ آیا - جسمین اسپین آجتک مبتلا چلا آتا ہے - جن حصون مین کبھی علوم اوج پر تھے اوسمین اسپین کے علما جہالت اور نا قابلیت کے لئے مشہور زمانہ ہوئے - نیوطن اور ہارروے کے معلومات پر مضر مذہب ہونے کے الزام لگائے گئے - جس شہر مین کبھی سترہ پبلک کتب خانے تشنگان علم کو سیراب کرتے تھے - جس قرطبہ مین کبھی پانچ لاکھ کتابون کا ذخیرہ رفاہ عام کے لئے فراہم تھا رہبان علم کیطرف سے آخر کو اسدرجہ عدم توجہی ہوئی کہ اٹھارہوین صدی تک تئی دار السلطنت سیڈرو مین بھی کوئی کتب خانہ نہ تھا بلکہ حال ہی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ سلمانان اسپین کا سب سے پہلا مورخ ہرچند کہ اسپین کا رہنے والا تھا مگر اوسکو اسکوریل کا قلمی ذخیرہ دکھلانے سے انکار کر دیا گیا - سوا ئل کے سولہزار اونٹ گھوڑے گدھے اپنی قدیمی تعداد کا پانچوان حصہ رہگئے - تولیدو اور المیریا کے کسب و ہنر سب نیست و نابود ہوگئے - حمام - حالانکہ بڑی آراستہ اور کار آمد پبلک عمارات تھین - مگر وہ بھی اس بنا پر بالکل مسمار کر دئے گئے کہ صفائی (ان فائدل) مشرکین کی عظمت پر ایک مضبوط دلالت ہے - جن صوبون مین اسلامی طریق کی نہر مندانہ آبپاشی بند ہوگئی تھی وہ سب مسمار و برباد ہوگئے - بڑے بڑے زرخیز و زرریز وادئے ویران اور پژمردہ ہوگئے - بہت سے شہر جنسے صوبہ اندلس کا ہر ضلع معمور تھا مشتمل ہوکر تباہ ہوگئے - شکنون - جوگیون اور لٹیرون نے معلمون - سوداگرون اور مجاہدون کی جگہ لی - یہی وہ بتدل حالت

جبین اسپین سلمانونکا گرفتار ہوا - یہی دو متضاد حالتون کا دل دکھانے والا نقشہ ہے جو تاریخ اسپین ہمارے پیش نظر کرنی ہے -

مگر حسن اتفاق سے ان متضاد زمانون مین سے ہمین صرف پہلے زمانہ سے کام ہے - جبین اسپین - جبکہ خاندان اسلام کے زیر حکومت اوج پر تھا نہ کہ اوس زمانہ سے جبین وہ لوگون کی بدولت ذلیل حقیر مین پڑا - ہماری کوشش تمام وکمال اس امر پر مبنی رہی ہے کہ سلمانونکی آٹھ سو برس تک اسپین کی حکومت مین جو بڑی مشہور اور قابل توجہ واقعات ہوئی - اونکو بجنسہ بلا کسی تعصب مذہبی یا قومی - ہدیہ ناظرین کرین - اور جسطرح ہمنے اون نامور اشخاص اور مشہور افسانون کو قلم انداز نہین کیا - جو خود ناظرین کی توجہ اپنی جانب کھینچتی ہے - اسیطرح ہمنے اوس کشمکش کا صاف نقشہ کھینچنے کی بھی کوشش کی ہے - جو قومون اور مذہبون مین تھا - اور جو وسط زمانے کی اسپین مین ملکی تحریک پیدا کرنے کا لب لباب ہے - اختتام پر مین اسقدر ظاہر کرنا اور ضروری سمجھتا ہون کہ جو لوگ اسلامی تہذیب کے موجودہ فوٹو سے یہ نتیجہ نکالین کہ سلمان ہمیشہ انسانیت اور شائستگی کیطرف طبعاً مائل رہتے ہین وہ اپنے مطالعہ کو اس کتاب تک محدود نہ کرین - بلکہ اسی سلسلہ مین - میری دوسری کتاب سٹوری آف دی ترک (ترکونکی حالات) کو بھی ملاحظہ کرین - تاکہ اونکو معلوم ہوجائے کہ سلمانون مین جہالت کس درجہ ہے - قسطنطنیہ کے فتح سے چالیس برس کے عرصے مین سلطنت غرناطہ کو زوال آیا - مگر سلمانون کا جو نقصان یورپ مین ہوا اوسکی تلافی

ایشیا مین نہو سکی - ترکونکو یہ بات کبھی نصیب نہ ہوئی کہ ایشیا مین دوسری خلافت کی بنیاد ڈالین -

اسلامیہ سلطنت اسپین

جب سکندر اعظم کی فوجین ایشیا کی قدیم سلطنتونکو پامال کر رہی تھین تو ایک ملک (عرب) ان خرخشون اور خطرون سے آزاد تھا - اہل عرب نے اس فاتح دنیا کی خدمت مین کوئی مراسلہ نہ بھیجا یہ دیکھکر سکندر نے عرب پر فوجکشی کرنے کا ارادہ کیا - چنانچہ وہ فوجکشی کرنے کے لئے ابی تیاری ہی کر رہا تھا کہ پیام اجل آپہونچا - اور اہل عرب بدستور غیر مطیع رہے - یہ واقعہ مسیح سے تین سو برس سے بھی پیشتر کا ہے - یہ لوگ اوس وقت سے بھی کہین پہلے سے اپنی ویران جزیرہ نما مین خود سر چلے آتے تھے - بلکہ ایک ہزار برس تک اور وہ اس عجیب و غریب تنہائی مین بسر کرتے رہے - اونکے اردگرد تمام ملکون مین عظیم الشان سلطنتین قایم ہوگئین - خود سکندر کے جانشینون نے شام مین سلطنت سلوکس اور مصر مین سلطنت بطلیموس قایم کر لی - رومایمین اغسطس کے سر پر تاج امپراطوری ہی رکھا گیا - بائی زنطائن مین پہلا مسیحی بادشاہ بھی تخت نشین ہو چکا - نصیر کے وسیع اور بسیط مملکت پر وحشی جرمون نے حملے کرنے بھی شروع کر دیئے - مگر اہل عرب اوسیطرح بے خبر

آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اونکے سرحدی شہرون نے قیصران روما کے
اطاعت کی ہولناکی بھوگی۔ یا رومائی فوجون نے اگر اونکے ویران
کو بتائی میدانون پر تاخت کئے ہون تو کئے ہون مگر ایسا خفیف اثر اور
ایسی قلیل مدت کے لئے کہ اہل عرب کو کسیطرح پریشان نہ کر سکتی تھی۔ اسمین
شک نہین کہ اونکو چار طرف سے وہ حکمران خاندان گھیرے ہوئے تھے
جنکو دنیا کی تاریخ سے تعلق ہے۔ مگر اونکے ریگستانون۔ اونکی دلیرانہ شجاعت
نے بی۔ غیر حملہ آورون کو ہمیشہ باز رکھا۔ اور ایک نامعلوم قدامت سے لیکر
ساتوین صدی مسیح تک۔ اس دنیا سے علیحدہ قوم کیحالت بجز اسکے اور کچھ
نہ معلوم ہوئی کہ وہ موجود رہتی ہے۔ اور یہ کہ اونہون نے کبھی کسی حملہ آور
کو گوشمالی کے بدون نہین چھوڑا۔ مگر دفعتہً اہل عرب نے ایک نیا منہ بدلا
اور اوس عزلت نشینی کو چھوڑکر دنیا کی سٹیج پر نکل آئے۔ اور نہایت مستعدی
سے اوسکو فتح کر۔ نامنور و مشہور کر دیا۔ اونکی زندگی کا یہ نیا ورق ایک تنہا شخص
نے اولٹ دیا یعنے حضرت محمد (رسول اللہ صلعم) رسول عربی
پیغمبر نے ساتوین صدی مسیح کے شروع مین۔ دین اسلام کا وعظ شروع
کیا۔ چونکہ اس دین کے اصول ایسے قوم کے گوشزن ہوئے جسمین حرکت
قبول کرنے اور متاثر ہونے کی پوری استعداد تھی۔ لہذا باعث انقلاب
ہوئے۔ جو تعلیم اونکو دیجاتی تھی وہ نہایت سیدھی سادھی تھی۔ حضرت
رسول عربی نے وہی عبرانی مذہب اختیار کر کے جسکے پیرو اوسوقت عرب مین

موجود تھے۔ حسب ضرورت اوسمین تغیر و تبدل کر دیا۔ اور اسطرح بت پرستون کی قوم کے لئے ایک نئی ہدایت کے پیرایہ مین وحدانیت کا وعظ شروع کر دیا۔ جو نہ رُکنے والی تحریک اس سادی اور جوش نہ رکھنے والے مذہب نے عرب مین پیدا کی۔ اگرچہ اوسکو پوری طرح سمجھنا تے الحال ہمارے لئے خالی از دقت نہ ہوگا۔ مگر اسمین کچھ شک نہین کہ ایسے مذہبی انقلاب ہمیشہ ہوتے رہے ہین۔ اور یہ کہ سچے پیغمبر کے ذاتی اثر مین ہمیشہ ایک پوشیدہ اور مضبوط قوت جاذبہ ہوتی ہے۔ (رسول عربی) یہانتک راست باز تھے کہ جو مذہب اونکے نزدیک حق تھا۔ نہایت گرمجوشی اور ایمانداری سے اونہون نے اوسکی اشاعت کی اور اوسکی تعلیم دی۔ علاوہ اسکے خود مذہب کی علویت۔ بانی مذہب اور اونکے پیروؤنکی سچی سرگرمی۔ اور تسخیر القلوب جوش پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔ جسکو عام زبان مین جوش مذہبی کہتے ہین۔ حضرت محمد صلعم سے پیشتر۔ اہل عرب مخالف قبیلون اور فرقون کا ایک گروہ تھا۔ جو ہمیشہ تہور مہمان نوازی اور نیز شجاعت کے وحشیانہ صفات مین ایک دوسرے سے بڑھجانیکی کوشش کرتے اور لوٹ مار کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ (رسول عربی) نے مبعوث ہوتے ہی اونکو قوم اسلام کی شکل مین بدلدیا اونکے دلونکو شہادت کی اُمنگونسے لبریز کیا۔ اور اونکی لوٹ کی حرص مین بنی نوع انسان کو امر حق کے تعلیم دینے کا بالاتر حوصلہ اور بڑھا دیا۔ اور

وفات سے پہلے پہلے تمام عرب پر قابض ہو گئے
وہ متحد قبائل جنہوں نے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا۔ اردگرد کے ملکوں میں پھیلکر جہاد زدہ قوموں کو مطیع کرنا شروع کر دیا۔ یہانتک کہ حضرت محمد صلعم کے جانشین یعنے خلفائے راشدین کے زمانے میں۔ اسلامی فوجوں نے فارس۔ مصر۔ شمالی افریقہ (بربر) کو برقہ کے پہاڑوں تک کہوندڈالا اور وسط ایشیا میں۔ دریائے آکس سے لیکے سواحل بحر اوقیانوس تک موذنوں کے نعرہ اللہ اکبر سے تمام دشت وجبل گونجنے لگے۔
مسلمانوں کے سرو گرس (ترقی) ایشیائے کوچک میں شاہ یونان کی فوجوں نے روک دی۔ اور بالآخر اس صوبہ کی فتح کی آرزو پندرھویں صدی سے پیشتر پوری نہ ہو سکی۔ جبکہ عثمانیہ ترکوں کی تلوار نے قسطنطنیہ کا سر جھکایا۔ اسیطرح بحیرہ روم کے مقابل ساحل پر بھی۔ شاہ یونان ہی کی ایک بہادر اور کاروان افسر نے کچھ عرصے تک مسلمانوں کو روکے رکھا۔ مگر اسلامی سیلاب۔ شمالی افریقہ میں ممالک بربر عبور کرنے کے لیے آگے بڑھے اور مسلسل لڑائیوں کے بعد تمام ریاستوں کو عارضی طور سے فتح کر لیا۔ صرف ایک قلعہ سوطا مقابلے پر اڑا رہا۔ اور سواحل بحیرہ روم کیطرح شاہ یونان ہی کی زیر حکومت رہا مگر یہ قلعہ دارالخلافت قسطنطنیہ سے اسقدر دور و دراز فاصلے پر تھا کہ اوسکی حفاظت کا بوجھ شاہ سپین پر ڈالدیا گیا۔ گو برائے نام شاہ یونان کے مضافات میں خیال کیا جاتا تھا۔ مگر امداد و استعانت ہمیشہ شاہ ٹولیڈو (طلیطلہ) سے کرتا تھا۔ پس یہ بات کیطرح

جمعہ مین نہین آسکتی کہ جسقدر امداد شاہ سپین قلعہ سوطا کے گورنر کو بھیج سکتا۔
وہ سلمانوں کے حملے کی اوٹھتی ہوئی موج کے مقابلے پر ضرور ہی کافی ہوتی۔ مگر
وہان تو اتفاق ہی کچھہ اور ہوا۔ یعنے جس زمانے کا یہ ذکر ہے اوسوقت جو
گورنر سوطا اور راڈرک شاہ سپین کے درمیان کچھہ چشمک تھی۔ چنانچہ اس چشمک ہی
نے سلمانوں کے لیے دروازہ کھولدیا۔

اسوقت سپین قوم وزی گاتھ کے قبضے مین تھا۔ قوم وزی گاتھ اون
مشہور وحشی قومون مین سے ہے جنھون نے روما کے تنزل سلطنت کے
صوبونکو تاراج کرڈالا تھا۔ گاتھ ایک ایشیائی قوم تھی جسکی کئی شاخین تھین جنمین سے
اسٹروگاتھ (مشرقی گاتھ) نے اطالیہ پر تسلط ہوگئی تھی اور وزی گاتھ (مغربی
گاتھ) قوم سیوئی پاسوے مین اور تیز جرمنی سے اور وحشی قومونکو پر طرف کرکے
یا فتح کرکے۔ سلطنت روما کے صوبہ آسے بیریا (سپین) پر قابض ہوگئی تھی
جو زنانہ رنگ رولیان اور ذلیل پست ہمتیان سلطنت روما کو دنیا کے اور
حصون مین تہ خاک کرچکی تھین۔ وزی گاتھ نے یہان اگرچہ موجود پائین۔ دنیا
کے اور بہادر اور نامور قومونکی طرح جب اہل روم اپنا مقصد پورا کرچکے جب یہ
اپنی تیغ بے دریغ کو مسجود خلایق بناچکے تو اپنی گذشتہ محنتون کا نکان تمام
کرنے کے لئے حسب معمول اطمینان کے ساتھہ آرام مین مشغول ہوگئے
اور جہانتک دولت و دلجمعی اجازت دیسکتی ہے عیش و عشرت مین مستغرق ہوگئے
اہل روما اب وہ بہادر اور سخت سے سادے زندگی بسر کرنے والے

اہل رومانہ رہے تھے کہ قیصر باسی پیو کے فدا سے اشارے پر اہل باسی
جھوڑ جھوڑ کر تلوار کے قبضے پر ہاتھ نہ رکھدین اور اپنا پیارا ملک بچانے یا دوسرا
ملک فتح کرنے پر کمر باندہ لین - خاص سین سین اوسوقت یہ حالت تھی کہ فرقہ امراء
کو تو بجز نفس پروری اور تن آسانی کے دوسرا کام ہی نہ تھا گویا اونکا تو شمار
پیدائش ہی اکل و شرب مدام اور لہو لعب بے ہودہ تک محدود تھا - اب رہے
عوام الناس سو اونمین یا تو غلام تھے یا ممبزلہ غلامونکے تھے یعنی وہ موروثی کاشتکار
جو نہ تو خود زمینونسے بیدخل ہوسکتے تھے اور نہ زمینین ہی اونسے چھڑائی جاسکتی
تھین - بلکہ حسب ضرورت زمینونکے ساتھ ہی دوسرے مالک کے پاس منتقل
ہوجاتے تھے - دولتمندون اور غلامونکے درمیان ایک متوسط قوم بھی تھی
جنکو برگر یعنے اہل شہر یا روسار کہتے تھے ان بیچارونکی سب سے زیادہ
کمبختی تھی - کیونکہ جملہ مہمات سلطنت کا دارومدار انہین پر تھا - ٹکس یہ ادا
کرتی تھی - فوجی اور ملکی خدمات یہ بجالاتی تھی - اور ان سب پر طرہ یہ کہ
دولتمندون کی بیجا آرایش و تکلفات کی بیجا فضولخرچیان بھی یہی پوری کرتی
تھی پس جس سوسائٹی کی اخلاقی حالت اور تمدن یہان تک خراب ہو اوسمین
وہ اسباب و لوازم کہان - ؟ جو ایک اولوالعزم اور مہیب حملہ آور قوم کے
تاب مقابلہ لاسکے - دولت مند خواب عشرت مین ایسے بیخود تھے کہ غنیم
کی آمد آمد کی خبرین اونہین آسانی سے جگا دیتین - اونکی تلوارین بدت
سے نکمی رکھی رکھی زنگ خوردہ ہوگئین تھین اور وہ خود اونپر قضا کی تیزین

اسنڈ رہی تھیں۔ رہے غلام۔ سو اونکو ایک آقا سے دوسرے آقا کے پاس جانے میں کونسی مسرت ہی تھی۔ کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اس تبادلے سے موجودہ حالت شاید ہی بدتر ہو۔ پر گرپا روسار۔ خدمات ملکی انجام دیتے دیتے جان بلب ہو گئے تھے کیونکہ ان مظلوموں کو صرف تو زیادہ کرنا پڑتا تھا اور نفع کچھ بھی نہ تھا۔

ایسی شکستہ حالتوں سے جنکا ذکر ہمنے اوپر کیا۔ ایک جرئی اور شایستہ قوم تیار کرنا بالکل ناممکن تھا۔ پس قوم گاتھ بلا تکلف اسپین میں داخل ہوگئی تمام شہروں اور قلعوں نے خوشی سے دروازے کھولدئے۔ اور سپین میں رومن کی مٹتی ہوئی تہذیب وحکومت نے اونکے سامنے آسانی سے سر جھکا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ (البنز۔ ڈانڈال سیوے) وحشی قوموں کے حملے مدتوں سے قوم گاتھ کے گویا پیش خیمے تھے جنھوں نے اونکے لئے پہلے ہی اسقدر راستہ کھولدیا تھا کہ وہ بلا دقت و تکلیف منہ اوٹھائے بے روک چلے آئے۔ اور ہر اسپین کے رومن تہذیب یافتہ باشندے خوب جان چکے تھے کہ وحشی قوموں کے حملے کیا کیا آفتیں سر پر لاتے ہیں اونکے شہر جلے۔ اونکے اہل وعیال غلام بنکر بکے۔ اونکے جو چند سردار مردانہ مقابلے سے پیش آئے وہ مثلے بطور طوفان نوح ہونے کے وجہ سے قتل ہوئے۔ یہ تمام واقعات اونکے چشم دید تھے وہ یہ بھی خوب دیکھ چکے تھے کہ وحشیانہ جور وستم کا ٹانک پر کیا اثر ہوتا ہے۔ وبا۔ قحط۔ ویرانی

غائمان بربادی - فاقہ مستی - شریف گردی - بدعملی - یہ سب سبق وہ پہلے ہی سے پڑھ چکے تھے - چنانچہ اسی واسطے اونہون نے آسانی سے سر جھکا دیا اور حلقہ بگوش بنگئے -

آٹھوین صدی کے آغاز مین جسوقت اسلامی سیلاب بحر ظلمات کے ساحل افریقہ کو عبور کرکے راس ہرقل کے بیچ مین اندلس کے زرخیز میدانون کیطرف بڑھنے کے لئے سمٹا تو اوسوقت گاتھ کی عمر اسپین مین دو سو برس سے زیادہ کی ہوچکی تھی - یہ عرصہ اونکو ملک کی ردی حالت کی اصلاح کرنے اور اہل ملک کو اوس تازہ جوش جوانی سے مالامال کرنے کے لئے کافی تھا جو ایک پرانی تہذیب یافتہ قوم کو نا شایستہ مگر دلاور قوم کے ارتباط سے حاصل ہوتا ہے - چنانچہ اونھون نے سب کچھ کیا - باقی رہی یہ بات کہ اونھون نے اسپین کو کیون ترقی دی سو اسکے خاص وجوہ ہین - گاتھ بڑی بہادر - قوی الجثہ عیش پسند زندگی کی خرابیون سے آزاد بھی نہ تھے - بلکہ سبھی تھے اور اپنے طریقے مین کیے مسیحی تھے اونکے آنے سے اہل اسپین نے بجائے نام مذہب مسیحی قبول کرلیا - شاہ قسطنطین نے اگرچہ مذہب مسیحی کو بادشاہ وقت کا مذہب مانکر بہت کچھ پھیلایا تاہم مغربی صوبون مین بہت کم تھا اور جو تھا وہ نہایت مبتذل حالت مین تھا - اب گاتھ جیسے جاہل گرویدہ مذہب قوم کے آنے سے - سپین مین جہان بت پرستی کے سوا بازاری ہوچلی تھی - اس نئے مذہب مین خالص ترعقیدت مندی

پیدا ہونے کا گمان غالب تہا۔ اور کیھو لک پریسٹ ہی آیندہ چرچ قایم کرنے کی نخبتہ امید کرتے تہے مگر افسوس! جو نتیجہ ہوا۔ وہ اس امید برآری کی کسیطرح تصدیق نہین کرتا۔ اگرچہ گاتہہ نے کبھی خلاف ورزی مذہب تو نہین کی مگر اسمین کچھہ شک نہین کہ اونہون نے مذہبی کامون کو ہمیشہ اپنی معصیت کاریون کا کفارہ محض سمجہا۔ اونہون نے کبیرہ گناہ کے۔ اور منفعل و معترف تصور ہوئے۔ توبہ کی۔ مگر تاہم بلا اثر ندامت گناہ پر گناہ کرتے رہے جسطرح اونسے پہلے رومن سیہ کار اور بدکردار تہے ویسے ہی وہ ہو گئے۔ افسوس لقب مسیحی کے فخر نے اونہین رعایا نو دکنار خود اپنی اصلاح حال مین کوشش کرنے سے باز رکہا۔ حلقہ بگوش مزارعان کی پہلے سے بہی کہین زیادہ واجب الرحم اور بدتر حالت تہی۔ وہ زمینون اور زمینداروں سے نہ صرف وابستہ تہے بلکہ اونکی اجازت بدون شادی تک نہ کر سکتے تہے۔ اور اگر کہین اردگرد ہم پیشون مین بلا اجازت کر ہی لیتے تہے تو اونکے کس بل مختلف زمیندارون مین تقسیم ہو جاتے تہے۔ اوسط درجے کے فرقے یعنے ہوگر یا رو سا رسد ستور سابق ٹکس ادا کرتے تہے۔ اور اسوجہ سے بہاری اتفاقات۔ خانہ ویران اور خانہ مست ہو جاتے تہے۔ زمینین اوسیطرح مستعد اشخاص کے قبضے مین تہین۔ بڑی جاگیرین اوسیطرح بے شمار مسلم الحال غلامونکے زیر کاشت نہین ان کمبختونکی زندگی اسقدر تلخ تہی کہ جینے جی ابدی رستگاری نو کہان۔ شکل

امید بھی خواب مین نظر نہ آتی تھی - وہ کارجی مین جو پہلے ہاتھ اوٹھا اوٹھا کر مسیحی برادری کا دغط کوتے تھے - جب دولتمند اور جاگیردار ہو گئے تو اونھون نے بھی وہی شیوہ جابرانہ و مستور العمل اختیار کر لیا اور اپنے بیکس غلامون اور حلقہ بگوش مزارعون کے ساتھہ رومن امرا سے بھی کہین بڑھکر بدسلوکیان کرنے لگے - دولتمند بھی اونھی شہوت پرستیون اور سیہ مستیون مین مستغرق ہو گئے - بورومن سلطنت کا چراغ گل ہو چکی تھین - غرض ان مسیحی مذہب کے پیرووں کا تھہ کے برائیان ریت پرستون کے مذہب جہالت سے اگر بڑھ نہ گئی تھین تو برابر ہونے مین تو کچھہ شک ہی نہ رہا - مورخ اسپین کو جب مسلمانونکے ہاتھہ سے استیصال مذہب مسیحی کا کوئی معقول سبب نہ ملا تو لکھتا ہے - کہ "شاہ وٹزا نے ملک کو گناہ سکھلائے" کیا خوب! حقیقت مین اہل اسپین یہ تعلیم بیشتر ہی پا چکے تھے - شاہ وٹزا اپنے اسلاف سے بدتر نہ ہوتا - اگر اہل گاتھہ کے وقوعات مابعد ان تمام خرابیونکو پوری وسعت نہ دیتے - وحشی قومونکی برائیان - منزل مذہب قومونکی برائیون سے بسا اوقات قریب مشابہت رکھتے ہین - چنانچہ اس نظر مین انقلاب سلطنت سے اہل ملک کے اخلاق کی کچھہ بھی اصلاح نہ ہو سکی - کیونکہ رومن مذہب مگر منزل تھی اور گاتھہ محض وحشی اور ناشائستہ -

سپین کی ملکی اور اخلاقی حالت یہ تھی - جب وہ سیلاب جسکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے لہرا کے اوسکی حدود کیطرف بڑھا - تمام ملک بگڑی ہوئی شخصی سلطنتون مین منقسم تھا - بڑی بڑی جاگیرین حلقہ بگوش مزارعان کے

زیر کاشت تھین - جنکی حالت نہایت انمزلزل اور مایوسانہ تھی - برگزینے روبیار
ٹکسونکی بہرمار سے بالکل خراب خستہ ہو گئے - دولتمند نشہ عیش مین مدہوش تھے
جبل الطارق سے اسطرف تو یہ حالت تھی - اور اوسطرف ہربران اسلامیہ
تھے جنمین ہر شخص زور آزما و شیر پنجہ تھا - جنکے سینون مین نئے مذہب کا
جوش بھر رہا تھا - جنکو طوعیت ہی سے قواعد رزم سکھلائے جاتے تھے جنکی
زندگی بالکل سیدھی سادی اور انگھڑ سپاہیون جیسے تھی اور جنکے دل اسوقت تک
زرخیز صوبونکو تاخت و تاراج کرنے کے شوق سے لبریز تھے پس ایسے دو قدیم
درمیان جو لڑائی کا فیصلہ ہو سکتا ہے اوسمین کسکو شک ہوتا - اور بالفرض اگر کسی
شک ہوتا بھی اوسکو باہمی دغابازی نے حملہ آور دونکے حق مین تائید آسمانی بنکر
بالکل رفع کر دیا -

راڈرک نے شاہ وٹزا کو تخت سے برطرف کر کے خود عنان حکومت
ہاتھہ مین لے لی - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے پرواز حکومت تو
بہت اچھی طرح اوٹھایا - مگر آخر کار - جاہ و حشمت کی حرص مین ڈوب گیا - اوسکی
شہوت پرست عیش دوست طبیعت نے اون ہرکل اوٹھنے والے اسباب
مین بارود کا کام دیا جو اوسکو چار و نطرف سے گھیرے ہوئے تھے - اور
جنکو شعلہ زن ہوکر سلطنت کو خاکستر کرنے مین ایک ذراسی چنگاری کی ضرورت
تھی - اوسوقت سلطنت اسپین کی چھوٹی چھوٹی ریاستون مین یہ دستور تھا کہ
ہر شہزادہ اپنے بچونکو خاص عہدے کے لئے شاہی دربار مین اس غرض سے

بھیجدیا کرتے تھے کہ شاہی اداب بزم - تربیت و شائستگی حاصل کرین -
چنانچہ کونٹ جولین گورنر سیوٹا (سوطا) نے (شروع مین بیان کیا گیا ہے
کہ سوطا شاہ یونان سے برائے نام متعلق تھا - بلحاظ استمداد و اعانت اور
تقریب شاہ سپین کا مطیع تھا) حسب دستور اپنی دختر فلورنڈا کو لڈیڈو (طلیطلہ)
بھیجا تاکہ ملکہ کے کنیزون مین تعلیم و تربیت پاوے - یہ لڑکی نہایت حسینہ اور
جمیلہ تھی - شاہ راڈرک کا فرض تھا کہ اس معصوم لڑکی کی پاکدامنی کو اپنے ہمسایون
کیطرح دامن شفقت سے محفوظ رکھتا مگر افسوس ! اوسنے اپنے تمام فرائض منصبی
کو تیاگ کے اوسکے دامن عصمت کو خود آلودہ کر دیا - یہ ایک بڑی بھاری
بے غرتی ہے - کیونکہ جولین کی بی بی شاہ وٹزا کی حقیقی بیٹی تھی - گویا لڑکی کی
بے غرتی سے تمام خاندان گاتھ کا تہتک ہوا -

نوجوان لڑکی نے اس غم و غصے مین اپنے باپ کو خط لکھکر ایک معتبر
غلام کو بلایا - اور اوسکو ایک دستی خط دیکر کہا کہ اگر تجھے شہزادہ یوستک کے تلطف
اور نائٹ (فوج کا اعلے عہدہ) جیسے اعلے عہدے کی عزت حاصل کرنیکی
آرزو ہے - تو بلا خیال و تراث خشکی و تری ہوا ہو جا اور جسقدر جلد ہو سکے
یہ خط خاص کونٹ جولین کے ہاتھ مین جاوے -

کونٹ جولین کو شاہ راڈرک سے رشتہ اتحاد قایم رکھنے کی کوئی
وجہ ہی نہ تھی - کیونکہ اوّل تو شاہ وٹزا سے اوسکی نہایت قریب رشتہ داری
تھی (یعنی اوسکا خسر تھا) اور شاہ وٹزا وہ تھا جسکو راڈرک نے تخت سے

برطرف بلکہ غالب گمان ہے کہ قتل ہی کر دیا تھا۔ پس ایسے غاصب اور قاتل سے موافقت رکھنے کی اوسے کیا ضرورت تھی۔ دوسرے اب اوس کی بیٹی کی بے عزتی کے ساتھ خاندان گاتھ کی بے عزتی ہوئی۔ جس نے اوسکی آہستہ آہستہ سلگتی ہوئی کینے کی آگ کو منقسانہ غیض و غضب کی شعلون تک بھڑکا دیا۔ گو عربوں کے عمانکو وہ اب تک پوری کامیابی سے روکتا رہا۔ مگر اب اوسنے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی بیٹی کی عزت خراب کرنے والے کا ملک بچانے کی زیادہ کوشش نہ کرونگا۔ مسلمان اگر ملک لینا چاہین تو لین مین ہی اونہین راستہ بتانے پر تیار رہون۔

بدلا لینے کے جوش مین بھر کر جولین نے فوراً دربار شاہی کی طرف کوچ کیا۔ اور وہان پہونچکر اپنے اصلی دلی خیالات کو اس چالاکی سے چھپایا کہ راڈرک سے جسکے اپنے جرم پر بغایت انفعال اور پختہ تیقین تھا کہ فلورنڈا نے افشاے راز نہ کیا ہوگا۔ نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آیا۔ اور محافظت ملک کے لئے ذرا ذرا سی بات مین اوس سے مشورہ کیا بلکہ جولین ہی کے فریب آمیز سلاح سے اوسنے اعلے درجے کی فوج (سوار اور پیادے) اوسی کے ماتحت جنوبی اضلاع کی طرف بھیجدی۔ تاکہ مشرکین حملہ اور دن کے مقابلے کے لئے تیار رہین۔ اسکے بعد جولین معہ اپنی مظلوم دختر فلورنڈا کے سوطا کو واپس ہوا۔ اور شاہ راڈرک کو نہایت خوش اور مہربان چھوڑا۔ چلتے ہوئے شاہ مذکور نے اوس سے چند

خاص قسم کے شکاری بازون کی اشد ضرورت ظاہر کی۔ اور اونکے لیئے فرمایش کی۔ جولین نے جواب مین کہا کہ مین آپ کے لیئے انشاء اللہ تعالے ایسے باز بھیجون گا جو آپ نے کبھی مدت العمر مین نہ دیکھے ہون گے غرض اہل عرب کے آنے کو اس پوشیدہ پیرایہ مین جتلا کے۔ جولین نے سوطا کو عود کیا۔

جولین نے واپس ہوتے ہی اول موسے بن ناصر گورنر شمالی افریقہ سے ملاقات کی۔ جسکے ساتھ اوس کی فوجین اس قدر مرتبہ تیغ و سپر ہو چکی تھین۔ اور اوس سے کہا کہ آج میرے اور تمہاری لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ اب سے تم اور تم دوستی دوست ہونگے اور اثنائے گفتگو مین اوس نے اسپین کی زرخیزی اور خوبصورتی کے افسانون سے عربی جنرل کے دل مین شوق پیدا کیا۔ اوس کے صاف و شفاف چشمے سرسبز و شاداب چراگاہین۔ لذیذ انگور خوشگوار زیتون۔ اوس کے عالیشان شہر اور شاہی محل اور گانھ کے لبریز خزانے۔ اور کہا کہ یہ ایسا ملک ہے جہان کہ گویا شہد و دودھ کی نہرین بہتی ہین۔ موسے! صرف تمہاری جانے کی دیر ہے گئے اور فتح ہوا مین خود تمہین راستہ بتلاؤن گا اور اپنے ہی جہاز دون گا۔ مگر عربی جنرل ایک مرد دانا اور اندیشمند تھا اوس نے خیال کیا۔ ممکن ہے کہ جولین کی اس تجویز مین جو ابھی خاصی دعوت ہے کوئی دام تزویر ہو۔ پس اوس نے خلیفہ دمشق کی خدمت مین ایک قاصد بھیجکر اون کا استمزاج لیا۔ اور ساتھ ہی

اطمینان کے لئے ایک چھوٹی سی پانسو آدمیوں کی جمعیت بسرداری طارق جولین کے چار جہازوں میں اس لئے روانہ کردی کہ سواحل اندلس پر لوٹ مار کے حملے کرکے چلے آویں - یہ واقعہ سنہ ۷۱۰ عیسوے کا ہے - اہل عرب نے اس وقت تک بحر روم میں جہاز رانی شروع نہ کی تھی - اسیواسطے موسےٰ نے نہ چاہا کہ اس مختصر سی جمعیت سے زیادہ آدمی سمندر کے بلا خیز موجوں میں ڈالدے -

باقی آیندہ

(حامد علی)

"قرآن مجید کی ترتیب"

پر

ایک رائے

نمبر (۱)

حضرت سرور کائنات پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے منشی اسکو قلمبند کرلیا کرتے تھے اور آنحضرت کے اصحاب اوسکو حفظ کرلیا کرتے تھے اور اسطرح پر کلام الٰہی سینہ اور سفینہ مین محفوظ تھا۔ حضرت خلیفۂ اوّل کے وقت مین ابو سلیمہ نے دعوے نبوّت کیا اور مسلمانون سے اور اونسے بمقام یمامہ (جو یمن کا ایک شہر تھا) معرکہ کارزار ہوا اسی معرکہ مین ابو سلمہ مارا گیا اور سات سو حافظ شہید ہوئے۔ حضرت عمر کے عقل دور اندیش کو یہ اندیشہ ہوا کہ ابھی مسلمانونکو بڑے بڑے معرکہ سر کرنے ہین اگر ایک ایک معرکے مین سات سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے تو جو حصہ کلام مجید حافظون کے سینون مین محفوظ ہے وہ باتھ سے گیا یہ خیال کرکے آپ نے خلیفۂ اوّل کو یہ مشورہ دیا کہ قرآن ایک جگہ جمع ہوکر قلمبند ہوجائے۔ حضرت خلیفۂ اوّل نے زید ابن ثابت کو (جو آنحضرت کے عہد مین دار الانشاء وحی کے ایک رکن تھے) یہ فرماکر یہ خدمت سپرد کی کہ اِنَّکَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ

لا تتہمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القرآن و اجمعہ ترجمہ تم جوان عاقل ہو تمہارا حافظہ یا صداقت بھی کسیطرح تم نہین ہے اور آنحضرت کے زمانے مین تم وحی لکھا ہی کرتے تھے اہتمام کرکے قران جمع کرڈالو۔ حضرت زید بن ثابت نے کوشش و محنت سے قران شریف کو مختلف کھجور کے پتون سے اور لخاف سے (جو ایک سفید باریک پتھر ہے) اور حافظون کے سینے سے یکجا کرکے قلمبند کرلیا۔ یہ نسخہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت حفصہ بنت عمر کی حفاظت مین یکے بعد دیگرے رہتا چلا آیا جب حضرت عثمان خلیفہ ثالث کا عہد آیا اور آرمینیہ اور آذربیجان مین معرکے گرم ہوئے تب حضرت حذیفہ بن الیمان نے ان کی توجہ تدوین کلام مجید کیجانب مائل کی اونہون نے زید بن ثابت۔ عبداللہ بن الزبیر۔ سعید بن العاص۔ اور عبدالرحمن بن الحارث کو حکم دیا کہ قران مجید کا نسخہ حضرت حفصہ کے پاس سے لاکر اوسکی متعدد نقلین کرین۔ جب متعدد نسخے تیار ہوگئے تو ایک ایک نسخہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شام۔ یمن وغیرہ ممالک کو بھیجدیا گیا۔ (دیکھو صحیح بخاری لمعات) یہ ہے مختصر تاریخ قران مجید کے جمع ہونے کی۔

اب ترتیب کو ملاحظہ کیجئے۔ قران مجید کی ترتیب کے ذیل مین دو قسم ہین۔ اولا آیات کو باہم مرتب کرنا۔ اسکے نسبت تمام علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ یہ آنحضرت کا الہامی فعل تھا۔ اسمین کسی عالم کو اختلاف نہین

ہے۔ ثانیاً سورتونکو باہم مرتب کرنا یہ کام اصح اقوال کے بموجب صحابہ آنحضرت نے اپنے اجتہاد سے کیا ہے۔ اور یہ ترتیب سورتونکی جو آج ہم قرآن مجید مین دیکھتے ہین حضرت عثمان کے عہد مین ہوئی ہے۔ (دیکھو تفسیر فتح العزیز پارہ الم لمعات) اس ترتیب کے بیان سے واضح ہوگیا کہ آیات قرانی کی ترتیب الہامی طور پر منجانب اللہ ہوئی ہے۔

توضیح مقام کے واسطے یہ تو تمہید تھی اب اصل مقصود سنئے کہ نومبر ۱۹۰۹ء کے پرچہ حسن مین ایک مضمون طبع ہوا ہے جسکے عنوان کو ہمنے ہی اپنے مضمون کا زیب سر کیا ہے۔ کاکوری کے ایک صاحب کو یہ خیال جدید پیدا ہوا ہے کہ قرآن کی آیتون کی باہمی ترتیب (جو تیرہ سو برس سے کروڑون مسلمانون مین رائج ہے) ناقص اور زمانہ موجودہ کے لحاظ سے ناموزون ہے وہ اوسکو بطور خود ایک نئی ترتیب دینگے اور تمام مسلمانونسے مستدعی ہین کہ اس دینی کام مین شریک ہوکر توشۂ آخرت فراہم کرین مضمون کا خلاصہ تو یہ ہے لیکن مضمون نے فسہ ایک عجیب چیز ہے اور بے اختیار ع چہ خوش گفت است سعدے در زلیخا۔ کو یاد دلاتا ہے۔ ناظرین رسالہ نے خیال کیا ہوگا کہ جس شخص کے دل مین منجانب اللہ یہ خیال پیدا ہوا وہ بڑا ہی صاحب باطن ہوگا کیونکہ تیرہ سو برس تک کسی کو یہ الہام ہوا اور نہ کسی اولیاء کرام مین سے یہ کشف ہوا کہ ترتیب کلام مجید ناموزون ہے۔

لیکن جسنے کا بڑا ہی فاضل اجل ہوگا جو آیات کی باہمی نسبت کو تمام مفسرین سے

(حالانکہ مفسرین کلام مجید مین فخر رازی سے فلسفی کامل ہی شامل ہین) بہتر سمجھا اور جو بات اونکو نہ سوجھی تھی وہ اوسکے ذہن وقاد نے ایجاد کی۔

اور بڑا ہی گریجوایٹ ہوگا جو زمانہ حال کے رموز علمیہ کا نبض شناس ہے عاجز میرے دلمین تو یہی خیال مضمون پڑھکر پیدا ہوا اور سب سے پہلا کام جو اوس مضمون کے متعلق مین نے کیا وہ یہ تھا کہ یہ دریافت کرون کہ حضرت سعدی نے کی لیاقت علمی کیا ہے۔ خوش قسمتی سے اونکے ایک ہم مکتب اور ہموطن سے مجکو دریافت کرنے کا موقع ملا اور اونہون نے بتایا جو کچھ بتایا۔ بدقسمتی سے زین صاحب کشف ہون اور نہ میرے وہ دوست جنہون نے میری مدد کی ہو اسلئے راقم مضمون (یعنے حضرت سعدی) کی نسبت باطنی کی نسبت مین کچھ معلوم نہ کرسکا۔ ہان عربی کا تو کچھ شائبہ ہی نہین ہے رہی انگریزی وہ بھی کچھ اونے درجے سے بڑھی ہوئی نہین ہے۔ اب اگر مجھکو حیرت ہے تو حضرت حضرت کی جرات پر۔ حضرت سعدی مجکو معاف کرین اونہون نے بہت بڑے کام کا ارادہ کیا ہے۔ جب تک ہم تحقیق کامل نہ کرین کیسے اونکے ہم زبان ہوجائین۔

آگے چل کر مطلب راقم مضمون کا دل دکھتا ہے کہ مشہور اور مستند مقولہ "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" بیکار ہوجائے اور اسپر جو

یہ لفظ آگے جہان استعمال ہوا ہے وہان سعدی کا کوردی سے مراد ہے۔

اونہون نے سلف پر اعتراض کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ خود وہ اوسکو بیکار کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ ہم باادب پوچھتے ہین کہ "الانسان" کے نوع کا جزوے حضرت اپنے آپ کو سمجھتے ہین یا نہین۔ اگر سمجھتے ہین تو اونکو یہ یقین کیونکر ہوگیا کہ اونکا ارادہ اور منصوبہ میرا "من الخطاء والنسیان" ہے بقول اڈیٹر حسن کوئی وجہ اختلاف تو بیان کی ہوتی جسکی جہت سے ہم کو بھی معلوم ہوتا کہ آپ کا ارادہ الہامی اور خطا سے پاک ہے

حضرت سعدے خبردار ہوجائین کہ جو اعتراض نقص ترتیب آیات کا اونہون نے کیا ہے حضرت عثمان پر وہ صرف حضرت عثمان تک محدود نہین ہے بلکہ بانی اسلام پر ہے۔ کیونکہ ہمنے اوپر بتایا ہے کہ ترتیب آیات (جسنے آیات صفات باری اور کیفیت ذات قہاری کو اور تمہید اور اخلاقی مضامین کو ایک جگہ کردیا ہے) شارع علیہ السلام کا الہامی فعل ہے اور اسواسطے دماغ بشری کا نتیجہ نہین ہے۔ جیسا کہ آپ سمجھے ہین۔ بلکہ خدائی کام ہے اور اسواسطے ہمارے مسلمان بھائی اسی ترتیب کو اولے اور عمدہ خیال کرتے ہین۔ بقول اڈیٹر حسن صیانون کا رجحان الیتہ اور ترتیب کیطرف ہے اور وہ نفس الامر مین "ایک رخنہ پیدا کرنے کی ایک تدبیر ہے"

حضرت سعدے نے واقعات کے لحاظ سے اپنے مضمون مین بہت غلطیان کی ہین اور انہین غلط واقعات پر اپنے رایونکو قایم کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ جب بنا درست نہین تو عمارت کیونکر درست ہوسکتی

ہے مضمون کے صفحہ (۶) مین لکھتے ہین کہ قرآن متعدد سورتون مین نازل ہوا ہے" اور پھر دعوے یہ کہ "ہر مسلمان اسکو عمدہ طور پر جانتا ہے" حضرت مین تو یہ نہین جانتا بلکہ یہ جانتا ہون کہ قرآن شریف مجموعہ تو متعدد سورتون مین نازل ہوا ہے اور اکثر آیات مین نازل ہوا ہے اور اون آیات کے مجموعہ کا نام سورۃ ہے یہ کہنا کہ ہمیشہ سورتین ہی نازل ہوئی ہین صحیح نہین ہے اپنے اس دعوے کے اثبات مین ایک تفسیر نہین بلکہ تمام دنیا کے اسلامی تفسیرین پیش کرتا ہون جس تفسیر کو اوٹھا کر دیکھے گا یہی مطلب بتائیگی۔

صفحہ (۷) مین لکھتے ہین کہ "سورتین جو مضامین کا ہیڈنگ ہین اون مین شان نزول اور مقام صدور کا اظہار ہے" میرے نگاہ سے جتنے کلام مجید گذرے کسیکی سورۃ مین بھی شان نزول کا تذکرہ نہین ہے اور غالبًا کوئے کلام مجید آجتک ایسا نہین لکھا گیا۔ شان نزول تفسیر مین بیان کیجاتی ہے البتہ سورتون کی ابتدا مین مقام صدور کا اظہار ہوتا ہے اور کسی خاص قصے یا حکم کیوجہ سے (جو اوس سورۃ مین مذکور ہوتا ہے) اوس سورۃ کا نام رکھا جاتا ہے مثلًا سورۃ البقرۃ چونکہ اسصورت مین بقرہ اسرائیل کا ذکر ہے لہذا اسکا نام سورۃ البقرۃ ہے اگرچہ اور بہت سی باتین بھی اسصورۃ مین مذکور ہین۔ بعض سورتونکے نام مین یہ مناسبت بھی نہین ہے مثلًا سورۃ طٰہٰ (۱) و یٰسٓ (۲) و صٓ (۳) و قٓ (۴) و نٓ (۵) وغیرہ۔ جن حرفون سے یہ سورتین شروع ہوئی ہین وہی اونکے اسماء ہین۔

آگے بیان کرتے ہیں کہ محمدیون کا اعتقاد ہے کہ ترتیب کلام مجید حضرت عثمان کا کام ہے۔ شاید راقم مضمون کا یہ اعتقاد ہو۔ لیکن تمام مسلمانون کا عقیدہ تو وہی ہے جو تفسیر فتح العزیز وغیرہ کے حوالے سے ہم نے اوپر ظاہر کیا ہے۔

اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ "یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ ہر وقت ترتیب کلام مجید حضرت عثمان نے بہت سے آیات ..... نکال ڈالیں" علاوہ اسکے کہ بقول اڈیٹر محسن حضرت سعدی کا کوروی خلیفہ ثالث پر ایک غیر مستند اور قابل مضحکہ دہبا لگاتی ہیں جہان اسباب کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ یہ مطلب کس کتاب سے راقم مضمون نے اخذ کیا ہے اور غضب یہ کہ پایہ تحقیق پر پہونچ جانے کا دعوے ہے۔ ہمکو حیرت ہے کہ یہ تحقیقات کا جھنڈا کہان نصب ہوا ہے جسکے سایہ میں ایسی ایسی محض بیہودہ فراہم ہو رہی ہیں۔ کیا سعدے کاکوروی اسی تحقیقات اور علمیت سے مخالفین کے جواب "مشرح و بسط سے لکھیں گے"

صفحہ (۸) کے خاتمہ پر ایک عجیب اور طرفہ بات لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ "لیکن آپ کو (یعنے حضرت عثمان کو) ہی ایک کام (یعنے قران کی ترتیب) نہا بلکہ حدیثون کی ترتیب۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ تمام امور دینی اور دنیوے کا ایک دستور العمل مکمل کرنا تھا ....." اسواسطے ترتیب کا خیال نظر انداز ہو گیا۔ ہمکو سخت تعجب ہے کہ حضرت

عثمان نے کونسے احادیث مرتب کئے ہین اور احکام دینے اور دینے کا کونسا مکمل دستور العمل بنایا ہے۔ ہم نے نہ نام سنا اور نہ شاید کسی اور نے سنا ہوگا۔ شاید راقم مضمون کی یہ غرض ہے کہ حضرت عثمان سے احادیث مروی ہین۔ لیکن حضرت عثمان سے کچھ ایسی کثرت سے احادیث روایت ہی نہین کیگئی ہین صحیح بخارے مین صرف تو حدیثین حضرت عثمان سے مروی ہین حالانکہ اسی صحیح بخارے مین حضرت ابوہریرہ سے پانسو سے زائد حدیثین روایت کی گئی ہین (دیکھو مقدمہ فتح الباری) اسے پڑھ کر اور کتابونکو قیاس کر لیجئے۔ حدیثونکی ترتیب محدثین اصطلاحی اور احکام نماز وغیرہ کو مرتب کرنا فقہاے اصطلاحے کا شیوہ اور منصب ہے حضرت عثمان دونون فریق مین نہ تھے۔

نوین صفحے کے آخر مین اس سے بھی زیادہ حیرت خیز بلکہ اشتعال انگیز بات لکھی ہے۔ کہتے ہین "اسکے ساتھ ہی اگر وہ (یعنے متعصب مسلمان) اس بات کا خیال کرینگے کہ حضرت خلیفہ اول و دوم مین اتنی عقل۔ ادہ۔ لیاقت نہ تھی جو کلام مجید کو جمع کرتے یا قواعد والجرائے احکام مین بمقتضائے عقل کام لیتے۔ جو حضرت عثمان نے کیا۔ تو ہم کو امید ہے کہ تمام ہمارے مسلمان ہمارے ہم زبان ہونگے اور کچھ خیال کرکے دل مین سکوت اختیار کرینگے"

میرے سمجھ مین نہین آیا کہ عام مسلمانونکے اعتقاد مین کس بات مین

حضرت خلیفہ اوّل و دوم حضرت عثمان سے چھپے تھے - کیا خلیفہ اوّل
قرآن کے جمع ہونے کا حکم نہیں دیا کیا اونکے عہد میں قرآن جمع نہیں ہو
کیا ان دونوں خلافتونکے زمانے میں احکام اسلام کا اونکا ممالک جہان میں
نہیں بجا - کیا قواعد اسلام ان دو خلافتوں نے ایک عالم میں جاری نہیں
فرمائے کیا مقتضائے عقل کے موجب بارہ برس دونوں خلافتوں
فرض منصب ادا نہیں ہوا - جب ہم دیکھتے ہیں کہ سب کچھ ہوا اور
صرف ہم دیکھتے ہیں بلکہ جتنے آنکھوں والے مسلمان ہیں سب دیکھتے
ہیں تو ہمارے خیال میں نہیں آتا کہ حضرت کا کودیں ہمکو کیا تلقین کرتے
ہیں - شاید وہ خود بے نہیں سمجھتے - یہ کہنا کہ یہ اور فضول لفظ ہے
کچھ دل میں خیال کرکے کیا ہی بے سروپا باتیں ہیں قرآن میں درج
اور کیا ہی مہذب کلمات زمانہ حال کے ہوتے ہیں ؎

بقول من ندریدہ است فعل من ہرگز
خوشا کسیکہ دارست از زبان دستش

ہماری فہم قاصر ہے کہ کیا سمجھکر ہم سعدی کے ہمزبان بنجائیں - یہ
نمونہ ہے اوس مضمون عالی کے خوبیوں کا - اور یہی مضمون ہے
منجانب اللہ القا ہوا ہے - اسی پر اوس تحریر کا اندازہ ہوسکتا
جسکے واسطے یہ مضمون نقیب ہے - ہمارے رائے میں تو مذہب
رخنہ اندازی اور نقب زنی اسکا منشا ہے اور اسی وجہ سے ہمنے اسکا

آخر میں ہم باادب راقم مضمون سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی رائے پر
غور اور مکرر بنظر ثانی کریں اور خواہ مخواہ اس امر میں کہ جو کچھ وہ کہتے
ہیں منجانب اللہ اور الہامی ہے۔ اس سند اور دستور مقبول لدی الاسلام
مرکب من الخطاء والنسیان کو بیکار نہ قرار دیں تاکہ ہم اطمینان دلاتے ہیں
کہ اگر بدقسمتی سے انہوں نے اپنی رائے کے پیرو بھی ماہ جنوری سے
کام شروع کر دیا تو کوئی فتوے کفر والحاد کے لکھنے کی تکلیف گوارا
نہ کرے گا بلکہ اپنے دل میں کچھ خیال کر کے سب چپ ہو رہیں گے۔
مسلمانوں کی حمیت سے امید ہے کہ اس انوکھے خیال کی تائید میں کسی
طرف سے صدائے مرحبا بلند نہ ہوگی۔

اگر راقم مضمون کو ہماری تحریر ناگوار گذرے تو افسوس ہے۔
لیکن ہمپر فرض تھا کہ ہم یہ لکھتے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

محمد حبیب الرحمن شروانی

"قرآن مجید کی ترتیب"

نمبر (۲)

رسالہ حسن نمبری (۱۱) مین ایک مضمون مسلمانون کے قرآن پاک کی ترتیب کی بابت چھپا ہے جسکے مصنف کا نام رفیع الدین احمد اور وہ مقام کاکوری کے شیخ سعدی ہین - یہ ایک فاضل روزگار مضمون ہے جو ہر مسلمان کی ضروری توجہ کے لایق ہے اس مضمون کے صاحب راقم کی تمام رائے کا پورا خلاصہ اسکے ان دو فقرون مین ہے اوّل فقرہ "لیکن مین یہ ضرور کہون گا کہ قرآن کی ترتیب موجودہ زمانۂ حال کی بہت ناموزون ہے اور اسکے مخلوط مضامین کم سے کم ان کی نظرون سے ضرور محفوظ ہین - دوسرا فقرہ "ہندوستان یا کسی ملک مین قرآن مجید کی ترتیب موجودہ نامکمل اور ایک طور پر ادھوری ہے - مین اسکی ترتیب اپنے فہم ناقص کے مطابق ہر سبجکٹ (مضمون) پر کرنا چاہتا ہون" جو دلیل انہون نے قرآن پاک کی ترتیب کے نامکمل اور ناموزون اور ادھورے ہونے کے بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ یہ ترتیب حضرت صحابہ رضہ خصوصاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے وہ بشر تھے اور بشر مرکب من الخطا والنسیان ہے اسوجہ سے اوسکا فعل ضرور غلطی اور نقصان پر مشتمل ہوگا - ورنہ اسمین مشہور مقولہ کا خون ہوتا ہے کہ الانسان مرکب من الخطا والنسیان - چنانچہ وہ لکھتے ہین "یہ خیال کہ جو

بزرگان دین سابق ہین کر گئے ہین وہ کالوحی من السماء سمجھا جاوے
اور اونکی راے خطا و سہو سے پاک سمجھین لانسان مرکب من الخطاء والنسیان
ایک مشہور اور مستند مقولہ کو بالکل بلا ضرورت بیکار کئے دیتا ہے اونہون نے
اسبات کا دعوے کیا ہے کہ حضرت عثمان نے ترتیب قران کے وقت بہت
سے آیات و مقامین کو حذف کر دیا اور انتخاب مین مکررات اور غیر ضروری
مضمون دور کر کے صرف ضروری مضامین پر اکتفا کیا اور صاحب راقم
موصوف نے اس کا رد راے کو سلما نونکو گویا مسلم اور محقق مسئلہ ظاہر کیا ہے
چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہین " ہمارے پیارے مخدری بھائیونکا یہ اعتقاد کامل ہے
کہ کلام مجید کی ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے
دست مبارک سے ہوئی اور اسی وجہ سے آپ کا لقب جامع القران ہے
مگر بایہ تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ بروقت ترتیب کلام مجید حضرت خلیفہ ثالث
نے بہت سی آیات جو محل خاص کے واسطے مخصوص تھا مطلب واحد کیوجہ سے
بلا ضرورت باتکرار مضمون کے باعث قابل اندراج نہین نکالڈالین - اور
انتخاب مین صرف اونہین آیات کی ضرورت سمجھی گئی جو خاص اغراض کے واسطے
سونپون - یا ایک مطلب جداگانہ کے سبب لابد تہین - اور جنپر جمہور کا اتفاق
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ کی تصدیق تھی اور دیگر انصار و مہاجرین
و تابعین کے نزدیک مسلم"

اونہون نے اسنے دو خیال متناقص اس مضمون مین عجب لطف سے

بیان فرمائے ہین - اوّل یہ کہ مین صرف سورتونکی ترتیب مین تصرف کرنا چاہتا ہون
چنانچہ وہ لکھتے ہین "مگر مین یہ بخوبی جانتا ہون کہ میرا ارادہ بجز موخر و مقدم سورتونکے
دوسرا نہین - چنانچہ ان کا یہ فقرہ تو بتا رہا ہے کہ وہ سورتونکی تقدیم و تاخیر کے
سوائے اور کچھ کرنا نہین چاہتے - اور جو نا موزونی بسجکٹ کے اعتبار سے -
قران پاک مین ہے وہ انکے نزدیک صرف اسقدر تصرف سے رفع ہوجاویگی
مگر پھر کچھ سمجھ کر وہ فرماتے ہین کہ "مین اسکی ترتیب اپنے فہم ناقص کے مطابق
ہر سبجکٹ پر کرنا چاہتا ہون - تحمید باری - صفات باری - اخلاق مذمتی - معاشرت
واقعات - فرائض وغیرہ" - اس فقرے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یا تو ہر ایک سورت
انکے نزدیک ہر ایک مضمونکو علے سبیل الترتیب ایسی حاوی ہے جسکی وجہ سے
صرف ایک سورت کو مقدم اور دوسرے کو موخر کرنے سے ہر سبجکٹ کے
موافق ترتیب مجوزہ انکی مکمل ہوجاوے گی یا شاید عزم اوّل کو ناکافی سمجھکر عزم
ثانی یہ کیا گیا ہے کہ ترتیب سورہی نہین بلکہ ترتیب آیات بھی کیجاوے گی
ورنہ ہر سبجکٹ کے موافق ترتیب نہ ہوگی - انھون نے اپنے اس مستحکم
ارادہ مین اپنے عزم راسخ کو جو اس زمانے کے فلاسفرونکے نزدیک شعبہ
نبوت ٹھہرا ہے - اس لیے کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے کہ مسلمانون کے
پیشواؤن (یعنے آجکل کے ملانون) کے کفر کے فتوؤن سے اپنے کو
بے خوف ظاہر کردیا ہے اور باین ہمہ اپنے اس مستحکم ارادے مین تمام
مسلمانون اور رئیسون سے پوری امداد کی امید ظاہر کی ہے چونکہ ہم بھی ایک

ایک مسلمان ہیں اور ہمکو خوب معلوم ہے کہ ہمارے اسلام کی حقیقت اپنے پیارے محمد رسول اللہ کی سچی تصدیق اور اوسکے لائے ہوئے سچے کلام الٰہی کی تسلیم کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو وہ اسی سچے کلام الٰہی کی بتائی ہوئی بات ہے۔ اس نظر سے ہمپر فرض ہے کہ ہم اس زمانے کے شیخ سعدی صاحب کی اس نئے خیال کو نظر غور سے دیکھیں جو انہوں نے مسلمانوں کے خدا کے کلام پاک کی نسبت ظاہر فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ جس کلام خداوندی کو ہم مسلمانوں نے اپنا مدار ایمان سمجھا ہے اور جسکی نسبت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہمہ وجوہ کامل و مکمل ہے اور ہر ایک عیب سے مبرا و منزہ ہے اور وہ بفحوائے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون ابطال مبطلین و انتحال منتحلین سے برتر و اعلے ہے اور انسانی تصرفات و تحریف سے پاک ہے وہ کلام پاک سعدی صاحب کے نزدیک ان جملہ عیوب سے مالا مال ہے اور ایک بے ڈھنگے طور پر یوں ہی فراہم کر لیا گیا ہے جیسا کہ اوراق منتشرہ کو ایک طفل مکتب ہوا میں سے چن کر جمع کر لیتا ہے اور اس غور کے بعد ہم اپنے معبود برحق کے کلام معجز نظام کو جانچیں کہ وہ کہاں تک سعدی صاحب کی رائے کے موجب اصلاح کے لائق ہے اور دریافت کریں کہ جس قادر حقیقی مالک الملک ذوالجلال والاکرام نے اپنے مبارک و مقدس کلام کو بطریق اعجاز اپنے پیارے نبی کو دیا تھا اس قادر مطلق سے سعدی صاحب کی رائے کے موافق کہاں تک اس کلام کی تہذیب میں فروگذاشت ہوئی اور کہاں تک

اس کلام کی تہذیب میں فروگذاشت ہوئی اور کہان تک اس مجموعہ انوار کی ترتیب میں اسکو ناچاری اور مشکل پیش آئی جسکے سبب سے اونسے اپنے پاک کلام کی تہذیب و ترتیب کا کام اپنے ہندوستانی سپرد کیا اور بندے ہی اسکے جنیے وہ پورا نہ ہو سکا اور انہوں نے آخرکار ہمارے زمانے کے شیخ سعدی صاحب کی تہذیب کی ضرورت باقی رکھی۔

ہم قبل اس سے کہ سعدی صاحب کے خیال کے غلط یا صحیح ہونے کی نسبت کوئی تصفیہ کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ قرآن پاک کی ترتیب کی نسبت مسلمانوں کا عقیدہ ظاہر کریں اور اس امر کو طے کریں کہ آیا ہمارے خدا کی مقدس کتاب کی ترتیب موجودہ کسی بشر کے ہاتھ سے ہوئی ہے جو مرکب من الخطاء والنسیان ہے اور جسکی بناء پر سعدی صاحب نے اصلاح کا قصد فرمایا ہے یا جسکی یہ کتاب ہے وہی اسکا مرتب ہے بشری اختیار و تصرف کو اسمیں کچھ مداخلت نہیں ہے اور نہ آیندہ ممکن ہے۔

پس ہم مسلمانوں کا جسطرح یہ عقیدہ ہے کہ ہمارا قرآن پاک آسمانی کتاب اور اللہ کا کلام ہے اسیطرح ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے سے پہلے اسی ترتیب و سلسلہ کے ساتھ بہیئت مجموعی لوح محفوظ اور کتاب مکنون میں ثابت و موجود تھی اور موجود ہے اور ہمارے اس عقیدے کو خود اسی سچی کتاب کی ان آیتوں نے ہمکو بتایا ہے قال اللہ تعالے۔ انہ لقران کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون

ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ وقال اللہ تعالے ان علینا جمعہ و قرانہ فاذا قرءناہ فاتبع قرانہ۔ امام بخاری کتاب التفسیر میں اس آیت کے تحت میں لکھتا ہے۔ قولہ تعالے ان علینا جمعہ قرانہ۔ نا یف بعضہ الی بعض۔ فاذا قرءناہ فاتبع قرانہ۔ ای ما جمع فیہ۔ وقال تعالی انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یہی وجہ ہے کہ ہمارے خدا کی یہ مقدس کتاب تبدیل و تحریف و زیادت و نقصان سے آجتک محفوظ ہے اور اگر ہمارے خدا کی یہ بات کہ ہم اسکے حافظ ہیں سچی ہے تو وہ ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ اور ہم مسلمانوں کے اس عقیدے کا ثبوت کہ ترتیب موجودہ قرآن پاک کی مطابق اسی ترتیب کے ہے جو لوح محفوظ کی ترتیب ہے اور اسمیں سر مو تفاوت نہیں ہے اور یہ ترتیب بھی اسیطرح جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت کو خدا کیطرف سے لاکر بتائی ہے جسطرح کہ اونہوں نے قرآن پاک اوتارا اسوجہ سے اس ترتیب کو ترتیب بشری اختیار کرنا اسلام کا عقیدہ نہیں ہے علاوہ ان نصوص قرآنی کے احادیث نبویہ اور اجماع مسلمین اور تصریح ائمہ دین سے علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی لکھتا ہے۔

وہنا الامور الدالۃ علی ان ترتیب الایات توقیفی قرانہ صلی اللہ علیہ وسلم سور اعدیدۃ فی الصلوۃ مرتبہ کما ورد فی الاحادیث الکثیرۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی الصلوۃ کذا سورۃ کذا فی صلوۃ کذا سورۃ کذا فلو کان ترتیب الذی ہو الموجود الان

ترتیباً بشرط ان الصحابۃ سمعوا القرآن مفصلا مرتبا من فی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال الملی وغیرہ ترتیب
الایات فی السورہ بامر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولما لم
یامر بزلک کیف ترکت البسملہ فی اول براءۃ - وقال القاضی ابوبکر
ترتیب الایات امر واجب لازم فقد کان جبرئیل یقول ضعوا
آیۃ کذا فی موضع کذا قال الذی یذہب الیہ ان جمیع القرآن
الذی انزلہ اللہ وامر باثبات رسمہ ولم ینسخہ ولا رفع
تلاوتہ بعد نزولہ ہو الذی بین الدفتین الذی خواہ مصحف
عثمان رضی اللہ عنہ وانہ لم ینقص منہ شئی ولا زید فیہ
وان ترتیبہ ونظمہ ثابت علی ما نظمہ اللہ تعالی ورتبہ علی
رسولہ من ای السور لم یقدم من ذالک موخر ولا اخر منہ
مقدم وان الامۃ ضبطت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ای کل سورۃ ومواضعہا وعرفت مواقعہا کما ضبطت عنہ
نفس القرآن وذات التلاوۃ الخ کذا فی الاتقان اور وہی علامہ الدین
سیوطی لکھتا ہے - اما الاجماع فنقلہ غیر واحد منہم الزرکشی فی البرہان وابو جعفر بن الزبیر فی مناسباتہ وعبارتہ
ہکذا ترتیب الایات فی سورہا واقع بتوقیفہ صلی اللہ علیہ
وسلم وامرہ من غیر خلاف فی ہذا بین المسلمین - یہاں تک -

اجمالی طور سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ اپنے خدا کی سچی کتاب کی نسبت اجمالی طور سے یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس آنحضرت پر نازل ہونے سے پہلے اسی ترتیب و سلسلہ سے جیسے کہ وہ اس وقت ہمارے ایمان پر سینوں میں ثبت ہے لوح محفوظ اور ام الکتاب اور کتاب مکنون میں موجود تھی اور اب تک موجود ہے۔ اب ہم تفصیل سے اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت پر جبرئیل علیہ السلام نے جسطرح اس کتاب کو اتارا اسطرح اس کی ترتیب کو بھی بتایا اور آنحضرت نے بعینہ صحابہ کو سکھلایا اور صحابہ نے اس قرآن پاک کو آنحضرت کے منہ سے اسطرح سنا جیسے کہ بلاشبہ ایک شاگرد اپنے استاد سے سنتا ہے ایک حرف بھی اسمیں سے مقدم و موخر نہیں ہوا اور ایک آیت بھی اپنے موضع سے نہیں ٹلی بلکہ جس آیت میں آنحضرت کو ادنے شبہ ہوا ہے فوراً اوس آیت کو جبرئیل امین نے آکر بتا دیا ہے کہ یہ آیت فلاں ایت کے قبل یا بعد کی ہے اسکو وہاں رکھو چنانچہ احمد نے باسناد حسن عثمان ابن ابی العاص سے روایت کی ہے قال کنت جالسا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذ شخص ببصرہ ثم قال اتانی جبرئیل فامرنی ان اضع ہذا الایۃ ہذا الموضع من ہذا السورۃ۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الخ ذی القربی۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جبرئیل امین نے ترتیب قرآنی کی تعلیم میں بھی وحی کے ذریعے سے پوری تفصیل اسکی فرمائی

کہ فلان آیت فلان سورۃ مین فلان موضع پر اسطرح رکھدو اور آنحضرت نے
فورا اوسکو وحی کے بعد صحابہ کو سنایا اور حکم دیا کہ اس آیت کو فلان مقام پر لکھدو
فلان سورہ مین رکھدو۔ چنانچہ احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن جان
اور حاکم وغیرہ ابن عباس سے نقل کرتے ہین۔ قال فکان اذا نزل علیہ الشیٔ
دعا بعض اصحابہ فمن کان یکتب فیقول ضعوا ہولاء الایات
فی السورۃ التی یذکر فیہا کذا و کذا۔ الخ۔ چنانچہ جس ترتیب سے جبرئیل
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قران پاک سکھلایا آنحضرت اوسی ترتیب سے
قران پاک کو ماہ رمضان مین ہر سال جبرئیل علیہ السلام کو سنایا کرتے تھے
اور بعض اوقات آنحضرت کے سنانے اور حضرت جبرئیل کے سننے مین بعض
صحابہ بھی موجود ہوتے تھے اور رفتہ رفتہ مفصلا مرتبا کما ہوالان صحابہ آنحضرت
کے منہ سے حضرت جبرئیل کو سناتے وقت سنتے تھے منجملہ اون صحابہ کے
حضرت زید بن ثابت کاتب القران ہین جنہون نے اس کتاب مقدس کو
من اولہ الی آخرہ حضرت جبرئیل کے سامنے آنحضرت کے منہ سے اس آخر
دور مین سنا ہے جسکے بعد آنحضرت کا انتقال ہوا اور اوسی آخر دور مین حضرت
جبرئیل نے آنحضرت کو یہ بھی بتا دیا کہ فلان آیت منسوخ ہوگئی اور فلان
آیت باقی ہے چنانچہ حضرت زید مذکور نے سب کو لکھ لیا اور آنحضرت
کو پڑھکر سنا دیا غرض کہ ناسخ و منسوخ کا تصفیہ بھی آنحضرت کے روبرو حضرت
جبرئیل نے فرما دیا اور آیات منسوخہ کے دور کرنے اور ناسخہ کے شامل

کرنے کا کام ہی آنحضرت خود ہی حضرت جبرئیل کے ارشاد کے موافق پہنچے روبرو کر گئے اور ترتیب تلاوت کو مکمل فرما کر صحابہ کو تعلیم فرما دیا اور اسی تعلیم کے موافق آنحضرت کے انتقال کے بعد ہمیشہ اسی موجودہ ترتیب تلاوت سے حضرت زید اور لوگو کو پڑھاتے رہے یہانتک کہ اونہون نے بہے انتقال فرمایا اور اسیوجہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان نے جمع قران کا اہم کام اسکے ذمے کیا تہا چنانچہ بغوی نے شرح السنہ مین لکہا ہے ان زید ابن ثابت شہد العرضۃ الاخیرۃ التی بین فیہا ما نسخ وما بقی وکتبہ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقرأہ علیہ فکان یقری الناس بہا حتی مات ولذالک لم یحتمد ابوبکر وعمر فی جمعہ وولاہ عثمان کتب المصاحف۔ الخ

یہانسے معلوم ہوا کہ ترتیب قران مین نہ آنحضرت کے رائے کو دخل تہا نہ صحابہ کو مجال تہی نہ یہ ترتیب بعد آنحضرت کے ہوئی نہ اس ترتیب مین لوح محفوظ کی ترتیب کے خلاف ایک نقطہ کی تقدیم و تاخیر ہوئی بلکہ وہ کما ہو فی اللوح المحفوظ حضرت جبرئیل کے واسطے سے آنحضرت کو سکہلایا گیا اور آنحضرت نے صحابہ کو تعلیم فرمایا اور صحابہ نے جمیع الامۃ کو سکہلایا۔

اب ہم کو یہ بات بیان کرنی چاہیے کہ پہر صحابہ نے کیا جمع کیا اور کس چیز کی ترتیب فرمائی اور حضرت عثمان کو جامع القران کس اعتبار سے کہتے ہین اور جبکہ ترتیب خدا کیطرف سے ہے تو ان لوگون نے کیا کیا

جوان کیطرف نرتیب منسوب کیجاتی ہے پس اوسکی بابت ہم مسلمانون کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے قران پاک مختلف لکھے ہوئے اجزا مقامات مختلفہ سے اوٹھاکر ایک جگہ ایک کتاب مین جمع کر دینے کے سوائے اور کوئی کام زیادہ نہین کیا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ اوس زمانے مین چونکہ کاغذ وغیرہ اور تحریر کا اہتمام بہت کم تھا اسوجہ سے جو آیت قران پاک کی نازل ہوتی تھی کاتبان وحی حسب ارشاد نبوی اوسکو کبھی کاغذ پر کبھی سفید رنگ کے پتھر پر کبھی ہڈی پر کبھی کھجور کے پتون پر لکھ لیا کرتے تھے اور وہ لکھا ہوا ایک مقام پر جمع نہ کیا جاتا تھا بلکہ بعض حصہ اسکا کسے صحابہ کے پاس اور بعض کسیکے پاس رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت کے آخر زمانے تک وہ اسیطرح رہا اور وہ متفرق کاغذ اور پتھر وغیرہ جنپر مختلف آیات لکھی تھین ایک جگہ جمع نہ ہوتے سا آنحضرت ؐ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر کے خلافت مین جبکہ اکثر وہ حفاظ جنکے سینون مین یہ مرتب قران محفوظ تھا ایک ہنگامہ مین قتل ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضے اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ یہ قران پاک جن حفاظ کے سینون مین محفوظ تھا وہ تو اکثر قتل ہو گئے اور آیندہ جو باقی ہین اونکی موت و زیست کا اعتبار نہین اور تحریرین ہنوز وہ جمع نہین ہوا پس ہماری دین کی کتاب اگر صرف زبانی حفظ پر چھوڑی جاوے اور ضبط تحریر مین نہ لائی جاوے اور جملہ حفاظ خدانخواستہ ایک لخت مفقود ہو جاوین تو ضرور ایک دن یہ نعمت ہمارے ہاتھ سے جاتی رہے گی پس مناسب ہے کہ جسطرح وہ سینون مین محفوظ ہے اسیطرح اس کو ایک کتاب مین

ہی مدون کرلیا جاوے چنانچہ بعد مشورہ صحابہ کے اس عمدہ رائے کو مستحکم
فرماکر اونہون نے حکم دیا کہ اول ان متفرق اجزاء کو جو لکھے ہوئے مختلف
اصحاب کے پاس ہین جمع کرلیا جاوے اور ہر ایک لکھے ہوئے جزو قرآن
اور آیت کو حفاظ کی یاد سے مطابق کرلیا جاوے تاکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ جو عہد
قرآن آنحضرت کے زمانے مین لکھا گیا تھا اوسمین سے کوئے جزو فوت نہین ہوا
جب وہ جملہ اجزاء متفرقہ یک جا جمع ہوجاوینگے اوسوقت موافق حفظ ان حفاظ
کے جنہون نے آنحضرت کے منہ سے حضرت جبرئیل کے سامنے سنا ہے
اور جو شب و روز اسکا دور و تعلیم فرماتے تھے اور جو رات دن نماز مین کثرت
سے پڑہا کرتے تھے اور اگر ایک آیت کا فرق ہوتا تھا تو فوراً اوسکو دوسرا
بتادیتا تھا اسکو مرتب کرلیا جاوے گا۔ چنانچہ اولاً ایسا ہی کیا گیا کہ وہ اجزاء متفرقہ
جمع ہونے شروع ہوگئے اور حفظ حفاظ سے مطابق کئے گئے اور مصاحف
مین مرتب کرلئے گئے اور چونکہ ایسے عظیم الشان کلام کے واسطے اعلے
درجے کی احتیاط اور غایت درجے کے اہتمام کی ضرورت تھی اسوجہ سے
حضرت صدیق اکبر کو اپنے قلیل المدت عہد مین زیادہ مہلت نہ ملے اور اونکے
زمانے مین اسیقدر کام ہوا کہ قرآن پاک کے وہ لکھے ہوئے اجزاء جو آنحضرت
کے سامنے کاتبان وحی سے لکھے تھے اور جنکو آنحضرت نے بچشم خود
دیکھ لیا تھا یکجا جمع کرلئے گئے اور اونکا انتشار و تفرق جو زیادہ اندیشہ ناک تھا
کم ہوگیا۔ چنانچہ بخاری کی روایت سے حضرت زید ابن ثابت کاتب الوحی

کا اسیقدر کام ثابت ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کے زمانے سے اجزاء متفرقہ قرآن پاک کو اپنے پاس اور دوسروں کے پاس سے تلاش کر کے یکجا جمع کر لیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں - قلم ازل ارا جعہ حتی شرح اللہ صدری الذی شرح اللہ صدر ابی بکر وعمر فقمت فتبعت القرآن اجمعہ من الرقاع والاکتاف والعسب وصدور الرجال حتی وجدت من سورۃ التوبۃ اٰیتین مع خزیمۃ الانصاری لم اجدہما مع احد غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم الی آخرہ وکانت الصحف التی جمع فیہ القرآن عند ابوبکر حتی توفاہ اللہ - الخ اسکے تحت میں شارح قسطلانی لکھتا ہے - اجمعہ من الرقاع ای حال کونی اجمعہ مما عندی وعند غیری من الرقاع اور نیز جلال الدین سیوطی حارث محاسبی سے نقل کرتا ہے - و قال الحارث المحاسبی فی کتاب الفہم السنن کتابۃ القرآن لیست بمحدثۃ فان صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بکتابتہ ولکنہ کان مفرقا فی الرقاع والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق بنسخہا من مکان الی مکان مجتمعا وکان ذلک بمنزلہ اوراق وجدت فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا القرآن منتشر فجمعہا جامع وربطہا بخیط حتی لا یضیع منہا شیء الخ اور نیز طبرانی یحی ابن عبد الرحمن ابن حاطب سے ہے قال قدم عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم شيئاً من القرآن فليأت به وكانوا يكتبون ذلك في الصحف
والألواح والعسب وكان لا يقبل من أحد شيئاً حتى يشهد شهيدان
ويدل على أن زيداً كان لا يكتفي بمجرد وحدانه مكتوباً حتى
يشهد به من تلقاه سماعاً مع كون زيد كان يحفظ وكان يفعل
ذلك مبالغة في الاحتياط وأخرج ابن أبي داود أيضاً من طريق
هشام بن عروة عن أبيه أن أبا بكر قال لعمر ولزيد اقعدا
على باب المسجد فمن جاء كما يشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه
رجاله ثقات مع انقطاعه قال ابن حجر وكان المراد بالشاهدين
الحفظ والكتاب وقال السخاوي في جمال القراء المراد أنهما يشهدان
على أن ذلك المكتوب كتب بين يدي رسول الله صلى الله عليه
وسلم او المراد أنهما يشهدان على أن من الوجوه التي نزل بها القرآن
قال أبو شامة وكان غرضهم أن لا يكتب إلا من عين ما كتب بين
يدي النبي صلى الله عليه وسلم لا من مجرد الحفظ قال ولذلك
قال في آخر سورة التوبة لم أجدها مع غيره أي لم أجد أحداً
مع غيره لأنه كان لا يكتفي بالحفظ دون الكتابة غرضكہ جو کچھ حضرت
ابوبکر کے وقت میں ہوا وہ اسیقدر تھا جو بیان کیا گیا اور اسکے بعد حضرت عثمان
غنی نے اسکو انہیں حفاظ کے ذریعے سے مصاحف مختلفہ میں سے ایک مصحف
میں اسی ترتیب موجودہ کے ساتھ لکھوا دیا اور متفرق مصاحف کو جسکے بانی

رہنے سے قراءت کے اختلاف کا اندیشہ تھا نابود کر دیا پس خلیفہ اول جامع القران باین معنے ہین کہ اونہون نے متفرق اجزاء کو سب جگہ سے منگوا کر اور تلاش کر کر اور ہر ایک کی تصدیق فرما کر مصاحف مین جمع کر لیا اور حضرت عثمان جامع القران باین معنے ہین کہ اونہون نے اون مصاحف مین سے حفظ حفاظ کے موافق صرف ایک مصحف مین لکھوا لیا پس اب ہر مسلمان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہمارے قران پاک کی ترتیب کو بشری تصرف سے کچھ علاقہ نہین ہے اور صحابہ نے سوائے اوس ترتیب نزولی کے ساقط کرنے کی جو نجما نجما موافق حاجات کے ہوئی اور سوائے اجزائے متفرقہ کے یک جا جمع کرنے اور غیر مدون کو مدون فرمانے کے اور کوئی کام نہین کیا جسکے لحاظ سے اسلام کا یہ عقیدہ راسخہ ہے کہ ترتیب موجودہ ترتیب بشری نہین ہے بلکہ یہ خدا کا کلام خدا کا ہی مرتب کیا ہوا ہے اب ہم احادیث نبویہ سے اون شواہد کو نقل کرتے ہین جو ہمارے مذکورہ بیان بالا کی تصدیق کرتے ہین ۔ قال الجلال السیوطی اخرج عن ابن وہب قال سمعت مالکا یقول انما الف القران علی ما کانوا یسمعون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال البغوی فی شرح السنہ الصحابہ رضی اللہ عنہم جمعوا بین الدفتین القران الذی انزلہ اللہ علی رسولہ من غیر ان زادوا ونقصوا منہ شیئا خوف ذہاب بعضہ بذہاب حفظہ فکتبوہ کما سمعوا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر

ان قد موا شیئا او اخروا وضعوا له ترتیبا لم یاخذوا من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یلقن اصحابہم ویعلمہم ما تنزل علیہ من القرآن علی
الترتیب الذی ھو الان فی مصاحفنا بتوقیف جبریل ایاہ
علی ذالک واعلامہ عند نزول کل آیۃ ان ھذا الایۃ
تکتب عقب آیۃ کذا فثبت ان سعی الصحابہ
کان فی جمعہ من موضع واحد لا فی ترتیبہ فان القرآن
مکتوب فی اللوح المحفوظ علی ھذا الترتیب الذی انزلہ اللہ کما
جملہ الی السماء الدنیا ثم کان ینزلہ مفرقا عند الحاجۃ و
نزول الترتیب غیر ترتیب التلاوۃ وقال ابن الحصار ترتیب
السور وترتیب الایات ووضعہا مواضعہا انما کان بالوحی
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ضعوا آیۃ
کذا فی موضع کذا وقد حصل الیقین من النقل المتواتر بھذا
الترتیب من تلاوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
مما اجمع الصحابۃ علی وضعہ ھکذا فی المصحف۔ اور اسقدر
کام مین بھی صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس احتیاط کو ملحوظ رکھا کہ اوراق متفرقہ
کو حفاظ کی یاد سے اور حفاظ کی یاد کو اوراق متفرقہ سے جبتک مطابق نہین کر لیا
قرار نہین فرمایا۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہین واخرج ابن

ابی داؤد من طریق یحیی ابن عبد الرحمن ابن حاطب قال قدم عمر فقال من تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیاء فلیات بہ وکانوا یکتبون ذلک فی الصحف والالواح والعسب وکان لا یقبل من احد شیاً حتی یشہد شہیدان وہذا یدل علی ان زید اکان لا یکتفی بمجرد وجدانہ مکتوباً حتی یشہد بہ من تلقاہ سماعاً مع کون زید کان یحفظ فکان یفعل ذلک مبالغۃ فی الاحتیاط پس معلوم ہوا کہ صحابہ بمعنی مذکور جامع القرآن ہین نہ بانین سنے کہ خدا نے اپنا کلام غیر مرتب اوتارا تھا اونہون نے اپنی رائے سے مرتب کرلیا۔

جبکہ ہمنے صاف طور سے یہ امر بخوبی ثابت کردیا کہ ترتیب قرانی بشری ترتیب نہین ہے بلکہ جسکا وہ کلام ہے اوسیکا ترتیب دیا ہوا ہے اور جسطرح اوسنے بذریعہ وحی کے نفس قران کو اوتارا ہے اوسیطرح اوسنے بذریعہ وحی کے اپنے نبی کو ترتیب کو بھی بتایا ہے اور ایک حرف کی کمی بیشی اسمین دوسرے نے بشر کیا یعنے خود نبی پاک کیطرف بھی نہین ہوئی اور ہمارے فرقہ اسلام کا اسی پر اجماع بھی ہے کہ ہماری آسمانی کتاب مین کسی قسم کی کم وبیشی نہین ہوئی تو اب ہمکو دیکھنا چاہیے کہ ہمارے زمانہ کے سعدی صاحب کا یہ خیال جو اونہون نے ترتیب قرانی کی بابت اپنے مضمون مین ظاہر فرمایا ہے کہان تک بجا اور مسلمانون کے

نزدیک کہان تک قابل وقعت ہے۔

اول انکا یہ دعوے ہے کہ قرآن پاک کی ترتیب زمانہ حال کی ناموزون ہے پس ہمکو ضرورت ہے کہ ہم اول اسکی دریافت کرین کہ زمانہ حال سے اونکا کیا مطلب ہے آیا یہ مطلب ہے کہ اس زمانہ جہل مین جسمین دین کا علم دین کے عالم باقی نہ رہے ہین اعداء دین نے اسلام کے مٹانے اور اسلام کے حقیقت بدلنے کا علم بلند کر کے اسلام کی سچی کتاب پر حملہ کرنے کا قصد کیا ہے اکثر مسلمانونکو اپنے خدا کی کتاب کے مطالب دعرا دتو دوسری چیز ہے ترجمے کا بھی سلیقہ نہ رہا اسوجہ سے ایسی لطیف اور نادر ترتیب کے سمجھنے کی کب لیاقت ہوگی جیسے کہ قرآن پاک کی ہے اسکے اور اکات اور علوم کا مبلغ اس تہ تک نہ تھا وہ نہین کر سکتا کہ وہ صرف ایسی ترتیب کو پسند کرین جیسے کسی شاعر کا ردیف وار دیوان جسمین صرف حروف تہجی کی ترتیب کی پابندی ہوتی ہے اور ان نکات سے اسکے عقول قاصر ہون جنسے ایک آیت کو دوسری کے ساتھ ربط و تعلق ہے بایں لحاظ یہ ترتیب قرآنی ناموزون ہے تو ایسی حالت مین ہمارے نزدیک اس زمانے کے طبایع کو ناموزون فرمانا چاہیے جو اپنی قلت ادراک اور کثرت جہل سے قرآن پاک کی ترتیب کے موزون نہین ہین نہ یہ کہ ترتیب قرآنی ناموزون ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ طبایع اس زمانہ کے اہل کمال کے چونکہ طبایع انبیا علیہم

سے ہی بڑھ گئے ہیں جو اس ترتیب کی موزونی کو پسند کرتے تھے تو ہمارے نزدیک صرف اصلاح ترتیب قرآنی سے ہی کام نہیں چل سکتا بلکہ [illegible] اول قابل رحم ہوگا اعاذنا اللہ من ذلک۔

دوسرا دعوے ہمارا یہ ہے کہ یہ ترتیب بشری ہے خدا کی طرف سے نہیں ہے اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور اسکی نسبت ہمکو اس منشا کی ضرورت ہے کہ اگر آپ کے نزدیک عام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے تو یہ ایک بڑی غلطی ہے اور بالکل غلط نسبت مسلمانوں کیطرف ہے مسلمان اس عقیدے سے بالکل بری ہیں کیونکہ یہ عقیدہ ہو مسلمان ہو کر مسلمان نہیں رہتا اور اگر وہ کسی خاص قسم کے مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو اس عقیدے کا اثر عام مسلمانوں پر کیونکر ہو سکتا جیسا کہ ہم نصوص مذکورہ بالا سے بصراحت تمام ثابت کر چکے ہیں۔

تیسرا دعوے ہمارا یہ ہے کہ مسلمانوں کے قرآن پاک میں سے غیر ضروری اور مکرر مضامین کو خلیفہ ثالث نے انتخاب کے وقت حذف کر دیا۔ اسصورت میں مسلمانوں کی یہی کتاب کا تحریف سے محفوظ ہونا ایک دشوار بات ہوگی اور نیز جبکہ یہ انتخاب بشری ہو نیز سے ناجا دے گا تو سعد صاحب کی اوسی پہلی دلیل یعنے الانسان مرکب من الخطا والنسیان کے موافق ممکن ہوگا کہ جسطرح ترتیب میں اجتہاد سے بشریت اوس سے چوک ہوئی انتخاب میں بھی نقص

رہا ہو اور اب بھی بعض مضامین قابل اسقاط باقی رہگئے ہون
بناء علیہ سعدی صاحب کو صرف ترتیب ہی کی تکلیف نہ ہوئی بلکہ انتخاب
کر رکھا ہی احسان مسلمانونکی گردن پر رکھنا ہوگا مگر ہم یہ بات ثابت کر چکے
ہین کہ مسلمانون کا اپنی خدا کی سچی کتاب کی نسبت یہ عقیدہ نہین ہے
وہ اوسکو تحریف سے مصئون جانتے ہین اور صحابہ رسول اللہ کو اس تہمت
سے منزہ اور بری جانتے ہین اور اس عقیدے پر خود خدا کی کتاب
کو شاہد عدل جانتے ہین جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہین۔
پس جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ ترتیب بشری نہین ہے بلکہ مسلمانونکے
نزدیک وہ ترتیب بھی خدا کی ہے اور اسمین تبدیل و تحریف کا امکان نہین
تو اب ہمکو حیرت ہے کہ کیا سعدی صاحب ہمارے اوس پر خدا کی ترتیب
کو بدلنا چاہتے ہین جو مرکب من الخطاء والنسیان نہین ہے اور کیا وہ اسکو
ناموزون فرماتے ہین جسکو ہمارے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی مقدس طبیعت نے ناموزون تسلیم فرمایا تھا یا کچھ اور مطلب ہے۔ ہم
امید کرتے ہین کہ آیندہ وہ جو کچھ تحریر فرماوینگے اور دلائل ناموزونی
بیان کرینگے اور مضامین زائد اور خلاف شدہ کا نشان دینگے تو ہم پورانی
نیشن کے مسلمان اپنی تسکین کے واسطے پھر کچھ عرض کرینگے۔

(محمد اسمٰعیل)

*

آمدنی بالواسطہ و بلاواسطہ

ہندوستان کی بہت سی ریاستوں میں اور خاص کر اودھ میں جب تک کی آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی ہے تو زمین کے محصول یا اور قسم کے ٹیکسوں کو زیادہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان ملکوں میں بعض حکام کوتاہ اندیش زمین کی پیداوار بڑھانے کے عوض فقط محصول کو بڑھا کے اپنی جیب بھرنے میں زیادہ تر سرگرم و مستعد ہوتے ہیں لیکن نتیجہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہ طریقہ کچھ عرصے تک جاری رکھا جائے تو آخر کو اس سوء تدبیر سے بلاشبہ سخت مضرت پیدا ہوگی کیونکہ زراعت اور پیداوار کی ترقی کی وجہ سے لاکھوں آدمیوں کو اپنی پرورش کا ایک ذریعہ حاصل ہوتا ہے (اور وہ اوس سے اپنا پیٹ پالتے ہیں) اور اس جائز اور سیدھے طریقے سے سرکاری خزانہ بھی پُر رہتا ہے لیکن صرف محصولات کو ایک حد معین سے بڑھانے میں یہ نقصان ہے کہ اگرچہ سردست تو خزانہ اوس سے پُر ہو جائیگا لیکن نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر کو چلکر کاشت کار اور اور قسم کے پیشے اختیار کرینگے اور بالضرور زراعتی امور سے محروم رہینگے اور ان بارگران ٹیکسوں کے ادا کرنے سے دن بدن پست ہمت ہوتے جائینگے آخر کار تجارت پر بھی اوسکا بُرا اثر پڑے گا۔ کیونکہ تجارت اور زراعت گویا توام ہیں۔ یوں تو کل ہندوستان کی باشندے قدیم خیالات کے (دستور اور رسم پرست) ہیں خصوصاً یہانکے کاشتکار جو کسی زمانہ میں علمی خواہ زراعتی باقاعدہ تعلیم نہ پانے سے سب سے زیادہ

اپنے قدیم رسم و عادت کے پابند ہین -

دوسرے ممالک کے اقوام نے جو فنون اور دستکاریون مین ترقی کی ہے اون ترقیون کا کچھ بھی اثر ان بیچاروں پر ہنوز نہین پڑا چنانچہ کل ہندوستان بھر کے مزارعین آجکل وہی قدیم آلات اور اوزار کو کاشتکاری کے کام مین لاتے ہین جنکو اونکے آبا و اجداد نے ہزارہا سال پہلے استعمال کیا تھا - جن اقوام نے اپنے قدیم رسم و عادات اور دستورون مین نقص پاکر اپنی کاشتکاری اور دستکاریون اور فنون مین ترقی دی اور اپنے پیشے کی ترقی اور فروغ کے لئے نئے نئے آلات اور اوزار ایجاد کئے اور تجارت کو فروغ دیا اون اقوام کی کوششین نہایت بار آور ہوئی اور وہ قومین اسوقت خوشحال اور فارغ البال ہین - یورپ کی مثال بلکہ تمین جو جو زمانہ معاشرت اور معیشت کے ابواب مین کیگئی ہین وہ نود نیا کی نظر مین اظہر من الشمس ہے - اون ملکون مین ہاتھ سے کام لئے جانے کے عوض اکثر کلون سے کام لیا جاتا ہے - تمام دستکاریون اور پیشون مین علمی قاعدے برتے جاتے ہین اور اونسے بہت نفع حاصل کیا جاتا ہے اور تجارت اور پیشونکی ہر شاخ کے لئے ایک چیمبر یا کلب یا ایسوسی ایشن (مجلس) معین ہے - یہ مجلسین ایک دوسرے کی بہت مدد کرتی ہین - ایسی مجلسین باہمی چندے سے قایم کیجاتی ہین اور کسی نہ کسی طرح سے سب مجلسون مین سرکار بھی امداد کرتی ہے - لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان مین سرکار سے اس قسم کی اعانت نہین کیجاتی حالانکہ یہانکی رعایا اکثر جاہل اور ناخواندہ ہوتی ہے اور آپ اپنی مدد نہین کرسکتی - یہ بات مسلم ہے کہ مغلیہ پارلیمنٹ

کے زمانے مین جو محاصل ملک سے وصول ہوتا تھا ممکن ہے کہ وہ اوس
زمانہ کی ضرورتوں کیلئے کافی ہو لیکن اگر اسوقت وہی محاصل وصول ہوا ور اسیقدر داخل خزانہ
کیجاوے ممکن نہین کہ آج بھی اسیقدر رقم ہماری ضرورتوں کیلئے کافی ہو کیونکہ موجودہ طریقہ انتظام ملک کیلئے زیادہ کثیر رقم کی
اسمین ذرہ بھی شک نہین کہ انگریزی سلطنت (اس ملک مین) گویا ایک برکت
ہے تاہم بے عیب نہین ہے۔ اسی فقرے کے لکھنے کے بعد کہ اس گورنمنٹ
نے ملک کو بہت کچھ دیا ہے۔ اسقدر اور اضافہ کیا جاتا ہے کہ ہنوز بہت کچھ
کرنا باقی ہے۔ منجملہ اسکے افزایش آمدنی بالواسطہ بھی ہے۔ حالانکہ ڈائیرکٹ ریونیو
کے بڑہانے کے لئے اب تک گورنمنٹ کی جانب سے بہت سی تدبیرین کیگئین
لیکن انڈائیرکٹ ریونیو کے بڑہانے کے لئے کوئی عملی تدبیر بنظر نہین آئی
اگرچہ اس امر مین زیادہ تر الزام سرکار پر نہین عاید ہو سکتا کیونکہ کاشتکاری اور
دستکاری اور تجارت کو ترقی دینا زیادہ تر خود باشندگان ملک کی (مستعدی) اور محنت
پر موقوف ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ نسبت اکثر باشندگان
یورپ کے بہانکے لوگ جاہل ہین اور اونمین آپ سے کاموں مین مدد
کرنے کی یا نئی ایجادین نکالنے کی کوئی قابلیت موجود نہین ہے۔ تاوقتیکہ
علم اور اوسپر عمل کرنے کا مادہ عوام مین پیدا نہ ہو۔ اسوقت تک ایسا
ایسی رعایا کی ایک حد مناسب تک اعانت کرنا گورنمنٹ اپنے ذمہ فرض
کرلے۔

اگرچہ زراعت مین ترقی دینے سے ملک کے ہر قسم کی آمدنی مین بڑھی

ترقی ہوگی۔

علاوہ زراعت کے بہت سے اور ذریعے اور پیشے موجود ہین جنمین ترقی دینے سے نہ فقط اون لوگون کو جو اون روزگارون مین مصروف ہون فائدہ بلکہ ترقی سے سرکار کو بھی نفع عظیم پہونچے گا۔ ہم یہ دیکھتے ہین کہ جن ملکون مین تجارت کو زیادہ فروغ نہین ہوا وان کے لوگ صرف زراعت پر بہت کچھ بھروسا کئے ہوے ہین اور وہانکے اکثر باشندے اسکی ترقی کی فکر مین شبانہ روز لگے ہوے رہتے ہین جسکے پاس جو زمین ہے وہ اوسمین زراعت کرتا ہی اور اوسکو افتادہ نہین رکھتا وہ اپنے تالابون کے پُر کرنے اور نہرین لیجانے اور اونچے کھیتون مین پانی پہنچانے کی فکر مین رہتے ہین اور فصل بڑہانے مین وہ اپنی کسی کوشش سے دریغ نہین کرتے چونکہ ہمارا ملک بھی بالکل زراعتی ملکونمین داخل ہی اور ہماری رعایا کچھ نہین جانتی کہ کس طریقے سے پیداوار اراضی مین ترقی کرین اور زمین سے نفع کثیر حاصل کرین پس ہماری ریاست یعنی حیدرآباد دکن کے لئے مین مناسب سمجھتا ہون کہ ایک زراعتی کالج خاص حیدرآباد مین ممالک محروسہ کے کاشتکاری پیشہ اور زمیندار اور پٹیل و پٹواریون کے لڑکون کے لیئے جاری ہو اور اس مدرسہ فلاحت مین باقاعدہ اور مسلسل تعلیم معہ عمل کے ہو تو یہان کے لوگ چند سال مین اس ضروری علم و عمل سے واقف ہو جائینگے جس سے رعایا کی خوشحالی اور سرکار کی ترقی آمدنی ظاہر ہے۔ علاوہ اسکے چند تعلقے انتخاب کئے جائین اور اون مین کاشتکاری۔ ترقی مویشی میوجات

اور ترکاری وغیرہ کے بونے کے متعلق۔ اکسپیرمینٹ (تجربے) بڑے بڑے
وسیع قطعات اراضی مین جاری کئے جائین۔ اگر ایسا ہو تو ایک مدت معین مین
تمام ممالک محروسہ مین اونکا مفید اثر پھیل جاوے گا۔ ہمارے ملک مین بہت سے
پہاڑ اور جنگل اسوقت بھی ایسے موجود ہین کہ بلا استعمال دونین کا بھی سنگونہ ہو سکتے
ہین اور بہت سے مقامات پر ریشم اور شہد تیار کر سکتے ہین اور آلو کی کاشت کے
لئے مرہٹواری اور تلنگانہ کی زمین نہایت عمدہ ثابت ہوئی ہے ایسی ایسی
سیکڑون مفید چیزین ہین جنسے خاص وعام فائدہ اوٹھا سکتے ہین۔ مین مناسب
سمجھتا ہون کہ سرکار کسی ایک تعلقے کے چند موضع جو ریل سے قریب ہون محض
زراعتی آزمایش کے لئے معین کرے اور وہ موضع حوالی شہر سے بھی قریب
واقع ہون جہان سے اہل ملک کو ایسے مقامات کا بنظری علم ومشاہدہ حاصل ہو
ان آزمایش کے مصارف کے لئے نہایت سیر حشمی سے ایک رقم کافی علیحدہ کر دیجاے
منجملہ مواضعات منتخب شدہ کے ہر ایک گاؤنکو ایک خاص قسم کی کاشت اور امتحان
کے لئے مقرر کر دینا مناسب ہے خواہ وہ غلہ کی کاشت ہو خواہ میوہ کی اور خواہ
ترکاریون کی۔ اس تخصیص سے یہ مدعا ہے کہ کاشتکار اپنے تمام وقت کو
ایک خاص قسم کی کاشت کے تجربے نظری وعملی مین صرف کر سکے۔ کیونکہ اگر کاشتکار
کو مختلف قسم کے غلہ یا اشجار بونے کی اجازت دیجاے تو اونسے کافی نگرانی نہو سکیگی
اور آزمایش یا تجربے سے جو غرض ہے وہ جاتی رہے گی۔ جن آزمایشون مین کچھ
نفع حاصل ہو اونکو اونہین کاشتکارون کے ذریعے سے دیگر اضلاع و تعلقات مین

جاری کرنا چاہیئے کیونکہ جب وہ دہانکے کاشتکاروں کو اپنے تجربے کا فائدہ براے العین مشاہدہ کرائینگے تو وہ محض اپنے فائدے کیے غرض سے انہین تجربات کو اپنے یہان جاری کرینگے اور یہ انسان کی طبیعت مین داخل ہے کہ جسمین وہ اپنا نفع دیکھتا ہے اوسکو وہ کرنے لگتا ہے۔

مذکورۂ بالا بیان سے مقصود یہ ہے کہ پہلے پہل ہمارے یہان بھی مثل (ماڈل فارم سیدہ پیٹہ واقع احاطہ مدراس) ایک ماڈل فارم جاری کیجائے۔ اس فارم مین کچھ بہت زیادہ روپیہ خرچ نہ ہوگا۔ بعض سررشتہ جات کے فضول اخراجات مین تخفیف کرنے سے اوسکا خرچ اچھی طرح نکل سکتا ہے جن لوگون نے زراعت کے مسئلے پر غور کیا ہے وہ اس بات کو تسلیم کرینگے کہ اس ریاست مین اصلاح کاشتکاری کا مسئلہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اسپر رعایا اور نیز سرکار کو نہایت غور کرنا چاہیئے بہ اہمیت اسوجہ سے اور بھی زیادہ بڑھتی جاتی ہے کہ زمانے کی ترقی کی وجہ سے ریاست کے اخراجات روز بروز بڑھتے جاتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ اخراجات کے بڑھنے کی وجہ سے آمدنی کے ذرایع مین ترقی دینے کے سوا اور کچھ چارہ نہین ہے۔ یہانپر ہمارے ملک کی حالت کو اور اون ملکون کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے کاشتکاری اور دستکاری اور تجارت نے نہایت ترقی پائی ہے خالی از لطف اور فائدہ نہ ہوگا۔

ذیل کے نقشے مین مختلف ملکون کی آمدنی بحساب فیصلیس آپکی ملاحظہ سے گذرے گی۔

محاصل و سرشکن بلحاظ فی کس (مشہور ممالک کا)

نمبر	نام شہر	آبادی	محاصل	سرشکن
۱	فرانس	۳۷۶۷۲۰۴۸	۱۴۶۳۳۷۰۴۶۰	۳۷ ۶ ۷
۲	یونی ٹیڈ اسٹیٹ (ممالک متحدہ)	۳۵۲۴۱۴۸۲	۸۶۵۴۹۰۰۰۰	۲۴ ۶ ۵
۳	اٹلی	۲۸۴۵۹۴۵۱	۶۱۷۷۴۴۴۶۰	۲۱ ۶ ۷
۴	بلجیم	۵۵۸۵۸۴۶	۱۲۱۰۹۸۳۷۰	۲۱ ۶ ۶
۵	پرشیا یعنی جرمنی	۲۷۲۷۹۱۱۱	۵۴۱۵۲۸۹۴۰	۱۹ ۶ ۸
۶	اسپین	۱۶۶۳۴۳۵۴	۳۲۰۹۵۰۷۵۰	۱۹ ۶ ۲
۷	گریس (یونان)	۱۶۷۹۷۷۵	۲۹۲۴۵۴۴۰	۱۷ ۶ ۴
۸	پورتگال	۴۱۶۰۳۱۵	۶۹۳۹۹۰۹۰	۱۶ ۶ ۶
۹	ڈنمارک	۱۹۶۹۰۳۹	۲۹۸۱۳۴۱۰	۱۵ ۶ ۱
۱۰	روس	۸۵۰۵۸۴۱۵	۱۱۱۲۱۵۰۶۰۰	۱۳ ۶ ۷
۱۱	ٹرکی	۴۲۲۱۴۳۵۰	۱۶۳۱۳۰۰۶۰	۳ ۶ ۸
۱۲	ہندوستان※	۱۹۸۷۵۵۹۹۳	۶۷۲۷۴۰۰۰۰	۳ ۶ ۳
۱۳	حیدرآباد	۹۰۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰+	۳ ۶ ۳

※ اس مردم شماری میں دیسی ریاستیں شریک نہیں ہیں۔

+ اس محاصل میں صرف آمدنی خالصہ کا مجملاً ذکر ہے۔ صرف خاص و جاگیرات کی آمدنی شامل نہیں کیگئی۔ مگر آبادی مجموعی داخل ہے۔

اس تختہ کے ملاحظے سے بلاشبہ اہل ہند بالخصوص ہمارے ملک کے لوگونکو
اور ممالک کی ترقے آمد سے کو دیکھکر نہایت درجہ تعجب ہوگا جب آپ
(ناظرین) ہر ملک کے مردم شماری کے سرشکن پر لحاظ فرمائینگے اور فی اسم
جو ٹکس ممالک منتظم کے سرکار ونکو وصول ہوتا ہے اسکو دیکھینگے تو اسکے
بعد بالضرور غور کرینگے کہ بمقابلہ دیگر ممالک کے ہندوستان کے محاصل کی
کیا حالت ہے جب آپ کے (اہل ہند) دولت اور آمدنی کی یہ کیفیت
ہے تو پھر فرمائے کہ آپ کا کونسا نمبر دنیا کے شایستہ قوموں کے مقابلے مین
قرار دیا جائے باوجود سرکار قیصری کے انتظام نافعہ کے ہندوستان
کی یہ حالت ہے پھر نوزمانہ گذشتہ کا ذکر تحصیل حاصل ہے۔ بالفرض اگر
ہم سلطنت مغلیہ کے مداخل پر سرشکن لگا دین تو شاید ایسی پست حالت نظر
آوے گی جسکی نظیر دنیا مین ذرہ مشکل سے مل سکے گی۔

بادی النظر مین بمقابلہ ممالک دیگر ہندوستان کی قلت مداخل کے
مشاہدہ سے یہ بات پائی جائے گی کہ گورنمنٹ انگریزی مین کچھ نقص ہے
لیکن فی الحقیقت ایسا نہین ہے۔ حکومت انگریزی دنیا کی کسی موجودہ
حکومت سے کسیطرح ناقص نہین ہے بلکہ یہ قصور صرف ہندوستان ہی
کے باشندون کا ہے جو نہایت پست حالت مین پڑے ہوئے ہین
اور اپنے قدیم ناکارہ اور ناقص آلات ترک کرکے نئے آلات اور
اوزار استعمال کرنا نہین چاہتے۔ جب سب لوگ جانتے ہین کہ گورنمنٹ

اف انڈیا کی موجودہ آمدنی سلاطین سلفیہ کی بہ نسبت کہین بڑہی ہوئی ہے لیکن جو لوگ ملک ہندوستان کے زرخیزی سے واقف ہین وہ اسبات کو تسلیم کرلین گے کہ اس ترقی آمدنی پر بہی ابہی ہندوستان کی آمدنی مین بہت کچھ ترقی ہوسکتی ہے - دستکاری اور تجارت کی ہندوستان مین میٹریل (مصالحہ) بکثرت موجود اور بیکار پڑا ہے اگر اوسکو کام مین لایا جائے تو لوگونکو روزگار کے بہت سے ذریعے پیدا ہونگے اور ہر ایک شاخ مین بہت سے لوگون کی معیشت کا ذریعہ مہیا ہوگا - اگر کوئی شایستہ زمانہ ایسا آوے جسکی برکت سے ہندوستان ان تمام ممالک شایستہ کے ہر قسم کی علمی کلون اور آلات کو جگہہ دے اور یہان کے لوگ محنت کے عادی ہون تو بلاشبہ ہندوستان کے مداخل اور دولت کا نمبر کسی شایستہ ملک سے کم نہوگا -

الغرض اگر اس نازک کام کو ہم رعایا پر ہی چہوڑ دین تو ہمکو ایک مدت دراز تک انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ یہان کے لوگون مین کام کرنے کی قوت موجود نہین ہے اور اسکے ساتہہ یہہ بہی ہے کہ نادار ہین پس امید نہین ہوسکتی کہ وہ اپنی اصلاح مین آپ کوشش کرین - پس لامحالہ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ پہلے خود سرکاری روپیہ اس امر مین صرف کرے اور ہر قسم کی تعلیم کے طریقے ملک مین آسان کردے ناظرین یہ گمان نہ کرین کہ مین چاہتا ہون کہ سرکار اس امر عظیم کا تمام خرچہ اپنے سر لے بلکہ اس امر مین رعایا کو چاہیئے کہ خود بہی سرکار کی امداد کرے جس ملک مین رعایا اور سرکار باتفاق ایک دیگر اصلاحی امور کیطرف کافی توجہ

نہین کرتی اور جہان سرکاری روپے کے خرچ کرنے مین احتیاط اور کفایت شعاری کا خیال نہین کیا جاتا وہ قوم کبھی سرسبز نہین ہوتی - اور دیگر مہذب اقوام کی نسبت وہ ہمیشہ حضیض نکبت مین پڑی رہیگی -

بہت خوشی کی بات ہے کہ چند سال اسطرف سے مختلف صوبہ جات ہند مین لوگونکو دستکاری اور مختلف پیشونکی تعلیم دینے کی کوشش کیجاتی ہے چنانچہ احاطہ مدراس مین دستکاری اور پیشون مین امتحان لئے جانے کی تجویز قرار پائی ہے بمبئی گورنمنٹ نے بھی فنون اور دستکاری کی تعلیم کے باب مین حکم جاری کیا ہے یہ آثار نہایت اطمینان بخش ہین -

(حسن)

ضمیمہ رسالہ حسن

ہم ذیل مین اجرتی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہین - منیجر رسالہ حسن

تدبیر نوجوانے یعنی

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان ✣ ✣

یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہی جس سے ہران ہفتاد سالہ تک کسان نفع ہوا ہی اسکی استعمال مین کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہی - نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ مظہ رگ و پٹھہ کو حیرت بخش تکان بخشتا ہی اور ہر قسم کے امراض نامردی کو خواہ وہ کسی سبب سے ہون بجز خلقی اور مادرزادی نامردی کے اپنے معجز نما تاثیر سے دفع کرتا ہی اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہی - ترکیب کا ہمراہ تیل کی ملتا ہی قیمت فی شیشی صہ محصول ۴ر اور ہر ایک شیشی مین

دوائے عجیب یعنی شربت زمرد

زمرد کا کشتہ - جواہر اجزاے مناسب تیار کیا گیا ہی چار حصہ چانول کے برابر خوراک ہوتی ہی قیمت فی خوراک عصہ پانچ روپیہ گیارہ روز کی خوراک مین بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہی **خواص ان** برای قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکو خواہ وہ کسی قسم کی ہون - اور سوزاک کہنہ ہو خواہ جدید - دافع جریان معدی داغ و افعال ذکریہ اور دواح ضیق النفس و سرفہ کہنہ خواہ جدید خشک ہو یا تر - اور لاغری بدن - اور دفع وبای ہیضہ مین تو حکم اکسیر کا رکھتا ہی یعنی کیسی ہی ہیضہ کی حالت روی ہو کر خراب ہوگئی ہو بفضلہ صحت ہوگی -

اکسیر حیات - یعنی عرق نجاہ - امراض ضعف بصر و داغ و صفائی خون و انواع و اقسام پھنسیان چھوہارا - پھپھڑی - پتہ - استسقا طحال - آتشک - سوزاک - جریان - سفید داغ - ناسور - بواسیر خونی و بادی - اور شرابخواری اور چانڈو نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتی ہین سبکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہی - ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہی قیمت فی بوتل صہ محصول عہ

عجیب جنر - تحلیل بواسیر خونی و بادی و تحلیل و درد مسہ کے لیے عجیب چیز ہے پہلے ہی ہفتہ ایک دو بار کے استعمال سے درد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ مین بفضلہ درد

ضمیمہ رسالہ حسن

بالکل دفع ہوجاتے ہین اور پھر کبھی عود نہین کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صہ محصول ۴ر

جہان نما۔ اس عرق کے لگانے سے آنکھونکی روشنی تیز ہوتی ہی۔ پھولی۔ وردرد ہند سرخی چشم جملہ بیماریون کو دفع کرتا ہی قیمت صہ محصول ۴ر وزن عرق ۶ ماشہ۔

خضاب نایاب

بمثل رنگ ڈہنگ ہی نادر خضاب ہی ✤ گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے۔ جیسی کہ عوام مین خضاب سہ دقتین واقع ہوتی ہین ہر شخص پر ظاہر ہین یعنی چوتھی آٹھوین روز مینہدی لگاکر باندہنا اور بعد دو تین گہنٹہ کے پھر وسمہ لگاکر باندہنا اسمین قریب ۶ گہنٹہ کے وقت ضایع ہوتا ہی اور بال سیاہ ہونیکے سوا اور کوئی فایدہ نہین اور نقصان بہت ظاہر ہے کہ مینہدی اور وسمہ کا پانی جب دماغ مین جذب ہوگا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فایدہ نہین جیسا کہ ایام سرما مین مثل سردی وغیرہ کے جسقدر کہی بجا ہی انہین دقتونکے سبب سے یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا ہی جسقدر تعریف کیجاے بجا ہے ناظرین سے امید ہی کہ قیمت بھیجکر طلب کرین۔ اسمین کوئی مبالغہ نہین تہوڑی تعریف اسکے اجزا کی ظاہر کرتا ہون۔

دافع مالیخولیا خارشت سر۔ ضعف دماغ۔ علاوہ برین خوشبو مین بے نظیر مثل کیوڑہ باعث درازی ہو۔ مفرح دماغ ہے۔ بالون مین منتی نہین تنے دیتا بلکہ ملایم رکہتا ہی سیاہی مین بالونکو مقابل اصل بالونکے کرتا ہے۔ دوسرے روز بطور روغن چنبیلی لگانا ہوتا ہی کسی چیز سے باندہنے کی ضرورت نہین دوسرے تیسرے روز لگاے تو بال مثل اصل بالون کے سیاہ ہونگے کوئی تمیز نہ کرسکے گا کہ یہ خضاب ہی ایک بوتل مین ۲ روپے بہر یعنی ڈیڑہ پاو ہوتا ہے۔ قیمت فی بوتل عبصاب علاوہ محصول نصف شیشی عبصاب چہارم شیشی عبصاب اس سے کم غیر ممکن ہی۔

میرے شفاخانہ مین علاوہ اس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہی۔

اطلاع ضروری - واضح ہو کہ بہت سی سندہی خطوط یعنی سرٹیفکٹ جو صاحبان یورپین بہادران نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت مین عطا فرائے ہین اور نیز ہندوستانی خطوط صحت قریب ہزار بارہ سو کے موجود ہین جو شاید اور کارخانون مین نہ ہون گے۔ چاہیے کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہون میری ادویہ سے ہزارہا دن نے صحت پائی ہے اور نیز سفارش بہت ملکون کے سارٹیفکٹ موجود ہین آدہ آنہ ٹکٹ بھیجکر طلب کرین کیونکہ بعض حکیمون نے اپنے شہر کے رئیسونکی خوشامد کر کے سارٹیفکٹ بنائے ہین پس میرے سرٹیفکٹ منگا کر ملاحظہ فرماین تاکہ دہوکا نہو۔

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار مین طبع کی گنجایش نہین رکھتی اور جس سے لطف زندگی تادم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہین کارخانہ سے طلب کرین مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشتہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ الہندی

مجرب آزمودہ شربتہ وادیہ

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور مین جو ۱۸۷۲ء سے جاری ہے ملتی ہین مفصل فہرست و سارٹیفکٹ ٹکٹ آدہ آنہ سے مل سکتی ہی۔

طلاء - جو استعمال کرنے پر کے نقص رگونکی رطوبت دبگاڑکو دور کرتا ہو فی توله ۴ سه

شربت - دافع نامروی - رقت منی - جریان - سرعت انزال - احتلام - ارعاش قبض ضعف اعضائے رئیسہ و معدہ - تاریکی چشم - درد سر - غیوجو کسرت مسکرات و اقسام فواحش سے کمی اشتہا

اشتہارات

اشتہار باغستان

ہمارے باغ واقعہ میرزآباد میں ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور دور سے آئے ہوئے مختلف قسم کے پودے موجود ہیں جنکی نظیر تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں پر جو پودے ہونگے نام صحیح مقدار و اقسام لکھے جاتے ہیں۔ جن حضرات کو خواہش ہو طلب فرمائیں جو پودے تیار ہوں تاریخ درخواست سے دو ماہ کے اندر بھیجدیے جائیں گے۔ ریلوے باربرداری ذمہ خریدار

(۱) آم پیوندی (قلمی) ۴۴ قسم فی ۱۲ (۲) سیب ۳۲ قسم فی عدد

(۳) [illegible] ۱۰ [illegible] (۴) [illegible] ۸

(۵) پیر (انگریزی میوہ) ۱۶ [illegible] (۶) [illegible] ۵ [illegible] عدد

(۷) [illegible] (چین کا میوہ) ۱۵ [illegible] (۸) [illegible]

(۹) [illegible] (انگریزی میوہ) [illegible] (۱۰) [illegible]

(۱۱) زیتون [illegible] (۱۲) [illegible]

(۱۳) بریڈفورٹ (روہا) [illegible] عدد (۱۴) [illegible] ۸

کے سوا اور بھی بہت سے جنکے نام عدم گنجائش سے نہیں لکھے گئے۔

المشتہر

منیجر رسالہ حسن

اشتہارات

اشتہار باغستان

ہمارے باغ واقع حیدرآباد میں ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور دراز سے آئے ہوئے مختلف قسم کے پودے موجود ہیں جنکی نظیر تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں پر جو پودے ہونگے نام مع تعداد و اقسام لکھے جاتے ہیں۔ جن حضرات کو خواہش ہو طلب فرمالیں جو پودے تیار ہوں تاریخ درخواست سے دو ماہ کے اندر بھیجے جائیں گے۔ قیمت باربرداری ذمہ خریدار

(۱) آم پیوندی (قلمی) ۴۴ قسم فی ۲ (۲) سیب ۳۲ قسم فی عدد ۸/

(۳) [illegible] ۸/

(۵) پیر (انگریزی میوہ) ۱۶ [illegible] (۶) [illegible] عدد

(۷) [illegible] ۵

(۹) [illegible] (۱۰) [illegible]

(۱۱) [illegible] (۱۲) [illegible]

(۱۳) بریڈ فروٹ (روٹی کا پھل) [illegible] (۱۴) [illegible] ۸/

اسکے سوا اور بھی بہت سے پھل جنکے نام عدم گنجایش سے نہیں لکھے گئے۔

المشتہر

منیجر رسالہ حسن

جن حضرات نے زر چندہ سے مینجر کو مشکور فرمایا اونکے
نام نامی شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۔

رسید زر

جناب مولوی محمد زکریا صاحب تعلقدار موضع	جناب مولوی غلام علیصاحب تعلقدار موضع
" مولوی میر احمد شریف صاحب منشی	" ڈپٹی کلکٹر ملک النشر کشن داس
" مولوی محمد عبداللہ صاحب جمعدار	" راجہ جیرا و جیو صاحب
" رای بھاگوت پرشاد صاحب	" دلوی عبدالقادر صاحب تعلقدار
" مولوی میر ولایت علیخانصاحب تعلقدار	" مرزا محمد جان بیگ صاحب تحصیلدار کوتوالی

چندہ رسالہ حسن

ایک سال کے لیئے ..... عہ

بعضا کم آمدنی والوں سے ..... لعہ

نمی کاپی علی الترتیب ..... ایکروپیہ بارہ آنہ

مینجر رسالہ حسن
بنگلہ نواب عماد نواز جنگ بہادر



حسن

جلد سوم — نمبر

اگر میں اچھا کام کروں تو میری تائید کرو
اگر غلطی کروں تو مجھے اصلاح دو

ماہ مئی ۱۸۹۰ء

مضامین

کتب خانہ اسکندریہ — از میرزا علی حسین صاحب فضل لاہور

دعوت افلاطون — از مولوی محمد اصغر حسین صاحب
(اس مضمون کے صلہ میں ایک اشرفی مذر ہوئی)

تاج محل آگرہ — از نواب عماد نواز جنگ بہادر

بیت الحکمۃ اندلس — از مولوی سید جلال حسن صاحب حیدرآباد

انسانی طرز معاشرت پر قدرت کا اثر — از مولوی محمد شبیہ اعلی صاحب لکھنو

تجارت — از نواب عماد نواز جنگ بہادر

حیدرآباد دکن

کتب خانہ اسکندریہ

(دامن علم اسلام پر کتب خانہ اسکندریہ جلانیکا دھبہ)

ایشیائی روم کا مشہور و معروف دریاے فرات جب کوہستان آرمینیا سے نکلکر لہرین لیتا ہوا ایک اندازہ خاص سے سرپٹ دوڑا جاتا ہے اور تق و دق بیابانون - وادیون کو روندتا ہوا پہاڑون سے ٹکرا کر مختلف قسم کے خوشنما نظارے پیدا کرتا ہے - تو اس حالت مین اہل نظر کو بہت سے قیمتی معلومات - اور عرب کے قدیمی تاریخی حالات کا مخزن عطا کرتا ہے - ایسی تنگ مقام مین اسکا رک رک کر اور ٹھہر ٹھہر کر سفر کرنا - اور موجون کا چٹانون کے تھپیڑون سے الٹے پھر پھر جانا ایسا پُرالم سین ہے - کہ اسلام کی گذشتہ پُرجلال عظمت - اور ترقی کی حسرت بھری تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے - معاً خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب سے اسلام نے تاج اقبال مندی کی پوری بیقدری کی ہے اس سے روحانی اور عالم دنیاوی برکتین اور ترقیان بھی اب اسی طرح رخصت ہو رہی ہین - الوداع کا مایوسانہ انداز کچھ ایسا جگر دوز اور سینہ سوز ہے کہ وہ اُسے ہمیشہ کی مفارقت کا سیاہ لباس پہنا کر سامنے لاتی ہے - ہان! یہ بھی ہوتا ہے - کہ کبھی کبھی امید کی روشنی سیاہی پر غالب آکر مٹانے

لگتی ہے۔

تاریخ سے ظاہر ہے کہ اسکندریہ کا عظیم الشان کتب خانہ صفحہ دنیا پر عہد قدیم کا ایک پرشوکت۔ اور اعجوبۂ یادگار تھا۔ چونکہ اس مین زیادہ تر کتابین رومیۃ الکبریٰ کی علوم و فنون کا نقش جما رہی تھین۔ اسلئے روشن خیال اصحاب کے نزدیک اطالیہ کی گذشتہ ترقی کا حیرت انگیز نمونہ خیال کیا جاتا تھا۔ جسکے قوانین ابتک مہذب و شایستہ ممالک یورپ کے دستورالعمل مین داخل ہین — یہ کتب خانہ سکندریہ کے باقتدار شہنشاہ ٹولمی سوٹر اور اسکے لایق جانشین فیلاڈلفس نے بروشیم مین شاہی محل کے پاس جہان امرائے سکندریہ کے رہنے کی جگہہ تھی۔ اور شاہی محل کی وجہ سے نہایت موزون مقام تھا۔ قایم کیا۔ اس بیان کو عام طور پر شہرت دیگئی ہے کہ کتب خانہ موصوف مین مصر۔ یونان۔ ہندوستان۔ اور روم قدیم کے نہایت گران قدر علمی مخازن موجود تھے۔ اور اُن کتابون کی تعداد جو الماریون مین چنی ہوئی تھین چار لاکھ تھی۔ اگرچہ صرف یہی ایک قیمتی اور قابل قدر علمی ذخیرہ اپنے بانیون اور اسکندریہ کے فخر و ناز کے لئے کافی تھا۔ تاہم اسی قدر وقعت کا ایک اور کتب خانہ۔ جو پیٹر سرا پیس المشہور سرا پیم کے بتخانہ مین عظیم الاقتدار خاندان ٹولمی کی دلچسپی علوم و فنون کا بین ثبوت دے رہا تھا فراہم کیا گیا تھا جسمین تین لاکھ کتابین علمی مضامین سے

مالا مال رکھی ہوئی تھین - پس ان دونو کتب خانون کا مجموعہ کتب سات لاکھہ بیان کیا جاتا ہے - اور ٹولمی فرمانروا اون کی علمی جانفشانیون کا ایک عمدہ نتیجہ متصور ہوتا تھا - تاہم ہماری رای مین یہ تعداد مبالغہ سے بھری ہوئی ہی - اور وہ انکہین جو تاریخ عالم سے آشنا ہین اور مختلف حصص دنیا کے قدیمی حالات کو مثل آئینہ دیکھہ رہی ہین اسقدر کتابون کا سکندریہ مین فراہم ہونا ہرگز تسلیم نہین کرسکتین -

اسلام کا یہہ فخر بالکل حق بجانب ہی کہ اُسنے ریلیجس (مذہبی) مسائل اور خیالات کے متعلق یہانتک چھان بین - اور تحقیق و تدقیق کو مدنظر رکھا کہ ایک نیا صیغہ علم الرجال کا نکل آیا - جسمین انہون نے اسقدر ترقی کی کہ اس سے آگے ترقی کا رستہ بند ہوگیا - راویان حدیث کے پلک اور پرائیویٹ کیرکٹر کو شرح و بسط سے بیان کرکے اسلام کو لازوال تقویت پہنچائی - مگر افسوس کمال افسوس کہ اس اہتمام و تحقیق کا عشر عشیر بھی عربی مورخون کے حصہ مین نہ آیا ورنہ تاریخ کی صحت پر بھی ہمارا وہی بجا فخر ہوتا جو علم حدیث پر ہم رکھتے ہین آج ہم انکے تصانیف اور تواریخون کو افراط و تفریط سے مملو پاتے ہین - زیادہ تر اسکا سفانہ حیرت اس لئے ہی - کہ انہون نے سُنے سُنائے بہوتے قصون - عام افواہون کو تاریخون مین جگہہ دیکر نہ صرف خود ہی ناپسندیدہ حرکت کے مرتکب ہوئے بلکہ قوم اور نیز اسلام کو داغ لگانا پسند کیا یا جایز رکھا - وہی اسلام ! جس سے بقول مشہور یورپین فلاسفر ڈاکٹر لائیٹنر - فلسفہ

ہیئت - ریاضی کو فخر تمام ہے - اور ان علوم کو اسلام ہی کے بدولت ترقی کا پایۂ معراج نصیب ہوا - وہی اسلام! جسکے سرشت مین علوم و فنون کی قدر و منزلت داخل ہے - جسنے یونان - روم - ہندوستان اور فرس کے علمی ذخایر کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھا - اور بقول علامہ ڈاکٹر موصوف علمی و عملی طاقت سے ایک طرف ہند مین دریای گنگ پر نشان اقبال اڑایا - اور دوسری طرف سے اندلس مین دریای ٹیگس تک پہنچ گیا - اور جنکی علوم خیز اور جدت پسند طبیعت نے ۸۲۹ء مین روم پر صرف اس لئے چڑہائی کی کہ شہنشاہ روم نے اپنے دربار کے ایک فاضل علوم ریاضی خلیفہ بغداد کو دینے مین تامل کیا تھا - اسی اسلام پر بعض عربی مورخون نے کتب خانہ اسکندریہ کے جلانیکا الزام لگاکر اسکے دامن علم کو ایک بدنما مگر تحقیقات کی روشنی مین بے فروغ دہبہ لگانیکی کوشش کی - حالانکہ پوری تحقیقات کے بعد موجودہ زمانہ کے فلاسفرون نے صاف طور پر تسلیم کرلیا ہے کہ یہ کتب خانہ متعصب عیسائیونکی مختلف الاوقات خونریزیون - محاصرون - اور فتنہ خیز معرکون کے نذر ہوکر حملہ آور مسلمانون کے پہنچنے سے چند سو برس پیشتر ہی اور پہر آخری مرتبہ ۳۹۱ء مین جلکر خاک ہوچکا تھا - چنانچہ اروسیوس مورخ جسنے اس مقام کو تباہی کے بعد دیکھا تھا لکھتا ہے کہ اسنے "اسوقت کتب خانہ کی صرف خالی الماریان دیکھین"

عبد اللطیف اور ابو الفرجیوس جو کہ ۱۲۲۶ء مین پیدا ہوا اور ۱۲۸۶ء مین مرگیا۔ اور احمد المقریزی القاہری جو ۱۳۶۰ء سے ۱۴۴۲ء تک زندہ رہا۔ اور ابن خلدون مورخ کتب خانہ اسکندریہ کے جلانیکا بیجا اتہام مسلمانون پر لگاتے ہین۔ اس قصہ کے موجد یا موزجو کچھ کہو عبد اللطیف مورخ مصر ہے کہ حادثہ اسکندریہ سے آٹھ سو برس بعد ۱۶۲ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۲۳۱ء مین انتقال کرگیا۔ بقیہ متذکرہ بالا مورخین اسی کے مقلدانہ اقتباس سے اس حادثے کو نقل کرتے ہین۔ کہ کتب خانہ اسکندریہ۔ عمرو بن العاص کے زمانہ مین خلیفہ ثانی کے حکم سے ۶۳۲ء مین جلا دیا گیا تھا۔ اسکے ساتھ ہی ایک عجیب اور ناقابل الاعتقاد یہ حکایت بیان کی جاتی ہے "کہ کتب خانہ مذکور کی کتابین اسکندریہ کے پانچہزار حماموں مین تقسیم کی گئین جو چھ مہینے تک صرف کتابون سے گرم ہوتے رہے" سولہوین صدی کے اخیر تک یورپ کی عام رائے بھی اسی طرف تھی۔ ریورینڈ راڈویل کا کتب خانہ موصوف کی نسبت یہی خیال تھا کہ وہ حملہ آور مسلمانون کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہوکر صفحہ دنیا سے مٹ گیا۔ موجودہ زمانہ مین ڈاکٹر لایٹنز اس خیال کے حامی اور اشاعت دینے والے ہین —

بلاشبہہ اسلام کی دلچسپی علوم وفنون کے کارنامون کو اسکندریہ کے بلاوجہ الزام سے جسکی تحقیقات کی دنیا مین کچھہ بھی اصلیت نہین

سخت صدمہ پہنچانا ممکن ہے۔ جسکے لئے ہمین اپنے مسلمان عربی مورخون کی افراط و تفریط پر افسوس ظاہر کرنا چاہئیے۔ سولہوین صدی کے اختتام تک یورپ کے تمام فلاسفر اور تاریخ دان جب کتب خانہ اسکندریہ کی ویرانی کو حسرت آلود نگاہون سے دیکھتے تھے تو اُس کے ساتھ ہی اسلام کی نسبت انکی نگاہون سے ایک قسم کی حقارت ٹپکتی تھی۔ مگر سترھوین صدی کے دورمین یورپ کے آسمان فخر کے ستارے اور تواریخ زوال سلطنت روما کے مشہور اور نامور مورخ ایڈورڈ گبن نے پر زور دلائل اور زبردست واقعات سے یورپ کی غلط فہمی کا سختی سے مقابلہ کیا۔ نامور مورخ نے صاف طور پر ثابت کر دیا کہ مسلمانونپر کتب خانہ اسکندریہ کے جلائیکا محض بیجا اتہام ہے۔ بلکہ خود یورپ کو اس کتب خانہ کے لئے معاف ہونا چاہئیے۔ مسلمانون کو ملزم قرار دینا ایسا ہی ہے کہ واقعات اور اصول انصاف کا انکار کیا جائے۔ اسی طرح جرمن کے روشن خیال اور فاضل دماغ مورخ الگزینڈر ھمبولٹ نے بھی اس امر کا بڑی قوت سے انکار کیا ہے۔ عالی قدر فلاسفران موصوف کی تصانیف اور صحیح خیالات کے مشتہر ہوتے ہی اہل یورپ ان سراپا افسانہ اقوال کی وقعت اور صحت کو بخوبی سمجھ گئے۔ چنانچہ اب یورپ کی عام رائے مسلمانون کی تائید کر رہی ہے کہ وہ اس بارہ مین محض بے لوث ہین۔

جہانتک ہم اس سبجکٹ پر زیادہ غور کرتے ہین اسیقدر اس الزام کے

برخلاف ہمارا شک بڑھجاتا ہے - اور ہم دعوی سے کہہ سکتے ہین کہ عبد اللطیف مورخ مصر کے بعد از وقت اختراعی خیالات محض غلط ہین - جو صحیح واقعات اور حالات سے پورے طور پر مبائنت رکھتے ہین - جائے غور ہے کہ مورخ موصوف نے اپنی پیدائش سے آٹھ سو برس پہلے کا واقعہ قلمبند کیا ہے جو اسکے قول کو سب سے زیادہ ضعیف اور کمزور ثابت کرتا ہے - کیونکہ فی الواقع یہ ایک ہنسی کی بات ہوگی کہ اگر موجودہ زمانہ کا کوئی شخص ہندوستان کے عہد برہمنی کے متعلق ایک اس قسم کا واقعہ ملک کے سامنے پیش کرنا چاہے جو بعید القیاس اور تاریخ کے مطابق نہو - علاوہ بریں ہماری حیرانی اور بھی بڑھجاتی ہے - جب ہم دیکھتے ہین کہ مورخ مذکور نے بلا کسی اطمینان بخش ثبوت اور دلیل و سند کے اس اہم واقع کو اپنی تاریخ مین درج کر دیا ہے - تحریر مذکور کے یہ الفاظ بھی بعید الفہم اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہین - جسکی صداقت کا اقرار ہر ایک ذی فہم کے لئے غالبًا مشکل ہوگا اور شاید یہ الفاظ بوستان خیال اور داستان امیر حمزہ کی طرز خاص متصور ہونگے کہ "کتب خانہ کی کتابین اسکندریہ کے پانچہزار حماموں مین تقسیم کی گئی ہین جہان چھہ مہینہ تک آگ جلانیکے کام مین آئین" ہم نہین جانتے کہ مورخ مذکور کا بلا کسی معقول ثبوت کے ایسے بڑے حادثے کو قلمبند کر لینا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور اسکی تحریر کے تمام پوائنٹ کن واقعات پر مبنی ہین؟ حالانکہ برخلاف اسکے تاریخ سے مترشح ہے کہ خلیفہ ثانی نے سپہ سالار کے نام تاکیدی حکم بھیجا تھا -

کہ "عمرو بن العاص اپنے لشکر کے بڑے اور خونریز ارادون اور خواہشون کی محافظت کرے" قطع نظر انکے کیوس مصری بطریق اسکندریہ جسکا دور زندگی ۶۷۰ء سے ۹۴۰ء تک رہا اور حاج الماسین مصری کہ ۱۲۲۲ء سے ۱۲۷۳ء تک بقید حیات تھا۔ اور ملک اسمٰعیل ابو الفدا جو تیرھوین صدی کا نامور اسلامی مورخ گذرا ہے۔ ان سبھون نے اپنی تاریخی کتابون مین اس حادثے کا بالکل ذکر نہین کیا۔ غرض کہ مورخ موصوف کے اس الزام کی جس پہلو سے تحقیق کیجاتی ہے کسی طرح پورا نہین اترتا۔ زیادہ غور و خوض سے نہ صرف یہ ایک بیجا اتہام ہی ثابت ہوتا ہے بلکہ اسلام کی دلچسپی علوم و فنون کے شاندار ہوتی چمک دمک دکھا کر عالم خیال مین بقعہ نور کا عالم پیدا کر دیتے ہین ڈاکٹر لائیلز نے بھی الزام کتب خانہ کے متعلق "بعض" کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے شاید عبد اللطیف اور اسکے ہمخیال مورخین مراد ہونگے۔ یا سترھوین صدی سے پیشتر کے علماء یورپ! بہرحال ضرورت ہے کہ اس کتب خانہ کے تاریخی حالات کو زیادہ روشنی مین لایا جائے۔

عہد قدیم کی قومون اور سلطنتون کے پولیٹکل اور سوشل حالات پر تعمق کی نگاہ ڈالنے والے تسلیم کرتے ہین کہ قدیم الایام مین جب علوم و فنون کی روشنی دھندلا رہی تھی۔ فتنہ خیز خانہ جنگیان اور خونریز معرکے عروج پر تھے۔ بلکہ اگر انکی کثرت و شدت پر خیال کیا جائے تو سلطنت اور ملک کے لئے لازم و ملزوم

ثابت ہونگے - ہماری ایشیائی طاقتین موجودہ شائستہ اور مہذب زمانہ
مین بھی کسی حد تک عہد قدیم کی حالت کا زندہ نمونہ ہین - ولادت مسیح
سے پچاس سال پیشتر مصر مین تخت نشینی کے معرکے عین شباب پر تھے
ملک مین عام ابتری اور فتور کا نقشہ تھا - اراکین سلطنت و امرا وقت
مختلف دعویداران سلطنت کی حمایت کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے - اور عروس
سلطنت پر تصدق ہو جاتے تھے - گو اس زمانے مین مصر مین سلسلۂ
جنگ کی ابتدا جولیس سیزر سے ہوئی - تاہم اسقدر خون فشانیونکی
اصلی وجہ یورپ کی ضرب المثل نہایت حسین اور دلفریب خوبصورت شہزادی
کلیوپاترا تھی جو اپنی حسن وخوبی کے لحاظ سے دن کو آفتاب اور رات کو
ماہ تمام کا عالم پیدا کرتی تھی - اور جسے مرحوم باپ کی وصیت کے بموجب بھائی
کے ساتھ رونق افروز تخت سلطنت ہونا چاہئے تھا - مگر چونکہ عورت تھی
اس لئے بھائی کے مقابلہ مین امرائے سلطنت کی طرف سے مخالفت ہوئی
جولیس سیزر جو کلیوپاٹرا کا دل و جان سے عاشق زار تھا وہ اس
حق تلفی کو برداشت نکر سکا اور جسپر اُسنے ۴۷ سال قبل از مسیح سکندریہ
کا محاصرہ کر لیا - اور ایک نہایت خونریز لڑائی کے بعد جبکہ اسکندریہ
کے میدانون سے خون کی ندیان بہ رہی تہین کلیوپاٹرا کا بھائی کاڈی
امی نس مارا گیا اور اسی محاصرے مین اسکندریہ کا کتب خانہ جسمین
چار لاکھ کتابین تہین جل گیا "! کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا تہا کہ ملک کی عام

بدامنی نے جولیس سیزر کا تلوار سے خاتمہ کر دیا۔ بعدہ عالم غریب کلیوپاٹرا نے مارک انٹنی شاہنشاہ روم قدیم کو نہ صرف حسن ذاتی سے بلکہ حسن تدبیر و قابلیت کے قابل قدر جوہر دکھا کر اپنا فریفتہ بنا لیا۔ جسپر مارک انٹنی نے کلیوپاٹرا کو شہنشاہ پرگمس کا فراہم کردہ کتب خانہ عطا کیا کہ اسمین دو لاکھ کتابین علمی مضامین سے بھری ہوئی تھین۔ کلیوپاٹرا نے اس مہربانی سے پورا فایدہ اٹھا کر بروشیم کا کتب خانہ دوبارہ مرتب کر لیا۔ تاہم یاد رکھنا چاہئے کہ اسوقت اسکندریہ کا پولیٹکل مطلع اور عام کیفیت حالت عرب قبل از اسلام کا پورا نمونہ قایم کر رہی تھی جیسا کہ حرب بسوس و جنگ داحس سے ایام جاہلیت کا مرقع ہمارے سامنے کھچ جاتا ہے۔ اسی طرح اسکندریہ کی حالت کا یہہ کافی ثبوت ہوگا کہ شہنشاہ آرلین کے عہد مین ایک جوتے سی وہ خرابی اور بربادی پھیلی کہ شہر کے شہر تباہ ہو گئے۔ یہ عجیب و غریب لڑائی بارہ سال تک برابر ہوتی رہی۔ اسی پرآشوب زمانہ مین اسکندریہ کا کتب خانہ آخری مرتبہ آگ کے حوالے کیا گیا۔ چنانچہ اسکندریہ کی عام تباہی اور اس فتنہ خیز حادثے کے متعلق ایڈورڈ گبن مصنف تاریخ زوال سلطنت روما کے حسب ذیل ریمارک قابل غور ہین۔

"اسمین مختلف قومون کے آدمی آباد تھے۔ آخر انمین ایسا فساد ہوا کہ برسون تک قایم رہا۔ یہ لڑائی سوا اور ملٹی آدمیون کی ایک

جوتے سے شروع ہوئی - اس تباہ شدہ شہر کے بعض حصون مین باہم خط و
کتابت اور آمد و رفت کا سلسلہ قطع ہوگیا - اور ہر ایک کوچہ خون سے
پر ہوگیا اور اسکی عمارتین ڈہائی گئین - حتی کہ اسکا بہت حصہ تباہ ہوگیا
وسیع اور شاندار محل بروشیم کا مع دیگر محلون اور عجائب خانون - بادشاہون
اور فلاسفرون کے مکانات کے تباہ ہوگیا - اور اسکے بعد قریب ایک
سو برس تک ویران پڑا رہا - بلکہ اب بھی اسکی حالت ایسی ہی ہے
ہم کتب خانہ بروشیم کے پورے تاریخی واقعات اور اسکے دو دفعہ جلائے
جانیکا حال تفصیل سے لکھہ چکے ہین - اب ہمین مختصر الفاظ مین یہ بتانا باقی ہے
کہ اسکندریہ کا دوسرا جلیل القدر کتب خانہ کہ جو پلیٹر سرابس المشہور
بہ سرابیم کے بتخانہ مین تھا - اور جسمین تین لاکھہ کتابین رکھی ہوئی تہین وہ
کسطرح متعصب عیسائیون کے تیشہ جہالت کے نذر ہوا ؟ واضح ہو کہ تھیو
فلس اسکندریہ کے بشپ نے جو جیروم کا دوست اور
کریسا سٹم کا دشمن تہا اسنے ۳۹۱ء مین سرابیم کا بتخانہ جلادیا اور
افسوس کہ اسکے ساتہہ ہی یہ گرانقدر علمی ذخیرہ بھی برباد ہوگیا تھیوفرس
کے بھتیجے سینٹ سرل بشپ اسکندریہ بھی چچا کے قدم بقدم چلا
اسکی ہی ہی پالیسی رہی - چنانچہ یونان کا فلسفہ جو کچھہ کہ اسکندریہ
مین تھا وہ سب اسکے ساتھہ ہی تباہ ہوگیا - چیمبر اپنے انسائکلو
پیڈیا جلد اول مین کتب خانہ اسکندریہ کے بیان مین لکھتا ہے کہ

"متعصب عیسائیون کے گروہ نے بسرکردگی ارک بشپ تھیوفلس حملہ کرکے ۳۹۱ء مین جو پیٹر سرا پیس کے تبخانہ کو ڈہا دیا - اور غالباً وہان کے علمی خزانہ یعنی کتبخانہ کو بھی برباد کیا"

مسلمانون کو فخر ہے کہ انکے دماغ اس قسم کے تعصبات سے ہمیشہ پاک و صاف رہے - علم دوست فرمان فرمایان بغداد - اندلس و ایران کے نام نامی قدردانی علوم و فنون کے آسمان پر ہمیشہ آفتاب ہوکر چمکینگے - ہارون الرشید - مامون - اور مستنصر باللہ - ابو جعفر منصور وغیرہ اسلئے یادگار زمانہ رہینگے کہ وہ علوم و فنون پر دل و جان سے دلدادہ و فریفتہ تھے - ایک فاضل علوم ریاضی کے لئے مامون کی سلطنت روم پر فوج کشی کچھہ کم حیرت انگیز نہین - خلیفہ مستنصر باللہ نے دلی انٹرسٹ سے ایک عالیشان کالج دارالخلافہ مین قایم کیا جسکی شاندار عمارت ۱۲۲۷ء سے ۱۲۳۵ء تک آٹھہ سال مین بنکر طیار ہوئی - دارالعلم موصوف کے اخراجات کے لئے ساڑہے چار لاکھہ روپیہ سالانہ کی سیر حاصل جاگیر وقف تھی - اور اس عدیم المثال مدرسہ کا متولی مویدالدین ابوطالب علقمی تہا - اخبار یانیر کے فاضل و قابل اڈیٹر مسلمانون کو علم کیمیا - علم ہیئت - نجوم ریاضی - و علم جبر و مقابلہ کے موجد و بانی تسلیم کرنے کے بعد نہایت قیمتی الفاظ مین فرماتے ہین —

"قاہرہ کے فٹی مینٹ کتب خانہ مین ایک لاکھ کتابین تھین - منجملہ انکے صرف علم ھیئت و نجوم و علم طب کی کتابون کا شمار چھہ ہزار پانسو تھا - اسپین کے خلیفون کے بڑے کتب خانہ مین چھہ لاکھ کتابین تھین - اور علاوہ اسکے اندلوسیا مین ستر عام کتب خانے تھے - بخارا کے ایک سلطان نے عرب کے ایک حکیم کو طلب کیا - لیکن اس حکیم نے بین وجہ جانے سے انکار کیا کہ اسکی کتابین لیجانے کو چار سو اونٹ بھی کافی نہوتے - تمام اہل عرب کی سلطنت مین تاتار سے لیکر اسپانیہ تک مدرسے قایم کئے گئے یورپ مین پہلا مدرسہ طب کا بمقام سلرنو اہل عرب نے قایم کیا - اور اہل عرب ہی نے بمقام سیول علم ھیئت و نجوم کے متعلق ستارون کے دیکھنے کو پہلے پہل رصد خانہ بنایا - تمام زمانہ متوسط کی جہالت و تاریکی کیوقت صرف اہل عرب کا ہی ذہن متحرک رہا - پس یہ کہنا بڑی جہالت اور ناواقفیت کا ثبوت ہو کہ اہل عرب نے اسکندریہ مین پانچ لاکھ سے زیادہ کتابین جلادین اور اسلئے وہ دینوی علوم کے مخالف رہے - انہون نے کتابین ہرگز نہین جلائین بلکہ جسقدر قبول کیا جاتا ہو اس سے بہت زیادہ مسلمان علم کے موید ہوئے ہین"

اگر ہم زیادہ صحیح طور پر یون کہین کہ اسلام اور علم ابتدا سے ایک جزو لاینفک رہا ہے تو کچھہ بیجا نہوگا - تاریخ بتا رہی ہے کہ ہندوستان مین سات سو سال تک انکا ستارۂ اقبال چمکتا رہا ہے - تاہم اسبات کا

کوئی ثبوت نہین ملتا کہ انہون نے ہندوستان کے غیر مذاہب بالخصوص
اہل ہنود کے رامائن - مہابھارت - گیتا - وغیرہ مقدس مذہبی
کتابون کو بالکل صفحہ دنیا سے محو کر دینیکا عزم کیا ہو - حال آنکہ عقیدہ
اسلام کے مطابق یہ کوئی آسمانی کتابین نہ تھین - باوجود قوت و اقتدار
سلطنت انہین کبھی اس قسم کا خیال پیدا نہین ہوا - بلکہ قبول کیا جاتا ہو کہ
اکبر و داراشکوہ وغیرہ نے ان متبرک کتابون کا صرف ادب ہی
ملحوظ نہین رکھا - بلکہ قدر کی نگاہون سے دیکھکر انکے نہایت عمدہ فارسی
ترجمے کروائے - چنانچہ ان کے عہد مین اہل ہنود کی بیسون مقدس کتابون
نے فصیح فارسی کا روپ بھرا - کیا اس سے انکار ہوسکتا ہی کہ مسلمان اگر
تباہی علوم نہ ہی ہین تو کامیاب رہے ہین - کیا سات سو برس کا شاہی زمانہ جسکے
اولوالعزم ہاتھ کو سر دکر دنیا نہین اور ہر گز نہین - اگر وہ اہل ہنود کی مقدس
کتابون کو برباد کرنا چاہتے (سات سو سال تو بجای خود ایک بڑا زمانہ ہے)
دو تین صدیون مین ہی وہ تمام کتابین تباہی کی شکل مین دیکھی جاتین اور
انکا نام صفحہ روزگار سے مٹ جاتا - مگر سچ تو یہ ہے کہ انہون نے کبھی اور کسی
زمانہ مین اس قسم کی پالیسی پر عمل کرنا پسند نہین کیا - خوب یاد رکھو کہ دنیا بھر
مین جو مذہب سب سے زیادہ قدردان علم و فنون رہا ہے - وہ بیشک اسلام ہے -

سید زاعلی حسین - نفیس

دعوتِ افلاطون

تمہید

موجودہ زمانہ کا لفظ جو "دعوت" سے تعبیر ہوا ہے بنظر افلاطون کی ایک سیرت انگیز پیداوار ہے جو نکلے اوس رقبہ ناظرین کے لئے جسکی افزائی تعداد سے ہماری سوسایٹی میں علمی مذاق کی ابتدا ہونیوالی ہے منتخب کیا ہے۔

اصل زبان کا حسن۔ اور سلسلہ بیان کی دلفریبی و نزاکت کے بالکل صحیح و مناسب ترجمہ کی نسبت مایوسی ہے مگر یہ ترجمہ کا کام ہے طالب تحریر سے خواہ پڑھنے والے کو اس بڑے حکیم کے بلند خیالات کا عکس ہمارے صفحہ کاغذ پر ضرور کسی قدر دھندلا اور نامکمل پڑا۔

فلاسفر یونان میں افلاطون کا نمبر اول تھا جسکی دماغی کوششوں سے دنیا میں اخلاق و علوم کو قوی مدد پہنچی جسکا آغاز کرنیوالا اوسکا اوستاد سقراط تھا اور جسکو اہل زمانہ کے واہیہ عامہ کی مہمل و خرافات خیالیوں نے اوسوقت تک بالکل مسدود رکھا تھا جب تک کہ اوس خلاقیوں سے تدریج انسانی نفرت پیدا نہ کی (ظہور) کو اپنے حال پر نہ لے آئی۔

افلاطون کی تعلیم میں چند منفرد خصوصیات ایسی پائی جاتی ہیں جو فرق

فیثاغورث کے شاعرانہ جوش وخروش سے (جس میں اوسکا بھی حصہ تھا) کہیں زاید مؤثر ہیں۔ اوسکے جمنستان خیال کی روش پر انسانی طاہر پرستیوں کے گلدستے اپنی بہار کم دکھاتے ہیں بلکہ نسیم روحانیت کے جھوکے انکہیں بند کرا رہے ہیں۔ اس لحاظ سے صرف لارڈ بیکن سے مقابل کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس انگلستانی حکیم کی رائیں بھی جو وہ انسانی طبایع کے وجود فطرتی کی نسبت ظاہر کرتا ہے اگرچہ عام یقین سے باہر نہیں تاہم بعض اوقات نارسائی طبع کے سپرد ہو جایا کرتی ہیں۔ وجہ اوسکی صاف ظاہر ہے کہ عام فکر و دماغ اوس حد تک نہیں پہونچے ۔۔۔ لیکن ہم ایسے ناانصاف نہیں کہ بمقابلہ افلاطون وہ رائیں بھی بلا دلیل وحجت تسلیم شدہ سمجھ لیں ۔ جو بیکن نے اخلاقی افعال کے ابتدائی قوانین اور انتظام دنیا کی نسبت قایم کی ہیں ۔

مختصر یہ ہے کہ آخر الذکر جدید انگریز فلسفی کے اصول تعلیم کی نفاست ذکاوت و آمد خیال پر منحصر ہے جسکے لحاظ سے یہ کہنا ایک امر طے شدہ کا اعادہ کرنا ہے کہ وہ ارسطو سے سبقت لے گیا۔ اور سابق الذکر حکیم کی اپنے اوستاد سے وجہ سبقت صرف یہ ہے کہ اوسنے روحانیت کو اپنے تحقیقات فلسفہ کا ایک جزو سمجھا۔ اور اسی سمجھ نے روحانی اور غیر روحانی دنیا سے آجتک افلاطون کا ادب کرایا ہے ۔

ناظرین اس گستاخی کو معاف فرمائیں مولف کا یہ مناسب فرض تھا

کہ ان عظیم الشان انسانون کے اصول زندگی پر کوئی فلسفانہ محاکمہ کرتا۔ پھر بھی باختصار ایسا کرنا نہ تو شان تالیف کے لئے نازیبا تھا۔ اور نہ کوئی نہایت قابل نفرت جرم تھا جسکے ارتکاب پر کانشنس (ضمیر) کی روح فرسا ملامت کا خوف ہو سکے۔

یونانیون نے اس مکالمہ کا نام "گفتگوی عشق و محبت" رکھا ہی جو اپنی معنی خیز وسعت کے لحاظ سے ایک جایز و مناسب نام ہی۔

"یہ گفتگوی عشق و محبت" اگاتھین کے مکان[1] پر واقع ہوی تھی جو افلاطون کا ہمعصر شاعر تھا۔ اور جسکی اصل کیفیت اپولوڈورس کو جو سقراط کا شاگرد تھا معلوم تھی جسنے وقوع کے بہت عرصہ کے بعد اپنے ایک ہم جلیس سے بیان کیا اور ہم اپنے ہمزبان ناظرین سے وہرانیمین پرسی شیلی کی روح کا جو انگلستان کا مشہور شاعر اور مستند ادیب تھا دلی شکریہ ادا کرتے ہین۔

---

[1] شرکائے مکالمہ یہ لوگ تھے — اپولوڈورس (مع ایک دوست کے) گلاکو۔ ارسٹوڈی مس۔ سقراط۔ اگاتھن۔ فیاڈرس۔ پاسی نیس۔ ارسٹوفینس۔ ڈایاٹیما۔ السی بایاڈیز۔

ان تمام حکما کی مختصر سوانح عمریان شامل تالیف ہین۔

یونانیون کی ترقی علم ادب - فنون لطیفہ اور عام شایستگی پر ایک ریمارک

وہ زمانہ جو صرف سقراط اور پیدائش پریکلیز کے مابین گذرا صرف اسی وجہ سے دنیا کی تاریخ مین یادگار نہ تھا کہ خود اوسکی حیثیت مجموعی اہم تھی بلکہ زاید تر اس نظر سے بھی تھا کہ اوس سے بعد کی شایستہ انسانی نسلون پر حیرت انگیز آثار مترتب ہوتے -

حیرت ہے کہ اخلاقی اور ملکی اسباب کا وہ کیسا غیر معمولی اتصال تھا جس سے اوس زمانہ کے علوم و ادب مین بیمثل ترقی و وسعت کا موقع ملا - اور یہ کہ وہ ترقی ایسی تیز رفتار کیون تھی اور کیسلئے اتنی جلد رک گئی گویا -

"ایک دھوپ تھی کہ ساتھ آگئی آفتاب کے"

یہ سوالات ہین جو زمانہ ندکور نے حال کی نسلون کو معرض عجب مین ڈالنے کے لئے چھوڑ دیئے تھے - آثار صنادید - اور اون پر بیچ دماغون کی باقی ماندہ نشانیان اونکی فراست فلسفیانہ کا جبروت قایم کرانیکے لئے اب بھی کچھ کم نہین ہین - اونکی زبان بلحاظ سادگی - نفاست - اور تخیل اب بھی دوسری یورپین زبانون سے اعلی ہے - اونکی نقاشی کی اب بھی مساوات مشکل ہے - یونانیون کی تصویر کشی کی نسبت زمانہ حال کے ایک مصور کا بھی بیان ہے کہ "وہ پر از حسن و تراکت ہوا کرتی تھی" بعض تصاویر کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ دردناک موسیقی اور

اندوہ والم کے اشعار کی طرح موثر ہوتی ہین گو ایک زمانہ بلا دلیل وحجت ہم آواز ہے کہ انیسوین صدی عیسوی نے فن تصویر کشی درجۂ کمال کو پہونچایا ہی مگر ہمارے نزدیک یہ رای شاید اسوجہ سے قایم ہوی ہے کہ دست برد زمانہ سے قدیم اعلی تصاویر کا پتہ نہین چلتا —

یاد رہے کہ تمام ایجادی صنعتین ایک دوسرے سے مشابہ ہین کیونکہ وہ ایک ہی دماغی قوت کے مختلف اظہارات ہوا کرتی ہین اسلئے اگر زمانہ قدیم اور زمانہ حال کے مصورونمین کوئی تعلق ہوسکتا ہے تو بس یہی ہے کہ وہ صرف مشابہت رکھتے ہین مگر پھر بھی سبقت محال ہے —

آیتہنز کے علم موسیقی کی نسبت ہمکو بہت کم علم ہوسکتا ہی کیونکہ مذاقاً ہم اپنے ہندوستانی علم موسیقی کی جامعیت پر زاید فریفتہ ہوسکتے ہین لیکن اون کے علم موسیقی کے اثرونکی نسبت البتہ بیان کیا جاتا ہی کہ وہ حال کے یورپین علم موسیقی کے اثرون سے زیادہ صریحی — اور زیادہ قوی تھے — خواہ اس افضلیت کو گانیوالون کی ہوشیاری فن سے منصوب کیجئے یا سننے والونکی معقولیت وسنجیدگی کی جانب رجوع فرمائیے بہرحال خدا کی شان مین اس بے ادبی کی جرأت کرنا آسان نہین ہے کہ اوسکی رحمت کاملہ کا صدور صرف زمانہ حال ہی پر ہوا ہی —

یونانیون کی شاعری اپنے جوبن کے زمانہ مین سب سے اعلی تھی —

اور یہ کہنا کسی عام یقین کی تائید کرنا نہین ہے کہ شاعر شیکسپیر بلحاظ جوشیلے اور عاشقانہ خیالات کے شاعر ڈینی کا ہمسر ہوگیا تھا یا یہ کہ طباعی اور

عالی دماغی مین کبھی اوسنے اپنی ہمصفیر ھومر سے مقابلہ کی جرأت کی تھی۔
شخصی تمثیلات سے قطع نظر کرکے اگر عام حالت شاعرانہ پر نظر ڈالی جاوے
تو نسبتاً اوس زمانہ کی رسم شاعری - صناعی - اخلاق - اور علم ادب مین
ایک نمایان اور محسوس ہونیوالا امتیاز پایا جاتا ہے - یعنی وہ باتین ایک
تازہ اور شاداب انسانی دماغ کا نتیجہ معلوم ہوتی ہین برخلاف اسکے جدید رسم
شاعری - صناعی - اخلاق - اور علم ادب ایک تھکے ہوے انسانی دماغ
کی پیداوار ہین —

قدیم یونانی تاریخ کا مطالعہ مفتن - حکماء - اور شعرا کی سوانح عمریون
کا مطالعہ ہے - جدید تاریخین صرف بادشاہون - مدبرون - وزرائے
حال - اور علمای مذہبی کی سوانح عمریان ہین - صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم
ترقی ایک آمدتھی تو اب صرف آورد رہگئی ہے —

ناظرین ہرگز یہ نہ سمجھین کہ ہم اس آورد کی شان مین بے ادبی کررہے
یا ارادہ کرتے ہین کہ طرز غور و تامل کی جدید اصلاح کی مطابقت نکرینگے بلکہ
ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم مبدع فیاض کو دوامی منصف مان لین - جیسا
کہ بعض لوگ سینہ زوری سے نہین مانتے —

یونانی علوم طبعی مین ارسطو اور تھیوفرسٹس نے اس قدر ترقی
پیدا کی کہ اس شاخ فلسفہ مین اونکے جانشین تمام ابتدائی محنتون سے آزاد
ہوگئے اقلیدس پایہ تکمیل کو پہونچائی گئی - مڈیا فرکس اور منطق کو زمانہ

پریکلیز کے فلسفیون نے مستقل بنیاد پر پہونچایا - اور ایک وسیع علم اخلاق کی ابتدا اوسی دن سے ہی -

ان بڑے آدمیون کے اخلاقی اصول اسقدر قوی اور صاف تھے کہ ایک جدید یورپین مارلسٹ کے بزدلانہ اصولون سے ہم اونہین کوئی نسبت نہین دے سکتے -

پولیٹکل اور مذہبی حالات کو اس زمانہ کے حالات سے نسبت دینا گو کسیقدر مشکل ہے لیکن اوسوقت کے عام امن - مسرت اور وسعت عقلی پر نظر کرکے ایک اعلی خیال پیدا ہوسکتا ہے -

جبکہ بہت سی رسوم ورائین جو ایک زمانہ مین قدیم یونانیون ہی کی تہین بلکہ عامہ بنی نوع انسان کی شائستگی کا ذریعہ نہین اقوام زمانہ حال نے ترک کردی تہین تو ایک جلد باز غور کرنیوالا شاید نفس رسوم کی خوبی مین شک کرسکتا ہی لیکن ہم اس ترک فعل کو تبدیلی اسباب دنیا پر محمول کرتے اور وثوق کے ساتھہ کہہ سکتے ہین کہ وہ رسوم اور رائین بجاے نامکمل ہونیکے صرف ایک ایسی جغرافیائی فروگذاشت پر مبنی تہین کہ زمانہ - ممالک - اور نوع انسان بہت دنون تک اونکا ساتھہ نہ دے سکے - اسلئے ہم زمانہ اور انسانی بیوقوفیون کی پہشت شکایتون کو طول نہین دیتے کیونکہ خود انسان کی طرح تمام انسانی افعال اور منصوبہ بھی متغیر ہونیوالے ہین کسی کی مجال اور جرارت نہین ہے کہ زمانہ مستقبل سے جنگ کرے -

غریب یونانی گو اس لحاظ سے لاچار تھے - پھر بھی ذرا اونکی ہمت اور استقلال دیکھو کہ اونہون نے متعدد آنیوالی صدیون سے جنگ کی تھی - اونہون نے بہتون کے شایستہ بنانیکا بندوبست کرلیا تھا - اونہین کے قبل از وقت انتظام نے مختلف اقوام کے مذاہب - اخلاق - سیاست مدن اور طرز شایستگی مین تبدیلی پیدا کی - اونہین کے پیدا کئے ہوے جوش سے بڑی بڑی بادشاہتین سرسبز ہوین جو آخر کار نافرمانی ضمیر و ایمان سے مٹ گئین -
ابراہیم - عیسیٰ - موسیٰ - اور محمدؐ کی مقدس سفارتون کے تسلیم کرنیوالے یعنی مسلمان تو یونانیون کے بندۂ احسان ہو رہے اسلئے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اظہار واقعات مین شاید قومی شکرگذاریون کو دخل دیا گیا ہے کیونکہ ہم اونکی غلطیون کو صاف صاف بیان کرنیمین بھی آزاد ہین -
اسمین شک نہین کہ زمانہ پریکلیز کے یونانی زمانہ حال کی یورپین اقوام سے ایک بہت بڑی غیر روحانی ترقی مین پیچھے تھے - لیکن یہ ایک افسوس کی بات ہے کہ آجتک کسی یورپین لکھنے والے نے اون ترقیون مین یونانیون کی وہ حقیقت حال نہ بتلائی جسمین ہم اونکا زمانہ موجودہ سے مقابلہ کرسکتے -
بارتھیلمی[1] گو اونکی رسوم و دانشمندی کی تعریف کرتا ہی لیکن یاد رہے

---

[1] بارتھیلمی فرانس کا ایک مورخ تہا جو اپنے سفرنامہ یونان کی وجہ سے زاید مشہور ہوا - منہ

کہ لکھتے وقت وہ اپنا عیسائی اور فرنچ ہونا نہین بھولا ہے ۔ وائیلنڈ[1]
اپنی دلفریب ناولون مین اون کے پولیٹکل تعصبات کو اسقدر پسند کرتا ہے
کہ پولیٹکل غلطیون کا ہمدرد ہوگیا ہے اور اس امر مین شاید ہی کوئی یورپین
مورخ اوسکا ہمراے ملے ۔ غرض کوئی کتاب نہین ہے جس سے بالتفصیل
ہم قدیم اتھینین کے حالت معاملات کا اندازہ کرسکین ۔ لیکن ناواقفیت
کی ایسی حالت مین ہماری نکتہ چینی ایک نوع کی بے ادبی ہوگی ۔

بہرحال ترقی یافتہ اقوام یورپ اور قدیم یونان کی تمدنی حالت مین
چند فرق ضرور معلوم کئے جا سکتے ہین ۔ مثلاً عورتون کی تامتر آزادی
غلامی کا بالکل از روی قانون موقوف کیا جانا ۔ اور آزادی راے
کی عام وسعت مین سابق الذکر گوی سبقت لے گئے ہین ۔ اور بلاتشبیہ
ان لحاظات سے یونانی جنکی عورتون کی حالت غلامانہ تہی ۔ جنمین آزادی
راے کے اصول محض حالت ابتدائی مین تھے ۔ جنمین غلامی ایک جزو
استحقاق فطرتی سمجھی جاتی تہی بہت پس ماندہ تھے ۔ اونکی عورتون مین
(باایںہمہ مردونکی اس شائستگی کے) وہ نمایان عقلی اور اخلاقی اوصاف
نہ تھے جو آجکل کی ترقی یافتہ نسلون کے زنانہ حصہ مین پائی جاتی ہین ۔

---

[1] یہ ایک جرمن شاعر اور اعلیٰ درجہ کا ناولسٹ تہا اور اپنے ملک کے
ایک حصہ تاریخی مین پولیٹکل ممبر بھی رہا ہے ۔ منہ

یونانی اپنے رجحانات فطرت مین توجوشیلے تھے لیکن اون کے منتخب کردہ
اشیا اونکا وہ جوش ظاہر نہین کرتی تہین بلکہ اونمین قدیم انسانی سادگی
پائی جاتی تھی - یونانیون مین صرف سردولی ہی نے تمام فطرتی انسانی
استحقاق سے فایدہ اوٹھایا برخلاف اسکے عورتون کی حالت غلامانہ ہی رہی
وہ بالکل وحشی رکھی گئین - اونکی عقلی ترقی نامعلوم رہگئی کیونکہ اوسکے
لئے کبھی کوئی وقت نہین آیا —
غرض اون تمام غلطیون سے جو شخصی حالت سے لیکر قومی حالت تک اپنا
اثر پہونچا سکتی ہین یونانی بھی پاک نہ رہتے اور نہ اونکے جانشینان حال دعوی
کرسکتے ہین —
با اینہمہ غلطیون کے ایک قبولیت عام جو تمام قدیم شایستہ حصہ جات عالم (یونان
مصر - فارس - وہندوستان) کو حاصل ہوی اوس سے ابتک تمام یورپین ممالک
محروم ہین - اس محرومی قسمت کی یہ وجہ نہین ہے کہ حال کی تحقیقات فلسفہ -
صناعی - شاعری - اور علم ادب کو فطرت انسانی سے براہ راست تعلق نہین
پائی جاتی - بلکہ جہانتک ہم خیال کرتے ہین ایک جدید عامی ترقی وشایستگی کی نیت اکثر
غیر روحانی رہتی ہے اسلئے کوئی محل تعجب نہین اگر اوسکی سعارت کو دنیا کے صرف غیر
روحانی ہی حصہ تک رسائی ہو جو کچھ بہت بڑا نہین ہے - باقی آیندہ

محمد اصغر حسین

تاج محل آگرہ

تاریخ عالم کہو ایک عجیب منظر دکھلاتی ہے اگر مختلف اقوام و ممالک کی سلسلہ وار تاریخ پر ایک اجمالی نظر ڈالی جائے تو صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گذشتہ قوم کی عزت و شان مٹانیکے لئے دوسری قوم جو فی الوقت کامیاب ہوتی ہے کسقدر کوشش کرتی ہے اوسکے جملہ خصایل حمیدہ پر حملہ ہوتا ہے اور کل اوصاف سیاست و نظامت عیب بینی کی نظر سے دیکھے جاتے ہین - آثار و شواہد رفتگان کی پامالی گورنمنٹ و قلیتہ کے ضروری فرایض سمجھے جاتے ہین یہہ کیفیت عام اقوام کی ہے - مگر شاید مسلمانون کا معاملہ اس سے بھی زیادہ عبرت انگیز اور حسرت آمیز ہے - انکی شان و شوکت مردہ کتابون مین اور افلاس و نکبت زندہ نگہون مین جلوہ گر ہے - موجودہ فلاکت کے دیکھتے ہوے کامیاب قوم کا کانشنس اجازت نہین دیتا کہ وہ پامال قوم کی گذشتہ شوکت کا اقرار کرے - وہ نہین سمجھتی بلکہ نہ سمجھنے کی کوشش کرتی ہے کہ کسیطرح موجودہ مفلوک الحال قوم جو آج کمال بے ہنری سے آراستہ ہے وہ کبھی نکتہ طبع اور مختلف علوم و فنون سے مالامال رہی ہے - اگرچہ مسلمان دنیا کے تمام اہلی قوموں سے تاریخ نویسی مین گوی سبقت لیگئے اور طبعی تحریک سے نہایت باریک بینی کے ساتھہ اپنے عصر کی باتون کو اور نہایت تحقیق کے ساتھہ معاملات گذشتہ کو لکھا گئے - مگر آفتاب دولت و اقبال کی رخصت ہوتے ہی اونکی انواع عظمت و جلال پر

ایک خوفناک اور عبرت انگیز تاریکی چھا گئی - صرف یہی نہین کہ اونکی محامد و اوصاف سے چشم پوشی کیگئی ہو اور علوم و فنون پر دھبہ لگایا گیا ہو اور انکی علمی تحقیقات کو قعر گمنامی مین ہمیشہ کے لئے ڈالکر جدید لباس سے آراستہ کرکے اپنے نام سے معنون کرنیکی تکلیف گوارا فرمائی گئی ہو بلکہ اونکے زندہ اور مشہور آفاق یادگارون کا وجود اپنے ہی بزرگون کا فیض قدم بتلایا جاتا ہے کیونکہ یہہ فرض کرلیا گیا ہے کہ صرف موجودہ فلاکت زدہ مسلمانون ہی کو نہین بلکہ اونکے اباو اجداد کو بھی بغیر مغربی تجلیات کے ایک قدم شاہراہ تہذیب پر چلنا محالات سے تھا - لیس ہم عجیب مرقعہ عبرت ہین کہ اپنے موجودہ نامحمود حالت سے اپنے نامور بزرگون کے مشہور آفاق زندہ نیکنامیون مین شبہہ پیدا کرنیکا موقع دیتے ہین

انچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نکرد - در میان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

مسلمانون کو اپنے پچھلے شان و شوکت کا رونا گوارا نہین کیلئے شرمناک ہو اور شاید دنیا مین کوئی گری ہوی قوم ہماری طرح روزمرہ قومی مرثیہ خوانی کرنا پسند نکرتی ہو مگر شاید یہہ بھی صحیح ہے کہ ہماری بدقسمتیون مین کسیکو مساوات کا درجہ بھی حاصل نہین ہے - بہتر ہوتا کہ جن ملکون نے ہماری حکومتون کو الوداع کیا تھا ساتھ ہی ساتھہ آثار حکومت بھی فنا ہو جاتے جسطرح آفتاب کے ساتھ دھوپ رخصت ہوجاتی ہے اور ہماری طرح زندگی بسر کرنے اور اپنے معمارون پر بلند ہاتھون سے سینہ زنی کرنے کے لئے باقی نرہتے - مگر خیر آثار سلاطین ماضیہ یکے بعد دیگرے اپنے تعمیر کنندون کیطرح زمانہ کے سخت گیر ہاتھون سے شہید ہو رہے ہین - آج جو ٹوٹی

چھوٹی حیثیت میں ہیں وہ ہماری حالت کے سچے فوٹو ہیں۔

ڈر ہے کہیں یہہ نام بھی مٹ جائے آخر مدت سی اسی دور زمان سے ہے

لیکن جسقدر بھی ان حسرت کدوں کے رفتہ رفتہ مٹجانیکا افسوس ہے جنکے لئے فتوائے موت کارکنان قضا و قدر سے ہو چکا ہے اور جسکی تعمیل ارباب حکومت تیز دستی سے بجا لا رہے ہیں اس سے بدرجہا زیادہ قلق اس مشہور شاہجہانی یادگار کی نسبت ہے جو دنیا نہیں رکھتی اور دست برد زمانہ سے اب تک مامون و مصئون رہکر فہرست عجائبات نفیسہ عالم کی زینت بنی ہوئی ہے مگر اوسکی غرض تجویز و تعمیر و تقدیر اخراجات ہمارے خداوندان سیف و قلم اپنے پر زور اور متہم بالشان تحریرات سے زبردستی ایرا غیرا کو دے رہے ہیں کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے وہ ہماری موجودہ حالتوں سے اندازہ کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ہم کبھی کچھ تھے۔

ہمنے مانا بھی کہ یہہ قصے بھلا دین قصے ؛ یہہ سمجھ لین کہ ہم ایسے ہی تھے اب ہیں جیسے

یہہ بھی منظور ہے ہمکو کہ ہمارے بچے ؛ دیکھنے پائین نہ تاریخ عرب کے صفحے

کہنی بھولے ہی سلف کو نکرین یاد مگر

یادگاروں کو زمانے سے مٹا دین کیونکر

جس بیدردی مگر دور اندیشی سے ہمارے تاریخی صفحون مین مہذب تصرف کیا جا رہا ہے اور ہم اپنے اسلاف کے اعمال و خصائل حمیدہ کے علم سے دور کئے جا رہے ہین اور اونکی چیدہ چیدہ عیوب کے لمبی بدنما فہرست سے ہمارے "تاریک" دلونمین "تاریخی علم" کی روشنی پہونچائی جا رہی ہے وہ زیادہ تر ہماری آیندہ نسل کو فایدہ بخش ہوگا۔ جبکہ موجودہ

خوشنما گرد دراز واقعہ تحریرون کو پارہ صحیفہ الٰہی کے قریب قریب وقعت دیجائیگی
عام مدارس مین اسوقت وہ تاریخین مروج ہین جو توہین مذہب و حکومت اسلامی
کے لئے گویا وضع کیگئی ہین —
بد قسمتی خود غرضی نفس پروری - نافہمی اور بے انصافی وغیرہ سلطنت ماضیہ کا خاصہ
تھا - اگر انہون نے کبھی کوئی فعل بھی بقای نام کا کیا جسکی صورت آجتک زمانیکے ہاتھون
سے نہین بگڑی تو وہ نقش یورپ کی پیروی تھی نہ کہ ایجاد خاص - تاج گنج جو اگلی
پچھلی عمارتون کی زینت اور جو ہندوستان ہی مین نہین بلکہ متعدد پہلون پر
نظر کرتے ہوے دنیا کی عمارتون مین افضل ہے اسکے پلین اور اسٹمٹ کی عزت
ہمارے مقیم حالتون پر نظر کرتے ہوے اہل یورپ اپنے ہی قبضہ اقتدار مین رکھتے ہین
شہر وینس تمام یورپ بلکہ کل دنیا مین اپنے جنس کا ایک ہی شہر ہے شاید لطافت
مقامی کے لحاظ سے وہانکے ایک گمنام باشندے ورمونیو کو مشہور معروف تاج گنج
کے تجویز نقشہ و تخمینہ اخراجات و تعمیر مین بہت بڑے حصہ دار ہونیکی عزت دیگئی ہے -

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

مورخین اسلام نے جنکے نسبت قضیہ فیصل شدہ ہے کہ وہ اپنے پچھلے باتون کو نہایت
جانکاہ تحقیق اور اپنے عصر کی باتون کو جامعیت و کمالیت سے لکھتے تھے اور جنکا وجود
شروع زمانہ اسلام سے اتک نہایت آب و تاب کے ساتھ رہا ایسے ضروری بات کو
بالکل نظر انداز کر دیا اور ایک مجہول الاسم مانوئیکا نے بھولے ہوے دنیا کو
بلکہ کل یورپین کو ایک بڑی عزت و امتیاز کی بات یاد دلائی - لیکن ہندوستان کے

اور بخیل مورخین نے اس دعوای بیدلیل کو کبھی مقبولیت کے کانون سے نہین سنا اور نہ مشاہیر یورپ نے اسکی تصدیق کی چنانچہ صاحب انسائکلوپیڈیا برٹینیکا سا محقق شخص اور ڈاکٹر برنیر فرانسیسی سیاح وسورخ جو خود ایام سلطنت شاہجہان صاحقران مین یہان موجود تہا اور جسنے تاج گنج کی بہت توضیح کے ساتہہ کیفیت لکہی ہے کتاب ہذا علی ہذا ملا عبدالحمید لاہوری مصنف تاریخ شاہجہانی موسومہ بادشاہنامہ جو بڑی باریک بینی ونکتہ رسی کے ساتہہ تاریخ وار واقعات قلمبند کرتا جاتا ہے پہلے عرس کی نسبت لکہتا ہے "کہ شب ہفدہم ذی القعدہ ۱۰۵۲ھ مجلس عرس شریف حضرت مہد علیا ممتاز الزمانی در روضہ منورہ آن محفوفہ بمغفرت ورضوان کہ در نیولا باتمام رسید منعقد گردید" اسکے بعد روضہ مطہرہ کی تفصیلی کیفیت نہایت وضاحت سے لکہکر بیان کرتا ہے کہ "بسرکاری مکرمت خان وسیر عبدالکریم صورت تمامیت گرفتہ" کسی مقام پر کسی یورپین کا کوئی حوالہ نہین دیا - ہمنے تاج گنج کی تصریحی کیفیت زیادہ تر اپنے دوست راجہ مرلی منوہر بہادر کے ایک عنایت نامہ مفرما قدیم قلمی کتاب سے لی ہے جس سے زیادہ کسی مولف یا مصنف نے توضیح کے ساتہہ لکہنے کی تکلیف گوارا نہین کی - اس کتاب پیش نظر کے جملہ تصریحات سے ہمکو اپنے پورے رائے خیال کی تصدیق ہوی کہ روضہ منورہ یورپین ہاتہون سے ملوث نہین ہوا -

جسطرح خلفای بنی امیہ مین خلیفہ ولید فن تعمیرات مین ایک خاص مذاق رکہتا تہا اور جسکے ایجاد پسند طبیعت نے اس شاخ خاص مین وہ وہ جدتین پیدا کین کہ بالآخر ایک طرز خاص محمدن اسٹائل تعمیرات مین مشہور ہوگیا - اور اسیطرح

ہندوستان کا دلیدا اس فن کے لحاظ سے خلد آشیان شاہجہان تھا جسکے لطافت طبع اور موزونی مذاق نے منجملہ اور نادر عمارات کے تاج محل سی بیمثل عمارت بنائی جسکی نظیر آجتک چشم فلک نے نہ دیکھی اور دنیا کے سیاحین اور اعلی درجہ کے مبصرین کے زبان سے اعتراف کرادیا —

آفتاب آمد دلیل آفتاب

تاج گنج کی تعریف جسمین آفتاب و مہتاب پہلو بہ پہلو جلوہ افروز ہین ایک خاص طرز پر بیان مین ایک حد تک امام الشعرا مولوی غلام امام شہید مرحوم نے خوب لکھی ہے — ہمکو اس بیان مین محسنات لفظی سے کچھ کام نہین صرف واقعات سے سروکار ہے —

ہم دعوی سے کہتے ہین کہ باوجود فن کی ترقی - سائنس کی وسعت - باریک و نازک آلات و اسباب کی فراہمی اور ملک و دولت کی زیادتی اور باہمی رقابت سے اپنے اپنے ملک مین ترجیحی عمارت وغیرہ قایم کرنیکا حوصلہ کے اور باوجود ایک اعلی نمونہ موجود ہونیکے آجتک کسی یورپی ملک نے کوئی نمونہ تاج گنج کے نفیس اور باریک کام کا نہ دکھلایا —

ممتاز محل جسکی اول کی دو بیبین نبانون کی رگڑ کہاتے کہاتے گھس گئین درسے جسم سے بدل گئی شہنشاہ شاہجہان کی پیاری ملکہ ارجمند بانو بیگم عرف ممتاز الزمانی بیگم کا مبارک مقبرہ ہی جسکی تعمیر بالفور کے انسائیکلوپیڈیا کے مطابق ارجمند بانو بیگم کے وفات واقع ۱۶۲۹ء سے ۱۶۴۸ء تک انیس برس ہوتی ہی مگر صاحب بادشاہ نامہ مدت قریب دوازدہ سال صورت تمامیت

گرفتہ" لکھتے ہین۔ اسی مقبرہ مین عالمگیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ مرقدہ کے فرزندانہ محبت سے خود بانی روضہ مطہرہ کو اوسی پہلو مین جگہ دیگئی جسکے تمنای وصال روحی مین اوسنے اپنی جان دی تھی۔ اس روضہ منورہ کی ساخت بالکل اسلامی طرز کی ہے اور ابتدا سے انتہا تک مختلف شاخون کا کام ہندوستان۔ ایران۔ عرب و بخارا کے نامور کاریگرون کے ہاتھون مین رہا۔

ڈاکٹر برنیر فرانسیسی سیاح جو دنیا کے مشہور مقامون مین خوب سیاحت کرچکا ہے اور جسکو منجملہ اور باتون کے تعمیرات کا ایک خاص مذاق تہا اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے کہ "اسمین (تاج گنج مین) کوئی جگہ ایسی نہین جو بدنما ہو بلکہ ہر ایک مقام نہایت خوشنما ہے اور انکہین دیکھنے سے سیر نہین ہوتین وہ لکھتا ہے کہ میری طرح ایک میری ہمراہی سوداگر کی یہی رای تہی کہ یہہ عمارت ایسی ہے جسکی کامل طور سے تعریف نہین ہوسکتی مگر اس خوف سے کہ شاید میرا مذاق ہندوستان مین زیادہ عرصہ تک قیام سے بگڑ گیا ہو اس علانیہ اظہار سے خوف کرتا تھا لیکن میرا رفیق جو تازہ وارد تھا جب اوسنے اپنا خیال بیان کیا کہ تمام فرنگستان مین ایسا حیرت افزا اور عظمت نشان کا کوئی مکان مینے نہین دیکھا تو مجھکو اپنے خیال کی تصدیق ہوی اور کامل تسلی ہوگئی" مسٹر بالفور اپنے دلچسپ سائیکلوپیڈیا مین تاج گنج کو "کل اسلامی عمارات عالم سے افضل" قرار دیتے ہین۔

میرے ایک دوست نواب اکرام اللہ خان بہادر نے ایک یورپین لیڈی کی وارفتگی اسطرح بیان کی کہ جب اوسنے تاج محل کی سیر کی اور اپنے سیاحت نامہ مین اپنی محویت

بیان کی تو اثنائے تحریر مین یہہ حسرت بہرا فقرہ بھی نکل گیا کہ "اگر مجھکو اس روضہ کے کسی گوشہ مین جگہہ دیجاے تو آج مرنیکو تیار ہون"۔

اگرچہ تاج محل کے معرف بے انتہا الوالعزم سیاح اور مورخ و مبصر ہین مثلاً صاحب انسائیکلوپیڈیا برٹیانکا - مسٹر بالفور - سر جیمس فرگسن - بشپ ہیبر - ڈاکٹر ہنٹر ڈاکٹر برنیر وغیرہ جنکی تصانیف ہمارے پیش نظر ہین مگر ہم ڈاکٹر برنیر کو منجملہ یورپی سیاحین کے اس نظر سے فوقیت دیتے ہین کہ وہ ایک سیاح عالم اور پختہ کار ہونیکی علاوہ فن تعمیرات سے ایک خاص مذاق رکھتا تھا اور شاہجہان کی مبارک پر امن سلطنت نے اوسکو کشان کشان یہان اوسوقت پہونچا دیا تہا جبکہ بانی روضہ مبارک کے سوا اوسکی تاریخ بالکل تازہ تہی بلکہ اکثر کاریگر زندہ تھے اوسکو تجسس و تفحص کا نہایت اچھا ذریعہ تھا جیسا کہ وہ عمل مین لایا مگر مانریکا کی ہمداستانی کہین نہین کی - ڈاکٹر موصوف نہایت صحیح بیان کرتا ہے کہ "مین یقینی طور سے کہتا ہون کہ اہرام مصری کی بہ نسبت جو آن گڑھیرون کا ڈھیر ہے اور جسکو مکرر دیکھنے سے طبیعت خوش نہوی اور جسمین انسان کی ہنرمندی اور جدت طبع ثابت نہین ہوتی یہہ مکان (تاج محل) دنیا کے سات عجائبات مین شمار کئے جانے کا زیادہ تر مستحق ہے"

اس روضہ منورہ کے نقشہ نویسی کی خدمت استاد عیسیٰ خان اکبرآبادی کے ذمہ تھی جو ایک ہزار ماہوار تنخواہ پاتا تہا اسی تنخواہ پر چار اور اشخاص ملکی اور غیر ملکی مختلف خدمتون پر سرفراز تھے - کل ۳۱ اعلی کاریگرون مین ایک نقشہ نویس جسکو شیویس ایک طغرا نویس ایک کارفرمای (سپرنٹنڈنٹ) معماران ایک گنبد ساز اٹھارہ

بچے کار۔ ایک کلس ساز ایک سنگ تراش تین گلتراش اور ایک عرب ماہر حلیہ فنون تھے قومیت کے لحاظ سے اٹھارہ ہندو تھے انمین سے سولہ پچیکاری و گلتراشی و معماری کی نگرانی کرتے تھے۔ ان کاریگرون کی تنخواہ دو سو ماہوار سے ایکہزار تک تھے۔

گو اس زمانہ مین نہایت بیش قیمت پتھرونکا وجود روضہ منورہ مین کم ہو یا نہو مگر اسمین تو شک نہین کہ اب بھی مختلف الالوان اور چکدار نایاب پتھرون کا وجود بکثرت ہے اور انہین گلکاریون مین جہان سے ظالم ہاتھون نے پتھر سنگ قیمتی جدا کرلئے ہین افسوس ہے کہ آجتک وہ جگہین پر نہو سکین۔

قریب ساٹھ قسم کے پتھر عرب ایران کابل تبت اور ہندوستان کے مختلف صوبجات سے ہدیتاً آے اور جسقدر آج فرانس کے منارہ ایفل ٹاور مین یورپ کے مختلف ممالک سے آے ہوے اشیا استعمال کیگئی ہین اوس سے بدرجہا زیادہ عقیدت مندی سے والیان ملک دور دراز نے باوجود صدہا قدرتی اور ملکی دانتظامی مزاحمتون کے تاج محل کے لئے پیش کئے۔

اس عظیم الشان اور قابل دید عمارت کے مصارف کا وہ اندازہ کرسکتا ہے جسنے قلعہ اگرہ کے موتی مسجد کے پیشانی پر "بہ صرف سہ لک تیار شد" لکھا ہوا دیکھا ہے موتی مسجد کے مصارف کے نسبت اُن لوگون کو جو بلا غور نتیجہ نکالنے مین عجلت کرتے ہین غلط فہمی ہوا کرتی ہے ایسی مسجد جسکو ڈاکٹر سمتھ کتاب انڈین امپائر مین "دنیا بھر کے معبد گاہون سے افضل" قرار دے اسقدر خفیف رقم مین کیونکر تیار ہوسکتی ہے مگر حقیقت حال یون ہے کہ ان عمارتون کے متعلق جسقدر اخراجات ہین وہ صرف معمارون

ومزدوروں اور خفیف مصالحوں کی بابت ہیں۔ چوبینہ سنگ عمارت اور جواہرات بیش قیمت تحفے آئے یا خود خزانہ عامرہ اور خالصہ سے دیئے گئے۔ صاحب بادشاہ نامہ محض اجرت کا حساب اسطرح بتلاتے ہیں کہ "خرچ تمامی عمارتیکہ بتفصیل نگارش یافت بیجاہ لک روپیہ است" ہمارے پیش نظر منقول عنہ کتاب میں محض اجرت مقاطعی سے متجاوز ہو کر اسباب کے لانے وغیرہ کے اخراجات کو آنا پائی کے ساتھ جوڑا ہے جو قریب پونے تین کروڑ کے ہوتا ہے۔

جو کیفیت تفصیلی ہم ذیل میں دیتے ہیں اوس سے زاید جو کچھ اس روضہ میں خرچ ہوا وہ خزانہ عامرہ شاہجہانی سے غالبا دیا گیا جہاں جواہرات وغیرہ کی بڑی کثرت تھی۔

تفصیلی کیفیت کاریگران وہندسان وچوبینہ ورقبہ وتعداد حوض وغیرہ وصاف وپارہای سنگ قیمتی متعلقہ روضہ منورہ تاج محل آگرہ

(۱) اسمای کاریگران وہندسان

نام	عہدہ	سکونت	تنخواہ
استاد عیسی خان	نقشہ نویس	آگرہ	الـــــ
ستار خان	خوشنویس	؍؍	الـــــ
محمد شریف	؍؍	سمرقند	الـــــ
امانت خان	طغرانویس	شیراز	الـــــ
محمد حنیف	کارفرمای معماران	قندہار	الـــــ
علی خان	خوشنویس	بغداد	صار

اسمٰعیل خان	گنبد ساز	لاعلم	حصار
موہن لال	پچیکار	قنوج	ماڑ
منوہر سنگھ	〃	لاہور	ماڑ
منو لال	〃	〃	سمانہ
کاظم خان	کلس ساز	〃	[illegible]
عطا محمد	سنگ تراش	بخارا	حصار
شاکر محمد	گل تراش	〃	اجمار
روشن خان	خوشنویس	شام	اجمار
قادر زمان	در ہر فن کامل	عرب	لاہور
عبدالغفار	خوشنویس	〃	سمار
وہاب خان	〃	ایران	سمار
محمد سجاد	معمار	ملتان	حافظ
ابوتراب خان	〃	〃	حصار
چرنجی لال	پچیکار	دہلی	لاہور
محمد یوسف خان	〃	〃	سمار
محمد صدیق	〃	〃	سمار
ابو یوسف	〃	〃	حصار
بشارت علی	〃	〃	سماعہ

عبداللہ	معمار	دہلی	۱۳۵۰
چھوٹے لال	پچیکار	ملتان	۱۳۵۱
جھومر لال	معمار	〃	〃
جمنا داس	پچیکار	〃	〃
بھگوان داس	〃	〃	〃
بلدیو داس	گلتراش	〃	〃
امیر علی	〃	〃	〃
منوہر داس	پچیکار	〃	〃
ہیرامن	〃	〃	〃
بنسی دھر	〃	〃	〃
جمنا داس	〃	〃	〃
جنتامن	〃	〃	〃
مادھورام	〃	〃	〃
شیوجی لال	〃	〃	〃

(۲) چوبلیئر

نام چوب	طول	عرض	ارتفاع	تعداد
سال	۱۵ درعہ	۴ درعہ	۷ درعہ	۵۰۳۴
شیشم	۷ درعہ	۱½ درعہ	۶½ درعہ	۱۰۰۷۷

نام چوب	طول	عرض	ارتفاع	تعداد
آنبوس	۱۴ درعہ	۵ درعہ	۳½ درعہ	۶۰۷۷۴
صندل	درعہ	درعہ	درعہ	۷۰۳۰
اگر	۷ درعہ	۲ درعہ	درعہ	۷۷
مختلف	۳۰ درعہ	۱۹ درعہ	۹ درعہ	۵۹۵۷۰۰۰

(۳) پارہای سنگ قیمتی معہ مقام برآمد

نام	مقام	تعداد	نام	مقام	تعداد
عقیق	بغداد	۵۴۰	غوری	کہماج	بیشمار
فیروزہ	تبت کلان	۶۷۰	تانبڑہ	دریای گنگ	۵۲
مونگہ	دریای شور	۱۴۲	یمنی	یمن	۲۳۰
لاجورد	لنکا	۲۴۲	غوری	متفرق	۵۹۹
سلیمانی	جنوب	۵۵۹	پارے زہر	نامعلوم	۴۹
لہسنیہ	دریای نیل	بیشمار	پتھنیہ	״	۴۵۹
یاقوت	نامعلوم	۶۹۸	خارا	دریاے چین	۶۷۷
طلائی	کوہ نامعلوم	بیشمار	بلور	غیر معلوم	۷۴
گوالیار	״	۱۰۰۰	سلیمانی	״	۸۹
موسلی	جھاڑی	۱۰۷۵	پارے زہر	کوہ کماؤن	۶۱۶
ٹیکھنی	بلخ	۸۷	عجوبہ	سورت	بیشمار

نام	مقام	تعداد	نام	مقام	تعداد
گوڈر	گوالیار	۱۶۰۰	ابری	جھاڑی	۹۴
ریگ	چنبل	۲۷	مرمر	جی پور	۹۲
زحام	مکرانہ	بیشمار	سماق	نامعلوم	۵۷۵
نخود	سیل گڈہ	۸۲	گھیٹہ	حسنمیر	۳۴۰
مقناطیس	گوالیار	۷۷	زحام	نامعلوم	۵۳۵
یاقوت	کوہ نامعلوم	۱۴۲	بانسی	کوہ نامعلوم	۳۱۴
ہیرا	نامعلوم	۶۲۵	ہیرا	〃	۳۵۰
فیروزہ	نامعلوم	۶۸۲	گلابی	〃	۷۶
سنگمہ	دریائے کلاں	۴۴	خذوار	〃	۹۵
مرداسید	غیر محقق	۵۰	یشب	کہاج	۵۴
سیپ	〃	لاکھہ	نیلم	غیر محقق	۷۴
بلور	حیدرآباد	۶۵	زمرد	〃	۴۲
سرخ	گوالیار	۶۴۹	ابری	گوالیار	۴۲۷
غار	کوہ غیر محقق	بیشمار	لاجورد	غیر محقق	۳۱۴
لہسنیہ	〃	۸۶	بادل	〃	۶۵
دہان فرنگ	〃	۶۱۴	نیلم (زرد)	〃	۹۳
یاقوت	〃	۸۳	طلائی	〃	۵۹
پکھراج	〃	۹۷	بعض پتھر دو تین جگہہ مقامات معلوم و غیر معلوم سے آئے		

تفصیل رقبه و تعداد حوض وغیره

خانه چوکی و عمارت خشته	۱۳
باغ روضه و دالان پیرامون حوض سنگ مرمر	۳۴
دروازه کلان معه شبستان و دروازه پیش و دروازه پچهم هر دو حوض و خواص پوره و هر دو باد گیر	۱۶
کل رقبه	۶۰
کرسی سنگ سرخ	۱
کرسی سنگ مرمر	۷
مینار ۴ عدد هر ایک	۴
طول حوض سنگ مرمر	۲۷
عرض حوض سنگ مرمر	۲۶
بلندی از روی زمین تا لب کلس	۷
فوارهای روبروی درگاه	۵
بلندی کلس کلان طلائی	۱۱
فوارهای اطراف حوض سنگ مرمر	۲۴
فوارهای اندرون حوض	۵ عدد
فوارهای اندرون دروازه کلان	۱۵ عدد
فوارهای اندرون حوض مسجد	۵ عدد
فوارهای جماعت خانه و اندرون حوض سنگ سرخ	۵ عدد

مصارف

ہر ملک سے انواع و اقسام کے پتھروں کے لانیکا خرچ ... روپیہ
باقی جو خزانہ عامرہ سائر صوبہ اکبرآباد سے دیا ... روپیہ
مسجد معہ صحن و حوض و چمن ... روپیہ
روضہ ممتاز محل خاص ... روپیہ
چہار مینار ممتاز محل و کرسی و چھکہ روضہ وغیرہ ... روپیہ
تعویذ ہائے سنگ رخام معہ چیکاری ملکہ ... روپیہ
تعویذ حضرت شاہجہان بادشاہ غازی ... روپیہ
ممتاز محل اکبر ثانی ارجمند بانو بیگم ... روپیہ
تعویذ ہای بالا اندرون گنبد کلان درمیان حجرہ ... روپیہ
بسر دانہ ... روپیہ
اندرون تہہ خانہ مرقد معہ تعویذ بادشاہ ... روپیہ
جفت دروازہ بیش معہ جواہرات و چیکاری حجرہ ... روپیہ
چوکھنڈی چتی خانم ... روپیہ
چوکھنڈی سر بفلک محل وغیرہ ... روپیہ
دیوار جانب شرق عقب چوکھنڈی اکبرآباد ... روپیہ
خواص پورہ جانب شرق ... روپیہ
خواص پورہ جانب مغرب ... روپیہ
خواص پورہ جانب شمال ... روپیہ
خواص پورہ متصل کٹرہ چوکھنڈی مذکور ... روپیہ
کٹرہ دوم ... روپیہ
گنبد بیچی اکمک عدد وزن ... من

(حسن)

بیت الحکمت اندلس

یعنی

اندلس کا طلسم گھر

آجکل اندلس کے نام سے (جس کا دوسرا نام اسپین* ہے) ہر شخص واقف ہے۔ اس ویران مگر سرسبز و شاداب جزیرہ مین وہ لوگ (یونانی) آباد ہوے جو عام طور پر علوم و فنون کے موجد سمجھے جاتے ہین !! جنھون نے اپنے ملک کی حفاظت کے لئے سینکڑون تدبیرین کین جنمین سے ایک بیت الحکمت ہے جو اسکی حفاظت کا ایک بڑا سبب سمجھا گیا — اہل یونان جو حکمت اور دانائی مین مشہور ہین سکندر کے عہد حکومت سے پہلے یہ لوگ بلاد مشرق مین رہتے تھے جب اہل فارس کا غلبہ ہوا تو مشرقی بلاد سے یونانی بیدخل ہو کر اندلس (اسپین) مین آباد ہوے — جزیرہ اندلس اس زمانہ مین ویران تھا کیونکہ طوفان نوح کے زمانہ سے یہ جزیرہ ایسا ویران ہو گیا کہ اُس سرزمین کو دیکھکر کسیکے دل مین یہ خیال بھی نہین گزرتا تھا کہ کبھی یہان آبادی ہوگی — اور یہ جزیرہ ابن یافث بن نوح علیہ السلام کا آباد کیا ہوا ہے جس سے اُسکی وجہ تسمیہ بھی

* اندلس یا اندلوسیہ اسپین کے حصہ جنوبی کا نام ہے نہ کہ تمام اسپین کا۔ اڈیٹر

† قدیم مورخین کا قول ہے کہ حکمت زمین کے تین حصون مین تقسیم کی گئی — یونانیون کے دماغون پر ہندیون کے ہاتھون پر — عرب کی زبان پر — کذا قال ابن خلکان —

ظاہر ہوتی ہے۔

اب ہم صرف **بیت الحکمت** کا حال لکھنا چاہتے ہین کہ وہ کیا تھا۔ اور کس غرض سے تعمیر کیا گیا تہا۔

ہمیشہ سے یونانیون کا خیال تہا کہ جنگ وجدال بفایدہ چیز ہے کیونکہ اسمین بجز اتلاف نفوس انسانی کے اور کوئی معتدبہ فایدہ متصور نہین۔ اسی خیال نے اُن کو جنگ وجدال سے باز رکھا۔ بلکہ زیادہ تر ان کی کوشش کا دار و مدار تحصیل علوم ایجاد فنون پر منحصر تہا۔ اور انہون نے اس شہر کی آراستگی اور زیب وزینت مین اپنی بے بہا اور قیمتی کوششون کو صرف کیا جس کیوجہ سے یہ شہر تمام ممالک مین آپ ہی اپنی نظیر بن گیا۔ بلکہ دنیا کے تمام شہرون کے مقابلہ مین اس شہر کو **عروس البلاد** یا **فردوس البلاد** کا خطاب یا ناحق بجانب حقدار سمجھا گیا۔ خصوصًا شہر طلیطلہ اپنی دلربا یا زیب وزینت کیوجہ سے یونان کا دارالسلطنت و دارالحکمت قرار پایا جو عین وسط جزیرہ مین واقع تھا۔

قدرتی طور پر اندلس آب وہوا اور پیداوار کے لحاظ سے تو بے نظیر ہی تھا مگر خوشنما خوشوضع اور دلچسپ عمارات کے ایسے اسباب نہ تھے جو اسکے حسن وجمال کو دوبالا کرتے۔

اس شہر کی خوبیون پر نظر کرنیکے بعد اندلسیون کو یہ بہت ہی سچا خیال پیدا ہوا کہ بربری اور عرب (جو اُن کے پڑوسی بہائی تھے) بالضرور ہمارے

شہر پر حملہ کرینگے — !! اسی خیال سے انہون نے اپنے شہر کی حفاظت کے واسطے متعدد اور مختلف وضع قطع کے طلسم گھر بنائے اخیر پر انہون نے جو طلسم گھر بنایا اس شہر کی حفاظت کیلئے اُن سب مین یہی ممتاز سمجھا گیا — اور جسکی وجہ سے غیر اقوام کو اس ملک پر فتح پانا دشوار بلکہ قریب محال کے ہو گیا۔ اندلس مین متعدد حکمران تھے اور اس جزیرہ مین جو شہر جانب مشرق تہا وہ فارس کے نام سے موسوم تہا فارس کے بادشاہ کی ایک حور وش پری جمال

!! چونکہ بربری وحشی اور زبردست تھے بے خوف وخطر اندلس مین آجایا کرتے تھے اندلسیونکی یہ مجال نہین کہ انکو روک سکتی اور بربریون سے یونانی ایسا ڈرتے تھے جیسے جنگل مین شیر سے بہیڑ بکری ڈرا کرتے ہین اور بربریون کے ظلم و زیادتی سے اُن کے دلون مین عداوت پیدا ہو گئی تھی آخر کو اُن دونون قومون مین عداوت اسقدر بڑہگئی کہ ایک قوم کے آدمی کو دوسرے قوم کے آدمی کی صورت دیکہنا ناگوار گذرنے لگا — مگر پہر بھی بربری اندلسیون کے محتاج تھے اسلئے کہ جزیرہ اندلس مین پیداوار بہت ہی اچھی ہوتی تھی جو اسجگہہ کے سوا بربریہ کو اور کہین نصیب نہین ہو سکتی تہی — غرضکہ قدرتی طور پر طرفین مین کچھہ ایسے اسباب پیدا ہو گئے تھے جس کے سبب سے ایک قوم دوسری قوم کی محتاج تہی —

کذا قال ابن خلکان —

لڑکی تھی جسکے حسن و جمال کا ملک اندلس مین جابجا چرچا تھا - اندلس کے ہر ایک حکمران کی یہ خواہش تھی کہ فارس کی شاہزادی سے مین ہی نکاح کرون چنانچہ اندلس کے تمام بادشاہون نے فارس کے حکمران کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ شاہزادی کو اپنے سے بیاہ دے - شاہ فارس ان حکمرانون سے کچھ ایسا عاجز اور دبا ہوا تھا کہ اُن مین سے کسیکی دلشکنی گوارا نہین کرسکتا تھا اور نہ صاف طور پر کسیکو انکاری جواب دیسکتا تھا اگر وہ ایک کو راضی رکھنا چاہتا تھا تو فوراً دوسری کی ناراضی کے خیال سے اسکو روک دیتا - آخر کو وہ بہت مجبور ہوا اور اپنی بیٹی کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور اس سے یہ بھی کہدیا کہ مین ان سب مین سے کسیکو ناراض نہین کرسکتا -

بادشاہ اور شاہزادی کا مکالمہ

شاہزادی ابا جان آپ بہت پریشان اور متفکر معلوم ہوتے ہین -

بادشاہ (شاہزادی کے سامنے چند خطوط ڈالکر) دیکھو میری متفکر ہونیکا تمام ذخیرہ اسی مین ہے -

شاہزادی (خطوط کو پڑھکر) ابا جان یہ بھی کوئی مشکل بات ہے آپ مطمین رہئے مین بہت ہی سہل تدبیر سے اُن سب کو سمجھا دونگی -

بادشاہ (شاہزادی سے) وہ کیا تدبیر ہے -

شاہزادی (اپنے باپ سے مخاطب ہوکر) آپ اُن سب کو یہ لکھ بھیجیے کہ

مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اُسیکی راے پر رکھا ہے وہ جسکو پسند کریگی اُس سے بیاہ دینے کا مین ذمہ دار ہون - جب وہ میرے پاس پیغام بھیجینگے تو مین چند شرطون پر اپنا نکاح قبول کرونگی جنکا ایفا اون سے دشوار ہوگا اور جو بادشاہ میری شرطین قبول کریگا مین اسی سے نکاح کرونگی -

بادشاہ وہ کیا شرطین ہین -

شاہزادی مین پہلی شرط یہ پیش کرونگی کہ جو بادشاہ عالم اور حکیم ہوگا وہی میرے ساتھ نکاح کرنیکا مستحق ہوگا - اور حسب موقع اور شرایط بھی زیادہ کرتی رہونگی -

اس تدبیر سے بادشاہ بہت ہی خوش ہوا اور اُن سلاطین کو اس مضمون کے خط لکھہ بھیجے کہ مین اس مقدمہ مین تمکو کچھہ جواب نہین دیسکتا کیونکہ مین نے شاہزادی کو اس امر کا اختیار دیدیا ہے وہ جسکو پسند کریگی اُس سے نکاح کردیا جائیگا - اور تم بلا وساطت غیری براہ راست شاہزادی سے درخواست کرو -

جب تمام سلاطین اندلس اس امر سے مطلع ہوے تو انہون نے براہ راست شاہزادی کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا -

شاہزادی نے اُن سب کو یہ لکھہ بھیجا کہ مین اُس بادشاہ سے نکاح کرونگی جو عالم اور حکیم ہو -

جب سب بادشاہون نے نامہ پڑہا تو وہ بادشاہ جو محض بے علم تھے

خود ہی خاموش ہو گئے لیکن ان سب مین دو بادشاہ بڑے فاضل اور حکیم تھے - انہون نے فرداً فرداً شاہزادی کو لکھہ بھیجا کہ مین حکیم ہون - ان دونون کی درخواست سے بادشاہ پھر متفکر ہوا —

شاہزادی اباجان آپ پھر متفکر معلوم ہوتے ہین —

بادشاہ (شاہزادی کے سامنے اُن دونون خط ڈالکر) یہی سبب ہے -

شاہزادی یہ بھی کوئی مشکل بات نہین ہے آپ بالکل مطمین رہین مین جواب لکھہ بھیجتی ہون —

بادشاہ (شاہزادی سے) وہ کونسی صورت ہے جو میری فکر کو دور کرے -

شاہزادی مین اُن سے اب یہ درخواست کرتی ہون کہ وہ ہمارے ملک کی حفاظت کے لئے دو طلسم گھر بنا دین اور جو کوئی پہلے بنا دیگا وہی مستحق نکاح ہو گا -

اس تدبیر سے بادشاہ خوش ہوا - پھر شاہزادی نے ان دونون کو جواب لکھہ بھیجا —

ایک کو تو یہ لکھا کہ آپ مجھکو ایک طلسمی بین بکی فلان جنگل مین بنا دیجئے اور وہ ہمیشہ آب شیرین کی نہر کے ذریعہ سے بغیر کسی خرچ و امداد آلہ کے چلا کرے —

اور دوسرے کو یہ لکھہ بھیجا کہ مین جس شہر مین ہون وہ شہر بری ظالمون کی دست درازی سے محفوظ نہین ہے - آپ ہمارے ملک کی

حفاظت کے لئے ایک ایسا طلسم گھر بنا دیجئے کہ ہم ہمیشہ آرام و عافیت سے ظالم بربریون کے ظلم سے بے خوف بسر کر سکین —
اور یہ بھی شرط ہے کہ جو کوئی پہلے اپنا کام پورا کریگا وہی میرے ساتھ نکاح کرنیکا مستحق ہوگا —

اُن دونون نے اس اخیر شرط کو بھی بسر و چشم قبول کرکے کام شروع کر دیا جس پادشاہ نے پن چکی بنانیکا اقرار کیا تھا کاریگرون کو جمع کرکے کام شروع کروا دیا — اور سیکڑون سنگتراش انجنیر کی ہدایت کے مطابق پتھرون کے کاٹنے اور تراشنے مین مشغول ہوی اور ایک کہارے دریا کے کنارہ پر مقام مرقاق اور سینہ کے درمیان پن چکی کی بنیاد ڈالی گئی[1] اور ساتھ ہی کاریگرون نے پتھر جمانا شروع کیا اور پتھرون کی سانڈین ملانے مین اُنہون نے اپنی صناعی کا اعلی نمونہ دکھا دیا — آب شیرین کی نہر بھی بہت جلد تیار کر دیگئی — جو اس چکی کے لئے ایک خورد انجن کا کام دیسکتی تھی — چنانچہ آجتک مقام مرقاق اور سینہ اور جزیرہ خضراء مین اوسکے ٹوٹے پھوٹے نشان باقی ہین !!
جس پادشاہ نے طلسم گھر بنانیکا وعدہ کیا تھا اوسنے بھی اپنا کام شروع کر دیا —

!! — بعض مورخین یہ کہتے ہین کہ ٹوٹے پھوٹے نشان اُس پل کے آثار ہین جو سکندر نے سینہ سے جزیرہ تک عبور کرنیکے لئے بنایا تھا — کذا قال ابن خلکان — منہ

لیکن اسکی تعمیر مین بہ نسبت بن چکی کی تعمیر کے کسیقدر زیادہ مدت صرف ہوئی اسلئے کہ اس بادشاہ نے طلسم گہر کو جس وضع پر بنانا چاہا تہا اسکی رصدگاہ بنانے سے بہت دیر لگی - مگر پھر بہی وہ اسکی تعمیر مین رات دن مصروف رہا - اس نے ساحل بحر پر ایک بالو کے میدان مین مربع بنیاد کا رنگ ڈالکر پہر کھود وانا شروع کیا اسکی تعمیر سے سفید رنگ کا پتھر لگایا گیا - اس رصدگاہ کا حصہ پائین زمین مین اسیقدر تہا جسقدر اس کا حصہ سطح زمین سے سطح ہوا تک بلند تہا - اس طلسم گہر مین علاوہ اور طلسمی چیزون کے جو ایک صندوق ودیعت رکہی گئی تہی طلسم گہر کی سطح پر ایک بربری آدمی کی برنجی مورت جسکا طول تقریبًا ساڑھے پانسو ذراع تہا نصب کیگئی تہی اس مورت کے اوپر کے حصہ کا قطر قریب ایک ذراع کے تہا - اس مورت کے دیکھنے کا گیرون کی اعلی درجہ کی صناعی ظاہر ہوتی تہی - اس مورت کے سر کے بال جو یا ون تک لٹکے ہوے تھے وہ نیچے اگر ایک چادر کی صورت معلوم ہوتے تھے - یہ پتلا طلسم گہر کے اوپر کی سطح پر کہڑا ہوا ہمیشہ ایک بگل کے ذریعہ سے سیٹی بجایا کرتا تہا اور اسکے ہاتہہ مین ایک کنجی بہی دیدیگئی تہی وہ اپنی اس انگلی سے جسمین کنجی تہی دریا کیطرف یہ اشارہ کرتا ہوا معلوم ہوتا تہا کہ کوئی اُدہر آنیکا قصد نکرے " علاوہ اسکے اس طلسم گہر مین عجیب عجیب کرشمے تھے جو مختلف مورتون کی کلون کے پیرایہ مین جلوہ گر تھے اور اسمین یہ بہی ایک عجیب و غریب کرشمہ تہا کہ جب کبہی اُدہر اتفاقًا بربریون کا جہاز آجاتا تہا تو اس مورت کے ہاتہہ سے کنجی گر پڑتی تہی -

بن پکا اور طلسم گہر بنانیوالے دانشمند ہر ایک حکیم کی یہ خواہش تھی کہ
مین ہی پہلے اپنا وعدہ وفا کرون تاکہ شاہزادی کے ساتھ نکاح کرنیکا
مستحق ہوجاؤن کیونکہ اخیر شرط جسپر ہر ایک کی کامیابی منحصر ہوگی یہی
تھی کہ دونون مین سے جو کوئی پہلے اپنا وعدہ پورا کریگا اسیکو نکاح کا اختیار
حاصل ہوگا - بن چکی بنانیوالا حکیم بہت جلدی کے ساتھ اپنا کام پورا کرنیکی
مگر قدرتی طور پر یہ بات منظور تھی کہ دونون طلسم تیار ہوجائین اسیواسطے
ایک دوسرے کے کام کے اختتام سے خبر ہونے پائی - جس روز بن چکی
بنانیوالا اپنے کام سے فارغ ہوا تو اسنے شہر مین منادی کرادی کہ اب
صرف نہر مین پانی دوڑانا باقی رہگیا ہے - اور بن چکی چلائی جائیگی دن
بھی معین کرکے اشتہار دیدیا کہ فلان روز بن چکی چلیگی - جب اسنے بن چکی چلادیا
تو اسوقت طلسم گہر والے کو خبر ہوی کہ حریف مقابل بازی جیت گیا اسوقت
وہ مورت پر صیقل کر رہا تھا جو طلسم گہر کے اونچی سطح پر بنائی گئی تھی وہ حال
دیکھکر مایوس ہوگیا اور فوراً چھت سے گر کر مرگیا - اور شرط کا میدان
بن چکی بنانیوالے کے ہاتھ رہا اور شاہزادی سے نکاح کیا -

اہل اندلس نے کچھہ ان دو طلسمات ہی کے بنانے سے بلکہ کی حفاظت نہین
کی تھی بلکہ انہون نے اس سے پہلے اسی خیال سے بہت کچھہ کرچکے تھے
مگر اخیر کے یہ دو طلسم حفاظت کے لئے بہت عمدہ ثابت ہوے - طلسمات کا
ذخیرہ سنگ رخام کے ایک تابوت (صندوق) مین رکھہ کر مقفل کردیا گیا تھا

اور اس تابوت مین ایک وصیت نامہ بھی رکھدیا گیا تھا جسکے الفاظ یہ تھے ۔
"اس ملک مین جو نیا بادشاہ تخت نشین ہو اسکے فرایض منصبی مین سے
پہلا فرض یہ ہے کہ اس طلسم گہر کے دروازہ پر اپنے ہاتھ سے رسوم مقررہ
ادا کرکے قفل ڈالے" اور طلسم گہر کے دروازہ پر جلی قلم سے یہ لکھا ہوا تھا
کہ "اسکو ہرگز نکھولو" قرنون تک اسی وصیت کے موافق عملدرآمد
رہا جب اندلس کے زوال اور عربون کی ترقی کا زمانہ آیا تو اس زمانہ مین
اندلس کا ستائیسوان بادشاہ لزریق تخت نشین تہا لزریق تخت نشین
ہوتے ہی اپنے وزیرون مدبرون اور مصاحبون سے یہ کہا کہ بیت العنکبوت
کے کہولنے کے لئے میرا دل بیچین ہو رہا ہے ۔ شاید کہ اسمین کوئی نادر چیز
یا بے انتہا خزانہ یا بے بہا جواہرات ودیعت رکہی گئی ہون ۔ یا محض دہوکہ
بازی کا دام ہو اسمین تمہاری کیا راے ہے ۔ سب وزیرون اور مدبرون
یا درباریون نے عرض کیا جہان پناہ یہ طلسم گہر بے سود تو نہین بنایا گیا ہے مگر اسکے
کہولنے مین بجز ضرر کے کوئی فایدہ متصور نہین ۔ چنانچہ طلسم گہر کے دروازہ
پر تاکیدی الفاظ مین اسکے کہولنے کی ممانعت ہے ۔ ہماری یہ غرض ہے کہ
جسطرح سلاطین ماضیہ نے اسکے کہولنے کا اقدام نکرکے بلکہ اسکی حفاظت کی غرض
سے اپنی اپنی تخت نشینی کے وقت اپنے ہاتہہ سے ایک ایک قفل ڈالا ہے
چنانچہ اب تک چھبیس ۲۶ قفل پڑ چکے ہین ہماری راے مین بہی آپ کا پہلا فرض
منصبی یہی ہے کہ آپ بھی اس وصیت پر عمل کرین اور حسب دستور قدیم قفل ڈالنے

کی رسوائی کے لئے جو جو سامان درکار ہی وہ موجود ہین - چونکہ لزریق ایک خود رائے خود پسند - جابر اور رعب دار بادشاہ تھا ان کی رائے سے اختلاف کرکے یہہ کہا کہ تم بیوقوف ہو اسکے نہ کھولنے مین کیا فایدہ ہی اور کھولنے مین کیا نقصان ہے اگر اس مین کوئی صریح فایدہ یا نقصان ہی تو بتلاؤ یہ تو صرف ایک سنی سنائی بات ہے اور اسکے کھولنے مین جو ضرر عاید ہوگا تمہارے پاس اسکی کوئی دلیل بھی ہے - بغیر کھولے میرے دل کو تسکین نہ ہوگی وزیرون نے کہا جہان پناہ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ اسمین بے انتہا خزانہ یا قیمتی جواہرات ہین تو آپ اپنے دل مین ایک اندازہ کر لیجئے ہم اسکے برابر سونا چاندی حضور مین گذرانتے ہین - لزریق نے کہا تم تو لکیر کے فقیر ہو کیا عقلمند آدمی سنی سنائی بات پر یقین کر لیگا کبھی نہین - ممکن ہے کہ اسکے کھولنے مین ہر طرح سے فائدہ حاصل ہو یا تو بے انتہا خزانہ ملیگا یا کوئی نصیحت کی بات معلوم ہوگی جسپر عمل کرنے سے مفید نتایج پیدا ہون - جابر بادشاہ کے اس مستقل مگر بے سود ارادہ کو دیکھہ کر سبھون کو طوعاً و کرہاً اتفاق ہی کرنا پڑا -

غرضکہ لزریق معہ امیر - وزیر - اور پیر بادری کے طلسم گہر کو گیا اور قفل کھولنے کا حکم دیا اسکے حکم کے موافق سب قفل کھولے گئے دروازہ کھولنے کے لئے بہت زور خرچ کیا گیا مگر ہرگز نہ کھلا - امیرون وزیرون نے عرض کیا جہان پناہ سب قفل تو کھل گئے اگرچہ بہت زور مارا جاتا ہی لیکن دروازہ نہین کھلتا - بادشاہ نے کہا یہ کیا بات ہے دروازہ کیون نہین کھلتا چلو مین

کھولتا ہون - جب بادشاہ نے زور کیا تو ایک حسرت انگیز دردناک آواز کے ساتھ دروازہ کھلگیا - طلسم گہر کا یہ بہی ایک کرشمہ تہا جو صرف بادشاہ کے کھولنے پر منحصر تھا -

پہر بادشاہ خود بہی سب سے پہلے برج مین داخل ہوا اور تمام ارکین بہی اسکے پیچہے پیچہے برج مین داخل ہونے لگے - برج کے اندر ایک دالان نہایت خوبصورت خوش قطع بنا ہوا تھا اور وہان مختلف خورد کلین بہی موجود تہین جو اپنی اپنی وضع پر گہوم رہی تہین جنکے دیکہنے سے سب کے دلون پر ایک خوف کی حالت طاری ہوگئی - پہر زریق اس کمرہ سے ایک اور کمرہ مین داخل ہوا جو بہت خوبصورت و آراستہ تہا اور اس کمرہ کی دیوارون مین جابجا موتی اور جواہرات بہی تھے - اور اس کمرہ مین ایک مائدہ (میز یا خوان) جو سونے اور چاندی سے بنایا گیا تہا رکھا ہوا تہا اور اسپر ایک جڑاؤ کا صندوق بہی رکھا ہوا تہا - میز پر یہ الفاظ تھے - "یہ مائدہ سلیمان بن داود علیہ السلام کا ہے" صندوقچہ پر اسکی کنجی لگی ہوئی تہی جب صندوقچہ کہولا گیا تو اسکے گوشون مین عربی سوارون کی رنگی مورتین تہین جنکے سرون پر سفید عمامے اور عربی گہوڑون پر سوار - ہاتہون مین تیر و کمان - کمرون مین تلوارین اور بازؤن سے بہالے لگے ہوے تھے اور اسمین ایک سفید ریشمی کپڑا جو تہ کیا ہوا رکہا تہا برآمد ہوا - یہہ دیکہہ کر زریق نے نہایت استعجاب سے اپنے وزیرون اور پیرو پادریون کیطرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کیا انہین بے حقیقت

اور کم قیمت چیزان کے لئے اتنا اہتمام تھا اسمین تو نہ کوئی قیمتی جواہرات اور بے انتہا خزانہ ہے اور نہ کوئی نصیحت کی بات اسمین لکھی ہوی ہے یہ تو صرف ایک دھوکہ بازی اور بیوقوفی کا کام معلوم ہوتا ہے" وزیر دانا دربیر یا درین نے عرض کیا "جہان پناہ اس کپڑے کو تو کھولئے شاید اسی مین کوئی راز ہو" اُن سب کے کہنے سے لزریق نے اس ریشمی پارچہ کو جو تہ تھا کھولا اسمین چند عربی سوارون کی تصویرین تھین اور کچھ عبارت بھی لکھی ہوئی تھی۔ لزریق نے حکم دیا کہ وہ عبارت پڑھکر سنائین۔ مترجم نے اس کا ترجمہ سنایا جسکا یہ مضمون تھا۔ "جس وقت یہ طلسم گھر اور تابوت (صندوقچہ) کھولا جائیگا اس سے نہایت ہی عجیب و غریب کرشمے ظاہر ہونگے اور جسطرح پر اسکے کرشمے ہونگے اسیکے مطابق اور اسیوقت سے اس ملک مین خرابیان پیدا ہونگی اور جو بادشاہ کھولیگا اسکی سلطنت معرض زوال مین پڑ جائیگی اور اس ملک پر وہی لوگ قابض اور متصرف ہونگے جنکی صورتین انہین تصویرون اور سکون کی سی ہونگی اور وہی لوگ اس بادشاہ کو تخت پر قتل کرینگے۔ اندلسی ہرگز اُن کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکینگے۔

سب لوگ یہ دیکھ ہی رہے تھے کہ یکایک وہ کپڑا پھیلنے لگا اور صورتین حرکت کرنے لگین ایک آن مین میدان جنگ برپا ہوگیا اور تصویرین لزریق پر حملہ بھی کرنے کو دوڑنے لگین اس خوفناک طلسمی سی لزریق کے ہوش اڑ گئی اور گھبرا کر کہنے لگا ارے مجھے سنبھالو دشمنون نے مجھے گھوڑے سے گرادیا اور میری چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ ارے دوڑو دوڑو

میری مدد کرو اور مجھے بچا لو —

تھوڑی دیر کے بعد نہ وہ تصویریں نظر آئیں اور نہ وہ کپڑا دکھائی دیا جو کچھ تھا وہ خالی مکان تھا غرضکہ لزریق کانپتا اپنے دولتسرا کو پہونچا۔ چند مہینے نہیں گذرنے پائے تھے کہ مسلمانون نے ماہ رجب ۹۲ھ مین اس ملک پر چڑھائی کی اور اس ملک کو فتح کیا۔ طلسم گھر کے کھولتے وقت بادشاہ پر جو جو حالات گذرے تھے اس جنگ مین بھی وہی واقعات پیش آئے اور بہادران اسلام نے لزریق کو تخت سے گرایا اور طارق بن زیاد (فاتح اندلس) نے لزریق پر حملہ کیا چنانچہ اسوقت لزریق نے اپنے لوگون سے کہا ہے یہ وہی واقعات ہین جو طلسم گھر مین مجھ پر گذرے تھے اور پھر طارق بن زیاد اسکے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور اس کا سر کاٹ کر فوج مین پھینک دیا —

راقم

سید جلال

انسانی طرز معاشرت پر قدرت کا اثر

زمانہ کے انقلابات نے یہ بات ثابت کردی کہ انسانی طرز معاشرت کوکسی وقت مین کیسا ہی طبایع پسند کیون نہ واقع ہوا ہو نئے خیالات کی تراش خراش سے کبھی بری نہین اور نہ آیندہ ہوسکتا ہی - اگر اس سبجکٹ پر غور کرکے سرسری نظر ڈالیے تو پرانے کارنامہ جو ابتک تاریخی دنیا مین زندہ پائے جاتے ہین اس امر کے صحیح ہونیکی کافی دلیل پیش کرینگے کیونکہ قدرتکی غیر محدود قوت کچھ ایسی جدت پسند واقع ہوی ہے کہ جسکے ہر نئی صنعت اپنے لئے انسانی نظر مین کوئی نظیر نہین رکھتی پھر ایسی حالت مین زمانہ کے مطابق طبیعتونکا نئے روش اختیار کرنا کچھ انسانی فعل نہین ہے کہ جسکے لئے رویا جاے بلکہ یہ سب امور کسی ایسے زبردست قوت سے وابستہ کردئے گئی ہین کہ جو سب طبیعتونپر اپنے احکاما تکا پورا عمل درآمد رکھتی ہے - اسکے رفار مزاور اونکا طبیعتونپر قابو کیا کوئی معمولی قاعدہ ہی کہ جسکے روک دنیا دی ہاتھونمین دیدیگئی ہو - نہین نہین - یہ وہ خیالات ہین کہ جنکا مجتمع ہوکر ظہور مین آنا یقینی مانا جاتا ہے مگر صرف اسقدر وقت کے ساتھہ کہ کسی مین لنکے قبول کرنیکا مادہ کم رکھا گیا ہے اور کسی مین زیادہ - وہ بھی اسوجہ سے کہ قانون قدرت کی قدر کچھہ وہی لوگ خوب کرسکتے ہین کہ جنکے سینہ علمی معلومات دنیا دی نشیب و فراز اور زمانہ کی تبدیلیون کے اثر سے معمور کردیگئے ہون قدرت کے چھوٹی سے چھوٹی بھی صنعت اونکو اس کہنے پر مجبور کرتی ہی -

سے ۵ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ؛ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

پیارے ناظرین ! مین خیال کرتا ہون کہ آپ میری اس سجگت کی ہنگ سے

"طرز معاشرت پر قدرت کا اثر" کہ جنکا ظاہری تعلق انسانی سویلزیشن (تہذیب)

پر منحصر نہین کیا گیا ہے کسیقدر گہرا ئین گے مگر چونکہ ہیومن لائیف (انسانی زندگی)

سے نیچر کا ایک بہت بڑا حصہ متعلق ہے اسلیئے شاید میرا بیان کچھ بیموقعہ سمجھا جائے

آمدم برسر مطلب -

انسانی طرز معاشرت دنیا مین ایسے قاعدہ کا نام ہے کہ جسپر عموماً ذوی العقول

اپنی زندگی کے آسایشون کا دارومدار رکھتے ہین - اونکی صحت جسمانی قوت اور

دماغی حالت بالکل اسی پر موقوف ہے اگر ترقی کے ساتھ اوسمین تبدیلیان

ہوئین تو کہا جاسکتا ہے کہ اوس قوم نے بلحاظ عقلی قوت اور دنیاوی تجربات کے

ایک نمایان امپرومنٹ (ترقی) کی اور اگر اسکے خلاف ظہور مین آیا تو

سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ قوم زوال کیجالتمین ہے -

اس مقام پر اون دو اصولون کے ثابت کرنیکے لئے یہ ضرور ہے کہ نیچر کا کام

بھی ساتھ ہی ساتھ دکھلایا جائے تاکہ معلوم ہو کہ انکا کونسا حصہ ان دو قوموں کے اولٹ

پہیر مین صرف ہوا - اب دیکھنا چاہئے کہ اوس قوم نے جو ترقی کی زینہ پر چڑھ

رہی ہے اور جسکا طرز معاشرت اعلی درجہ کا ہے کونسا ایسا ذریعہ اپنے تجربات کا

قایم کیا ہے - کہ جو بلحاظ زمانہ کے اسکے واسطے ہر طور پر مفید ہے - ایک ہوشیار

مین سمجھ یہ معلوم ہو جائیگا کہ عمدہ ذریعہ اوسکے دنیاوی ترقی کا مختلف علوم ہوئے ہین

کہ جنکو عملی طور پر وہ اپنی زندگی مین ثابت کر رہی ہے - کیا اوسکے پرنکیل لائف
اس امر کی کافی دلیل نہین ہے کہ اوسنے نیچر کا اپنی علمی تجربات سے ایک عمدہ سبق
حاصل کیا اور وہی سبق انکے لئے سرمایہ ناز ہوا - جیالوجی (علم طبقات الارض) کے
دلپسند معلومات بوٹینے (علم نباتات) کے روح افزا تجربہ کیا ایسی نہین ہین کہ اوسکے
موجودہ زندگی کو اوس قابل قدر روشنی مین رکھین کہ جس سے نیچر کی کرنین پھوٹ
نکلی ہین - میرے خیال مین ان سوالات کے جواب وہی ہونگے کہ جیسی قدرت
کی خوشبو صاف طور پر پائی جاے پھر ایسی حالتین نیچر کا بین اثر ہو من سویلزیشن
(انسانی تہذیب) پر محتاج بیان نہین - ظاہر ہے کہ قدرتکا دلچسپ نظر اوسکے
دماغی قوت کیلئے کسقدر مفید ہوگا اور کسدرجہ زور کے ساتھہ اوسکو ترغیب دیگا
کہ وہ اپنی علمی معلومات کو کہ جنکے لئے نیچر کے تجربات بھی لازمی ہین وسعت دے
اس خیال کے ساتھہ ہی اوسکے طرز معاشرت والے تبدیلیان ایسی ہونگے کہ جنکا
گہرا اثر دلپر نہ پڑے اور اثر پذیر طبایع کے لئے ایک عمدہ نتیجہ اوسکے آیندہ زندگی
مین نہ ظاہر کرے - لیکن اس جگہہ پر یہ بات خیال کرنیکے لائق ہے کہ جبکہ انسانی
طبیعتو نیر قدرت نے بہت تھوڑے فرق کے ساتھہ اپنے بیش بہا صفت سے
اس قسم کی جلا دیدی ہے کہ جس سے وہ ہر حالت اور ہر زمانہ کے مطابق اپنے
سے عمدہ سامان بہم پہونچا سکین تو کیا وجہہ ہے کہ دنیا کی قومین یکے بعد دیگرے
عمدہ ترقی نہین کرتین - اس شک کے رفع کرنیکے لئے اگرچہ انسانی عقل ایک حد
درجہ تک کام نہین دیسکتے تاہم مین خیال کرتا ہون کہ جو کچھہ اس خصوص مین

لکھا جائیگا وہ شاید اوس دوسری زیر بحث قوم کے خرابی کے اسباب کا بھی جواب ہو سکے۔

مسٹر ایڈیٹر مینے بحیثیت ایک سچی اسلامی عقیدتمند کے پیشتر ہی عرض کر دیا ہے کہ نظام عالم بالکل ایک ایسے زبردست قوت سے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ جسکو ہملوگ اپنی اصطلاح مین قضا و قدر بولتے ہین پھر اون معاملات کے تہ کو پہونچکر ایک استحکامی وجہ قایم کرنا کہ جسپر کسی قسم کا اعتراض نہ عاید ہو سکے مین نہین کہہ سکتا کہ ایک محدود عقل والے سے انجام کو پہونچے —

مین جہانتک سمجھتا ہون یہ بات مسلم ہے کہ قدرت اپنے نعمتون کی تقسیم کرنے مین کبھی غیر منصف نہین مگر اون نعمتونکا زائل کرنا اور اون سے فائدہ نہ اوٹھانا یہ حضرت انسان کا کام ہے کہ جو سلف سے ابتک کرتے آئے — ہر بات مین اسقدر افراط و تفریط کے کہ جادۂ اعتدال سے کوسون دور ہو گئے پھر اوس حالتین جسقدر محکوس ترقیان ہوتی گئین یہ لازمی اور لابدی تہین — ہر قوم اور ہر ملت کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ دنیا آئے دنکی تبدیلیونکا کہاں بنا یگی جسمین اچھی اور بری دونون مضامین موجود ہین — یہ کسی طور پر نہین کہا جا سکتا کہ زمانہ موجودہی ہر قسم کی تہذیب اور ترقی کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے نہین نہین — ہمارے متقدمین کہ جنکے لئے دنیا ہر سو ناز رہیگی ایسے ایسے کارنمایان کر گئے ہین کہ جنکی نظیر ابتک نہین — مصر کی اگلی حالت — ہندوستانکا پچھلا علمی چرچا — یونان کے قابل قدر حکیمانہ خیالات اور تجربہ ایسے نہین ہین کہ جنکو زمانہ اپنے صدیون کی گردش مین بھلا سکے — یہ کیا تھا؟ صرف بچہ کا ایک

ادنی کرشمہ تہا کہ جسکو اوسنے یہ نگر دکہلا دیا کہ ترقی اسطرح کرو - تہذیب ایسی سیکھو دماغی قوت یون بڑہاؤ - اگر ہمنے اون قدرتسے اختراع کی ہوئی باتون کے پیرو ہمین کمر ہمت مضبوط باندہے تو ہم وہی کر دکہائینگے کہ جو ایک تعلیم یافتہ قوم کرتی ہی اور اگر ہمنے اوسمین دو چار شئین بجای خود قائم کرکے کوئی نقص نکالا تو ہمارا وہی حال ہوگا کہ جسنے ہزارون قومون کو تباہ و برباد کر دیا -

ہمارا یہ کام ہے کہ ہم اچہی اور بری باتونکی تمیز کرین یا اُن دونون کی جانچ کرکے ایک تیسری بات بطور نتیجہ کے اپنے سی پیدا کرین اوسوقت ہمارا کانشنس اونکی حالت کا موازنہ کرکے بتلا دیگا کہ یہ اوس زندگی کے لئے مفید ہے یا غیر مفید ہونیکی صورت مین کوئی دلیل یہ نہین کہہ سکتا کہ تمنے ایسا کیون کیا - اسواسطے کہ جس مہذب قوم کی تاریخی واقعات پر وہ نظر دوڑائیگا اوسے معلوم ہوگا کہ دنیا مین قومین برابر ایک دوسرے سے فایدہ اوٹھاتے چلی آئی ہین اور اونہین تجربون سے ایک نہ ایک ایجاد ایسی کی ہے کہ جس سے اونکی آیندہ نسلونے عمدہ سبق حاصل کیا -

انسان کہ جسکو خدا نے اشرف المخلوقات کے لقب سے اعزاز بخشا قدرتی طور پر ایک ایسی عقلی زیور سے آراستہ کیا گیا ہو کہ جسکی پاک روشنی مین وہ اون چیزون کو بخوبی امتیاز مین لاسکے کہ جو اوسکی آسایش اور آرام کے لئے بنائے گئی ہین اگر اوسکی عقلی روشنی علمی جوہر سے زیادہ صاف نہین کیگئی ہے تو ممکن ہے کہ نفع کے بجائے مین نقصان اوٹھاے کہ جو اوسکی ذات ہی تک محدود نہو بلکہ اپنا زہریلا اثر دور تک پہیلاے - اسلئے ضرور ہے کہ ہم جس کام کو اوٹھائین تو اوسپر پیشتر

یہ غور کرلین کہ آیا ہم اسمین کامیاب ہوسکتے ہین یا نہین اور ہم مین اس قسم کا مادہ بھی پیدا کر دیا گیا ہے یا نہین - یہ قدرتکا ایک ایسا اصول موضوعہ ہے کہ جسپر اگر ہم تبدیج عمل کرین تو ممکن نہین کہ ہمارے ترقیکا ستارہ اوسی اوج پر نہ آجاے کہ جسپر ہم اور قومونکو دیکھہ رہے ہین اور اگر ہم اپنے ناعاقبت اندیشی سے اوسکو خیال مین نہین لاتے تو جان لینا چاہئے کہ ہم ایسے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین کہ جسکی بدنما رنگت ہمارے لئے ادبار کا جامہ ہوتی جاتی ہے ایسی حالت کا پہلا کام یہ ہے کہ انسانی عقل کو سلب کرلے اوسکے بعد ہماری دیوانگی جو جو ناچ نچائیگی وہ ہماری لئے لازمی ہین کیونکہ ہم قدرتکا عطیہ موٹے کھوٹے دامون بیچ بیٹھے -

اب ہم خدا کی دی ہوی نعمتون کی بیقدری کرینگے اوسمین نقص نکالینگے اوسکی اصراف مین بیدریغ ہونگے - ہمارا اس تحریر پر عمل ہوگا -

ابتو آرام سے گذرتی ہے ؛ عاقبت کی خبر خدا جانے

معزز ایڈیٹر اجس تباہ شدہ قوم کی تاریخی حالات آپ غور سے دیکھینگے یہ امر آپ پر مخفی نہین رہیگا کہ کونسی باتین اوسکے خرابی کا ذریعہ ہوئین - اور کونسی اوسکا ستارہ اقبال غروب ہوگیا - اون باتونمین مین کہہ سکتا ہون کہ مذکورہ بالا اسباب آپ اوسکی خرابی کے ضرور پائینگے -

ہمارا یہ سوال کہ ایسا کیون ہوا ؟ بجز اسکے کوئی جواب نہین رکھتا کہ ہم قدرتی طور پر اپنے جرایم کے عوض مین سزایاب ہوئے مگر اوسپر بھی ہمارے ساتھ یہ کیا کم رعایت ہے کہ ہم سے ترقی کرنیکا مادہ مفقود نہین کر دیا گیا -

ہماری اصلی حالت پھر عود کر آسکتی ہے اگر ہم عقل اور غور سے ہر بات مین کام لیتے اور سوقت زمانہ کے مطابق ہماری زندگی پر ایک عمدہ اثر پڑیگا کہ جسکی وجہ سے ہم اپنی حالت سنبھالنے پر رفتہ رفتہ خود قابض ہوتے جائینگے ۔

میرے خیال مین اگر اس بحث کے متعلق کچھ اسلامی حالت کا تذکرہ کیا جائے تو شاید ضرور دلچسپ ہوگا مگر ہمارے لئے اسکی ضرورت نہین ہے کہ ہم ثبوت کا ہی فوٹو کھینچین جبکہ اسلام نے عرب کے گود مین پرورش پاکر نشو ونما حاصل کی کیونکہ اسکے لئے تاریخی صفحات کا جزو وافی نہین ۔

ہمکو صرف اسقدر دکھلانا منظور ہے کہ اسلامی ترقی کا آفتاب کسوقت اپنی مکمل روشنی سے اہل علم کے نظرونکو خیرہ کرتا تھا ۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ دولت عباسیہ نے اپنے وسیع تجربات کے چشمہ فیض عام کے لئے کھول دیئے تھے ۔ اور کوئی متنفس ایسا نہ تھا کہ جو اوس سے سیراب ہوکر نہ پھرا ہو ۔

افسوس ہے کہ یہ فخر خاصتاً مامون الرشید ہی کی سلطنت کو حاصل رہا ۔ بعد اوسکے زوال کے ایسی گھڑی آئی کہ پھر اسلام نہ سنبھلنے پایا ۔ اگر اوسکا وہ زمانہ خیال مین لایا جاے تو معًا یہ بات ذہن مین آجائیگی کہ اسلام کے بچپن اور شباب مین کتنا صریحی فرق ہوگیا تھا ۔ کہ جسکا ہونا باعتبار اوس زمانہ کے قدرتی طور پر ضروری تھا ۔

یہ مثال ایسی نہین ہے کہ جس سے ہم اون ترقیون کو جو انسانی زندگی مین بلحاظ اخلاق تعلیم اور طرز معاشرت وغیرہ وغیرہ کے ہوین نہ دیکھ سکین اور یہ نہ کہہ سکین

کہ زمانہ طبیعتوں کو اپنے ڈھنگ پر لگا لیتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو سلف سے اب تک یہی ہوتا آیا کہ ایک نے ایجاد کی تو دوسرے نے سیکھا اور غالباً یہی طریقہ ہمیشہ جاری رہے۔ وہ قومیں کہ جو ادوار کے دام میں اپنے مقدرات کے مطابق ایک وقت معینہ تک پھنسی رہینگی وہ اسکو برا کہتی ہیں۔ اور اون لوگوں کو برا سمجھتی ہیں کہ جو اون اوضاع کو برتتا ہے ہیں ایک معنی کرکے ایسے لوگوں کا اعتراض اون لوگوں پر درست ہوتا ہے کہ جو کسی قوم کے پیرو ہیں اندھوں کی طرح اپنے سر و پا کا خیال نہیں رکھتے وہ اپنے زعم میں اسکو انتہای عقل اور تہذیب سمجھتے ہیں مگر ایسے حضرات کو ہم اپنے بحث میں نہیں لانا چاہتے کیونکہ ادکو قدرت ہی نے مسلوب الحواس کر رکھا ہے۔

انگریز جو اس زمانہ میں پوری تعلیم یافتہ اور مہذب اپنے سوسایٹی اور نیز انسوسایٹیز میں بھی گنے جاتے ہیں۔ اونہوں نے اپنے تہذیب کے تکمیل فرخ سے کی کہ جنکا سویلائزڈ ہونا یورپ میں عرصہ سے تسلیم کرلیا گیا ہے۔ وہ بھی اسطور پر کہ جس بات کی اپنی سوسائٹی میں خامی دیکھی اوسکی نقل دوسری جگہ سے اوتاری اور یہی ترقی کی صورت بھی ہے۔ ہم اسطرح اپنی حالت نہیں سنبھال سکتے کہ بلا سمجھے بوجھے یورپین کے تمام افعال کا چربا (اگرچہ وہ ہماری نظر و نہیں پسندیدہ ہی کیوں نہوں) اپنے لائف میں لاوتاریں اور اوسکو اپنا سرمایہ افتخار سمجھیں ہمکو یہ دیکھنا چاہئے کہ انگریزونمیں کون کونسی باتیں اخذ کرنیکے لایق ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی ہمکو سب سے بیشتر دنیاوی علوم کی تحصیل اپنی جانب اٹینشن کرنا چاہیئے

تہذیب کا مخزن علم ہی رکھا گیا ہے - اوسکے بعد اوسیکے مناسبت سے ہم اپنے تئین خود بخود اون شایستگیو نکا مرتکب پائین گے کہ جسنے ایک قوم کو تہذیب کے کرسی پر بٹھا دیا - ہم یہ دیکھین گے کہ اونکے رہنے کی جگہ بہت صاف شفاف ہی (ہر قسم کے قدرتی پھولون سے آراستہ کئے جانیکے علاوہ ہمکو اسکا بہت بڑا موقعہ دیتی ہے کہ ہم اپنے علمی ذوق سے اچھوتے اور پاکیزہ خیالات کا ذخیرہ بڑہائین اور (اس سے فایدہ اوٹھائین) انکھونمین قوت دینے کے لئے سبزہ زار کا میدان خوبصورتی سے ہموار کیا گیا ہے - دماغی حالت درست رکھنے کے لئے بہت سی عمدہ ذریعہ موجود ہین - جسمانی صحت اعتدال پر لانیکے لئے ہمکو سبزہ زار اوبہار رہا ہے کہ گوشہ گوشہ کی سیر اور قدرت کا تماشا دیکھو - اس پر فضا لین مین جو لطف کہ انسانی طبیعتین اوٹھائینگی وہ ممکن نہین کہ اوکو ایسی زندگی اختیار کر لینے پر مجبور نکرے کہ جسمین قدرت کی سادی دلچسپیان اپنا جلوہ دکھاتے ہین — جب وہ اس ہر دلعزیز طرز معاشرت کے حصہ کو اپنے مخرب عادات طریقہ سے بدلینگے تو اوسوقت قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوگا کہ جس قوم سے ہمنے ایسا عمدہ ذریعہ اپنے زندگی کو خوش رکھنے کا حاصل کیا ہے - غالبًا وہ اور بھی بہت سی مفید باتونمین قدرت رکھتی ہوگی - یہ وہم ہمکو اونکے لباس کیطرف متوجہ کریگا اور کہیگا کہ دیکھو کیسی چست لباس ہے وہ اپنے جسم کی خوبصورتی دکھلا رہی ہین کہ جو پہرتی اور چالاکی کے ہاتھون اونکے بدنپر راست کیا گیا ہے - مگر تھوڑا غور ہمکو بتلا دیگا کہ یہ ہمارے چندان مفید نہین — ہم دیکھین گے کہ ہمارا ملکی لباس باعتبار موسمی

اختلاف کی اوسپر ترجیح رکھتا ہو اور اپنی وضع مین ایک عمدہ درجہ تک خوبصورت بھی ہے
علاوہ اسکے اسکی گنجایش رکھتا ہے کہ ہم جسطرح چہر چاہین اوسمین خوبصورتیان نئی قطع
وبرید سے پیدا کرتی ہین پس جب ہمنے اسقدر سمجھ لیا تو عقل انسانی اوسکے اختیار
کرنمین اونہین موقعو پر اجازت دیگی جہان کہ ہمکو ضرورت ہے۔ اسیطور پر ہم
اون باقی اجزا سے بھی کہ جو طرز معاشرت سے تعلق رکھتے ہین فایدہ اوٹھا سکتے
ہین بشرطیکہ اوسکی کوشش کرین۔

دنیا مین حضرت آدم سے لیکر اسوقت تک ہزارہا تبدیلیان ہوین طرح طرح کے فیشن
اختیار کئے گئے رنگ رنگ کی ایجادون نے زمانہ کو خوب ہی آراستہ کیا۔ مگر تہذیبی علمی۔ اخلاقی
ترقیان ہین کہ رُکتی ہی چلے جاتی ہین۔ اور چلے جائین گی تو وجہ کیا ہی کہ قدرت نے ہر شخص کو نعمتین مختلف
دین اور اُسی اختلاف کی رعایت سے اپنی قدرشناسی کا مادہ بھی عطا کیا کہ جس سے وہ اپنی مزاج کے مطابق فایدہ
اوٹھا سکے یہ فایدہ کیا ہی گویا تمام ایجادون صنعتون بلکہ ہر قسم کے دنیاوی کمالات کا خزانہ بھی کہا گیا ہے
زمانہ کے ترقیان اسی پر موقوف ہین کہ جنکی انتہا مین جہانتک سمجھتا ہون محدود نہین۔ ہر قوم اپنے
وقت مین یہی سمجھتے رہی کہ ہماری ترقیان اور ایجادین نہ صرف ہمارے ہی لئے فخر کا باعث ہونگی بلکہ آیندہ
نسلین بھی اس سے فایدہ اوٹھا کر ہمکو تاریخ کے اون پایہ پر رکھینگے کہ جہان کوئی دوسرا مرد مقابل نہین
گزرا ہے۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ ہم کبھی اور کسیوقت مین یہ نہین کہہ سکتے کہ ہماری عقل
دور کمال کو پہنچ چکی کہ جسکے بعد خدا کا نام ہی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ ہمارے متقدمین بہت سے باتونمین ہم سے
پیچھے رہگئے اسلئے ضروری ہی کہ ہمارے بعد آنیوالے بہت سے باتونمین ہم سے بڑھ جائین۔ ڈیرا ڈیٹر مین اس مضمون کو
اس عبارت سے ختم کرتا ہون کہ خدا ہمکو قدرت سے فایدہ اوٹھانیکی پوری ہمت دے۔ فقط محمد رشید اعلی

تجارت

جس شئی نے دنیا کو سب سے زیادہ متمول اور ایک دوسرے سے باخبر کر دیا ہے اور جسنے دنیا کی تہذیب مین بڑی اعانت کی ہے وہ صرف تجارت ہے۔ آج جس ملک نے تجارت کو اعلیٰ درجہ پر پہونچایا ہے اوسنے مقناطیسی قوت سے دنیا کی دولت کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے اسیطرح ایک ملک کے متعدد گروہ پر اگر لحاظ کیا جاے تو جسنے اس معزز اور آزاد پیشہ سے اپنی لو لگائی ہے اوسنے اپنے امثال واقران مین عزت وامتیاز پیدا کیا ہے۔ اور جس درجہ تک اوسنے اس پیشہ مین ترقی کی ہے اوسیقدر تہذیب مین اوسکا نمبر بڑھا ہوا ہے۔

ترقی تجارت کے لئے ملکی صنعت ضرور ہے ورنہ جو فواید صنعت کے ہین اور جسکی کوئی انتہا نہین قرار دیجاسکتی اوس سے محض تجارتی قوم نصف فایدہ اٹھا سکتی ہے اور کبھی اُس ملک وقوم کا مقابلہ نہین کر سکتی جہان تجارت وصنعت دونون ہون۔ صنعت کی بنیاد علوم جدیدہ ہین جسکے بغیر صنعت اور صنعت کے بغیر تجارت اور تجارت کے بغیر دولت اور دولت کے بغیر قوت نہین ہوسکتی لہذا کل باتون کی جڑ وہ علمی علم ہے جو دنیا کی حالتون کو کایا پلٹ کر دے اور مفلس سے دولت مند وحشی سے مہذب مقید سے آزاد بنادے لہذا یہہ انگریزی مثل کہ "علم قوت ہے" نہایت صحیح ہے علم اور دولت کسی قوم کے اعتبار کیلئے بڑی چیز ہے خواہ منفرداً ہو یا مجموعاً۔ وای برحال اوس قوم کے

جسمین علم اور دولت دونون ہنون اوسکی بقا دنیا کے پلیٹ فارم پر جہان دوسری اقوام علم یا دولت یا دونون کے زور سے کام کر رہی ہون کیونکر اور کتنے عرصہ تک قایم رہسکتی ہی —

اسوقت تمام دنیا یورپ کی تجارت کی محتاج ہو رہی جنمین مشاہیر اعلی انگلستان - فرانس اور جرمنی ہین ایشیا مین صرف چین ہنوز اپنی قدیم عزت ملکی کو قایم رکہی ہوی ہے - جہان سے اموال درآمد و برآمد باقاعدہ طور سے جاری ہے یعنی ہندوستان کی طرح نہین ہے جہان کی تجارت اگرچہ بہت کچہہ قابل اعتبار ہے مگر اموال درآمد و برآمد مین ایسا عظیم اور افسوسناک تفرقہ ہے اور اوسکے محاصل کی تقسیم اس طرح ہو رہی ہی کہ اہل ملک کو بہت کم حصہ ملتا ہے اور ملکی ترقی و بہبودی کی بشرطیکہ اوسکا اطلاق صحیح معنی مین ہو بہت کم امید کیجاتی ہے - نئی دنیا مین ممالک متحدہ اور کناڈا تجارتی لحاظ سے علی الترتیب ممتاز ہین —

ایشیا مین دو والعزم قومون کافی الحال تجارت مین اور خاصکر تجارت پارچہ مین حریفانہ مقابلہ ہے یعنی روس اپنی جدید کوششون سے جدید ممالک مفتوحہ مین اپنی ملکی ساخت کے پارچے کی اشاعت کچہہ عمدگی اور کچہہ حکومتی دباو سے بمقابلہ انگریزی تجارت کے بڑہا رہا ہے - بحیثیت مجموعی ایشیا مین انگریزی تجارت بمقابلہ روس ابتک بہت فروغ پر ہے مگر کابل ایران اور ترکستان مین جہان روسی اثر بہ نسبت انگریزی اثر کے بہت

بڑھا ہوا ہے۔ انگریزی تجارت مین نسبتاً کمی ہوتی جاتی ہے۔ چین سے بھی روس اپنا تجارتی اثر بمقابلہ انگلستان کے زیادہ زور کے ساتھ پھیلاتا ہے حال مین جو عہدنامہ سلطنت چین اور برٹش گورنمنٹ مین اندرونی دریائی تجارت کے متعلق ہوا ہے اوس سے گورنمنٹ انگلستان کو ایک موقع اپنی وسعت اور ہزیمت تجارت روس کا ملا ہے۔ علی ہذا ایران مین بیحد وجہد سر ڈرومنڈ ولف سفیر انگلشیہ دریای قارن مین تجارت کا موقع حاصل ہوا مگران سب مواقع کے مقابلہ مین روس نے کوئی کسر باقی نہین رکھی صرف یہی نہین کہ چین اور ایران مین انگریزون کے مقابلہ مین اوسنے اپنے اور اعلی حقوق باجازت شہنشاہ ایران قایم کئے بلکہ مختلف ذرایع سے انگریزی تجارت مین تخلل کا موقع ڈھونڈھا کرتا ہے۔ قربت ملک کے وجہ سے اوسکو راہ راست بمقابلہ سلطنت ہند کی بہت سے مفید مطلب موقع حاصل ہوتے رہتے ہین مثلاً رعایای شاہ ایران کو اپنا رعایا بنانا یا غیون کو پناہ دیکر مختلف طریقون سے امداد دینا۔ بدنظمی کی فکر کرنا۔ اور دور نہین ہے کہ شاہ ناصرالدین کے انتقال پر روس وارثان تخت مین جھگڑا پیدا کرادے کیونکہ اول تو بدقسمتی سے ایران مین ولیعہدی کا کوئی مقرر قاعدہ نہین دوم شاہزادہ کامران کی نسبت خرد اور شاہ کے زیادہ منظور نظر ہے اور ہنوز کوئی قطعی فیصلہ ولیعہدی کی نسبت بادشاہ جمجاہ کیجانب سے نہین ہوا جسکو روس و انگلستان وغیرہ باضابطہ تسلیم کرلیتے اور بعد کو خرخشہ قایم نہ رہتا۔

ہندوستانمین تجارتی مذاق ہندون کے بعض گروہ کو موروثی ہے جنکے تقریباً کل افراد اپنی تمام زندگی اور سلسلہ انساب اسی مین صرف کردیتے ہین۔

مگر اولوالعزمی کا مادہ مذہبی قانون کی پابندی اور صدہا سال کی متواتر متابعت سے مفقود ہوگیا۔ مسلمانون مین یہہ مذاق اوسیطرح شاید ازروئے نیچر ودیعت نہین کیا گیا۔ بعض محدود اور مخصوص گروہ بمبئی مدراس وغیرہ مین اسیقدر اولوالعزمی کے ساتھہ مصروف تجارت ہین جسکی وجہہ شاید یہہ ہو کہ وہ لوگ زیادہ تر نومسلم ہین یا ہندو تاجرون اور اُن نومسلمون کے ساتھہ پشت ہا پشت رہنے کا اتفاق ہوا ہے ورنہ ازروی تجارت مسلمان دوسری قومون مین بہت نیچا نمبر رکھتے ہین جو قومی افلاس کا ایک بڑا سبب ہے۔

تجارت سے جو ہندوستانی اقوام کو فایدہ پہونچا ہے اونمین سب سے افضل و اعلیٰ پارسیون کا نمبر ہے جو تجارتانہ اولوالعزمی مین یورپین اقوام کے قدم بقدم ہین اونہون نے اس معزز پیشہ کی سرپرستی سے بعض تجارتی حلقون مین خاصکر پارچہ سازی مین مادہ حسد پیدا کر دیا ہے۔

انگریزی تجارت مین بداخلاقی کا جزو بہت ہے۔ لاکھون روپیون کی شراب باہر سے آتی اور اس ملک مین بنتی ہے جس سے اوسکے رعایا کے اخلاق خراب ہوتے جاتے ہین اور اگرچہ مختلف انجمنون نے ابتک بڑے زور و شور سے فریاد و یا کمی شراب فروشی کے لئے استدعا کی مگر ہنوز کوئی معتدبہ عملی فایدہ اونکی متعدد سفارشون کا نہ نکلا۔ علاوہ ملکی تخریب اخلاق کے ہندوستان سے ہزارون صندوق افیون کے ہر سال چین بھیجے جاتے ہین۔ جو مخرب اخلاق ہونیکے سوا تضعیف روحی و جسمی و تعجیل موت کی سبب قرار دیگئی ہے۔ اسیطرح ہمنے

زنجبار اور مسقط وغیرہ مین شراب بزور "آزادی تجارت" بیچکر اون لوگون کو مخمور کیا جنکے لب کبھی آشنای جام نہ تھے -

ہندوستان اور انگلستان کے بجٹ پر جب حال مین گفتگو ہوی تو ہر اک کے اک اک جملے یہان بموقع نہ سمجھے جائنگے ہندوستان کی بجٹ پر جب گفتگو ہوی تو چونکہ اس مرتبہ ہندوستانیون کی نادر خوش قسمتی سے آمدنی اخراجات سے زاید ہوی تو بعض ہندوستانی ممبران لیجس لیٹو کونسل نے استدعا کی کہ محصول نمک جسکا اثر غریبون پر زیادہ پڑتا ہی گھٹا دیا جاے - گورنر جنرل بہادر نے فرمایا کہ ازدیاد آمدنی کا بھروسہ نہین لہذا کسی قسم کی تخفیف محصول بموقع ہوگی -

انگلستان کا بجٹ جب پیش ہوا اور اخراجات سے محاصل زیادہ پایا گیا تو بعض ابواب کے محصولات تخفیف کئے گئے انمین سے بڑی بات یہہ ہی کہ شراب پر محصول گھٹا دیا گیا —

مدبرین ہندوستان کی یہہ راے بیشک تھی اور ہے کہ شراب کی درآمد پر (علاوہ بعض اور ابواب کے) موجودہ محصولات سے زیادتی کیجاے جس سے سرکار کو ٹیکس لگانیکی ضرورت نہو ملک مین بداخلاقی کی ترقی رکے اور آمدنی مین وسعت ہو ہندوستان کی تجارت ایک ارب ساٹھ کرور سے زیادہ ہی یعنے درآمد ستر کرور اور برآمد ۹۰ کرور ہی -

ملکی اعتبار اور نظم و نسق سلطنت کا وقار بڑہاتی ہے اگر اس رقم مین اشیای برآمد اوس قسم کی ہوتین جس قسم کی درآمد ہین تو آج ہندوستان

تمام روی زمین پر زراعتی کے سوا صنعتی ملک سب سے مقدم ہوتا ۔ مگر افسوس ہے کہ برآمد کے لحاظ سے ہندوستان ہنوز کسی شایستہ ملک کا مقابلہ نہین کرسکتا کیونکہ یہان سے مصنوعات کی بڑی کمی ہے صرف پیداوار پر بھروسا ہے چنانچہ ۱۸۷۵ء مین نوّے کرور برآمد مین سے قریب ۵۸ کرور صرف ملکی پیداوار کی رقم ہے ۔

سب سے بڑی رقم انگلستانی مال درآمد کی ہے جسکی رقم پچاس کرور سے روز افزون ترقی پر ہے ۔ جو مال ہندوستان سے بحیثیت مجموعی انگلستان جاتا ہے وہ بہ نسبت درآمد کے بارہ تیرہ کرور کم ہے ۔ جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے سلطنت چین کی افیونی صناع اپنی تجارت کو جو ہندوستان کے ساتھ ہے انگلستان کے بعد ہی رکھا ہے جہان سے دو ڈھائی کرور روپیہ کا مال سالانہ آتا ہے اور تیرہ چودہ کرور کا مال وہ لیتا ہے اسمین شک نہین کہ موخر الذکر رقم مین افیونی جزو بہت ملا ہے جسکی انتہای گیارہ بارہ کرور سے کم نہین ۔

ہم اپنی فیاضی کے خود ہی ثنا خوان ہوتے ہین جب دیکھتے ہین کہ ہم اپنے ملک کے اعلی پیداوار کس بیدریغی سے بھیجکر کرسنگان ممالک روی زمین کا پیٹ بھرنے اور دوسرے حوایج ضروری مالابدمنہ کو پورا کرتے ہین ہم غلّہ ۔ روئی ۔ افیون ۔ تخم مختلف الاقسام ۔ کھال ۔ سن ۔ اُون نیل ۔ قہوہ ۔ لاک ۔ شکر ۔ ریشم ۔ تیل ۔ وغیرہ بھیجکر ادنی ریشمی اور سوتی

شراب کل - کل کے کھلونے - ریل کے سامان - کاغذ - دوا - شیشہ آلات وغیرہ مبادلہ مین لیتے ہین —

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ہماری درآمد و برآمد اموال سے ملک کی بہت بڑی ناقابلیت اور گورنمنٹ انگریزی کی کسیقدر پولیٹکل خست معلوم ہوتی ہے جو باوجود ادعائے سرپرستی صنعت و حرفت اہل ہند کو صرف ایک تعلیمی ڈہرے پر لگا رکھا ہے اور دیگر مفید اور ضروری شاخون کی باگ اپنے ہاتھ مین رکھی ہے - گورنمنٹ کیجانب کسیقدر کا لفظ اسلئے آیا کہ فی الحقیقت زیادہ تر ہماری علوی دولتمندون کی پست ہمتی کا سبب ہے کہ ہم تجارت مین بہت پیچھے ہین ورنہ ملکی و مذہبی قانون مانع تجارت نہین - ع - خداوندان نعمت را کرم نیست —

بیرونجات سے کویلہ کی تجارت مین روز افزون کمی ہے کیونکہ خود ہندوستان مین جابجا کویلہ کی کانین اپنی زرخیزی کا بثبوت دے رہی ہین امید نہین ہے کہ روز بروز سوتی پارچہ مین کمی ہوتی جائیگی جسکی بہت بڑی کھپت ہے جب تک ہندوستان کے کارخانون مین باریک اور رنگین سوتی اور ریشمی مال نہ بننے جائینگے - ۲۲ لاکھ روپیہ کی دیاسلائی - اور ۳۰ لاکھ روپیہ کی چھتریان ایک سال مین کچھ کم نہین لطف یہہ ہے کہ روز افزون آبادی کے ساتھ ان اشیای تجارتی کی بڑی ترقی ہوتی جاتی ہے -

کاغذ اگرچہ ہندوستان مین چار پانچ جگہہ تیار ہوتا ہے مگر تاہم کافی

طور سے ارزانی نہیں ہے بلکہ اکثر یورپین کا غذات سے گران پڑتا ہے۔

حسن

ضمیمہ رسالہ حسن

ہم ذیل مین اجرتی اشتہار بخشہ درج کرتے ہین۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن

تدبیر نوجوانی یعنے

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا کہتا ہے جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو یکسان نفع ہوا ہے اس کے استعمال مین نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے۔ نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطرہ رگ و پٹھہ کو حرارت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض نامردی کیونحواہ وہ کسی سبب سے ہون بخیر خلقی اور مادرزاد نامرد کے اپنے سحر نما تاثیر سے رفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے۔ قیمت فی شیشی صہ محصول لہ۔ اور ہر ایک شیشی مین ایک تولہ روغن رہتا ہے۔

دوائے عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ۔ جو باجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ جانول کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عدد پانچ روپیہ گیارہ روز کی خوراک مین بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے **خواص آن** یعنی برائے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوس کے خواہ وہ کسی قسم کے ہون۔ اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید دافع جریان۔ مقوی دماغ و اعضای رئیسہ و ارواح وضیق النفس۔ و سرفہ کہنہ خواہ جدید خشک ہو یا تر اور لاغری بدن۔ اور رفع دبائی ہیضہ مین تو حکم اکسیر کا رکھتا ہے یعنی کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہو گی۔

اکسیر حیات۔ یعنی عرق نجاہ۔ امراض ضعف بصر و دماغ و صفای خون و انواع درد و اقسام تپ جڑیا چوتھیا۔ تپ دق۔ استسقا طحال۔ آتشک۔ سوزاک۔ جریان۔ سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی و بادی اور شرابخواری۔ اور چاندنی و افیون سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہین سب کو بغیر پرہیز رفع کرتا ہے۔ ایک بوتل ایکماہ کو کافی ہے۔ قیمت فی بوتل صہ محصول صہ

عجیب چیز۔ تحلیل بواسیر خونی و بادی و تحلیل درد مسہ کے لئے عجیب چیز ہے۔ پہلی یا دوسری مین ایک دو بار کے استعمال سے درد و جریان خون رفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ مین بفضلہ درد مسہ بالکل رفع

ضمیمہ رسالہ حسن

ہو جاتے ہین اور پھر کبھی غوذ نہین کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صہ محصول ۴ھ

جہان نما۔ اس عرق کے لگانیسے آنکھونکی روشنی تیز ہوتی ہے۔ پیہلی درد سر و ہندسر چشم جملہ بیماریونکو دفع کرتا ہے۔ قیمت صہ محصول ۴ھ وزن عرق ۶ ماشہ

خضاب نایاب

بے مثل رنگ و ہنگ ہے نادر خضاب ہے ۔ گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے

جیسے کہ عوام مین خضاب سے دقتین واقع ہوتی ہین ہر شخص بہ ظاہر ہین یعنے جوتے آٹھوین روز مہندی لگا کر باندھنا اور بعد دو تین گھنٹہ کے پھر رسمہ لگا کر باندھنا اسمین قریب چھ گھنٹہ کے وقت ضایع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے سوا اور کوئی فائدہ نہین اور نقصان بہت ظاہر ہے کہ مہندی اور رسمہ کا پانی جب دماغ مین جذب ہوگا تو اس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ نہین جیسا کہ ایام سرما مین مثل سردی وغیرہ کے جسقدر کہئے بجا ہے۔ انہین دقتون کے سبب سے یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا ہے جسقدر تعریف کیجاے بجا ہے ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بیجکر طلب کرین۔ اس مین کوئی مبالغہ نہین تہرری تعریف اس کے اجزا کی ظاہر کرتا ہون۔

دافع مالیخولیا خارشت سر ضعف دماغ۔ علاوہ برین خوشبو مین بے نظیر مثل کیوڑہ باعث درازی مو۔ مفرح دماغ ہے۔ بالون مین سختی نہین دیتا ہے بلکہ ملایم رکھتا ہے۔ سیاہی مین بالونکو مقابل اصل بالون کے کرتا ہے۔ دوسرے روز بطور روغن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے کی ضرورت نہین دوسرے تیسرے روز لگائے تو بال مثل اصل بالون کے سیاہ ہون گے کوئی تمیز نہ کر سکے گا یہ خضاب ہے ایک تولہ مین ۳۰ روپے بہر یعنے ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ ۱۵ علاوہ محصول نصف شیشی عطر چہارم شیشی عبیر اس سے کم غیر ممکن ہے۔

شفاخانہ مین علاوہ اس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اعلان ضروری۔ واضح ہو کہ بہت سے سند ہی خطوط یعنے سرٹیفکیٹ جو صاحبا

یورپین بہادران نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت مین عطا فرمائے ہین اور نیز ہندوستانی خطوط صحت۔ قریب ہزار بارہ سو کے موجود ہین جو شاید اور کارخانون مین نہ ہون گے۔ چاہیے کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہون میری ادویہ سے ہزارون نے صحت پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ملکون کے سارٹیفکٹ موجود ہین آدہ آنہ ٹکٹ بھیجکر طلب کرین کیون کہ بعض حکیمون نے اپنے شہر کے رئیسون کی خوشامد کرکے سارٹیفکٹ بنائے ہین۔ پس میرے سرٹیفکٹ منگاکر ملاحظہ فرمائین تاکہ دھوکا نہو۔

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار مین طبع کی گنجایش نہین رکھتی اور جس سے لطف زندگی تا دم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہین کارخانہ سے طلب کرین مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشتہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ المنڈے

مجرب و آزمودہ شربتیہ دوائین

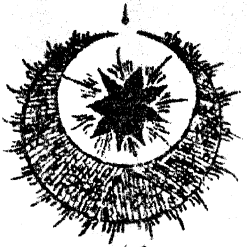
امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت ہردوئی جو ۱۸۷۶ء سے جاری ہے ملتی ہین مفصل فہرست و سارٹیفکٹ ٹکٹ آدہ آنہ سے ملسکتی ہے۔

طلاء ۔ جو استعمال بچہ پن کے نقص مگونکی رطوبت و بگاڑ کو دور کرتا ہے فی بوتل ۱ لہ

سُرب ۔ دافع نامردی۔ رقت منی۔ جریان۔ سرعت انزال۔ احتلام دائمی۔ قبض ضعف اعضائے رئیسہ و معدہ۔ تاریکی چشم۔ درد سر وغیرہ جو کثرت مسکرات و اقسام فواحش سے کمی اشتہا و ضعف جگر و سستی لاحق ہو دور کرتا ہے۔ فی بوتل ۱ لہ

سوزاک و قرحہ ۔ نیا ہو یا پرانا علے العموم ۴۸ گھنٹہ مین اپنا اثر شروع کرتا ہے۔ فی تولہ ۱ صہ





جلد سوم

نمبر ۷

حسن

"اگر میں اچھا کام کروں تو میری تائید کرو
اور اگر میں غلطی کروں تو اصلاح دو"

ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

مضامین

		صفحہ
بقیہ سوانح عمری شاہ بابر غازی	از مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی	۱
کتب خانۂ اسکندریہ	از مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر محمڈن کالج علیگڈھ	۲۳
فلسفی لاک کی یادگار	از مولوی محمد اصغر حسین صاحب۔	۲۹
نسائی صفات	از مولوی محمد شریف الدین صاحب کاکوروی۔	۳۷
سیر و شکار	از راجہ راجگان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت	۴۵
اسباب ترقی و تنزل مسلمانان	از مولوی احمد شفیع صاحب تحصیلدار پنڈی بھٹیاں	۵۹
ہیضہ واقع نظام کالج	از نواب عماد الدولہ مولوی سید حسین صاحب بلگرامی	
	معتمد اعلیحضرت و ناظم تعلیمات سرکار اصفیہ	۷۱

حیدرآباد دکن

مطبع حسن میں چھپا۔

خانخانان کو پست کرنا گیا وہ اس زعم کو سمجھے مگر کب جب تبل سے دور جا پڑے تھے اور تو
کچھ زور نہ پڑا بابر سے رخصت چاہی اور نے بھی بخوشی رخصت کر دیا اور وہ
جا ملے تبل سے مل گئے۔ ان دنوں میں کے پیچھے جاسکتے تھے اگر چہ بابر کے لشکر کی تعداد
گھٹ گئی مگر ایک نامور جواں مرد کے اندر ہی اندر تحلیل کر رہا تھا مل گیا۔ بابر جب تک سمرقند سے
سلطان علی میرزا نے امراء کا اقرار و آمدی تدارک کر چکا تھا۔ وہ خود سمرقند کے قریب
بابر سے مل گئے لیکن اتنی قوت اور نہیں تھی کہ شیبانی خان کے تخت پر بیٹھا ہوا بابر سمرقند
کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ خبر آئی کہ شیبانی خان بھی اپنی فوج کے ساتھ آ پہنچا ہے
اوزبکوں کے مقابلے کی تاب کس میں تھی بابر پھر ایک دفعہ خانہ بدوشی میں مبتلا ہو گیا۔ شیبانی خان
نے محاصرہ کر کے سلطان علی میرزا کو یہ لالچ دیکر کہ شہر خالی کر دو تو تمہارے بابر کا علاقہ
تمہارے نام کر دیدونگا۔ یہ خام کار شہزادہ قلعہ کو چھوڑ کر باہر آیا وہ ہو گیا اور ایک ہفتہ
پیچھے تھے شہر سے نکلکر شیبانی خان کے پاس چلا آیا۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم ہو گیا کہ علی
ہوس کو ٹھکیل کر وہاں لائی تھی۔ اذا جاء القضا عمی البصر۔ چلاد نے سلطان علی کی
گردن اڑائی اور تخت سمرقند پر شیبانی خان نے جلوس کیا۔ بابر کو وہ قلعہ بھی چھوڑ کر پھر
سلامتی سے حصار کی طرف جانا پڑا۔ حصار پر خسرو شاہ حاکم تھا۔ اپنے ولی نعمت کے
لخت جگر دن کو برباد کر کے مستقل بن بیٹھا تھا۔ سعود میرزا کو اندھا اور بابر میرزا کو قتل
کر کے اس بدبخت نے اپنا راستہ صاف کر لیا +
بابر پھر مصیبت کے گرداب میں پھنس گیا۔ موروثی ملک سمرقند کی خاطر باغیوں کو دبا کر آیا تھا
سمرقند کا شکار ایک اور زبردست عقاب اڑا لے گیا خسرو شاہ اپنی بدکاریوں پر پردہ ڈالنے

کو سخی بن گیا تھا۔ اور جو بگڑا ہوا شہزادہ یا امیر اوسکے یہاں جاتا میر حبشی سے اوسکی مدارات کیجاتی۔ یہی خیال بابر کو حصار لے گیا۔ حصار پھونکدیا دودمان خسرو شاہ کو ملک سے نکلوا دیا اور جھوٹو نکو بھی یہ نہیں پوچھا کہ کون ہے ؎

انچہ عم از دل برد تاثیر فریاد نست
وانچہ نسیان آورد غماز عیبت یاد نست

اور ہم سے مایوس ہوکر جو تم نے بطرف آزمائی کی میر اسیر اسقدر غریب اگر نہ کہ شیبانی خان اپنے کہ افسر کو ایک چھوٹا سا آدمی سمجھ کر قندھار میں چھوڑ گیا ہے۔ اور جو تین چار ہزار آدمی تھے خواجہ کلاں کے ہے۔ بابر کے پاس صرف دو سو چالیس آدمی تھے ہمت نے اسپر بھی تخت سمرقند کا قصد کیا۔ امرائے شیبانی کو بلا کر یہ مشورہ کیا کہ بغیر سمرقند کی اور بدخشان سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور خاندان تیمور سے اوسکو لگاؤ باقی ہے۔ اگر غفلت میں ہم سے شہر میں جا پہنچیں تو شہر والوں کی مدد سے دشمن کے سپاہی بآسانی نکال سکتے ہیں بابر نے لکھا ہے کہ انہی روزوں میں مجھے ایک عجیب خواب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار تشریف لاتے ہیں میں استقبال کو بڑھا خواجہ صاحب اگر بیٹھ گئے اسنے میں ایک شامت کے مارے خدمتگار نے مٹیلا سا دسترخوان اونکے سامنے لا بچھایا اوسکی کثافت خواجہ صاحب کو ناگوار ہوئی۔ خواجہ بابا (ایک دوسرے شخص) نے میری طرف اشارہ کیا۔ میں نے معذرت کی کہ خدمتگار کی خطا ہے میرا قصور نہیں۔ خواجہ صاحب اس معذرت سے خوش ہوئے اور چلتے ہوئے۔ میرا ایک بازو پکڑ کے مجھے ایسا اٹھایا کہ میرا ایک پاؤں زمین سے اوٹھگیا۔ اسکے بعد فتح سمرقند کی بشارت دی۔ نماز ظہر کے بعد

بابر نے سمرقند پر الیغار کی نصف شب کو شہر کے نیچے پہونچا۔ پل مغاک کے پاس سے ۷۰۰ چیدہ جوان بھیجے کہ غار عاشقان کے پاس زینہ لگا کر فصیل پر چڑھ جائیں اور دروازہ فیروزہ پر قبضہ کر کے کھلا بھیجیں۔ جانباز جوانوں نے اس حکم کی خوب تعمیل کی اور دروازہ کھلا یا دروازۂ فیروزہ کا کھلنا فتح و فیروزی کی تمہید تھی۔ بابر شیر کیطرح شہر میں در آیا اور دوبا سخت سمرقند پر بیٹھکر قندیل مکرر کا لطف اوٹھانے لگا۔ شہر والونکو گویا منہ مانگی مراد ملی۔ آآکر نذرین پیش کرنے لگے۔ شہر کی بے فکری اوز بکون پر لوٹ پڑی اور چار سے پانسے اُزبک دم کے دم میں کانکر بھیکدئے۔ شیبانی خان کا نائب طلوع کے وقت اپنے آقا کی خدمت میں پہونچا یہ ماجرا سنکر ڈیڑھ سو منتخب سپاہی لیکر شیبانی خان آیا مگر دروازونکو مضبوط اور دربانونکو مستعد پاکر لوٹ گیا۔ بابر شیبانی خان کے حرکات سے اوس کے ارادونکو سمجھ گیا تھا۔ چارون طرف ایلچی یہ پیام لے کر بھیجے کہ شیبانی خان تمام نسل تیمور کا دشمن ہے۔ اور روز بروز اوسکا زور بڑھتا جاتا ہے۔ اسوقت موقع ہے کہ ہم جمع ہوکر اوسکی قوت کو توڑلین۔ کمک تو کہین سے نہ آئی شاید یہ پیام خودغرضی پر محمول ہوا ہوگا چارون طرف کی رعایا البتہ بابر کیطرف متوجہ ہوگئی۔ جا بجا قلعون سے اوزبکون کو نکالدیا اور قرب وجوار کے شہر والون نے بلا بلاکر بابر کے ملازمون کو اپنے شہر سونپ دیے شیبانی خان کے پاس فوج تھوڑی تھی یہ اندیشہ کر کے کہ بابر مدت سے خار کھائے بیٹھا ہے ایسا نہ ہو کہ اسکی کامیابی کے موقع پر بخارا نکالنے کو ٹوٹ پڑے بخارا چھانگیا آئندہ فصل بہار میں اوزبک سردار نے پھر حملہ کیا۔ بابر نے کوشش کر کے کچھ فوج فراہم کرلی تھی اور اس قابل ہوگیا تھا کہ شہر سے باہر نکلکر اوزبکون سے جا بھڑا۔ اس حملہ

مین کسیقدر جلدی بابر کیطرف سے ہوئی اور اوسکی سزا مین زک ملی - بابر نے اس جلدی پر بہت ہی تاسف کیا ہے اور لکھا ہے کہ " مناسب موقع پہلو اختیار کرنا اسکا تمام تجربہ ہے " شکست کے بعد بابر کو محصور ہونا پڑا اور ایسے محصور ہونے مین اسد بیگ کی جو آفت عمر پڑتی ہے اوسپر ہی بڑی لگ شہر کے کتے اور گدہے کھا گئے - گھوڑونکو کاڑی کا برادہ بھگو بھگو کر کھلا دیا - تجربہ سے معلوم ہوا کہ شتوت کے پتے گھوڑون کو بہت موافق تھے - اس نفیس رسد سے کب تک بسر ہوتی لوگ گھبرا اٹھے اور اور فصیلون سے کود کود کر بھاگنا شروع کیا *

مرتبہ پھر ہاتھ سے نکل گیا

شیبانی خان نے بابر کے پاس سلح کا پیام بھیجا - بابر اس پیام سے نفع اٹھا کر آدھی رات کو شہر سے نکل آیا لیکن اس افشگی اور سراسیمگی سے نکلا کہ اوسکی بڑی بہن خانزادہ بیگم دشمن کے قبضے مین پھنس گئی اور بابر کو شیبانی خان نے اوس سے نکاح کر لیا - راستہ مین دو سرے دوستون کے گھوڑے دوڑایا - اوسکا گھوڑا نکل گیا - دیکھنے کے واسطے کہ حریف کتنے پیچھے ہین بابر پھر اتنا تنگ ٹوٹ گیا تھا پھرتے ہی سر کے بل زمین پر آرہا داغ بزرگ صدر مرحوم پہنچا اور تمام دن بیہوش پڑا رہا - بابر اس قصے کو لکھکر کہتا ہے کہ " ایسے واقعے اور حادثے پے در پے لوٹ رہے تھے لیکن بالکل خواب و خیال معلوم ہوتے تھے پڑتے تھے اور گزر جاتے تھے - بابر کی قسمت پھر سرگردانی مین گھسیٹ لائی - اوسی بادیہ گردی مین ایک گانون مین پہونچا اور مقام عبرت ہے کہ فرغانہ و سمرقند کا بادشاہ ایک مقدم کے گھر مین گھسیڑ - مقدم کی

عمر ستر اسّی برس کی تھی اور ماں بھی ابھی زندہ تھی - بڑی بی ایک صدی سے بھی ۱۱ برس بڑی تھیں - ان کے بیٹے بیٹی پوتے پوتی وغیرہ ۹۲ خاصل وسکا لون میں موجود تھے اور اگر عورتوں کے شوہر اور مردوں کی عورتیں ملائی جائیں تو ۲۰۰ پر نوبت تھی غالباً بڑی بی کی اس برکت نے بیٹے کے مقام ہونے میں بہت مدد دی ہوگی بڑی بی کے پوتے کے پوتے کی عمر پچیس برس کی تھی - فرانسوجنت میں گاؤن کے قریب پہاڑ و نیز بارہ فرسنگ پاؤں پھرا کرتا تھا - سنگ پاؤں پھرتے پھرتے یہ نوبت ہوگئی تھی کہ سنگ وکوہ تفاوت نہ کرتا - ایک روز سنا کہ شیبانی خان شاہزخیہ پر دھاوا کرنے جاتا ہے - چونکہ گاؤں کے قریب ہوکر نکلا بابر اور اسکے تعاقب کو تیار ہوگیا موسم بہت سرد تھا اور برف کثرت سے پڑ رہی تھی - اثنار راہ میں ایک چشمہ ملا کہ کنارہ نیر تو برف کا سکہ بیٹھا ہوا تھا لیکن پانی نے اپنی تیزی اور گرمائی سے اپنے اوپر برف کا نقشہ نہیں جمنے دیا تھا - بابر کو گویا اقلیم کا سامان مل گیا چشمہ میں کود پڑا اور جب تک ۱۶ غوطے نہیں لگائے باہر نہیں نکلا - ان جزوی حکایتوں سے اس مرد بادشاہ کی جلالت وخصلت کا پتا لگ سکتا ہے - یونان کی تاریخ میں ہیرو کے شیدا کی ایک حکایت بیان کی گئی ہے - ولداوہ اور دریا کے شہروں کے درمیان ابنائے ڈارڈنیلز - (وسط یورپ وایشیائے کوچک) محل تھی جانباز شیدا ہر شب اس آبنا کو تیر کر کے دلدار کو جایا کرتا تھا - ہیرو اپنے شہر کے ایک منار پر بیٹھکر مشعل دکھایا کرتی تھی تاکہ اوسکا سودائی اوسکے سیدھ میں چلا آئے - ایک رات سنگدل طوفان نے آلیا اور یہ تفتہ جگر ڈوب گیا - اس جانباز کی قدر افزائی اور یادگار کے لئے یورپ کے من چلے اب بھی

اس آنبا کو تیار کرتے ہیں۔ اس مقام پر آنبا کی فراخی ایک میل ہے۔ ہمایوں جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو بندہ سے لے کر گنگا تک تمام دریاؤں کو تیر کر اور تیرا اور اسکو اوس نے فخر سے اپنے حالات میں بیان کیا ہے۔ آدم برسر مطلب۔ اسی عرصے میں بابر نے بامردی سے اسی پر قبضہ کر لیا جہانگیر بھی قید کے چنگل سے نکلکر بھائی سے آملا لیکن چند ہی روز کے بعد اسی جہانگیر کی ناتجربہ کاری سے پھر بابر کا قبضہ نکل گیا۔ جسوقت بابر اپنے دشمن قید سے اور اسی سے نکلا ہے تو صرف تیس آدمی ہم رکاب تھے اور دشمن کے سوار ہنوز اوسکے ہمراہیوں کو گرفتار کرتے چلے آتے تھے۔ اسی میں عقب میں ابراہیم بیگ نے بادشاہ کی دہائی دی۔ بابر نے جو لوٹ کر دیکھا تو ایک غنیم کا سپاہی اوس سے چمٹا ہوا تھا۔ وقت اگرچہ بہت نازک تھا مگر اوسکی مدد کو بابر نے باگ پھیر ہی دی۔ سان قلی اور خانقلی دو امیروں نے بڑھکر گھوڑا روکا اور عرض کیا کہ یہاں اپنی جان لے کر بھاگنا مشکل ہے دوسروں کی مدد اپنی چہ۔ خدا کے لئے اوسطرف نہ جائے۔ بابر کو لوٹنا پڑا۔ اخسی سے دو کوس پر جا کر کمین غنیم نے پیچھا چھوڑا۔ اب بابر سمیت صرف ۸۔ آدمی رہ گئے۔ تھوڑی دیر میں ایک سپاہی محسوس ہوئی۔ بابر سب کو ایک چٹان کی آڑ میں کر کے خود دیکھنے کو اوپر چڑھ گیا معلوم ہوا کہ دشمن کے سوار ہیں۔ وہاں سے بھی بھاگے۔ خان قلی نے بادشاہ سے کہا کہ یوں بھاگنا ٹھیک نہیں۔ ان آٹھ گھوڑوں میں سے دو دو دم تھوڑے چھانٹکر حضور اور میرزا قلی سرپٹ کر جائیں۔ یوں شاید جان بچ جائے ورنہ دشمن نے آلیا مصلحت وقت یہی تھی۔ لیکن بابر کی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ مصیبت میں اپنے رفیقوں کو چھوڑ دے۔ اس صلاح پر عمل کرنے سے اوسنے قطعاً انکار کیا۔ تھوڑی

دور چلکر بادشاہ کا گھوڑا بے دم ہوگیا۔ خان قلی نے اتر کر اپنا گھوڑا پیش کیا۔ بابر اپنے گھوڑے سے کود کر اوسپر ہو رہا دشمن نے آکر تین سردار اور گرفتار کر لیے اب بابر کے ساتھ صرف تین آدمی باقی ہین۔ تھوڑی دور پر دوست بیگ کا بھی گھوڑا رہگیا آوٗر چل کر بادشاہ کا یہ گھوڑا بھی چلنے لگا قنبر علی نے حق خدمت ادا کر کے اپنا گھوڑا نذر کیا اور بابر اوسپر سوار ہولیا۔ اب صرف بابر اور میرزا قلی رہگئے۔ تھوڑی دور اور چلے تھے کہ میرزا قلی کے گھوڑے کی باری آئی۔ بادشاہ نے کہا کمبخت تجھے چھوڑ کر کہان جاؤن یہ کہکر اپنے اپنے گھوڑے کو آہستہ کر لیا۔ میرزا قلی نے کہا کہ حضرت اگر آپ میری فکر مین رہے تو آپ بھی گرفتار ہوجائین گے اپنی فکر کیجیے شاید خلاصی ہوجائے۔ آخر میرزا قلی بھی جھنجھلا کر بابر تنہا چلا جاتا ہے کہ دو دشمن کے سوارون نے آدابا اور قسمت کا کھیل کہ گھوڑے کا دم بھی پھولنے لگا۔ ایک پہاڑ سامنے سے نظر آیا بابر کو اپنے پانو پر پورا اعتماد تھا یہ سوچکر کہ پیدل پہاڑ مین کسیطرف نکل جاؤن گا۔ گھوڑا برابر بڑہائے گیا۔ بندہ علی اور بابا سرامی وہ دونون سوار بھی چلے آتے تھے۔ مگر بابر کے تیرون کے ڈر سے ایک گولی کے پہنچ پر سوارون نے جب دیکھا کہ یہ ظالم کسیطرح رکتا ہی نہین تو دونون نے کہا کہ جہانگیر اور ناصر میرزا دونون گرفتار ہوگئے۔ یہ خبر سنکر وہ مضطرب ہوا کہ ہم سب اگر دشمن کے بس مین آگئے تو جو آس بندہ رہی ہے وہ بھی ٹوٹ جائے گی لیکن اونکو کچھ جواب نہین دیا۔ اور بدستور گھوڑے کو بڑہاتا رہا۔ آخر وہ دونون عیار گھوڑون سے اتر پڑے اور چاپلوسی کی باتین بنانے لگے۔ بابر خوب سمجھتا تھا کہ یہ جھاکا ریا توں مین لگا کر ہمارا سستہ کھوٹا کیا چاہتے ہین۔ کان اونکی باتین سنتے رہے مگر

ہاتھ برابر گھوڑے ہانکے جاتے تھے۔ سامنے سے ایک چٹان نے بابر کا گھوڑا روکا دیکھا تو دوسری جانب بھی راستہ نہیں ہے اب دشمنوں نے کہا کہ رات اسقدر تاریک راستہ مخدوش آخر اس جان مارنے سے نفع کیا آپ لوٹ کر تنبل کے پاس چلے چلئے وہ آپ کو تخت پر بٹھا کر خدمتگزاری کو موجود ہے۔ بابر پر ایسے افسوس کلمے اثر کرتے تھے اوسنے کہا یہ تو سب خرافات ہے اگر کچھ خیر خواہی میرے ساتھ کیا چاہتے ہو تو یا مجھے تاشقند کا راستہ بتا دو کہ اپنے لوگوں کے پاس چلا جاؤں یا مجھکو بحال خود چھوڑ کر لوٹ جاؤ۔ اونھوں نے جواب دیا کہ کاتن ہم نہ آئے ہوتے اور اب آئے ہیں تو آپ کو بلا میں چھوڑ کر کس دل سے لوٹ جائیں۔ اپنے لشکر کو موثر بنانے کے واسطے اونھوں نے شدید قسمیں کھائیں۔ نیک دل بابر کو فی الجملہ اطمینان ہوا اور پیادہ پا اونکے سامنے چلنے لگا چند قدم جاکر کچھ سوچا اور رکنے لگے رکھ لیا۔ بابر پہلے ہی دریافت کر چکا تھا کہ آگے ایک سڑک ملے گی اور وہی منزل مقصود کی راہ ہے بابر سڑک پر پہونچا لیکن وہ چالاک دغا باز اسکو دوسری طرف لے گئے صبح ہوتے ٹھہرانے پر پھر بگڑ کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے سڑک تو پیچھے رہگئی۔ بابر پھر متردد ہوا کہ صبح ہونے آئی آبادی قریب اور منزل مقصود کا پتہ نہیں۔ آخر تینوں دن کاٹنے کے بعد ایک پتھر کی آڑ میں ہو رہے۔ جس آبادی کے قریب بابر کی گردش تقدیر لے گئی تھی بندہ علی اوسکا حاکم تھا۔ بابر سے یہ کہکر کہ حضور کے واسطے خاصہ اور گھوڑوں کے لئے دانہ چارہ حاضر کرتا ہوں قصبہ کو چلا گیا وہاں سے جب پڑی دیر میں پیر مرشد لوٹے تو چارہ دانہ تو ندارد تھا خاصہ البتہ لائے اور دعا کیا۔

صرف تین روکھی روٹی اون مین سے بھی ایک ہی بادشاہ کے حصے مین آئی
بادشاہ سلامت اپنی روٹی نمک مین دبا چکے سے پھر پشتے کی آڑ مین آ جمے —
نصف شب کو وہ حریف (لطائف الحیل) سے بابر کو قصبہ کے ایک باغ مین لے گئے
تنبل کے پاس قاصد پہلے دوڑا دیکھے تھے کہ بابر کو خاص مین کر لے جانے کا موقع ہے
بابر باغ مین جو پہونچا تو سردی بہت تھی ایک شکستہ پستین مل گئی اوسکو پہنکر آنشاہ
کے پاس سو رہا۔ صبح کو بابا شیر علی نے جو پہرہ پر تھا آکر عرض کی کہ یوسف داروغہ
حاضر ہے۔ یوسف داروغہ دشمن کا ملازم تھا اوسکا نام سنتے ہی بابر فکر مین ڈوب گیا
اور اوسکے بے چین خیالات نہ معلوم کہان سے کہان جا پہونچے۔ اتنے مین یوسف
داروغہ بھی آگیا اور آتے ہی کہنے لگا کہ آپ سے کیا چھپاؤن آپ کے دشمن بابر نے
کا بھیجا ہوا آیا ہون۔ یہ سنتا تھا کہ بابر کے ہوش اڑ گئے۔ ملک و سلطنت عزیز بیٹے
سب دشمنون کے پنجے مین تھے آئینہ فلاح کی اگر کچھ توقع تھی تو صرف اپنی اکیلی جان
کے بھروسے پر اب اوس سے بھی مایوسی ہوتی جاتی ہے۔ فرط اضطراب
مین کہنے لگا کہ اگر ارادہ کچھ اور ہے تو مجھکو وضو کر لینے دو یوسف داروغہ قسم
کھانے لگا۔ اسوقت اوسکی قسم پر اعتماد کرنا بابر کی قوت سے خارج تھا۔ اپنے
دل کو جو ٹٹولا تو نہایت ضعیف پایا طبیعت کو سنبھالنے کے لیے باغ کے ایک گوشہ
مین چلا گیا اور دلکو یون تسلی دی کہ اگر دنیا مین موت برس ہے تو بھی ایک روز
گذرنا ہے پھر بے تابی اور پریشانی بے سود ہے۔ آخر بابر ان کینہ خواہون کے
پنجے سے نکل گیا۔ دشمنون کے غلبہ اور انتظام نے مامون کے پاس تک رسائی

نہ ہونے دی اور سال بھر تک بدخشان کے کوہستان میں بیکسانہ اور تنہا مگر میں مارتا رہا

زین غم کہ کس نمے تواں گفت
شبہاست کہ غم گسار خویشم

احمد تنبل وغیرہ کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ شیبانی خان کا مرد میدان اگر تھا تو بابر۔ بابر تو اس وقت فرغانہ میں رہا اور ہاں شیبانی خان تنبل اور اوسکے اقوان کو نیست و نابود کر کے فراغت سے فرغانہ پر متصرف بن بیٹھا۔ خود بابر کے ماموؤں کو اوسنے قید کر لیا اور سلطان محمود خان رہائی پا کر اپنی غلطی کے صدمے سے گھل گھل کر مر گیا۔ ادھر شیبانی خان پایہ عروج پر آنا تھا لاغری کا دم بھر رہا تھا اور ادہر جائے عبرت ہے کہ یہی مقولہ عجیب طور پر بابر کے بھی حسب حال تھا کیونکہ بدخشان کے سنسان کوہستان میں غیر کا کوئی نشان نہیں تھا +

افغانستان پر یورش

سنہ ۹۱۰ھ بابر کے قدم تخت کے واسطے بنے تھے اگر تخت پر نہ تھے تو اون کو راہ طلب میں ہونا ضرور تھا۔ سال بھر کے بعد یہ شیر کوہستان سے پھر نکلا۔ اس کے شمالی کنارے پر امیں کوہستان کے جنوب میں ترمذ ایک شہر ہے۔ کوہستان کے شمالی جانب تو اونکی وجہ سے جا نہیں سکتا تھا پہاڑ سے نکلکر ترمذ چلا آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت زمانہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وسط ایشیا سے اولاد تیمور کی حکومت اوٹھا دے۔ سمرقند بخارا اور فرغانہ کے ماجرے تو آپ سنے ہی لیئے۔ کابل پر الغ بیگ (بابر کا چچا) حکمران تھا اوسکا انتقال ہوا۔

وارث تخت صغیر سن تھا۔ امرا مین نیابت کی بابت نزاع ہوا۔ نیابت درکنار خود ملک کھو بیٹھے۔ قندہار مین سلطان حسین میرزا بادشاہ خراسان کیطرف سے ذوالنون ارغون حاکم تھا۔ کابل کے جھگڑے کا قصہ سنکر اپنے بھائی مقیم کو کابل بھیجا۔ مقیم نے کابل پر قبضہ کرلیا اور قبضے کو کامل کرنے کے واسطے میرزا الغ بیگ کی بیٹی سے شادی کرلی اسطرح کابل سے بھی خاندان تیمور محروم ہوگیا۔ یہی زمانہ ہے بابر کے قندہار پہونچنے کا۔ وہان محمد باقی خسرو شاہ کا بھائی والی تھا۔ اور مکران کی دہشت سے محمد باقی کا دم فنا ہوچکا تھا اور ہر وقت بھیانک صورت بربادی کی اوسکی آنکھون مین گھومتی تھی۔ بابر کو پاکر جھجک اوسنے نہایت تپاک سے لیا۔ بابر کو اس مخلصانہ مدارات سے بہت تقویت ہوئی اور اوس سے مشورہ کیا کہ اب کدھر جانا چاہیے اور کیا کرنا مناسب ہے۔ محمد باقی نے یہ اشعار پڑھے ؎

✤ تداری اگر با عدو زور جنگ ✤

✤ طریق مدارا گزین بیدرنگ ✤

نہ مکنش بجائے نما انتقال کہ یک چند فارغ نشوی از قتال

اور پھر کابل کا قصہ کہہ سنایا۔ بابر نے یہ سنکر کابل پر یورش کی عزیمت کرلی۔ محمد باقی بھی ساتھ ہوا۔ بابر جب قندہار سے چلا ہے تو صرف دو سو تیس لشکر۔ آدمی ہمراہ تھے۔ ع

پریشان جمعی و جمعی پریشان

اکثر پیدل۔ ہاتھون مین تلوار کی جگہ سوٹے۔ لشکر بھر مین صرف دو توپ تھے ایک بادشاہ کا تھا اور دوسرے اوسکے ماموں خلیفہ کی تھی اور بادشاہ سلامت بلے دیر کے

میدان مین بسر کرتے تھے - رسد کا کچھ بندوبست محمد تقی نے اپنی گرہ سے کر دیا تھا۔
ترمذ سے یہ بانشان شوکت لشکر نکلکر خسرو شاہ کی عملداری مین ٹھیرا خسرو شاہ پروانی بخت
زادونکی اندہے اور قتل کرنے کی نعمت اب برس رہی تھی اور اوزبکون کے خوف
سے اپنا لشکر ادہر سے ادہر لئے بھاگا پھرتا تھا - اوسکی شامت اعمال اور بابر کے
اقبال سے دونون لشکر کسی موقع پر جمع ہوگئے - بابر نے جو اوسکے لشکر کی نبض پر ہاتھ
رکھا تو پایا کہ تمام لشکر خسرو سے برگشتہ اور شاہی خدمت پر مائل ہے - خود خسرو شاہ بھی
کورنش کیواسطے حاضر ہوا - دو تین ہی روز مین اوسکی سب فوج ٹوٹ کر بادشاہ سے
آملی اور خسرو شاہ بیکا بیکارہ گیا - میرزا خان بابر کے ہمراہ تھا اوسنے اپنے بھائی کا
قصہ یاد دلاکر قصاص کا دعوے کیا - بابر خسرو شاہ سے جان بخشی کا عہد کر چکا تھا اور اوسکے
دل نے گوارا نکیا کہ بیکسی و درماندگی مین اوس سے عہد شکنی کرے - خسرو شاہ کو اجازت
دی کہ اپنا مال جسقدر لیجا سکے لے جائے - اپنے تمام جواہرات اور نقد اونٹون پر
لادکر خسرو شاہ لے گیا - صرف خیمے وغیرہ بابر کو ملے - اس مع وغیرہ کو لیکر بابر نے
کابل آگھیرا - مقیم کچھ روز تو مقابلہ پر قایم رہا آخر امراء کو بیچمین ڈالکر حاضر ہوگیا - بادشاہ نے
اوسکی تشفی کی اور وعدہ کیا کہ کل تمہارا سب مال و اسباب بحفاظت نکلوا دیا جائے گا
اگلے دن جہانگیر اور ناصر میرزا کو حکم دیا کہ مقیم کو شہر تک پہونچا آؤ - خسرو شاہ کے نوکر
ظلم اور رہزنی کے عادی ہو رہے تھے اون سے کب ممکن تھا کہ مقیم کا مال بون تھا
سے نکل جائے یہ لوٹ پر آمادہ ہوگئے - جہانگیر و ناصر نے کہلا بھیجا کہ یہ لوگ ہمارے
قابو کے نہین آپ خود تکلیف کرین - بابر نے جو اگر دیکھا تو خاصہ بلوہ ہو رہا تھا۔

آتے ہی خود دو چار کے تیرا سے دو ایک کے سر قلم کرائے جب یہ طوفان بتمیزی تسکین پذیر ہوا اور مقیم نے آرام سے قندہار کے راہ لی۔ یہ بات غور کے لائق ہے کہ خسرو شاہ کی فوج سے الغ بیگ کا ملک سلطنت کیونکے ملگیا اور ۱۱ برس بعد بابر نے اوزبکوں کے ملک پر ذاتی فوج سے جہان ناری اور کچھ نہ کیا ؎

خدا گر بہ حکمت ببندد درے
گشاید بہ لطف و کرم دیگرے

خراسان کا حال

سنہ ۹۱۱ھ۔ ماوراء النہر فتح کرنے کے بعد اوزبکوں کی شرارت خراسان پر ہونے لگی۔ بابر نے پانچ برس اور دو ہر سمرقند میں ٹھہر کر جس بندوبست کی کوشش کی تھی اس کا یقین اب فرمانروائے خراسان کو ہو گیا تھا مگر اب شیبانی خان کا زمانہ نہ تھا یا خراسان نہ تھا۔ سلطان حسین میرزا اگرچہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا مگر شاہانہ عزم کے ساتھ ایک دفعہ اوزبک کے مقابلے میں تلوار لیکر کھڑا ہو گیا۔ اپنے تمام بیٹوں کو صوبوں سے بلایا بابر سے بھی مدد کی درخواست کی۔ بابر کا اقتدار ابھی افغانستان کے بندوبست پر اچھی طرح نہیں ہوا تھا کہ خراسانی ایلچی پہونچا۔ اوسکی موجودہ ذاتی مصلحتیں خراسان جانے کے خلاف تھیں اور اگر بابر میں قوت اقدام کمتی ہوتی تو سمرقند کا واقعہ یاد دلاکر سلطان حسین میرزا کو جواب خشک بھیجدیتا۔ لیکن وہ خوب سمجھتا تھا کہ آج خراسان پر اوزبکوں کے تنگ دیوار ہے تو کل کابل کی باری بھی آجائے گی۔ بہتر ہے کہ اس وقت

متفق ہو کر اوزبک مغلوب کرنے جائین۔ کابل کا بندوبست کر کے خراسان کا سفر کیا
راستے مین سے سلطان حسین میرزا کو اپنے آنے کی اطلاع کی۔ ایلچی نے لوٹ کر خبر دی
کہ ۱۱۔ ذیحجہ ۹۱۱ھ کو سلطان حسین میرزا کا انتقال ہوا۔ بابر کچھ تو خراسانی شاہزادون کے
پاس قرابت کے سبب اور کچھ اور مصالح کے لحاظ سے (جنکو وہ بیان نہین کرتا ہے)
خراسان کو بڑھا چاہتا گیا۔ خراسانی شہزادونکی متفقہ فوجین دریائے مرغاب پر (جو آجکل کے
پولیٹکل دنیا مین بھی اہمیت رکھتا ہے) مورچہ جمائے پڑی تھین۔ بابر جب قریب پہونچا تو
شاہزادے استقبال کر کے لشکر مین لے گئے تیموریہ نسل کا یہ عجیب اور آخری مجمع
تھا اگر آپس مین بگڑ نہ کھڑے ہوتے تو بیشکر وہ سر کر سکتا تھا
جو صدیون تک تاریخ کے صفحون کو روشن رکھتے۔ افسوس ہے کہ نازپروردہ اور خود مختار
شاہزادونکی مانخحتی مین یہ شکر بے کار ہو رہا تھا۔ اوزبکون کے چار شو یا نو شو ادمیون
کے غول مرغاب کے قریب نہایت تاراج کر رہے تھے ان شہزادون سے اونکا
بندوبست بھی نہ ہو سکا۔ بابر کو ان بدعنوانیونکی تاب کہان تھی فوراً اوزبکون کی گوشمالی
کو تیار ہو گیا مگر خانی نے اوسکو بھی بہکا رکھا۔ زمانہ دیدہ شیبانی خان خوب جانتا تھا
کہ یہ مجمع تین دن کی چاندنی ہے۔ اوسوقت طرح دیکر سمرقند چلا گیا۔ موسم زمستان
بھی آپہونچا۔ عیش پرست شاہزادونکو جام ارغوانی اور ساقی پریچہرہ یاد آئے۔
تشقلاق کے بہانہ یہ فوج آن واحد مین منتشر ہو گئی۔ شاہزادہ بدیع الزمان میرزا نے
بابر سے ہرات چلنے کا اصرار کیا۔ معاملات کابل اوسکو اپنی طرف کھینچتے تھے لیکن شوق
ہرات بابر کو اودھر لے گیا۔ شہر ہرات کو اس زمانہ کی سی رونق و زیبایش شاید

کم نصیب ہوئی ہوگی۔ سلطان میرزا کی چہل سالہ پُرامن حکومت نے اور میر علی شیر کی قدردانی نے کمال اور خوبی سے شہر ہرات کو بھر دیا تھا۔ ہر طرف کے باکمال وہان جمع تھے اور شہر ہرے بھرے باغ کیطرح شگفتہ ہو رہا تھا۔ بابر نے سیر کی خو لطف اوٹھائے۔ ایک روز سلطان احمد میرزا کی بی بی بابر سے ملنے آئی اوسکی بیٹی معصومہ سلطان بیگم بھی ماں کے ساتھ تھی ؎

عشق آن خانمان خرابی ہست
کہ ترا آور دبخانہ ما ✣ ✣

بابر کی نظر جو اوس ملائک فریب صورت پر پڑی بیتاب ہوگیا۔ اور جاے حیرت ہے کہ اوس حور وش لڑکی نے ایک نظر مین وہ دل فتح کر لیا جو اتنے بلا خیز موکو مین ثابت قدم رہا تھا۔ آخر بے چین ہوکر چچی کو پیام دیا اور یہ بات طے ہوگئی کہ ماں بیٹی۔ دونون کابل آئین اور وہان نکاح ہوجائے۔ معصومہ سلطان بیگم کابل آئی اور بابر نے اوس سے نکاح کیا۔ ایک لڑکی بھی ہوئی مگر اوسی مرض مین یہ بیگم داغ مفارقت دیگئی بابر نے یادگار کے لئے اس لڑکی کا نام معصومہ سلطان بیگم رکھا۔ عائشہ سلطان بیگم اوسکی بڑی بہن تھی مگر اوس سے مفارقت کے بعد یہ نکاح ہوا تھا۔

افغانستان کی برف سے پالا پڑا

شاہزادے اگرچہ اصرار سے بابر کو ہرات لے گئے تھے مگر عیش مین پڑکر اپنے محترم مہمان کو بھول گئے اور سرد کی وقت ہونے لگی برف بھی کثرت سے پڑنی شروع ہوگئی

اور افغانستان و خراسان کے کوہستان کے سر خپدہ روزمین اس منزل نے سفید کردئے
بابر نے دیکھا کہ یہ سد سکندری اوسکو تو مفتوح ملک اور وہان کے جنگ جو فرقون سے
جدا کئے دیتی ہے اس خیال نے برات کی کیفیت بالکل بدمزہ کردی اور اوسکو سرات
چھوڑنا پڑا۔ جنگل کثرت برف سے سفید چادر ہو رہا تھا اکثر مقامون پر برف گھوڑے
کی ران کے برابر تھے۔ برف جب گرنی شروع ہوتی تھی تو نہ بالکل رقیق ہوتی
تھی اور نہ پتھر کے طرح سخت۔ آدمی پاؤن رکھتے ہی بھیتر کو دھس جاتے تھے۔
بابر جتنا آگے بڑھا برف کی مصیبت بڑتی ہی گئی۔ ایک خیر ہوئی کہ راستے مین غلہ
افراط سے ملگیا اور بابر نے بقیمت اوسکو خرید لیا۔ ورنہ بھوک اور برف دو دشمنون سے
مقابلہ مشکل ہو جاتا۔ لنگر میر غیاث پھونچکر مشورہ کیا کہ کس راستے سے چلنا چاہیے
ایک راستہ گرم سیر قندہار ہوکر کابل جاتا ہے اسمین پھیر بہت ہے مگر برف کی آفت
سے نجات مل جاتی ہے۔ دوسرا راستہ سیدھا کابل آتا ہے یہ قریب ہے اور برف
سے معمور بلکہ ویران۔ بابر کی رائے تھی کہ قندہار ہوکر چلین۔ قاسم بیگ نے کہا
کہ وہ راستہ بہت چکر کا ہے بہتر باندھکر سیدھے نکل چلیے۔ قاسم بیگ کی یہ رائے
گو تکلیف دہ ثابت ہوئی لیکن دور اندیشی پر مبنی تھی بابر اگر جلد کابل نہ پھونچتا تو محمد حسین
کا بلوہ دوسرا رنگ پکڑ جاتا اور سخت دشواری پیش آتی۔ بابر نے طوعاً کرہاً اس رائے
کو مانا اور ایک رہبر کو ملکر سیدھا کابل چلا۔ راستہ اور جنگل سب برف اپنی چادر مین چھپائے ہوئے
تھی رہبر کو راستہ کیونکر معلوم ہوتا خود بہک گیا اور اوس کے پیچھے اور بھی گمراہ ہوگئے
برف کی وجہ سے گھوڑے ٹخنے پاؤن زمین تک نہین پہونچتے تھے اور قطع مسافت غیر ممکن

ہو گیا۔ قاسم بیگ کو اپنی رائے کی ذمہ داری یاد آئی۔ پیادہ پا ہو کر راہ صاف کرنے لگا۔ اوسکے چودہ[۱۴] عزیز و قریب بھی شریک ہو گئے۔ شاہ بابر بھی گھوڑا چھوڑ کر ان مین جا ملا۔ یہ شاندار سولہ[۱۶] ٹولی راستہ صاف کرتے تھے اور تمام لشکر پیچھے گردن جھکائے چلا آتا تھا۔ راستہ صاف کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ سولہ[۱۶] آدمی آگے پیچھے قطار باندھ کر استادہ ہو جاتے تھے ان کے یون کھڑے ہونے سے برف اتنی دب جاتی تھی کہ ایک گھوڑا کھڑا ہو سکے اوسکے بعد اوس خالی جگہ مین ایک کوتل گھوڑا کھینچا جاتا دس[۱۰] پندرہ[۱۵] قدم چلکر گھوڑے مین آگے چلنے کی طاقت نہین رہتی تھی اوسکو ہٹا کر دوسرا گھوڑا کھینچتے تھے۔ اسطرح یہ سولہ[۱۶] جوانمرد اپنی قوت بازو اور اپنے گھوڑونکی مدد سے صبح سے شام تک میل ڈیڑھ میل راستہ تیار کر کے لشکر کو بڑھاتے تھے۔ انکے سوا نہ کسینے خود کام کیا اور نہ گھوڑے سے مدد لی۔ بابر کے تحمل کو دیکھیے کہ نہ یہان کسی سے اوسنے مدد دینے کا تقاضا کیا اور نہ کابل پہونچکر اس بے وفائی اور خیرہ چشمی کی کسی سے شکایت کی۔ ایک روز شام کو منزل دامن کوہ مین ہوئی۔ سردی کی یہ شدت کہ الامان۔ سبکو یقین تھا کہ آج یہین برف کے کفن اور قبر مین دفن ہو جائینگے بابر نے درہ کے پاس سینے کے برابر برف کھود کے اپنا خیمہ بچھالیا اور شاہی خیمہ بھی برف کے سنگ مرمر کے تخت پر تھا۔ بعض ہواخواہون نے گذارش کی کہ اس غار کے اندر بیٹھ جائے لیکن بابر کی حمیت نے تقاضا نہ کیا کہ اپنے جان نثار سپاہیون کو چھوڑ کر خود آرام سے جا سوئے وہین بیٹھا رہا لوگ ماسن کی تلاش مین بے قرار تھے غار کو جو روشنی سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بہت وسیع ہے اور سب آدمیون کے گنجایش اوسمین ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ وہین سے جوش خوشی مین چلائے کہ یہان جگہ بہت ہے۔ بابر

کا سر زانو پر جھک رہا تھا یہ جانفزا اور دلربا جملہ سنکر چونک پڑا۔ اگر خود بابر نے نہ بیان کیا ہوتا تو ہم اسکو مبالغہ سمجھتے کہ اوسوقت اوسکی پشت اور سر پر چار چار انگشت برف جم رہی تھی اس بلائے آسمانی کو جھاڑ کر غار میں چلا گیا اور اہل لشکر بھی وہیں چلے آئے اور اپنے بل کر اپنا اپنا کھانا نکالا۔ غالباً بابر کابل اور اکبر آباد کے دیوانخانوں میں الوان نعمت کھاکر کبھی اتنا مسرور نہ ہوا ہوگا جتنا اون روکھی سوکھی رنگ برنگ کی روٹیوں کو کھاکر ہوا۔ صبح ہوئی تو پھر وہی برف اور وہی قلیوں کی خدمت۔ اس سفر میں اکثر اوسیوں کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ کانوں کی یہ کیفیت ہوگئی۔ جیسے کسی شاخ پر پژمردہ پتا لگا ہے۔ یہی کابل کی مشہور برف ہے جسکے مہیب افسانے آجکل کی تاریخ کو بھی عبرت ناک بناتے جاتے ہیں۔ بابر نے جس شاہانہ اولوالعزمی سے اس برف کی مہم کو سر کیا غالباً اوسکی نظیر بہت کم ملے گی۔ بہت کم بادشاہ ایسے ہوئے ہونگے جنہوں نے اپنی بے کس سپاہ کے واسطے برف کھود کر راستہ بنایا ہوگا اور سپاہیوں کو مدد کی تکلیف نہ دی ہوگی۔ اس بلائے عظیم کو بصد دشواری طے کر کے بابر ہزارستان آپہونچا۔ ہزارہ کے وحشی بھوگون نے حملہ کیا مگر اونکو سزا دیکر شاہی فوج آگے بڑھ آئی ؛

کابل کا فساد

بابر جب خراسان کو گیا تھا تو کابل میں خان میرزا شاہ بیگم بابر کی سوتیلی نانی۔ مہر نگار خانم اوسکی خالہ۔ اور محمد حسین میرزا اور سلطان حنیدہ برلاس موجود تھے۔ محمد حسین میرزا کی۔ بابر کی ایک خالہ سے شادی ہوئی تھی اور سلطان حنیدہ برلاس بھی تنبال کی طرف سے

قرا تہمند تھا - میدان خالی پاکر ان دونون کھلاڑیون نے ایک نیا سوانگ بھرا - خان میرزا کو کابل کا بادشاہ بنایا - اور اپنے رشتے کا پھندا اور اکبر بیگمات کو بھی سازش مین شریک کر لیا یہ دیکھکر سفل بھی ان کے مددگار ہو گئے - عوام الناس کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیئے یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ کو خراسانی شہزادون نے قید کر کے جیلخانہ بھیجدیا - یہ بھی ویسے ہی ہوئے جیسے محمد شاہ بادشاہ دہلی نے نادر شاہ کو قتل کر ڈالا تھا اور دلی کے چند دغاباز میرزا شیطان اس راز کو فاش کر گیا تھا - امرائے بابری کو ارک کابل مین محصور ہونا پڑا یہی وہ وقت ہے جب بابر ہزارستان آگیا ہے - اگر قاسم بیگ سیدھے راستے سے نہ نکال لایا ہوتا تو یہ فساد شاید اور زیادہ زور پکڑ جاتا - بابر کو ہزارستان مین یہ خبر ملی امرائے محصور کے پاس فوراً ایک آدمی دوڑایا کہ ہم آگئے فلان روز کوہ منارہ پر اگر آگ روشن کرین گے تم بھی اوسکے جواب مین آگ جلانا تاکہ ہم سمجھین کہ تم ہوشیار ہو اسکے بعد دونون طرف سے حملہ کر کے دشمنونکو سنبھلنے نہ دینگے - اس آدمی کو بھیجکر ہزارستان سے ایلغار کر کے بابر کابل آپہونچا - باغیون سے مقابلہ ہوا مگر بابر نے دو تین ہی حملون مین اونکو منہزم کر دیا - فتح کے بعد بابر ارک مین آیا یہان محمد حسین میرزا اوسکے خالو کو گرفتار کر کے لائے نیکدل بابر بمثل سابق تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اور پاس بٹھنے کی اجازت دی اوسکے بیٹھنے کے بعد کچھ شکایت بھی نہین کی بدلے بانہرا کیا ذکر ہے - بیگمات نہایت نادم تھین اونسے بھی حسب دستور باادب ملا اور تسلی دلجوئی سے اونکی خاطر جمع کر آیا - خان میرزا اس معرکے سے نکل بھاگا تھا شاہی سوار اوسکو بھی پکڑ لائے - بابر دیوانخانہ مین بیٹھا تھا کہ خان میرزا پیش ہوا - اوسکو

دیکھتے ہی اوٹھ کھڑا ہوا اور کہا آؤ گلے مل لیں! وہ بیچارہ یہ مدارات دیکھکر شرم سے پانی پانی ہوگیا اور مشکل سے بابر کے پاس تک پہونچا۔ گلے لگاکر بادشاہ نے اپنے پاس بٹھایا اور خانساماں کو حکم دیا کہ شربت جلد لائے۔ جب شربت آیا تو خان میرزا کے اطمینان کے واسطے پہلے خود تھوڑا سا پیا اور اسکے بعد اوسکو پلایا۔ اسکے بعد بھی بابر ان باغیوں کے درپے آزار نہیں ہوا اور بتدریج وہ ادھر اودھر چلے گئے۔

محمد حبیب الرحمن شروانی

کُتب خانۂ اسکندریہ

یُورپ ایک زمانے مین مسلمانونکی نسبت عجیب عجیب خیالات رکھتا تھا۔ اوس زمانے مین سیکڑون غلط روایتین جو مسلمانونکی نسبت مشہور تھین یُورپ کے لٹریچر کا عنصر بنگئین۔ موجودہ یُورپ اگرچہ بے تعصبی و انصاف پرستی سے کام لینا چاہتا ہے مگر جو زہر اوسکے رگ و پے مین سرایت کرگیا تھا اوسکا اثر اب بھی موجود ہے اور شاید ایک مدت تک باقی رہے۔

"اسلام زبردستی سے پھیلا" "بانی اسلام کو خود اپنی سچائی پر اعتقاد نہ تھا" "اسلام تمام علمی تحقیقات کا دشمن ہی" یہ اور اسی قسم کے بہت سے جملے یُورپ کے اصول موضوعہ ہین۔ اخیر دعوے کے ثبوت مین عموماً کتب خانہ اسکندریہ کا واقعہ پیش کیا گیا ہے۔ یُورپ کو خاص اس واقعہ سے اسقدر دلچسپی ہے کہ مسلمانون کے تذکرہ مین موقع بیموقع اوسکا ذکر ضرور آجاتا ہے۔ حال مین فرانس کے ایک عالم نے شاہان فرانس کے حال مین ایک مختصر سی تاریخ لکھی ہے جسکا ترجمہ خدیو مصر کے اشارے سے عربی زبان مین کیا گیا ہے۔ اس تاریخ مین کہین کہین دوسرے ملکون کے حالات بھی تطابق کے طور پر مذکور ہوئے ہین۔ حضرت عمرؓ کی وسیع اور موثر حکومت مین سے جو چیز اوسکی نگاہ کے سامنے آئی وہ یہی کتب خانہ اسکندریہ کا واقعہ تھا۔ فرانس کے حالات لکھتے لکھتے وہ لکھتا ہے کہ اسی سنہ مین مسلمانون نے اسکندریہ پر حملہ کیا اور وہان کا علمی کتب خانہ جلاکر برباد کردیا" بہرنوع ہم اس واقعہ کے متعلق ہین۔ جسکے ذریعہ سے یورپ

کی علمی دنیا کا بچہ بچہ حضرت عمر کے نام سے تو واقف ہے۔
ہماری قوم کے تعلیم یافتہ لوگ ان اعتراضات کا سننا گوارا نہیں کر سکتے اور نہایت جوش سے
اونکے اوٹھانے پر آمادہ ہیں اگرچہ افسوس ہے کہ انگریز مورخون کیے عامیانہ تقلید اور
اسلامی تاریخ کے اصلی مواد کی ناواقفیت اونکو اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے
دیتی۔ کتب خانہ اسکندریہ کی بحث غالباً سب سے پہلے تہذیب الاخلاق میں
چھیڑی گئی۔ پھر ایک مضمون پانیر میں نکلا اور آجکل متعدد مضامین مختلف اخبارون میں
شائع ہوئے۔ یہ پچھلے مضامین تو (بجز ایک کے) بیشتر تہذیب الاخلاق کے
مضمون سے ماخوذ تھے لیکن وہ پہلا ہی مضمون ہے صرف دو ایک انگریز مورخون
کا مقلدانہ اقتباس تھا۔ مزا یہ ہے کہ چونکہ ایک انگریز مورخ نے جہالت سے لکھدیا کہ علامہ
ابن خلدون نے حضرت عمر کے حالات میں کتب خانہ اسکندریہ کا جلایا جانا لکھا
ہے" ہمارے معزز مضمون نگار نے خود اوسکی تقلید کی اور ابن خلدون پر عبداللطیف
بغدادی کی تقلید کا الزام لگایا۔ حالانکہ ابن خلدون میں اس واقعہ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں
ہمارے مضمون نگارون نے جو طرز استدلال اختیار کیا ہے وہ اثبات مدعا کے لیے
کافی نہیں۔ وہ اپنے دعوے پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔
(۱) جن کتب خانون کا نام لیا جاتا ہے حضرت عمر سے پہلے برباد ہو چکے تھے۔
(۲) بطریق اسکندریہ۔ المکین۔ ابوالفدا نے اپنی تاریخون میں اس واقعہ کا ذکر
نہیں کیا۔
جن مورخون نے یہ الزام لگایا ہے اونکے بیان کی یہ خصوصیتیں کہ فلان خاص کتب خانہ جلا دیا گیا۔

اور کئی ہزار حماموں میں تقسیم ہوکر چھ مہینے تک ایندھن کا کام دیتا رہا۔ عارضی خصوصیتوں میں اصل الزام اسقدر ہے کہ اسکندریہ کا کتب خانہ مسلمانوں کے ہاتھ سے برباد ہوا جو اس وقت رفع ہوسکتا ہے کہ پہلی دلیل کے ساتھ احتمالات ذیل باطل کئے جاویں ؛

(۱) ممکن ہے کہ اسکندریہ میں ان دو کتب خانوں کے سوا اور کوئی کتب خانہ رہا ہو

(۲) ممکن ہے کہ ان کتب خانوں کی کچھ کتابیں برباد ہونے سے بچ گئی ہوں جو اسلام کے عہد میں جلائی گئیں ؛

(۳) ممکن ہے کہ ان دونوں کتب خانوں کے برباد ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے تک اسکندریہ میں اور کوئی علمی ذخیرہ مہیا ہوگیا ہو ؛

اگر مناظرہ کا معقول طریقہ اختیار کیا جاتا تو ہمارے مضمون نگار کو بہت آسانی تھی۔ قاعدہ استدلال کی رو سے بار ثبوت ان لوگوں پر ہے جو ایک واقعہ کا وجود بیان کرتے ہیں ہمارا صرف یہ کام ہے کہ ہم ان لوگوں سے جو کتب خانہ کا جلایا جانا بیان کرتے ہیں دلیل طلب کریں یہ ظاہر ہے کہ دعوے کرنیوالے کوئی ندالیسی پیش نہیں کرسکے ہیں جو اثبات مدعا کے لئے کافی ہو۔ لیکن غلطی سے ہم نے اس دعوے کو نفی کی صورت میں خود اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ جسکو ہم کسیطرح ثابت نہیں کرسکتے احتمالات کا سلسلہ ہنوز قایم ہے اور جب تک وہ منقطع نہ ہو دعوے ثابت نہیں ہوسکتا۔

دوسری دلیل یعنی دو تین مورخوں نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اوّل ہی ضعیف ہے یورپ کے مورخ جس کثرت سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں اور سکے مقابل میں منکرین کی تعداد عشر عشیر بھی نہیں گبن صاحب اور اونکے پیرؤں کا انکار خود قیاسات پر مبنی ہے

فلسفی لاک کی یادگار

"اگر لاک نے جدید تحقیقاتین کی ہین تو سقراط نے کچھ نہین کیا۔ پھر بھی دونون نے وسعت عقل انسانی کی علاوہ اشاعت علوم مین بہت کوششین کی ہین۔ مگر مسٹر لاک ہمیشہ انگریزی قوم کے ایک درخشان زیور خیال کئے جائین گے"

سر جیمس میکنٹاش

سرگروہان مذہب۔ اور مصلحان قوم کی سوانح عمریان لکھنے مین مشرقی اور زمانہ حال کے یورپین مورخین نے ایک قابل افسوس غلطی کی ہے۔ اون لوگونکو جنہون نے انسانونکو ناقابل تلافی فیض پہونچائے ہین وہ خیال کرتے ہین کہ اپنا جیسا خطاکار انسان سمجھین۔ اسلئے ہمیشہ اونھون نے اپنے ہیرو کو دائرہ انسانیت سے باہر سمجھکر اونکے تمام کامون اور اصولونپر محض اعتقاداً نظر کی ہے یہی وجہ ہے کہ اوس زمانہ کے کتب سیر مین اصلی کیریکٹر کے لحاظ سے بڑے آدمیونکی کوئی روح نہین پائی جاتی جو تصویر وہ اپنے ہیرو کی اوتارتے ہین وہ نہ خود اونکی ہوتی ہے اور نہ کسی شخص غیر کی۔ لیکن موجودہ زمانہ مین اور ترقی یافتہ انسانی نسل نے اپنے دائرہ حکومت سے ایسے معبودونکو خارج کردیا اور بجاے اونہین کو عزت دی جو ایک بھی خال وخط نہین چھوڑتے۔

کچھ شبہ نہین کہ راہ زندگی بکامیابی وعزت طے کرنے کے لئے اون لوگون کے سفرنامے نہایت کارآمد ہوسکتے ہین جو ہوشیار اور معزز رہ نورد ثابت ہوتے ہین۔ لیکن وہ بیوقوف فرد جو مبتلاے مرض اعتماد ہے ہرگز اپنی ہدایت مین معقول اور اپنی خدمت گذاری مین

صادق نہین۔ پس ہم تو توبہ نصوح کرتے ہین۔

جان لاک جو اس مختصر روزنامچۂ زندگی کا ہیرو ہے ایک فلسفی تھا جسکے دماغ و قلم نے اہم صیغہ جات علوم پر دوامی احسانات کئے ہین۔ اور جو ۲۹ اگست ۱۶۳۲ء مین بمقام رنگٹن واقع سومرشائر مین پیدا ہوا تھا۔ نہایت ابتدائی زمانہ عمر مین تھا کہ دست منسٹر اسکول مین ایک ابتدائی تعلیم حاصل کرکے وہ کرائسٹ چرچ کالج (آکسفورڈ) مین بھیجا گیا تھا جہان کہ وہ بلحاظ علمی ہوشیاری کے بہت جلد ممتاز ہوگیا۔ اس امتیاز کے ظاہر کرنے کے لئے بھی ایک بات کیا کم ہے کہ اوسنے بجائے ظریف و چست ہمنشینونکے اپنے ہم مدرسہ نوجوانون مین بہت سے علمی احباب تلاش کر لئے تھے۔

وہ اسٹک فلاسفی کی (جو اوس زمانہ کے تمام انگریزی دارالعلومون کی باعث توہین ہو رہی تھی) پیچیدہ بیانیونکو از حد ناپسند کرتا تھا۔ اسلئے اوسنے گریک اور رومن کلاسکس اور بعد کو سائنس اور خصوصاً طب کی جانب ایک شائستہ توجہ مبذول کی جنمین وہ عالم ہوگیا۔ طب مین یہ پایہ حاصل ہوگیا تھا کہ اوسنے بطور پیشہ ترقی دینا چاہا۔

تیزی ذہن نے لاک کو اوس زمانہ کے ملکی معاملات کا بھی کوئی غیر متعلق اور بے واسطہ تماشائی نہ رہنے دیا اوسنے اس مسئلہ پر کہ آیا سول مجسٹریٹون کو معاملات دعیادات مذہبی مین کوئی قانونی استحقاق مداخلت حاصل ہے یا نہین اوس رسالے کے جواب مین لکھا تھا جسمین نفی کی تائید کی گئی تھی گو یہ رسالہ شایع نہین ہوا۔ لیکن شاہی طرفدارون نے پسند کیا تھا۔

سنہ ۱۶۶۵ء مین لاک حسب الحکم بادشاہ ۱۔ ۔ ۔

کو عام کر دیا تھا سر والٹر وین کی جانب سے جو الکٹر آف برنڈنبرگ کے دربار مین سفیر مقرر ہوئے تھے عہدۂ معتمد سفارت کی دعوت کی گئی جسے اوسنے قبول کیا جب تک وہ ماتحت عہدہ سفارت رہا اوس مُلک کے اداب معاشرت اور طرز تمدن کی نسبت اپنے اون دوستونکو نہایت مفید اطلاعین دیتا رہا جنسے سلسلہ کتابت جاری تھا جب وہ واپس بلایا گیا تو سفارت آپین کی بھی دعوت کی گئی تھی جو اوسنے منظور نہین کی۔

اب اوسکی حالتِ صحت ایسی نہی جس سے وہ کسی کاروباری زندگی کا آغاز نہین کرسکتا تھا اسلئے اوسنے ایک سب سے زیادہ مفید۔ سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ قابلِ فخر روش اختیار کی جسنے اوسکے انتخاب مشاغل کا آخری مبارک فیصلہ کر دیا۔ یعنے آکسفورڈ مین تحقیقات فلسفیانہ اور اصولی تراش خراش مین اوسکے مستقبل دن گذرنے لگے۔

۱۶۷۵ء مین بغرض تبدیل آب وہوا فرانس مین گیا۔ جہانکہ وقت کا بڑا حصہ مونٹ پلیر کی صحت بخش آب وہوا مین گذرا۔ وہ پیرس بھی گیا تھا۔ دارالسلطنت فرانس کی شیرین زبان اور علمی جماعت تمدنی نے نہایت مودبانہ اور مستغنیانہ برتاؤ کیا۔

لاک کے پیرئین مراسلات کا بڑا حصہ ثابت کرتا ہے کہ اخلاقی فلسفے کی چالاک نظر بانندونکی خصوصیات اور مذہبی حالت کی تہ کو پہونچ گئی تھی — عالم حالتِ فرانس پر بھی اوسکے تجربے مفید و دلچسپ تھے۔

ادہر انگلستان مین مُلک اور درباری پارٹیون یعنی کانسٹیٹیوشنلسٹ

اور وسیع اختیارات چاہنے والون مین ایک جنگ زرگری قایم تھی جسنے اوسے
پولیٹکل میدان مین ایک بار قدم رکھنے پر اوزمجبور کیا۔ اس جنگ مین اوسنے عملی شرکت کی
اور خود کو دربار کا مخالف ثابت کیا۔

لیکن اب اوسکی جان خطرے مین پڑگئی تھی اسلئے وہ ہالینڈ چلا گیا۔
جہان سے وہ ۱۶۸۸ء کے ریولیوشن تک واپس نہین آیا۔

دربار نے اوسکی غیر حاضری مین معاوضے سے دل کی تسکین کرلی —
بادشاہ کا ایک بے ضابطہ حکم صادر ہوا جسکی رو سے لاک کرائیسٹ چرچ کالج کی فلوشپ
سے خارج کردیا گیا۔

اب اوسکے لئے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ وہ پولیٹکل رفتار زمانہ کا ساتھ
نہ دے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اپنی خانہ نشینی کے زمانے مین وہ سائنٹفک اور علمی سوسائٹی سے
فائدہ اوٹھاتا رہا جو بلاشبہ اوسکی غیبت مین معاوضہ لینے والے بادشاہ سے کہین
زائد اوسکی قدر کرنے والی تھی۔ اسی زمانے مین اوسنے چند مضامین "مذہبی تحمل" پر
لکھے اور یہ مضامین وہ تھے جنکو وہ ایک مدت سے سوچ رہا تھا۔

غیر حاضری انگلستان کے زمانے مین ولیم بن نے جسکا دربار اوز
جیمس ثانی کے مزاج مین بہت کچھ اثر تھا لاک کے مقاصد کی حمایت کی اور شاہی معافی کا
ایک فرمان حاصل کیا جسکو لاک نے ایک قابلِ ستایش حسیت سے اسلئے قبول نہین کیا
کہ وہ خود کو بے گناہ محض سمجھتا تھا۔

مگر آخر کار وہ انگلستان واپس آیا۔ اور واپس آتے ہی اوسکو سفارت برکن کی دعوت کی گئی جسے اوسنے علاوہ اور اسباب کے اسواسطے بھی منظور نہین کیا کہ وہ شراب سے پرہیز کرتا تھا۔

اس زمانے مین اوسنے "انسانی عقل" پر اپنا مشہور مضمون جسپر اوس نے اٹھارہ برس محنت کی تھی شائع کیا۔ اس قابل قدر تصنیف پر سر جیمس میکنٹاش کی یہ رائے نہایت درست ہے کہ اُس تصنیف کے مقابلے مین چند ہی کتابین تعصبات کے مٹانے۔ دلنشین غلطیونکے دور کرنے۔ ٹھیک طرز غور و تامل کی اشاعت۔ اور بلا خوف و تحقیق کا جوش پیدا کرانے کا باعث ہوئی ہین۔ اور اسپر یہ خوبی بھی شامل ہے کہ حدود فطرت انسانی سے باہر نہین" اس کتاب پر خطرناک اختلافات ہوئے تھے اصول پر بحث پر الحاد اور دہریت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اور یہ ایک ایسا الزام تھا جسکی مصنف نے فوراً تردید کردی۔

گولاک کی حالت صحت قابل تسلی نہ تھی پر بھی اوسکے ہاتھ سے قلم نہین گرا تھا۔ اوسنے اپنا سب سے عمدہ مضمون جو "گورنمنٹ" اور "مذہبی تحمل" کا دوسرا حصہ جو لکھا تھا شائع کیا۔

اس عرصے مین اوسکو نیوٹن سے واقفیت پیدا ہوئی جو بذریعہ خط وکتابت دوستی کی حد کو پہونچ گئی تھی۔

سنہ ۱۶۹۵ء مین اوسنے ۲ رسالے "سود کی کمی اور سکہ کی زیادتی قیمت" پر شائع کرائے جنسے وہ خرابیان رفع ہوگئین جنکی شکایت کی گئی تھی۔ اور

اور اسی سال اوسنے دو رسالے اور لکھے جنمین سے ایک مین "عدد و آزادی" اور دوسرے مین "عیسائیت کی دانشمندی" پر بحث کی گئی تھی۔

پھر الزام دہریت قایم کیا گیا جو بعد کی صدیان تبدیج واپس لیتی گئین۔

اوسنے اپنے ڈیفنس مین ایک رسالہ لکھا جسمین تمام واجب غلط فہمیونکی تردید تھی۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی گفتگو ہر قسم کے لوگونکے لئے دلچسپ تھی یہانتک کہ عورتین بھی پسند کرتی تھین۔ لاک سے بڑھکر کوئی شخص ایسا نہا ہوا وس زمانے کی مجلسون مین اخلاق و محبت سے بلایا جاتا ہو۔ یہانتک کہ امرائے سلطنت جو سب کمین ظریف اور تفریح خواہ ہوا کرتے ہین اس بڑے اخلاقی فلسفی کی باتون سے محفوظ ہوتے تھے اوسکے معتقد حیران رہجاتے تھے جب صفات خوش مذاقی و ظرافت کو اوسکے اجنبیانہ مشاغل سے متحد دیکھتے تھے۔ اوسکی عادت تھی کہ وہ کبھی ایسا سخن زبان پر نہین لاتا تھا جو اوسکے مخاطبین کے لئے مضر ہو۔ وہ کسیکی بدقسمتی پر مضحکہ کرتا تھا اور نہ خوش قسمتی پر ملول تھا وہ عاجزین کے طرفدارون مین تھا۔ وہ مستحق مقاصد کے ساتھ عملی سلوک کرتا تھا وہ مواقع نہین ضائع کرتا تھا۔ اور گناہگارون اور پرہیزگارون کا سخت معتبر رازدار۔ اپنے اصول مین سخت۔ اور اپنے اظہار یقین مین دنیا کے جھک مارنے کی پروا نہین کرتا تھا۔

لاک کی سب سے بڑی تفریح نوجوانی سے لیکر عمر کے آخری حصے تک یہ رہی کہ وہ معقول اور سنجیدہ لوگونکا ہم سخن اور ہم نشین تھا۔ جو حصۂ عمر کہ خانہ نشینی مین گذرا اور دراصل اہم تھا ہم معلوم کرسکتے ہین کہ اوسمین انسانی زندگی کے چند اجزاء موجود

وہ طبعی ذہین۔ حسین اور عظیم الشان چیزونکو دیکھکر پرجوش۔ عالی دماغ۔ اور مستقل مزاج تھا اور یہی اجزا تھے کہ بعد کی صدیان اوسپر صدائے تحسین و آفرین بلند کر رہی ہین ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ ہم انہین اجزائے بزرگی کو اپنے لوگون اور ہم وطنون مین ترقی یافتہ دیکھین بجائے اسکے کہ اسوقت مسٹر لاک کے فلسفہ اخلاق پر کوئی مفصل نکتہ چینی شایع کرین۔ فقط

(محمد اصغر حسین)

انسانی صفات

کا

پہلا حصہ۔ قدرتی عطیے

نمبر (۱)

شرافت

انسان خدا کی اوس پاک مخلوق کا نام ہے جس کو اپنے تمام انواع غیبہ پر افضلیت حاصل ہے۔

قدرت نے نہ صرف صورت محسوس انسان کو عطا فرمائی ہے بلکہ عقل کا بیش بہا جوہر ایسا عنایت کیا ہے کہ ذریعے سے علاوہ ترجیح انواع کے خدا شناسی مذہب معتبر کے سامان سعادت کی افکار کا موقعہ ملا۔ اور اسی ایک عظیم الشان جوہر کے ساتھ اوسے اشرف المخلوقات کا خطاب دیا گیا پس یہ خطاب ایسا نہیں کہ جس پر ہم پورا فخر نہ کریں کیونکہ ہماری روحوں نے اس حسب حاصل کرنے سے قبل کوئی ایسا کام نہ کیا تھا جس کی وجہ سے اونکو اس عمدہ لباس کے پہننے اور اس معزز خطاب کے حاصل کرنے کا استحقاق تھا۔

ظاہر ہے کہ ایسے غیر مستحق روحوں کو جو یہ رتبہ عطا فرمایا گیا اسمیں کوئی

خاص سر ہے جسکو ہماری محدود عقل تکمیل سے معلوم کر سکے گی۔

شاید ایسا ہو کہ ارواح کی پیدایش کے وقت خدا نے ہر آدم کے لئے ایک جسم تجویز کر لیا ہو اسیطرح وہ خوش قسمت روحین جو اس مغز جسم مین بھیجی گئین ہین۔ پہلے سے تجویز کر لی گئی ہون اور کیا عجب ہے کہ اس انتخاب مین ارواح کی شرافت و رذالت کا لحاظ کیا گیا ہو اور اسی اعتبار سے دنیاوی صورتین عطا کیگئی ہون۔ پس اسجگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانکو نہ صرف جسمی شرافت حاصل ہے بلکہ روحی بھی۔ جسمی شرافت کیونکر اور کسطرح حاصل ہے۔ مخلوقات خدا مین ہر قسم کی مخلوق ہے حسین اور بدرو۔ ہزارون ایسے جانور نظر آتے ہین کہ جنکی صورتون سے نفرت جنکی آوازون سے تنفر پیدا ہوتا ہے اور کتنی صورتین جانورونکی ایسی موجود ہین کہ جنکو اونکے حسن یا خوش آوازی نے ہر دلعزیز بنا رکھا ہے۔

اسمین شک نہین کہ قدرت کی ہر کارگیری اپنی اپنی جگہ پر اشرف المخلوقات کی صنعت حاصل کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ غلطی ہے صرف انسان ہی وہ پیاری تصویر ہے جسکے ذریعے سے خدا نے دنیا مین اپنا جلوہ دکھا رکھا ہے یا یون کہئے کہ انسان وہ آئینہ خانہ ہے جسمین خدا خود اپنا جلوہ ملاحظہ فرماتا ہے۔

آنکھ ناک کان منہ ہاتھ پاؤن جس شائستگی اور خوبصورتی سے انسان کو عطا فرمائے گئے کسی مخلوق کو اسطرح نہین دیے گئے پس جب تناسب اعضاء کے اعتبار سے انسان کو تمام مخلوق کی صورتون سے ترجیح ہوئی تو جسمی شرافت بھی حاصل ہوگئی۔ قطع نظر ان باتون کے وہ بیش قیمت تمغہ جو نوع انسان کو عطا کیا اور جسے

تمام افراد مین اوسے مختار بنا دیا عقل ہے۔ اور یہ ایک ایسا عطیہ ہے کہ اگر علیحدہ کیا جائے تو انسان کی ساری شرافت خاک مین ملجائے کیونکہ جسمی اور روحی شرافت سوائے اسکے کہ وہ انسان کو سب مین مختار کردے اور کوئی فائدہ نہین۔ بہرحال خدا کا کمال شکر ہے کہ جسنے اپنی تمام مخلوقات پر ہم کو بزرگی عطا فرمائی۔ اور سکے بعد ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ بزرگی ہم کو کس قسم کا فائدہ پہونچا سکتی ہے اور وہ کونسے نقصانات ہین جنکی بدولت اس بیبہا جوہر کی آب و تاب مین فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ امر ظاہر اور بالبداہت ثابت ہے کہ خدا کا کوئی کام بے مصلحت اور بے نتیجہ نہین ہوتا ہے کیونکہ اسکے خلاف ماننے سے ایک بہت بڑا اعتراض پیدا ہوتا ہے یعنی خدا کا فعل فعلِ عبث ہے اور چونکہ فعلِ عبث کا ارتکاب عبث ہے اسلئے خدا کا کام فضول اور بے نتیجہ سمجھا جاتا ہے اور ایسا باور کرنا ہر مذہب کے علاوہ ہر دانشمند کی عقل کے خلاف۔

پس معلوم ہوتا ہے کہ ہماری شرافت بھی خدا نے کسی خاص مصلحت سے قایم کی ہے۔

خدا کے کاموں کے نتائج پر غور کرنا ممکن ہے لیکن اون نتائج کو ضرور سمجھ ہی لینا ناممکن۔ کیونکہ ہماری عقل محدود اور خدا کے کام اور اونکے نتائج غیر محدود پس غیر محدود کا محدود مین داخل ہونا محال۔ یا یون سمجھا جائے کہ خدا کی وہ باتین جنکے نتائج عقل بشری سے مخفی رکھے گئے ہین اونکا تعقل انسان سے بالکل ناممکن۔ ہان یہ

ممکن ہے کہ خدا کے کاموں کے نتائج پر غور کرنے سے ہم اپنی محدود عقل کے مطابق کوئی تصفیہ کر سکیں مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمارا تصفیہ درست ہی ہو اور اگر درست بھی ہو جائے تو محلِ تعجب نہیں۔

ممکن ہے کہ انسانی شرافت کے نتائج ہم سے مخفی ہوں اور ہمارا غور و فکر مطابق واقع کے فیصلہ نہ کر سکے تاہم جو نتائج اپنی عقل کے موافق ہم پیدا کر سکیں گے وہ ہمارے مدعا کے لئے کافی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ شرافت انسانی کے مصالح ہم سے مخفی نہ رکھے گئے ہوں اور تھوڑے غور میں خدا کے مصالح ہم ظاہر کر سکیں پس کچھ بے موقع نہیں جو ہم اس امر میں کوئی رائے زنی کریں۔ کیا عجب ہے کہ خدا نے اپنی تمام مخلوقات پر حکومت کرنے کے لئے دنیا کے نظم و نسق کے واسطے اور نعمات عقبادی کے تقسیم کے لئے انسان کو شرافت عطا فرمائی ہو۔

پہلی صورت یعنی ہماری حکومت کا اندازہ دنیاوی حالات پر نظر کرنے سے پورے طور پر ہو جاتا ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ وہ وجودی حیوانات جو ہم سے زور و قوت میں بڑھ چڑھ کے ہوئے ہیں اور جنسے کبھی کبھی ہم کو خود بھی خائف ہونا پڑتا ہے۔ ہماری ایک عقلی قوت جو نہایت زبردست ہے سب کو مغلوب کئے ہوئے ہے۔

ہاتھی اور گھوڑے ہماری سواری ہیں۔ شیر اور تمام درندے ہمارے شکار گائے اور بیل ہماری زراعت کا ذریعہ۔ الغرض بہت سے ذی روح ہمارے قبضے میں ہیں جنسے ہمارے دنیاوی کام بآسانی نکل سکتے ہیں۔ ان باتوں سے قطع نظر ہماری

حکومت کا سب سے پہلا نمونہ وہ ہے کہ جس وقت ہمارا پہلا جسم تیار کیا گیا شیطان کو جو اوس زمانے میں تمام فرشتوں پر حاکم تھا سجدہ کا حکم ہوا مگر اوس نے سرتابی کی۔ مردود ہوا۔

پس اگر خدا کو ہماری حکومت پسند نہ ہوتی اور ہمارا رتبہ اعلےٰ کرنا منظور نہ ہوتا تو شاید ایسا کیا جاتا کہ وہ معزز جسکو ایک عالیشان گروہ کی افسری دیدی گئی تھی اس طرح ذلیل کیا جاتا۔

دوسری صورت یعنی دنیا کا انتظام یہ بھی ظاہر ہے کہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک کی تمام لایات اور ممالک کا نظم ونسق ہمارے ہاتھ میں ہے اور تمام دنیا کا سیاہ وسپید موت وزندگی سب ہمارے قبضے میں۔

تیسری صورت یعنی تقسیم نعمت یہ بھی مخفی نہیں کیونکہ خدا کی کتاب اور اوسکے رسول کی تصدیق ایک بین ثبوت ہے علاوہ بریں عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جب ہمارے دنیاوی اختیارات کو اسقدر وسعت دیگئی ہے اور اتنے انتظامات ہم سے متعلق ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنی کارکردگی کا صلہ یا نہ کرنے کی سزا نہ پاوین۔

خدا نے جسوقت انسان کے پیدا کرنے کا قصد فرمایا فرشتوں نے رائے دی کہ اے خدا ایسی قوم مت پیدا کر جو دنیا میں ظلم کرے تیرے وعدوں کو فراموش کرے تیرے گناہوں کی مرتکب ہو۔ خدا نے جواب دیا کہ میں جو کچھ کرونگا وہ مناسب کرونگا۔ تم کو اس قدر عقل نہیں کہ میرے معاملات میں اس قسم کی رائے دو۔

پھر کیا ہم ایسے نمونے نہ دکھا سکینگے جنسے فرشتوں کی صریحی غلطی ثابت ہے اور ہماری

شرافت واستعداد مسلم۔

ہم کو ہاروت وماروت کا واقعہ یاد کرنا چاہیے کہ کس آزادی سے دنیا مین آئے تھے اور کیا کیا۔ انتظام دنیا بالا کے طاق ساری عبادت اور خدا پرستی بھی خاک مین مل گئی۔ گناہ و نکار ارتکاب بھی ہوا ظلم بھی ہوا آخرکار قید کے صدمے مین مبتلا کیے گئے۔ اور ایک انسان ہے کہ جو باوجود دنیا کے پُرآشوب آب وہوا کے خراب اثر کے اکثر ایسے امتحانات مین ثابت قدم رہا کیا ہے جو بنظر طوالت اسجگہ بیان نہین ہوسکتے اور نہ کوئی ضرورت ہے کیونکہ ہر شخص واقف ہے۔

علاوہ اس سچی شرافت کے جو نوع انسان کو عطا کیگئی خود انسان نے بھی اپنی جماعت مین فرق مقرر کرلیا ہے۔

مختلف مذاہب مختلف اقوام اور ایک ایک مذہب کی تقلید کے مختلف طریقے اور ہر طریقہ والے کا یہ خیال کہ ہم مذہبی یا قومی شرافت مین سب سے بڑھے ہوئے ہین۔

یہ ایک دوسری قسم کی شرافت ہے جسکا نام ذات کی شرافت کہا جاتا ہے۔

یہ بات ایک حد تک خیال مین آتی ہے کہ جسطرح انسان کو تمام انواع پر شرافت حاصل ہے اسیطرح انسان کی مختلف جماعتون مین کسی خاص جماعت کی مذہبی یا ذاتی شرافت مین حد سے زیادتی فرمائی ہو لیکن اسکا تصفیہ کہ وہ کون جماعت ہے گو انسان ہو مگر مناسب موقعہ نہین۔ علاوہ برین ہم کو اس سے کوئی مطلب نہین۔ ہندو مذہبی یا ذاتی شرافت مین اپنے کو بڑھا ہوا سمجھین۔ بے تکلف انگریز اپنی شرافت کو سب سے اعلےٰ تصور کرین کچھ پروا نہین۔ مسلمان اپنے خیال پر کاربند رہین۔ خوش رہین۔

اصل صرف یہ ہے کہ یہ محض دھوکے کی باتین ہین ورنہ یہ شرافت محض ایک اعتباری شرافت ہے قابل فخر نہین کیونکہ وہی ایک درخت ہے جسکی مختلف شاخین ہین اور وہی ایک تخم ہے جسکے مختلف شجار حقیقت مین شرافت جس صفت کا نام ہے وہ ذات سے متعلق نہین بلکہ حرکات سے متعلق ہے۔ اگر ہمارے عادات و اطوار وغیرہ وہی ہین جو انسان کے لئے درکار ہین تو ہم شریف ہین اور اگر نفس بہ ستی ایذا رسانی ظلم و جنگ و غصہ و جہالت ہمارا طریقہ ہے تو ہرگز شریف نہین اور یہ کلیہ علے العموم انسان کے تمام فرقون کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔

پس جہان تک ممکن ہو ہم لوگونکو اپنی عادات درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور بیت جلد وہ شرافت حاصل کرنی چاہیئے جسکو ہم بالکل کھو بیٹھے ہین اور اگر یہ ناممکن ہے تو اختلاف صورت کے باعث جانورون مین تو شریک ہونا ناممکن ہے اپنے ہی وحشی نبی نوع مین جو ہمالیا اسام اندمان وغیرہ مین زندگی بسر کرتے ہین ملجانا چاہیئے اور یہی سہی شرافت ہی خاک مین ملا دینی چاہیئے۔

(شریف الدین)

سیر و شکار

قدرت نے ہم کو ابتدا ہی سے سیر و تفریح کی ہدایت کی ہے اور اپنے بے انتہا غیر مصنوعی سامانوں سے اوسکے فوائد صاف طور سے بتلا دئے ہین جسطرح ہر ملک کے لئے اقسام سیر و تفریح علیحدہ علیحدہ ہین اوسیطرح سے میری دانست مین انسان کے ہر طبقے کے لئے مابہ الامتیاز فرق روا جاری ہے گو قضا و قدر کی ازلی تعلیم نہ ہو انسان کے مختلف منازل عمری پر جب لحاظ کیا جاتا ہے تو ہر وقت کی ایک نئی شان قدرت کی طرف سے معلوم ہوتا ہے بچہ اپنے ہاتھ پاون کو حرکت دیکر اور اکثر آنکھون سے آنسو بہاکر جسمانی قوت اور روحی فرحت حاصل کرتا ہے وہی کیفیت ایک جوان کو ڈنڈ وغیرہ کرنے اور پسینے بہانے پر ہوتی ہے۔ گر دونون کے طریق عمل مین بوجہ فرق منازل عمر بے انتہا امتیاز ہے۔ مگر مقصود اصلی دونون کا ایکہی ہے اور جب تک ایک انسان ان قدرتی سبقون پر عملاً عمل درآمد کرتا رہتا ہے اوسکے قوا مین حزن کی تحریک سے ضعف بہت دیر کو آتا ہے اور مقصود حیات یعنی پوری تندرستی ہاتھ سے جاتے نہین پاتی۔ ہم مسٹر گلیڈ اسٹون سابق وزیر اعظم انگلستان اور مشہور مدبر پرنس بسمارک وغیرہ کے قوے مین باوجود کہولت سن شبابی کیفیت صرف ہاتھ پیر کو قدرت کی خواہشون کے موافق کام مین لانے سے پاتے ہین۔

ایڈیٹر حسن۔ یہ مضمون حضرت جناب مولوی محمد حسن صاحب بہادر بغرض حوصلہ افزائی دیگر اہل قلم ارسال حسن فرمایا ہے امید ہے کہ ابتدائی حالت سے ہمارے نوجوان علما اور دیگر برادران اس طرح پر حسن قدر کرتے رہین گے اور پبلک مین انیا اثر پھیلائین گے جن محفوص وجوہ سے پنشکار صاحب کا یہ مضمون شکر گذاری درج رسالہ ہوتا ہے وہ دقیقہ دوسرے

اسلئے انسان کو اپنے اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی کی ترقی کے لئے بلکہ درازی عمر کے لئے مفید تفریحات ضروری ہین۔

اب رہا یہ امر کہ کس قسم کی تفریحات کسکے لئے چاہئے مختلف فیہ مسئلہ ہے جو بہت کچھ ملکی رسم و رواج اور تہذیب مختلف المقام پر منحصر ہے سوائے اسکے آب و ہوا کا بھی ہمارے کھیل تماشون مین بڑا لحاظ کیا گیا ہے سرد ممالک مین جہان خون کی گردش تخفیف کے ساتھ ہونا اقتضائے آب و ہوا ہے وہانکے عموماً کھیل تماشون مین ہر شخص کو زیادہ تر تمام اعضا مین جنبش پورے درجے تک پہونچانے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ خون کی کافی گردش سے بدن مین چستی چالاکی اور قوت و فرحت حاصل ہو اور یہی ایک بڑی وجہ ہے کہ اہل یورپ بخلاف اہل ہند کے کام کرنے کیطرف بالطبع مائل ہوتے ہین جسطرح ہم ہندوستانیون اور دیگر باشندگان ایشیا کو جہان تمازت آفتاب اپنا معندیہ اثر رکھتی ہے آرام کی خواہش ہوتی ہے اوسیطرح اہل یورپ اپنے اعضا کو حرکت مین لانا چاہتے ہین اور یہی بڑی وجہ ہے کہ یورپ کی محنت نے آج تمام دنیا پر فروغ حاصل کر لیا۔ اور انواع و اقسام کے مصنوعات سے مٹی کو سونے سے زیادہ قیمتی بنا دیا۔

گو تقاضائے ملک کچھ ہو مگر اسمین تو کلام نہین کہ ہمارے اور تمام دیگر ممالک کے لوگون نے اس ضروری مسئلہ کیطرف وقتاً فوقتاً پوری توجہ کی ہے اور بمناسبت آب و ہوا و قوائے اہل ملک سیر و تفریح کے جدید سامان مہیا کرتے گئے ہین۔ ہمارے اس ملک مین جہان شروع زمانہ سے امتیازی حدود بلحاظ مدارج سوسائٹی قایم ہین اوسی لحاظ سے مختلف قسم کی سیر و تفریح رواج پذیر ہین اور سب مین مقصود اصلی مدنظر رکھا ہے۔ گو ایک سوسائٹی

کے کسی ممبر نے دوسری سوسائٹی کے کسی فرد کو کسی قسم کی تفریح و شاغل کی ممانعت نہین کی اور نہ خود ایک سوسائٹی نے اپنے افراد کے لئے کوئی تفریح اور مختص قانون بنایا ہے مگر خود سوسائٹی نے بلحاظ اپنی حیثیت کے قدرتی میلان سے اپنے مناسب حال جو کچھ سمجھا اوسپر عملدرآمد کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین اس قسم کے کام کرنے کی تحریک مصنوعی نہین ہے بلکہ محض قدرتی ہے جو مختلف شکلون مین ہر طبقے مین رائج ہے اور بمنزلہ جزو زندگی قرار دیا گیا ہے۔

جب دنیا کے مختلف الاقسام طریق عمل پر غور کیا جاتا ہے تو مصالحت ملکی کا لحاظ بہت کچھ پایا جاتا ہے اسلئے ان طریق تفریحات کو جو اپنے حرکات کیوجہ سے مخصوص ایک ملک کی آب وہوا سے مخصص کردئے گئے ہون ایسے ملک مین رائج دنیا جو بلحاظ آب وہوا کے قبولیت کی صلاحیت نہین رکھتے غلطی سے خالی نہین کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے خون کی گردش مقصود اصلی ہے اور اس گردش کی رفتار آب وہوائے ملک پر منحصر ہے اسلئے گرم ملک کے آدمیون مین بلا کسی قسم کی زائد تحریک کے خون کی گردش ایک مناسب حالت تک جاری رہتی ہے اگر انمین کسی خارجی تدبیر سے اور زیادتی گردش چاہی جائے گی تو انمین ضروری حد سے بڑھکر ضرور احتراق پیدا کرے گا جو ضرر سے خالی نہین اور اسلئے ان تفریحون سے جو محض سرد ملک کے باشندون کے لئے ہین جہان خون کی کمی گردش سے زیادہ حرکت کی ضرورت پڑتی ہے ہندوستان ایسے گرم ملک کے باشندون کو فائدہ درکنار نقصان کا خوف ہے۔

ہر ملک مین مختلف مدارج عمر و سوسائٹی کے لحاظ سے مختلف قسم کے تفریحات

ہین بے شک وہ زمانہ اب بہت دور گیا جبکہ یورپ کے امراء گھوڑدوڑ پر پرندون کے ذریعہ پرندون کا شکار کرتے اور بہت بڑا وقت ضائع کیا کرتے تھے ہندوستان کے لوگ مرغبازی اور تیربازی مین جو جسمانی قوت کو نقصان پہنچانے والا تھا تضیع اوقات کرتے تھے اس قسم کے مشاغل روز بروز مہذب سوسائٹی مین نفرت کی نگاہ سے دیکھے جارہے ہین - اور بہتر ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو اسکا استیصال ہوجائے جسمین بیچارے زبان جانورون کی تکلیف دہی کے سوا اور اس سے جو کچھ جھوٹی مسرت ہوتی ہے کوئی فائدہ نہین -

تفریح کے ضروری اصول مین اعضائے جسمانی اور قوائے روحانی کی ترقی ہے جسے جسمانی صحت اور دماغی قوت ہوتی ہے شامل ہے اور یہ بھی مدنظر رہنا ضرور ہے کہ اس قسم کے مشاغل سے کس قسم کے اوصاف پیدا ہونے چاہئے جو ذاتی مفاد کے سوا عام نگاہون مین موثر ہون انہین ضروری امور کا لحاظ کرکے میری عمر جب قریب گیارہ برس کے پہونچی - میرے جد مرحوم - راجہ نرندر بہادر نے مجھے بنوٹ اور بندوق بازی اور تیراندازی - سیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا - چنانچہ اس تعلیم کے لئے دو استاد مقرر ہوئے - ایک خاص بنوٹ کے لئے - میر وزارت فرزند مرادشاہ کے جنکو اکثر عوام مرادشاہ دھوتی کے لقب سے پکارا کرتے تھے - اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ پاجامہ کی عوض دھوتی باندھا کرتے تھے مقرر ہوئے - اور تیراندازی - اور بندوق بازی کے لئے میر عظمت علی خانصاحب پٹھان جو اس فن مین نہایت دستگاہ رکھتے تھے مقرر ہوئے - تین چار برس تک مین نے ان فنون کے حاصل کرنے مین بہت کچھ سعی کی جسکے باعث سے اس عرصے

مین بنوٹ کے چند ہاتھ سیکھے - اور بندوق کا نشانہ بھی ٹھیک لگا یا کیا - مگر چونکہ میرا شوق زیادہ تر تیر اندازی حاصل کرنے پر تھا اور میرا سب رجحان اوسیطرف تہا الحمدللہ رفتہ رفتہ اوس شوق نے مجھے اس فن کے حاصل کرنے مین یہان تک یدطولے دیا تہا کہ اندلون میرا نام بھی مشہور قدر اندازون مین پکارا جاتا تہا اور یہ امر بلا تکلف بیان کرتا ہون کہ کئی بار مین نے اڑتے ہوئے پرند کو نشانۂ تیر قضا بنایا تہا اور میرے جد مرحوم نے اسکا امتحان اپنے روبرو کئی اقسام سے لیکر میری کامیابی مین مجھے شاباش دی تھی - اوسوقت کے اکثر لوگ واقف حال میرے نشانہ تیر دیکھے ہوئے موجود ہین - الغرض جبکہ میری عمر پندرہ برس کی ہوئی میرے اوستاد یعنے میر عظمت علی خانصاحب نے جنکے باعث سے مین نے فن تیر اندازی مین کیقدر مہارت حاصل کی تھی - مجھے شکار کی ترغیب دی اور ہفتے مین دو بار شکار کے لیے مقرر کئے تھے - جمعہ - اور پیر - ہر چند کہ مجھے شکار جرند و پرند کا بھی شوق تہا مگر سوائے پرندکے اور کوئی شکار کا موقعہ کبھو ت ہاتھ نہ آیا - اسلئے کہ اکثر اس ہی شہر کے اطراف واکناف مین یعنے بابا شرف الدین صاحب قدس سرہ کی پہاڑی - اورنگ آباد - اور کنٹونمنٹ وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے صحراؤن مین شکار کیا کرتا تہا - سنہ ۱۳ ہجری ماہ جمادی الثانی مین اپنے جد مرحوم سے اجازت حاصل کی کہ موضع منگل پلی جو میرے جد مرحوم کی جاگیر کہلاتی ہے - دو ہفتے کے لئے وہان جاؤن - چنانچہ بعد حصول اجازت جد مرحوم و خداوند نعمت بندگانہ فعالی کے حضوری سے مرخص ہوا - اوس ایک ہفتے کے دائرے مین روزنامچہ جو صرف

شکار ہی مین گذرے ۔ اسکو بطور یادگار شایع کئے جانے کیغرض سے درج ذیل کیا ہون ۔

وہو ہذا

۱۶ - روز چہارشنبہ ماہ جمادی الثانی

صبح کے سات بجے گھوڑے پر سوار ہوکر معہ اپنے چند ہمراہیونکے موضع منگل پلی کو راہی ہوا یہ گانون شہر سے قریب آٹھ کوس کے فاصلے پر جانب شمال واقع ہے ۔ اسکا راستہ پتھرون اور سنگریزون سے نہایت خراب ہے ۔ اسلئے دو گھنٹے کے عرصے مین وہان داخل ہوا ۔ ٹھیک نو بجے صبح کے وقت ایک چھوٹا سا مکان سفالہ پوش کا جو وہان کے رسوم دار کا ہے اور خاص میرے رہنے کے لئے خالی کیا گیا تھا وہان فروکش ہوا بہت سی رعایا اور رسوم دار اور نائب وغیرہ کی نذرین لین ۔ دس بجے کے قریب کھانا کھایا ۔ گیارہ بجے وہانکے باشندونکو جنکو اکثر وہاتی کولی اکہا کرتے ہین حکم دیا کہ اطراف واکناف کے جنگل مین دریافت کرین کہ کسی قسم کا شکار دستیاب ہو سکے ۔ بارہ بجے قیلولہ کیا ۔ دو بجے چند مستغیثونکے عرائض پر توجہ کی ۔ سوا تین بجے معہ اپنے ہمراہیونکے ناشتہ کیا ۔ چار بجے کے قریب اون کولیون نے جو شکار کی تلاش مین تھے خبر دی کہ ابراہیم پٹن کے تالاب کے قریب خرگوش وغیرہ کا شکار اچھا ملتا ہے ۔ فوراً چار بجے عنان عزیمت اوسطرف پھیری اور معہ بہادر سنگھ و شجاعت خان و شہاب الدین وغیرہ ہمراہیان تالاب کی سمت روانہ ہوا ۔ شجاعت خان شکار کے فن مین نہایت مستعد شخص ہین ۔ اور بندوق کا نشانہ اچھا لگاتے ہین ۔ اور نہایت طباع اور ظریف ہین

کبھی کبھی اشعار بھی کہتے ہین - شہاب الدین بہوت اچھی کرتے ہین - پونے پانچ کے قریب وہان پہونچا - جب تالاب کی تو م کے قریب پہونچا گھوڑے سے اُتر کر اوپر چڑہا اوس تو م کے بازو مین کسیقدر گنجان جہاڑی تہی اوسمین سے سَن سَن آواز آئی - شہاب الدین بھکیتی نے آہستہ سے مجہہ سے اشارہ کیا کہ یہان خرگوش معلوم ہوتا ہے غرض مین نے توراً نشانہ جمایا - تہوڑی دیر کے بعد جب وہ آواز موقوف ہوئی - بیول کے جہاڑ کے قریب ایک خرگوش دکہائی دیا فوراً مین نے اوسپر بندوق چلائی پہلے ہی بار مین وہ شکار ہوا - وہان سے تہوڑی دور آگے جب بڑہا دیکہا کہ بہادر سنگہ جو میرے ساتھہ تہے دور سے آواز دے رہے کہ ہمنے بہی ایک شکار کیا ہے مین نے جب دوڑکر دیکہا تو معلوم ہوا کہ ایک خرگوش کا بچہ زندہ لئے آرہے ہین - سیدہے ہاتہہ کو بھیگا ہوا کپڑا بندہا ہوا ہے - کچہہ خون بہی نکل رہا ہے مجہے نہایت تعجب ہوا کہ یہ بچہ خرگوش زندہ کیسے ہاتہہ آیا مین نے اوسسے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس بچے کی ماں معہ اپنے دو بچونکے کسی بودے مین بیٹہی تہی انکی کہین نگاہ پڑی انکے پاس بندوق تو نہ تہی اونہون نے پتہر سے اوسکو نشانہ کیا جس سے وہ مجروح ہوا کچہہ ضعف فوت کچہہ تکلیف زخم سے بہاگ نہ سکا چنانچہ اونہون نے گرفتار کیا - مگر وہ مادہ خرگوش اور اوسکا دوسرا بچہ جو اس سے بڑا تہا بہاگ گئے جب اونہون نے وہان پہونچکر اوسے نکالنا چاہا - بیول کا کانٹا ایسے بُرے طور سے انکی پنڈلی مین چبہا گویا چاقو سے زخم ہوگیا ہے غرض مین نے اوس خرگوش کو حفاظت کے ساتہہ رکھنے کی تاکید کی - مگر اوسکے پاؤن مین چوٹ زیادہ آئی تہی - تہوڑی دور آگے بڑہا

تو تالاب کے کنارے بگلے بیٹھے ہوئے نظر آئی۔ بندوق فیر کی نشانہ خالی گیا۔ اس عرصے میں سانبھر بچ گئے۔ شب اندھیری تھی اسلئے جلد وہاں سے پیادہ پا واپس ہوا قریب آٹھ بجے شب کے اپنے مکان پھونچا۔ تبدیل لباس کی۔ معہ ہمراہیوں کے کھانا کھایا۔ دس بجے شب تک شہاب الدین سے شطرنج بازی ہوتی رہی۔ قریب دس بجے شب کے استراحت کی۔

(۱۷ روز پنجشنبہ ماہ جمادی الثانی)

آج پانچ بجے بیدار ہوا۔ ایک پیالی چائے پی۔ چھ بجے شکاری لباس پہنکر معہ اپنے ہمراہیوں کے پیادہ پا اوسی تالاب کیطرف روانہ ہوا۔ لیکن بہادر سنگھ آجکے روز ساتھ نہ آئے انکی طبیعت بہ سبب سوء ہضمی کسیقدر بدمزہ تھی۔ کل جس جگہ خرگوش کا شکار ہوا تھا اوس جگہ کی آج بھی امید تھی مگر کچھ نہ پایا۔ جب قریب تالاب کے پھونچے چند لوگوں کی چیخ اور ہاہو کی آواز آئی۔ اس آواز کے سنتے ہی شجاعت خان بہت ہی تیزی سے لوم کے اوپر ہو گئے۔ اور بطور ظرافت اوپر پھونچتے ہی کہنے لگے خدا خیر کرے یہ ڈوبا اور وہ ڈوبا مجھے اس آواز کے سننے سے نہایت ہی تشویش ہوئی کہ خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے فوراً اپنی بندوق محمد شہاب الدین کو دیکر دوڑتا ہوا شجاعت خان کے قریب جا پھونچا کہ خیر باشد کون ڈوب رہا ہے اونہوں نے اشارے سے بتلا کر کہا کہ دیکھو وہ ڈوب رہے ہیں میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند شخص کمر برابر پانی میں کھڑے ہوئے کسی چیز کو جلدی سے کھینچ رہے ہیں اور چیخ رہے ہیں۔ ہرچند شروع میں میں بھی کسیقدر متفکر ہوا کہ خدا جانے یہ کیوں چیخ رہے ہیں کیونکہ وہ کسیقدر دور تھے۔ جب دوربین

منگوا کر انکی حالت دیکھی تو معلوم ہوا کہ ماہی گیر ہین ہین نے شجاعت خان سے کہا لاحول ولا آپ نے اچھا دھوکا دیا شجاعت خان کے غلطی رفع کرنے کے لئے ہین نے کیفیت واقعی بیان کی - اسقدر گفتگو کے بعد ماہی گیرون کے قریب جا پہونچے جب ہم وہان پہونچے وہ بہت ہی خوشی کے ساتھ دام کھولکر ایک بڑی مچھلی جو قریب ایک گز کے ہوگی نکال رہے تھے - اپنے کام مین اسقدر مشغول اور محو تھے کہ اوسوقت انکو ہماری آمد کی خبر نہوئی - مین نے شجاعت خان سے کہا کہ لیجئے آج یہ شکار بھی صحیح اونہون نے تالگی مین ان سے دریافت کیا کہ کیا یہ ماہی فروخت کروگے اونہون نے کہا - کہ ہان - قیمت دریافت کیگئی - اونکے دس روپے قیمت تبلائی - ہرچند وہ اسقدر قیمت کی نہ تھی مگر اون بیچارونکی محنت اور مشقت سے حاصل کی ہوئی چیز اور دوسرے اوسکے شوق کی ترقی اور سب سے بڑھکر حسن موقع نے غیر معمولی زیادتی قیمت کا لحاظ نہ کرکے اونکو بطور انعام بارہ روپے دیکر وہ مچھلی لی گئی - وہان سے شادان و فرحان اور تیوڑی دور تک شکار کی خواہش مین چلے گئے - اور اکثر پرند جانورون پر بھی فیر ہوئے مگر کوئی نشانہ نہ لگا - طبیعت نہایت دق ہوئی قریب ۹ گھنٹے کے وقت پہونچگیا - چونکہ ساڑھے سات بجے میرا کھانے کا وقت ہے طبیعت مضمحل ہوئی - فوراً فرودگاہ کو وہان سے واپس پھرا - دس بجے نہاکر کھانا کھایا - وہان کے پٹیل اور پٹواری حاضر ہوئے ساڑھے گیارہ کے قریب قیلولہ کیا - نائب سے کہدیا کہ آج تین بجے بیان کا دفتر دیکھا جائے گا - اڑھائی بجے بیدار ہوا - ٹھیک تین بجے کچہری مین دفتر کا معائنہ کیا یہانکے دفتر کی اکثر کارروائی مرہٹی ہے مگر دفتر بے تہذیب ہے - اسلئے حکم دیا کہ

آیندہ سے اس دفتر کی کارروائی اردو مین جاری کی جاوے - نائب نے درخواست دی کہ بعد محرم کے شروع سال سے یہ کارروائی شروع کیجاوے گی - نائب کی درخواست کے موافق منظوری دی گئی - چونکہ آج صبح کو شکار نہین ملا اور طبیعت پست تھی اسلئے دوبارہ شکار کو جانے مین تامل ہوا - نائب نے چند دیہاتی طوائف جو فقط ننگی گانا جانتی تھین حاضر کئے تھے - اونکا گانا سنتا رہا - ساڑھے پانچ بجے فقط سیر کے لئے معہ اہلمعاملہ ہمراہیونکے قریب دو میل کے پیادہ پا چلا گیا - قریب سات بجے کے واپس ہوا - آٹھ بجے شب کے کھانا کھایا - دس بجے تک شطرنج بازی رہی - ساڑھے دس بجے آرام کیا -

(۱۸ - روز جمعہ ماہ جمادی الثانی)

آجکے روز پانچ بجے جب مین بیدار ہوا تو تھوڑی سی چائے پینے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوکر تنہا ہوا خوری کے لئے گیا - سات بجے واپس ہوا لباس بدلی - آٹھ بجے کھانا کھایا - مجرائیون کا سلام لیا - چند مستغیثونکے عرائض پر دستخط کئے - دس بجے بھرپور ناشتہ کھایا - بہت دیر تک انکا مجرا ہوا - واقعی بھرپور پیسے بتبدیل صورت مین کمال کرتے ہین - ایسی ایسی عجیب نقلین تعجب خیز تھین جنکا خلاصہ اظہار اس جگہ غیر ممکن ہے - دو بجے کے قریب ایک شخص لمانی نامی گاڑوری آیا جو شعبدہ بازی اور سحر مین کمال رکھتا تھا - چنانچہ اکثر لوگ جو اس شعبدہ باز ہین اور ساحرونکا سحر دیکھے ہوئے ہین یہ کہتے تھے کہ یہ شخص اس فن مین بہت کامل ہے - ایک شعبدہ اوسنے نہایت ہی عجیب و غریب دکھایا - ایک ستون چوبی جسکا طول چھ فیٹ اور عرض دو فیٹ تھا اوسکو زمین مین نصب کیا - وہ ستون اندر سے خالی

تھا۔ ایک ٹپی لکڑی کی مثل دروازے کے اوس ستون کو لگی تھی۔ اوسنے حاضرین جلسہ سے اجازت چاہی کہ اوس ستون مین مقید ہوتا ہون۔ یہ کھکر اوس ستون کی ٹپی نکالی اور آپ اندر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے بازیگرون نے اوس دروازے کو مقفل کر دیا۔ پانچ منٹ کے بعد اوس ستون مین خود بخود جنبش ہوئی اور ایسے زور کی آواز آئی گویا کسینے زمین مین چھوڑی۔ پھر وہ آواز سے وہ ستون ترقی گیا۔ دیکھا تو اوسمین ایک درخت آم کا باردار لگا ہوا ہے۔ اور اوس شعبدہ باز کا پتہ نہین۔ چنانچہ اوس درخت کے آم اکثر تماشائیون نے کھائے۔ جس جسنے وہ آم کھائے سب نے بالاتفاق ایسا کہا کہ کہ ایسے شیرین آم ہم نے آجتک نہین کھائے۔ مین بھی اس عجیب وغریب شعبدہ سے نہایت ہی متحیر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عورت روتی ہوئی آئی۔ اور واویلا مچانا شروع کیا۔ سب تماشائی حیران تھے کہ یہ کیون اسقدر چلاتی ہے اور واویلا کرتی ہے۔ سبھون نے دریافت کیا وہ تھوڑی دیر تک آہ وزاری کرتی رہی مگر کسیکی طرف مخاطب نہین ہوئی اور نہ کچھ جواب دیا۔ اوس جماعت کے ساتھہ ایک اور شخص یعنی دوسرا گاڑوری نے حاضرین سے دست بستہ یون کہا کہ وہ شخص غائب شدہ اس عورت کا خاوند ہے یہ اوسکو طلب کرتی ہے۔ سبھون نے بالاتفاق کہا کہ وہ کیونکر آوے گا۔ اُس کو طلب کرو اوس عورت نے جواب دیا کہ اگر میرے طلب کرنے سے وہ آتا تو مین روتی ہی کیون۔ یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ ایک لڑکا اوس غائب شدہ کا آپہونچا اور بہت ہی غصے کے ساتھہ کہا کہ اگر میرے باپ کو نہ دوگے تو مین نالش کرونگا محمد شہاب الدین جو میرے ہمراہی تھی اونہون نے کہا کہ تیرا باپ کیا کوئی چیز

پانی سے ہوا اوسکو کسینے چھپا رکھا ہے آخر انسان ہے بفرض محال اگر ہمنے چھپایا بھی ہے تو ہمین ہوگا خود ڈھونڈ لے۔ اوسنے کہا کہ اگر مین اوسکو نکالون تو کوئی مزاحم ہو۔ مین اسکی یہ گفتگو سنکر نہایت ہی متعجب ہوا۔ مگر مجھے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ بھی اسکے اوسکی کیفیت دیکھنے کے لئے اجازت دی اور کہا کہ ہان جہان سے تیرے باپ نے نکال دیا اوسنے فوراً ایک حجرہ کیطرف جانے کا قصد کیا جہان میرا توشک خانہ تھا۔ وہانکے پھیرے والے اوسنے حجرے مین جانے کے لئے مزاحم ہوئے۔ تب اوسنے فریاد کی اور کہا کہ دیکھو مجھے میرے باپ سے ملنے نہین دیتے۔ شجاعت خان آئے اور اوس لڑکے سے کہا کہ اگر یہان سے تو اپنے باپ کو نہ نکالے گا تو تجھے معقول نہ دینگے۔ چل کہان ہے۔ یہ کہکر دونون شخص اوس حجرے مین داخل ہوئے۔ شجاعت خان کا یہ بیان ہے کہ جب ہم دونون حجرے کے اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ وہ ایسی چیز پر مشکین کسا ہوا پایا ہے۔ اور ایک سکنے کی سی حالت ہے۔ یہ دیکھکر نہایت حیران ہوئے۔ اوس لڑکا اوسکی مشکین کھولکر اوسنے باہر لایا اور کچھ پانی دم کرکے پلایا جسسے وہ ہوش مین آیا۔ تماشائی یہ دیکھکر نہایت خوش ہوئے۔ واقعی یہ ایک ایسی چیز ہے کہ یقین آنا ایک تعجب ہے۔ ناظرین ہذا بھی ممکن ہے کہ ضرور متعجب ہونگے۔ مغرب تک اوسنے ایسے بہت سے شعبدے دکھائے۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب تماشا موقوف کیا گیا۔ بجائے روپے ایک دوشالہ اوسکو انعام دیا۔

دئے۔ وہ بہت خوش ہوکر چلا گیا۔ اسکی سکونت جو دریافت کی گئی تو اوسنے اپنے کو لکھنؤ کا باشندہ بیان کیا۔ مگر اسنے یہ عمل اور شعبدے بنگالے مین جاکر حاصل کئے۔ آخر مین شب کو حسب عادت آٹھ بجے کھانا کھایا دس بجے استراحت کی۔ فقط باقی آئندہ۔

راقم

کشن پرشاد شفق عفی عنہ

اسبابِ ترقی و تنزل مسلمانان

تلك الايام نداولها بين الناس

تاریخ عالم پر نظر رکھنے والوں پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ رَبُّ الْعِبَاد نے کبھی کسی قوم کو برتری دی۔ کبھی کسی قوم کو نیچا دکھایا۔

وفضلنا بعضكم على بعض

مگر ہر قوم کی ترقی کے بھی اسباب ہین اور تنزل کے بھی اسباب ہین۔ نہ کوئی بے وجہ ترقی کرتا ہے نہ کیسا بے وجہ تنزل ہوتا ہے۔

یون علوم و فنون تو ہر قسم کے اپنی اپنی جائے دلچسپ ہین۔ مگر قومونکی ترقی و تنزل کے اسباب کا علم جیسا دلچسپ ہے ویسا کوئی اور علم دلچسپ نہین ہے۔

پھر جو قوم کہ کسی زمانے مین سب سے زیادہ ترقی کرگئی ہو۔ مگر پھر اتفاق سے سب سے زیادہ پست ہوگئی ہو اوسکی ترقی و تنزل کا علم اور بھی زیادہ دلچسپ ہوگا۔

جو اقوام اس نوع مین داخل ہوتی ہین ازانجملہ ایک یہ مسلمانونکی قوم بھی ہے۔

انکو عروج بھی کسی زمانے مین ایسا ہوا کہ یہ آسمان کے تارے بن گئی اور پھر گری بھی تو ایسی کہ سیدھی اسفل السافلین کو چلی گئی ؎

بلبلو کس کو دکھاتی ہو عروج پرواز
ہم بھی اس باغ مین تھے سرو سے آزاد کبھی

اسلئے اس قوم مسلمان کی ترقی و تنزل کے اسباب کی تفتیش و تحقیق سب سے زیادہ دلچسپ

ہوگی۔

جسطرح کسی مرض کا علاج نہین ہوسکتا جب تک کہ اوّل اوسکی صحیح صحیح تشخیص نہ ہوجائے اسیطرح کوئی قوم ترقی نہین کرسکتی جب تک کہ اوسکو اپنے تنزل کے اسباب معلوم نہ ہوجائین۔

پہلے تو برسون ہم مسلمانونکو اپنے تنزل کا یقین ہی نہین آیا۔ ہمارا وہی حال رہا جو جوکسی اونچی کا ہوا تھا۔ جو سقف پر سے گرنے کے بعد اپنے نوکر سے پوچھنے لگا تھا کہ

"میان نوکر ہم گرے یا تم"

اور جب نوکر نے کہا کہ "مین نہین گرا آپ گرے"

تو آپنے فرمایا کہ

"ہم گرے تو ہائے رے"

اب تنکل سے ہمین اپنا گرنا معلوم ہوا ہے۔ مگر یہ اب بھی معلوم نہین ہوا کہ اوّل ہم کیونکر بلند ہوگئے تھے پھر اب کیونکر اتنے نیچے گر پڑے

جہانتک میرا علم ہے اس بارے مین شور و غل تو قوم نے بہت مچایا۔ مگر اب تک کوئی ایسا مستقل رسالہ یا کتاب اس بارے مین نہین لکھی جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ ہم کیونکر بڑھے تھے اور پھر کیونکر گھٹے۔

اوس مریض کا اچھا ہونا مشکل ہے جسکے معالج کو معلوم نہ ہو کہ مریض کیونکر بیمار ہوا کیا وجہ اور کیا اسباب اسکے مرض کے ہین۔

صرف اتنا معلوم کرلینا کہ مریض کو بخار ہے۔ مگر یہ معلوم نہ کرنا کہ بخار کس قسم کا ہے

کیونکر عارض ہوا چنداں فائدہ نہیں دیتا۔ ہماری قوم کو یہ تو خدا خدا کر کے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ بیمار ضرور ہے۔ مگر یہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ اسکو بیماری کیونکر لاحق ہوئی اور وہ بیماری کس قسم کی ہے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو علاج محال ہے۔ ؎

این خیال است و محال است و جنون۔

تندرستی کے متضاد حالت کا نام مرض ہے۔ اور اگر میں غلطی پر نہ ہوں تو اصلی حالت انسان کی تندرستی ہے اوسکے زائل ہونے سے بیماری آتی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آن واحد میں انسان تندرست بھی ہو اور بیمار بھی ہو۔ یا یوں کہو کہ عدم صحت کا نام مرض ہے۔

جب تک حالت صحت کو انسان نہ سمجھتا ہو کہ وہ کیا شئے ہے۔ اوسوقت تک علاج سے اوس حالت پر پھر پہونچنے کی امید کرنی فضول ہے۔

صحت و مرض توام ہیں۔ جب تک انکے حالات متضادہ سے واقفیت نہ ہو۔ انکے مابہ الامتیاز کا علم نہیں ہوتا۔ اور جب تک یہ علم حاصل نہ ہو فائدہ بیّن نہیں ہوتا۔

اسیطرح ترقی و تنزل قومی بھی توام ہیں۔ یا یوں کہو کہ تنزل عدم ترقی کا نام ہے جب ترقی سے انسان بے خبر ہو تو تنزل سے وہ کیا واقف ہوگا۔

اسی لحاظ سے مدت سے میرا یہ ارادہ تھا کہ مسلمانوں کی ترقی و تنزل کے اسباب پر ایک ایسے جواب مضمون لکھا جاوے۔ اور سب قوموں نے اپنی اپنی ترقی و تنزل کے اسباب معلوم کر لئے ہیں۔ مگر ہائے ہماری قوم ہم میں سے کسیکو اب تک اپنی قوم کی ترقی و تنزل کے اسباب معلوم نہیں ہوئے۔ وہ جانتے ہیں کہ کبھی ہم ترقی کے اوج فلک پر تھے

مگر معلوم نہین کہ وہ کیون اس قدر بلند ہو گئے تھے ۔ وہ جانتے ہین کہ اب ہم تنزل کے تحت الثرے مین گر پڑے مگر نہین معلوم کہ کیون یہ پستی ہمارے اعدا کو نصیب ہوئی قاعدہ ہے کہ جو قوم جسقدر زیادہ ترقی کر گئی ہو اور پھر بعد اوس ترقی کے جس قدر زیادہ وہ پست ہو گئی ہو اوسیقدر اوسکی ترقی و تنزل کے اسباب دریافت کرنے مشکل ہون گے ۔

ہماری قوم کا بھی یہی حال ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا کے کروڑون مسلمانون مین سے ایک بھی اسطرف توجہ نہ کرے ۔

قاعدہ ہے کہ ہر شے سے زیادہ مشکل ہو اوسکے حصول کے لئے اور زیادہ کوشش کرنی چاہئے لیکن ہائے ہماری قوم اگر وہ اس قاعدہ پر چلتی رہتی تو تنزل اور سکے اعدا کو کیون نصیب ہوا ہوتا ۔

مین نے اعتراف کیا ہے کہ یہ مشکل کام ہے مگر اسکے مشکل ہونے سے خواہ مخواہ یہ لازم نہین آتا کہ جسطرح یہ مضمون صدیون سے یون ہی اچھوتا پڑا ہوا ہے اب بھی اوسے یون ہی اچھوتا پڑا رہنے دین نہین ہرگز نہین بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس مضمون پر ساری قوم مغرب سے لیکر مشرق تک اور شمال سے لے کر جنوب تک غور کرے اور جو اسباب معلوم ہون اونکو ضبط تحریر مین لاوے ۔

جس قوم نے پستی سے بلندی پر آنا چاہا ہے اوسنے ایسا ہی کیا ہے ۔ اگر ہماری قوم بھی پستی سے بلندی پر آنا چاہتی ہے تو ہم کو بھی ایسا کرنا چاہیئے ورنہ

دماغ بیہودہ بخت و خیال باطل بست

کی پہلی ہمبر صادق آئے گی۔

اس مضمون کا دقیق ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ اسپر جواب مضمون انعام دیکر لکھوائی جاوین۔ پیش از انکہ جواب مضمون لکھنے کے لئے کوئی شرائط تجویز ہون۔ اوّل اسمضمون کو چند شعبون مین تقسیم کر دیا چاہئے تاکہ تحریرین وہ شعبے نظر انداز نہ ہون۔

"اسباب ترقی و تنزل قوم مسلمانان"

اوّل (الف) مسلمانون کی ترقی و تنزل کے اسباب کیا تھے۔

(ب) کب سے مسلمانون نے ترقی شروع کی۔

(ج) کب تک وہ ترقی کرتی چلی گئی۔

(د) کب اونکی ترقی کی رفتار ٹھیر گئی۔

(ہ) کب تک وہ اس سکون کی حالت مین ٹھیری رہی۔

(و) کب سے اونکو تنزل شروع ہوا۔

(ز) کب اونکا تنزل درجۂ انتہائی کو پہونچا (یا سے درجہ انتہائی کو پہونچا۔)

(۱) یا یون کہو کہ مسلمانونکی ترقی کا آفتاب کب طلوع ہوا۔

(۲) کسوقت سے کسوقت تک اوسمین روشنی بڑہتی گئی۔

(۳) کسوقت وہ نصف النہار پر پہونچا۔

(۴) کتنی مدت وہ نصف النہار پر ٹھیرا رہا۔

(۵) کسوقت سے اوسکو زوال شروع ہوا۔

(۶) اور آخر کو وقت وہ غروب ہوگیا (ہائے غروب ہوگیا)

دوم ۔ اسباب ترقی و تنزل پر بحث کرتے وقت یہ امور مدنظر رہیں ۔

(۱) ترقی و تنزل کی تعریف کیا ہے ۔

(۲) کن کن امور دینی و دنیاوی میں کون کون سے علوم و فنون میں مسلمانوں نے ترقی کی تھی ۔

(۳) کون کون سے علوم و فنون ہیں وہ موجد و مخترع مانے گئی ہیں ۔

(۴) کون کون سے علوم و فنون میں اونہوں نے اصلاح کی تھی ۔

(۵) ترقی زمانہ حال اقوام یورپ کے اوپر مسلمانوں کی اوس ترقی کا کچھ اثر تھا یا بدیہ ابنہیں ۔ یا یوں کہو کہ وہ ترقی اوس زمانہ حال کی ترقی کے کارآمد ہوئی یا نہیں ہوئی ۔

یا یہ کہ اگر مسلمانوں نے وہ ترقی نہ کی ہوتی تو یہ ترقی اسدرجہ پر ابھی پہونچی ہوتی یا نہیں ۔

(۶) مسلمانوں کی اوس زمانے کی ترقی کو زمانہ حال کی ترقی اقوام یورپ سے آپ کیا نسبت ہے ۔ مقابلہ کر کے دکھانا چاہئے ۔

(۷) مذہب اسلام کو مسلمانوں کی ترقی اور تنزل میں کچھ دخل اور تعلق تھا یا کچھ دخل اور تعلق نہ تھا ۔ مطلب یہ کہ مذہب اسلام مسلمانوں کی ترقی کا معاون تھا یا مانع ۔ یا نہ معاون ۔ نہ مانع یعنے نیوٹرل ۔

نوٹ ۔ یہ امر مسلم مان لیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے ضرور ایک زمانے میں ترقی کی تھی ۔

یا مانع یا نہ معاون نہ مانع یعنی نیوٹرل۔
جیسی صورت ہو بیان کرنی چاہیئے۔

(۸) مسلمانون کی ترقی اور تنزل کے اسباب کی تفتیش اور تحقیق مین کُل عالم کے مسلمانون پر نظر رکھنی چاہیئے اور مقابلہ کرکر بتانا چاہیئے کہ جب اسلامی دنیا کی فلان قطع مین مسلمانونکی ترقی و تنزل کا یہ حال تھا تو بمقابلے اوسکے دیگر اقطاع عالم کے مسلمانونکی ترقی و تنزل کا کیا حال تھا۔ مقابلہ ہر خطے کے مسلمانونکا ہلور اسلام سے تا دم حال ہوتا چلے۔ اگر ایک خطہ عالم کے مسلمانون کا حال دوسرے خطہ عالم کے مسلمانون کے حال سے کم و بیش یا برعکس ثابت ہو تو اس حال کم و بیش یا برعکس کیوجہ موجہ بتانی چاہیئے۔

اسمین شک نہین کہ تمام اقالیم عالم کے مسلمانون کے اسباب ترقی و تنزل پر غور کرنے کے واسطے (یونیورسل ہسٹری) تاریخ عالم سے ایک وسیع واقفیت درکار ہے مگر اس سے ہمین چارہ نہین اگر ہم یہ نہ چاہین تو ہمارا کام ادھورا رہجائے۔ ہمین ایک محدود اقلیم کے مسلمانونکے اسباب ترقی و تنزل کی تلاش نہین ہے۔ بلکہ ہم کل عالم کے مسلمانون کی ترقی و تنزل کے اسباب دریافت کرنا چاہتے ہین۔ عام اس سے کہ وہ عرب مین رہتے ہون یا مصر مین شام مین یا افریقہ مین۔ ایران مین یا اندلس مین یا چین مین یا جاپان مین۔ ترکی مین یا ہندوستان مین وغیرہ وغیرہ۔

سوم۔ کیا مسلمانون کی ترقی فی زمانہ کے واسطے ضرور ہے کہ وہی اسباب

جلد سوم　　حسن　　نمبر

پر ترجیح ہوں جنسے اونکی ترقی اوّل ہوئی تھی یا اونکی اس زمانہ کی ترقی کے واسطے ان اسباب سے مغائر اسباب کی بھی فی زمانا ضرورت ہے - یا یہ کہ کچھ تو وہ پہلے اسباب ہوں اور کچھ اور اسباب ہونے چاہئیں -

سیما - ترقی زمانہ حال کی راہ میں مذہب اسلام سد راہ ہوگا یا نہ ہوگا - جو واقعات بیان کئے جاوین وہ بے سند نہ ہوں اور جو رائے قائم کیجاوے وہ بے دلیل نہ ہو -

چہارم - میرا ارادہ تھا کہ کل عالم کے مسلمان اہل الرائے سے اور دیگر اقوام کی اہل الرائے سے بذریعہ اشتہار کے عرض کیا جاوے کہ وہ اس مضمون پر اپنے جواب مضمون لکھیں - چنانچہ اب وہ ارادہ قوہ سے فعل میں آیا اپنے ذیل کے متعلق امور ذیل پر لحاظ رہے -

(۱) جسکا اپنے سب سے عمدہ ہوگا اوسے پانسو روپے انعام ملے گا اور جسکا صحیحا اپنے دوم درجے پر رہے گا اوسکو ۲۵۰ روپے انعام ملیگا -

(۲) مضمون نگار کو اختیار ہے کہ خواہ انگریزی میں خواہ فارسی میں خواہ اردو میں اپنا مضمون لکھے -

(۳) جملہ جواب مضمون ایک سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہونگے اور وہ اپنی رائے دیگی کہ سب میں سے کونسا جواب مضمون اوّل درجہ کا ہے اور کونسا دوم درجہ کا ہے - سلیکٹ کمیٹی کا انتخاب بعد میں اہل الرائے کے مشورہ سے اوسوقت ہوگا جب وہ اس مسودہ کو پسند کرینگے -

(۴) سلیکٹ کمیٹی جملہ جواب مضمون کا ایک خلاصہ بھی چھاپے گی اور اون دونون رسالونکو بھی اپنے خرچہ سے چھپواکر مشتہر کرے گی۔

(۵) ان دونون انعامی رسالون کا حق تصنیف کمیٹی کو حاصل ہوگا۔ مصنفون کا حق تصنیف سی کچھ واسطہ نہ رہیگا۔

(۶) جواب مضمون فولس کیپ کاغذ کی تقطیع پر لکھا ہوا ہوگا اور سکا حجم ۱۰۰ صفحہ سے کم نہین ہوگا اور ایک صفحہ مین ۲۱ سطرون سے کم نہ ہونگی۔ سلیکٹ کمیٹی کا ممبر اگر ایسے لکھے گا تو وہ انعام کا مستحق نہ ہوگا۔

(۱) اس کام کے واسطے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا ۲۰۰۰ لہذا نو انعام کے واسطے اور ۱۸۰ ہر دو رسالون اور سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ چھپوانے کے واسطے۔

(۲) چالیس خیر خواہان قوم ۵۰ روپے دیوین۔ اس تھوڑے سے کام کے واسطے سارے ملک سے چندہ مانگنی کی ضرورت نہین ہے جو صاحب ۵۰ روپے چندہ دین وہ کمیٹی ترقی خواہ مسلمانان کے ممبر تصور ہونگے جو کمیٹی یہ کام کرے گی اوس کا یہی نام ہوگا۔

(۳) اور اونہین کے مشورہ سے ان مین سے خواہ اور اشخاص مین سے پانچ آدمی واسطے سلیکٹ کمیٹی کے منتخب ہونگے۔ جو آمدنی ہر دو رسالون

اور سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ کی فروخت سے ہوگی۔ وہ اس کمیٹی کو اختیار ہے جسطرح چاہے مسلمانوں کی بہبود و فلاح میں خرچ کرے۔

(۴) جو کہ میں مجوز ہوں اسلئے سب سے پہلے میں اسکام کے واسطے ۵۰ دیتا ہوں اور جو صاحب چاہیں اس کار خیر میں شریک ہوں اگر کوئی صاحب اپنی خوشی سے زیادہ چندہ دینا چاہیں تو اونہیں اختیار ہے۔

(۵) قوم کے ہر فرد بشر کو اس مسودہ کی ترمیم و اصلاح کا اختیار ہے۔

(۶) جب تک کہ ۴۰ اشخاص کا چندہ جمع نہ ہو جائے اوسکی اصلاح اور ترمیم جاری رہے گی۔ پھر ان چالیس اشخاص کی کثرت رائے سے ترمیم کے بعد مسودہ چھاپ دیا جاوے گا اور پھر اوس کے بموجب جواب مضمون لکھنا ہوگا۔

(۷) اگر سر سید احمد خاں صاحب بہادر منظور فرماویں اور امید ہے کہ وہ ضرور منظور فرماوینگے تو یہ چندہ اونکے پاس جمع ہو اور اونکے مشورے سے یہ تجویز سرانجام پاوے۔

(۸) جو صاحب چاہیں اس پر رائے دیں کہ اگر کسی اخبار میں اسکے متعلق رائے چھپوادیں تو وہ اخبار میرے پاس بھیجدیں۔ اور جو صاحب خط کے ذریعے سے رائے دینا چاہیں وہ خط میرے پاس بھیجوادیں۔

(۹) قومی اخبارون سے التماس ہے کہ اس مضمون کو قومی فلاح کا کام تصور فرما کر ایک دفعہ ضرور اس اشتہار کو اپنے اپنے اخبارین پورا پورا چھاپ دین۔

الجوز

المفتخر الی اللہ الرفیع
عبد احمد شفیع
تحصیلدار پنڈی گھیب ضلع راول پنڈی۔ پنجاب

حسن۔ تجویز مصرحہ بالا سے مجھکو پورا اتفاق ہے باوجود اسکے کیقدر توسیع چاہی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تجویز مین زیادہ تر پچھلے کارنامونکی از سر نو تشریح چاہی گئی۔ ازالہ مرض کے لئے تشخیص مرض لازمی ہے مگر بعدہ معجون مقوی کی ضرورت ہوتی ہے جو نشوونما کے لئے فرض ہے۔ اب چونکہ مسلمانونکی حالت بحیثیت قوم یکسان نہین ہے بینک تنزل سب جگہ ہے لہذا مدد دینے مناسب ملکی نہ کہ قومی مقرر کرنی چاہئے اور اسی لحاظ سے صاحب مضمون کو بیماری کا مخصوص المقام ممکن الوقوع علاج بتلانا چاہئے مسلمانونکو کہین تنزل رکنا اور کہین ترقی کرنا اور کہین اپنی حالت پر قایم رہنے کی کوشش کرنا ہے پولیٹکل اور سوشیل بیماریون کا ایک علاج ممکن نہین اور یہ بھی مسلم مسئلہ نہین کہ ایک کی اصلاح سے دوسرے کی تکمیل ہو جاتی ہے گرکر سنبھلنا کیونکہ ہوتا ہے کوئی قومی مسئلہ بتلائی جائے اور موجودہ حالت کو اوس قوم کی اوس حالت سے جب گر کر سنبھلنے والی تھی موازنہ کیا جائے۔ اور دونونکی ترقی کے سامان دکھلائے جائین۔ مسلمانونکا قومی تنزل انتہائی کو پہونچا ہے اسلئے

اسپیچ

جنابِ نواب عماد الدولہ بہادر بموقع تقسیم انعام مدرسۂ عالیہ

واقع ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء

حضرت بندگان عالی مسٹر فنیز ٹرک لیڈیز اینڈ جنٹلمین!

اسموقع پر رسم و عادت کے بموجب اور حسب اجازت حضرت بندگان عالی ہاڈسن صاحب کی سالانہ رپورٹ کی نسبت جسکو آپ ابھی سماعت فرما چکے ہین مجھے دو کلمے عرض کرنے حاضر ہین۔ ہاڈسن صاحب اپنی رپورٹ مین جن مطالب کو بیان کر چکے ہین اونکا بار دگر آپ کے سامنے اعادہ کرنا محض سامعہ خراشی ہے۔ رپورٹ مین جسقدر واقعات بیان ہوے ہین اور اون کی تفصیل اور توضیح مین جہان تک ہند سے دکھائے گئے ہین وہ خود اپنی حقیقت آپ بتانے ہین شرح و بیان کے محتاج نہین اور ان واقعات اور ہندسون سے جو نتائج مسٹر ہاڈسن نے نکالے ہین اونکی تصدیق مین اپنے علم و یقین سے کر سکتا ہون وہ سب درست ہین۔ اب میرے ذمہ فقط ایک نا شکر کام یہ باقی رہگیا ہے کہ مسٹر ہاڈسن کی بعض شکایتون کی طرف سامعین کو متوجہ کرون۔ اگرچہ صاحب موصوف نے اپنے خلق و ملاحظہ سے اون

حسن۔ عالیجناب نواب عماد الدولہ بہادر مرحوم سید حسین صاحب کی اپنی نظم صاحب کی خاطر خواہ ترجمہ نہ ہونے اب تک چھپ نہ سکی تھی نفس مضمون کی قابلیت اور سنتے وقت دلسوز الفاظ کی فصاحت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے

شکایتوں کو زیادہ وقعت کے ساتھ یاد نہیں کیا ہے۔ اوّل شکایت کثرت کار کی ہے
میں افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ ہمارے سررشتہ نے یکے بعد دیگرے متعدد
مدارس ہائڈس صاحب کے حوالے کردئے ہیں مگر اس بار گراں کے تحمل کے مقابل اونکو مدد
دینے سے ہم مجبور رہے۔ آپ حضرات بمشکل یقین فرماوینگے کہ آج مسٹر ہائڈسن چار مختلف
مدرسوں کے صدر مدرس ہیں جن میں سے ایک کالج ہے اور ان چاروں مدرسوں کی نگرانی
کے علاوہ تمام دن درس میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں ہائڈسن صاحب
نے مسئلہ نکاح میں بہت غور و خوض کیا ہے اور دلچسپ بحث پر لکچر دیا کئے ہیں اسواسطے
شاید خالی از شائبہ مناسبت نہ ہوگا۔ اگر میں تمثیلاً عرض کروں کہ صاحب موصوف کی مثال
اوس مرد مسلمان کی ہے کہ جسکی چار بیویاں ہوں اور ہر ایک عدل شرعی کے متوقع ہو آپ
خوب تصور فرما سکتے ہیں کہ ایسے (بصیغہ مبالغہ) متاہل شخص کی کیا حالت ہوگی اور میں آپکو
یقین دلاتا ہوں کہ چار بڑے رو بہ ترقی مدرسوں کی صدارت کرنا اور اوسکے ساتھ درس کی
مزدوری بھی کرنا ضیق و تنگی میں اوس سے کم نہیں ہے۔ میں صاحب موصوف کے ساتھ
پوری ہمدردی کرتا ہوں کیونکہ مجھکو تجربے سے تعدد درس (نہ تعدد نکاح) کی مشکلیں

کہ وہ نظر انداز نہیں ہوسکتی بلکہ جو خط و خال حیدرآباد کی موجودہ حالت کا انہوں نے اپنی یادگار اسپیچ میں کھینچا ہے
وہ ہمیشہ ہر گرہائی دلن کی نظروں سے بے اثر کئے ہوئے گذر جانے والے نہیں ہیں اور اسلئے ہماری
نظر میں یہ اسپیچ صرف آج نہیں بلکہ آئندہ بھی کئی زمانہ میں مردہ ہوجانیوالی نہیں ہے اور ہم نے مناسب
نہ سمجھا کہ یہ اسپیچ بغیر ریمارک کے جسکا دینا ہمارا فرض منصبی ہے گذر جاتے۔ نواب عماد الدولہ بہادر کی
اسپیچ میں جو اجزو تحریک تعلیم ہے اور انہوں نے بطور اعلان عام بیان کردیا ہے کہ اعلے خدمات کے لئے

معلوم ہین۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ ہاڈسن صاحب کو تخفیف کار کی اوسوقت تک امید نہین دلا سکتا
جبوقت تک طبیعیات کے مدرسی پر جسکی منظوری مدار المہام سرکار عالی فرما چکے ہین کوئی
شخص ولایت سے مسفر ہو کے نہ آجائے۔
مسٹر ہاڈسن کی دوسری شکایت یہ ہے کہ بعض شاگردون کی حاضری برابر نہین ہوتی یا
دوسرے لفظون مین اسطرح کہا جائے کہ بعض شاگرد ایک خاص درجے تک ترقی کرنے کے
بعد توجہ کم کر دیتے ہین اور اکثر غیر حاضر رہتے ہین۔ یہ عادت طلبہ کی نہ فقط برہم زنی بیخ انتظام
ہے بلکہ اگر وہ سمجھین تو اونکی ہماری عمر کی صلاح و فلاح کو برباد کرتی ہے۔
ہمارے رئیس وقت حضرت بندگانعالی ہزارون روپے اس غرض سے صرف کرتے
ہین کہ امراء و اعزہ جنسے ملک کے دانشمند مدبر ملک کے انتظامی کامون مین مدد لینے
کی آرزو رکھتے ہین دولت علم سے فیضیاب ہون۔
اگر حیدرآباد کے امراء و اعزہ دیدہ و دانستہ اس چشمۂ فیض سے بہرہ یاب نہ ہون۔ اگر اونکے
آئینۂ دل مین یہ خیال متمکن ہوا ہو کہ تبتلی و تن آسانی و جہالت و بے قیدی کے باوجود بھی
عمر نام آوری یا کامیابی کے ساتھ انجام کو پہونچ سکتی ہے تو اونکو جاننا چاہیے کہ یہ اونکا
محض خیال خام ہے۔ امراء و اعزہ و منصب داران و جاگیر داران حیدرآباد کو یاد رکھنا چاہیے

علمی قابلیتون کے اور کوئی شے معیار نہین قرار دیجا سکتی اور وہ دن گئے کہ جب محض پدرم سلطان بود
کے بھروسے پر اعلے خدمتین مل سکتی تھین یہ ایک ایسا مفید سبق ناظم تعلیمات نے دیا ہے جسپر اگر ارباب
دولت نے غور کیا اور کچھ بھی سمجھے اعزاز کا لحاظ کیا تو حیدرآباد کی دنیا کا رنگ تبدیل ہو جائے گا ورنہ
بقول ناظم صاحب جو اب وہ عہدہ ان کی باگ رفتہ رفتہ لائق اور میسر آجانے کے ہاتھون مین نہ گئی تو وہ اور کہین ہاتھون
کے بعد دیگرے جاتی رہیگی کیونکہ محال است کہ ہنرمندان بمیرند و بے ہنران جا ایشان گیرند۔

کہ رنگ انتظام ملک کا بدل گیا ہے۔ جو کل حالت تھی وہ آج نہیں ہے۔ اور جو حالت آج ہے کل نہ ہوگی۔ کایا پلٹ رہی ہے۔

حاکمان وقت و مدبران ملک روز بروز باقاعدہ کارپردازونکی جست و جو میں زیادہ تر حریص ہوتے جاتے ہیں۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ شئے جسکو عوام الناس معمولی انتظام سے تعبیر کرتے ہیں مثل خواب و خیال کے معقود ہو جاوے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جوانان حیدرآباد کو ضرور ہوگا کہ اپنے آپ کو عمدہ اور باقاعدہ طور پر سرکاری کام کرنے کے لایق بنائیں والا مجبوری ایسے لوگ جنہوں نے عمدہ اور باقاعدہ طور پر کام کرنے کی لیاقت حاصل کی ہے باہر سے آئیں گے اور جوانان حیدرآباد منہ دیکھتے رہجائیں گے۔ شاید یہ کلمہ جو میں عرض کرتا ہوں بعض سامعین کو تلخ و ناگوار گذرے گا۔ مگر حق دوستی اور خیر خواہی یہی ہے کہ کتنا ہی تلخ کیوں نہ ہو۔ کلمہ حق سے دریغ نہ کیا جائے۔

اکثر سنا جاتا ہے کہ علم کو محض علم کیے غرض سے طلب کرنا چاہئے۔ حکیم کی زبان پر یہ کلمہ زیب دیتا ہے ہم کو بگوش ہوش سننا چاہیے۔ مگر ہماری زبانوں پر جو ایسے لوگونکی تربیت میں مصروف ہیں جنمیں سے اکثر کا نان شبینہ تحصیل علم پر موقوف ہے یہ نصیحت لایق قبول اور پذیرائی نہیں۔ مجھے مجبوری اقبال کرنا پڑتا ہے کہ بعد تجربہ اپنے ملک کی عام تعلیم کو میں جلب منفعت اور دفع مضرت کی نظر سے دیکھنے لگا ہوں۔ ہماری اصلی غرض یہ ہے کہ جو علم ہم سکھاتے ہیں وہ ہمارے شاگردونکے کام آئے۔ زمانہ ہم کو اسقدر فرصت نہیں دیتا کہ ہم فیلسوف اور حکیم بنانے کی کوشش کریں۔ ہم کو تو سردست یہ ضرورت درپیش ہے کہ ہم صوبہ دار تعلقہ دار منصف افسران کو توالی اچھے اچھے مہیا کریں۔ پس میری نصیحت ان جوانونکو جو ابھی

جلسے میں حاضر ہیں یہ ہے کہ مدرسے کا زمانہ فکر فراغت میں صرف کرو۔ اس جنگ زرگری میں جسکا نام معیشت دنیا ہے فتحمند ہونے کے لئے سلاح پیدا کرو۔ اپنے حافظہ کو کار آمد معلومات سے مالا مال کرلو۔ عزائم نفس تحمل۔ وقار پیدا کرو۔ اپنی خواہشوں پر حاکم بننے کی کوشش کرو۔ یہ وہ تمہیار ہیں جو کبھی خطا نہیں کرتے۔ یہ وہ یار و مددگار ہیں جو کبھی دغا نہیں دیتے یہ بھی یاد رکھو کہ کیا مدرسہ اور کیا دنیا میں گنج کامیابی کی فقط ایک کنجی ہے اور وہ ڈسپلن یعنے تربیت ہے۔ ڈسپلن اوس تربیت سے مراد ہے کہ جسمیں مربی یا اوستاد ایک قاعدہ و قانون مقرر کرکے شاگرد کو پابندی پر مجبور کرتا ہے اور کسی حیلے سے اوسکے ضوابط کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔ اور خلاف ورزی جائز نہیں رکھتا۔ مگر آج میں اس معنی کو زیادہ وسعت دیکر دوسرے پیرایہ میں تمہارے سامنے بیان کیا چاہتا ہوں سب جانتے ہیں کہ اگر دنیا کیطرف آنکھ اوٹھاکے دیکھو تو اس بوقلمو تماشا گاہ میں ایک تماشا جو سب سے زیادہ کثرت سے ہماری نظروں سے گذرتا ہے وہ انسان کی خطاکاری اور کجرفتاری ہے اور پھر خطا کی بھی ہزارون صورتیں ہیں۔ بعض وہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہیں جنکو دیکھکر تماشائی مسکرا دیتے ہیں اور بعض وہ جانگداز خطائیں ہیں کہ جسکے مرتکب کو خون رونا اور جان کھونا پڑتا ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ جس شخص نے دنیا میں زندگانی کرنے کے لئے اوّل سے تربیت نہیں پائی ہے وہ دنیا کی کج راہونکو اندھونکی طرح طے کرتا ہے۔ بھولتا ہے۔ بہکتا ہے۔ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ وہ صدمے اوٹھاتا ہے جنکے نشان تا ابد اوسکے پوست و استخوان سے نہ مٹے۔

عمدہ اور عاقلانہ تربیت کا یہ کام ہے کہ بچونکو کم سنی مین اسطرح پرورش کرے کہ جوانی کی خطاؤن سے بچتے رہین۔ بالکل تو کیا بچ سکتے ہین مگر ہان اون کی تعداد مین کمی اور اون کی شدت مین خفت ہوجائے جس طرح ٹیکا لگانیوالا دوچار خفیف چوکے نشتر کے لگاکر چیچک کی سخت اور خوف ناک اذیت سے بچونکو محفوظ کر دیتا ہے۔ مین نے خفت کا لفظ قصداً استعمال کیا ہے کیونکہ یہ تو خوب معلوم ہے کہ انسان بغیر کھوئے نہین سیکھتا۔ بغیر تکلیف اوٹھائے دنیا کا تجربہ نہین حاصل کرتا۔

پس مین جوانان مدرسہ سے کہتا ہون کہ بخوشی اوستادون کی سختی سہو۔ تربیت کی مصیبتین جھیلو۔ یاد رکھو کہ جو پند کی باتین جو عمدہ عادتین یہان تھوڑی زحمت اور تکلیف گوارا کرنے سے سیکھ سکتی ہو ان مین سے ہر ایک آگے چلکر تمہارے آڑے آئے گی اور تم کو جانکاہ مصیبتون سے بچائے گی۔

اب آخر مین مجھے ایک فقرہ اور کہنا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ مین کبھی باور نہین کرسکتا کہ کسی مدرسے مین ڈسپلین کی سختی ممکن ہے بغیر اسکے کہ اوستادون کی طرف سے اغماض ہو۔ یہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس ملک مین اور نیز دوسرے ملکون مین بعض مہتمان مدرسہ اس خوف سے کہ کہین حاضری مدرسے کی کم نہ ہوجائے۔ انتظام مین ہر طرح کی سستی جائز رکھتے ہین۔ اگرچہ یہ خطا اکثر اس سبب سے ہوا کرتی ہے کہ لوگ تعداد طلبہ کی کثرت کو مدرسے کی خوبی کا معیار ٹھیراتے ہین جو ہرگز لائق اعتبار نہین ہے۔ مگر اسمین شک نہین کہ یہ خطا خود ایک بڑی سخت خطا ہے۔ جو اسکے انتظام کرنے [illegible] سے ماورا رکھتے ہین۔ ایک

جلد دوم　　حسن　　نمبر

طالب علم جسکی تربیت درست اور باقاعدہ طور پر ہوئی ہو۔ دنیا مین ہزارو جہ زیادہ اعتبار
حاصل کرے گا بہ نسبت دس بے تربیت طالب علمونکے جنھون نے طوطی کی طرح سبق
یاد کر کے یونیورسٹی کے امتحانون مین کامیابی حاصل کی ہو۔ اوّل الذکر سے ہمتہ یہ امید
کہ وہ مردانہ وار اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتا رہے گا۔ ثانی الذکر شاید عبارت آرائی کرین گے
شیکسپیر کے اشعار صفحہ کے صفحہ زبانی سنا دین گے مگر اونکو نہ کبھی اپنے اوپر اور نہ دوسرونپر
حکومت کرنے کی لیاقت حاصل ہوگی فقط

ضمیمہ رسالہ حسن

ہم ذیل میں اجوتی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہیں۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن

تدبیر نوجوانی

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتادہ سالہ تک کو یکسان نفع ہوا ہے اسکے استعمال میں کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطرہ رگ رگ رچھ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض نامردی کو خواہ وہ کسی سبب سے ہوں بجز خلقی اور مادرزاد نامرد کے اپنی معجز نما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے قیمت فی شیشی حصہ محصول ۱۲ اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن رہتا ہے۔

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو باجوائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ صافول کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عہ ۱۲ یگیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے **خواص آن** یعنی برائے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید دافع ہر یان۔ مقوی دماغ و اعضا و رئیسہ دارو امراض وضعیہ النفس و سرفہ کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ میں بحکم اکسیر کار کرتا ہے یعنی کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہو گی۔

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ۔ امراض نسف بصر و دماغ و صفائی خون و انواع درد و اقسام تپ محرقہ چوتیا۔ تپ دق۔ استسقا طحال۔ آتشک سوزاک ہریان سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی و بادی اور سرانجوری اور چاندو نوشی سے خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں سبکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل حصہ محصول عہ ۱۲

عجیب چیز۔ تحلیل بواسیر خونی و بادی و تحلیل دردسہ کے لئے عجیب چیز ہے۔ پہلے ہی روز میں ایک دو بار کے استعمال سے دردسہ و ہریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ میں بفضلہ مسہ بالکل دفع ہو جاتے ہیں

اور پھر کبھی عود نہیں کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت فی محصول ۴ر

جہان نما - اس عرق کے لگانے سے آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہے جو میلے درد دہند سرخی چشم جملہ بیماریوں کو دفع کرتا ہے قیمت فی محصول ۴ر وزن عرق ۶ ماشہ -

خضاب نایاب

بے مثل رنگ و ہنگ ہے نادر خضاب ہے گویا کہ آمد فصل شباب ہے

جیسے کہ عوام میں خضاب سے دقتیں واقع ہوتی ہیں ہر شخص پر ظاہر ہیں یعنی چوتھے آٹھویں روز مہندی لگا کر باندھتے اور بعد تین گھنٹہ کے پھر وسمہ لگا کر باندھنا اسمیں فریب چہرہ گھنٹے کے وقت ضائع ہونا اور بال سیاہ ہونے کے سوا اور کوئی فائدہ مفید یا نقصان بہت ظاہر ہے کہ مہندی اور وسمہ کا پانی جب بالوں میں جذب ہوگا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ ایام سرما میں مثل سردی وغیرہ کے جسقدر کہئے بجا ہے ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بھیجکر طلب کریں - اسمیں کوئی مبالغہ نہیں - تھوڑی سی تعریف اسکی اجزا کی ظاہر کرتا ہوں -

دافع بالجزوہ - خارشت سر ضعف دماغ - علاوہ بریں خوشبو میں بنظیر مثل کیوڑہ - باعث درازی عمر - مفرح دماغ ہے - بالوں میں سختی نہیں دیتا ہے بلکہ ملایم رکھتا ہے - سیاہی میں بالوں کو مقابل اصل بالوں کے کرتا ہے دوسرے روز بطور روغن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے کی ضرورت نہیں دوسرے تیسرے روز لگائے تو بال مثل اصل بالوں کے سیاہ ہونگے کوئی تمیز نہ کر سکے گا کہ یہ خضاب ہے ایک بوتل میں ۱۲۰ روپے بھر یعنی ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے قیمت فی بوتل علاوہ محصول نصف شیشی عمدہ چہارم شیشی عمدہ اس سے کم عمر نہیں ہے میرے شفاخانہ میں ہر قسم کا علاج ہوتا ہے -

اطلاع ضروری - واضح ہو کہ بہت سی سندی خطوط یعنی سرٹیفکیٹ جو صاحبان یورپین بہادران نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت میں عطا فرمائے ہیں اور نیز ہندوستانی خطوط صحت - قریب ہزار بارہ سو کے موجود ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہونگے - چاہیے کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہوں میری ادویہ سے ہزاروں نے صحت پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ملکوں کے سرٹیفکیٹ ہیں آدھ آنہ ٹکٹ بھیجکر طلب کریں کیونکہ بعض حکیموں نے اپنے شہر کے رئیسوں کی خوشامد کر کے

سارٹیفکیٹ بنا ہے ہین۔ بس میرے سرٹیفکیٹ منگاکر ملاحظہ فرمائین تاکہ دھوکا نہ ہو۔

ایک مفصل فہرست ادویہ کی جو اخبار مین طبع کی گنجایش نہین رکھتی اور جس سے لطف زندگی تا دم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہین کارخانے سے طلب کرین مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشتہر۔ حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ دالمنڈی۔

تجربہ آزمودہ شربتیہ دوائین

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکما ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور مین بوشیشہ سے جاری ہوتی ہین مفصل فہرست وسارٹیفکیٹ ٹکٹ آنہ سے مل سکتی ہے۔

طلاء ۔ جو استمال بچپن کے نقص رگونکی رطوبت دبگاڑ کو دور کرتا ہے فی تولہ ۔ صہ

ضعف اعضائے رئیسہ ومعدہ ۔ تاریکی چشم ۔ دردسر وغیرہ جو کثرت مسکرات اقسام فواحش سے کمی انتہا

وضعف جگر وسستی لاحق ہو دور کرتا ہے فی بوتل ۔ صہ

سوزاک ۔ نیا ہو یا پرانا علی العموم ۲۴ گھنٹہ مین اپنا اثر شروع کرتا ہے فی تولہ ۔ صہ

ہیر ایتل خوشبودار ۔ بالونکو سیاہ رکھتا ہے ۔ نزلہ ۔ زکام ۔ ریزش ۔ دردسر ضعف دماغ دبصر کو مٹاتا ہے فی شیشی ۔ ۔ے روپیہ۔

حب آتشک ۔ بلا نہ آئے تے دست دور کرتا ہے پہر ہوئے تا تین دو ہفتہ ۔ صہ

کحل الجواہر ۔ سرمہ مقوی بصر حافظ بینائی دافع نزول دو ہند دجالا خارش پانی جانا

۳ پانچہ ۔ ے

عجیب الاثر سنون ۔ دانت کا ہلنا کیڑے کا لگنا بدبو سیل خون جانا مسوڑونکی

خرابیان ۔ ۴ تولہ ۔ عدد۔

اشتہار

فروخت مقطعہ

نیرآباد میں ایک مقطعہ دوسو بیگہ کا فروخت ہونے کو ہے جسمیں دو کنٹے اور تین باولیاں ہیں خشکی کی زراعت۔ گھانس کا کھیڑا اور چوبنیہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے قیمت اس مقطعہ کی سترہ ہزار روپے ہے۔ جو صاحب خریدنا۔ دیکھنا۔ یا تفصیلی حالت دریافت کرنا چاہیں دستخط کنندۂ ذیل سے بعد عصر بیں نہ بصورت تعویق یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے نکل جائے گا فقط

المشتہر

محمد عبدالصمد تراجی

افضلگنج حیدرآباد دکن

اشتہار کتب

زراعت دکن — مولفہ نواب عماد نواز جنگ بہادر سے

بچوں کی پرورش کے طبعی و طبی قواعد — مصنفہ ڈاکٹر کنگسم مترجمہ مس لوئی ڈین

درخواست بنام منیجر سالار جنگ حیدرآباد

اشتہار

فروخت مقطعہ

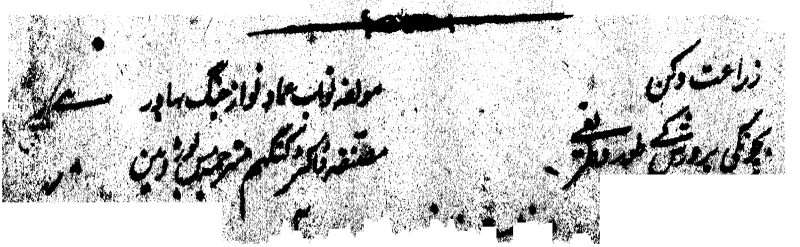
نیرآباد میں ایک مقطعہ دوسو بیگہ کا فروخت ہونے کو ہے جسمیں دو کنٹے اور تین باولیاں ہیں۔ خشکی کی زراعت۔ گھانس کا کنجہ اور چوبنیہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے قیمت اس مقطعہ کی سترہ ہزار روپے ہے۔ جو صاحب خریدنا۔ دیکھنا۔ یا تفصیلی حالت دریافت کرنا چاہیں دستخط کنندۂ ذیل سے بعد ۲ کریں نہ بصورت تعویق یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے نکل جائے گا فقط

المشتہر

محمد عبدالصمد تہراجی

افضلگنج حیدرآباد دکن

اشتہار کتب



ملاحظہ طلب

۱ جن حضرات نے ہنوز قیمت رسالہ بابت ایام گذشتہ عنایت نہین فرمائی۔ امید ہے کہ جلد تر عنایت فرماکر شکر گذاری کا موقع دینگے۔

۲ مقامات کے تبدل و تغیر سے دفتر کو براہ راست اطلاع ہونی چاہیئے تاکہ آسانی سے رسالہ پہونچا کرے ورنہ دیر یا عدم رسی کی شکایت معاف۔

۳ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی کسی تاریخ کو شایع ہو جاتا ہے۔ اگر احیانا کوئی رسالہ تا اختتام ماہ انگریزی نہ پہونچے تو دفتر کو فوری اطلاع ضروری ہے تاکہ عدم رسی کا تدارک ہو ورنہ شرط گنجایش دوسری کاپی بھیجی جائے۔

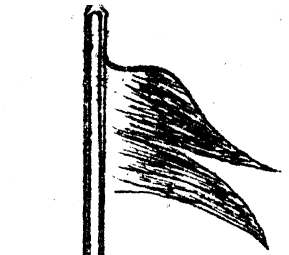
۴ مضامین نویس حضرات کی توجہ اپنی تحریرون کی جانب خاصکر اس معنی کی ہونی چاہیئے کہ تحریر صاف دوسرونکے بے تکلف پڑھنے کے قابل ہو۔ اور جتے الوسع الفاظ وعبارت جابجا قلمزد نہ کیجائے۔

۵ ہر ایک مضمون معمولا رسالہ کے بارہ صفحون مین ہونا چاہیئے کوئی مضمون جو بہت طویل نہ ہو برآیندہ نہ اوٹھا رکھا جائے۔ ایک سلسلہ کا کل مضمون یکبارگی دفتر پر پہونچ جانا چاہیئے

۶ مضامین مین غیر مانوس یا غیر ضروری انگریزی الفاظ کا استعمال ناواقفین کی زبان پر شکایت پیدا کرتا ہے امید ہے کہ اس قسم کی شکایت پر مضامین نویس حضرات خیال رکھینگے۔

۷ دفتر کے انتظامی استعلام سے احباب مطلع فرماتے رہین ہر اصلاح پیش کردہ پر شکر گذاری سے توجہ کیجاتی ہے۔

۸ منیجر سیال سے اب کوئی واسطہ نہین لہذا کل خط وکتابت وترسیل مضامین وزر بنام عالیجناب نواب عادل نواز جنگ بہادر خواہ راقم ہونی چاہیئے۔ محمد یوسف منیجر۔ بنگلہ نواب عادل نواز جنگ بہادر



جلد سوم — حسن — نمبر ۹

اعینونی اذا احسنت امراً
وان اخطأ فاتونی صلاحا +

ماہ ستمبر سنہ ۱۹۰۹

مضامین

بقیہ سوانح عمری شاہ بابر غازی ..... از مولوی محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی ۱ صفحہ

نادر شاہ اور اسکی تعجب انگیز کامیابی .... از مولوی سید آغا حید صاحب سکنڈ ایر کلاس ۱۱
مدرسۃ العلوم علیگڈھ

بقیہ سیر و شکار - ..... از راجہ اجگان راجگن پرشاد بہادر پیشکار ۵۹
حیدرآباد دکن

مطبع حسن مین چھپا

شاہ بابر غازی

(سلسلہ کے لئے نمبر گذشتہ ملاحظہ ہو)

آخری ریمارک

بابر کے مختصر احوال ہم نے اوپر بیان کر دیے۔ لیکن ابھی کچھ اور کہنا اور بیان کرنا باقی ہے، اوس تصویر مین بابر کے چند اندرونی صفات کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ کچھ صفات کی جھلک اس بیان سے ہویدا ہوگی +

علم و تحقیق

بابر نے اونچاس (۴۹) برس کی عمر مین انتقال کیا۔ ۱۲ برس کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ اور تخت و تختہ کے مابین ۳۷ برس کا زمانہ ہے۔ یہ ۳۷ برس راحت یا زحمت سے جس طرح بسر ہوئے آپنے دیکھ لیا۔ یہ ماجرا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ۱۱ برس کی عمر سے ۴۵ برس کی عمر تک ایک جگہ متواتر اوسنے دو عیدین نہین کین یا بالفاظ دیگر سال بھر کسی مقام پر چین سے نہین بیٹھا۔ علم اور کمال سے کچھ ازلی مناسبت اوسکو تھی اور مبدء فیاض سے فوق سلیم اوسکو عطا ہوا تھا۔ ان ملکی افکار اور تشویشون مین بھی اوسکو علم کی طرف ایک خاص توجہ رہی۔ ابتدائے زمانہ مین اوسکو بہت کم فراغت حاصل ہوئی جو طالب علمانہ تحصیل علم کرتا۔ لیکن متواتر توجہ نے اوسکے واسطے علمی شان بھی حاصل کر لی۔ فقہ حنفی مین اوسکو خاص مہارت حاصل تھی۔ محمد قاسم فرشتہ کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ مجتہدانہ قوت رکھتا تھا۔ ترکی نظم مین ایک فقہ کی کتاب لکھی ہے۔ جسکا نام

مثنوی مبین ہے - واقعات بابری مین کچھ اشعار اوسکے نقل کیے ہین - بابر کی مادری زبان چغتائی ترکی تھی - ترکی مین اشعار بہت کہے ہین اور واقعات مذکور مین جابجا کثرت سے درج ہین - مگر افسوس عدم قابلیت کے سبب ہم اونکی نسبت کچھ نہین لکھ سکتے - اپنی سوانح ابتدائی تخت نشینی سے آخر عہد تک اسی زبان مین اونھنے قلمبند کیے ہین - محمد قاسم فرشتہ کہتا ہے کہ "بنوعے نوشتہ کہ فصحا قبول دارند" - عبدالرحیم خانخانان نے اپنے آقا اکبر شاہ کی فرمایش سے اوسکا ترجمہ فارسی مین کیا جو واقعات بابری کے نام سے مشہور ہے - اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین لکھی گئی ہے الحق کہ نہایت راستبازی اور حق پرستی سے اس کتاب کو لکھا ہے - اوسکے راستباز قلم نے نہ بابر کے باپ کے عیوب چھپائے ہین اور نہ اوسکے جانی دشمنونکے ہنرون سے چشم پوشی کی ہے - ہمنے اوپر بابر کی رائے اوسکے باپ کی نسبت لکھی ہے اوس سے اوس کی آزادی رائے کا اندازہ ہوسکتا ہے - جس بحث کا پہلو آپڑا ہے نہایت بسط اور تحقیق سے تین صفحے کے صفحے لکھدیے ہین - ہندوستان کے بیان مین ۴۴ صفحے لکھے ہین - یہانکے حیوانات - نباتات - رسوم و عادات - سب باتونسے بحث کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے شاید کوئی ہندوستانی ہی نہین کہہ سکتا کہ یہ بات غلط لکھی ہے - انگریزی مین بھی اس کے دو ترجمے ہوئے ہین - اور مسٹر بیل کی شہادت کے مطابق تمام عالم نے اس کتاب کی تعریف کی ہے - خواجہ مولنا اوسکے اوستاد کی تربیت سے اوسمین سلامت روی و سادگی کا ایک مادہ پیدا ہوگیا تھا - اور یہی دو صفتین ہین جو طالب کو اپنے مقصودین کامیاب کرسکتی ہین

ماوراء النہر اور خراسان کا ہر شہر و قریہ اوسوقت علمی کیفیت اور کیف کمال سے سرشار ہوتا تھا۔ بابر جہان گیا۔ خواہ کسی حال میں تھا اہل کمال سے ضرور مستفید ہوا کسی بات کو محض رواج اور تقلید کی بنا پر وہ کبھی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ تاتاری مغلوں کی تاریخ جن صاحبوں نے پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے پیشرو چنگیز خان کے قواعد کو احکام الٰہی سے بھی زیادہ واجب العمل خیال کرتے تھے۔ اہم امور درکنار نشست برخاست خورد و نوش میں بھی اونہیں قواعد کے پابند تھے۔ بابر کہتا ہے کہ "ہمارے باپ اور بھائی تورہ چنگیز خان کی نہایت ہی رعایت کرتے ہیں۔ تورہ چنگیز خانی کو مٹی آبتہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اوسپر عمل کیا جائے جس کسیکے اچھی بات نکالی ہو اوسپر عمل کرنا چاہیے۔ اور اگر باپ نے کوئی روش بدچاری کے ہو اوسکو نیکی سے بدل دینا چاہیے۔ جب وہ غزنی آیا تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک مزار ہے جسپر دور دور پڑھنے سے قبر جنبش کرنے لگتی ہے۔ بابر وہاں گیا۔ اور درود جب پڑھی گئی تو قبر واقعی متحرک محسوس ہوئی۔ جب تفتیش کی تو سمجھ گیا کہ مجاوروں کا فریب ہے۔ قبر پر ایک ہموار سا بانس رکھا تھا۔ ایک مجاور چپکے سے اوسمیں گھس جاتا تھا جسکو ہلتا تھا لوگ خیال کرتے تھے کہ قبر ہلتی ہے۔ جیسے اہل کشتی کو کنارہ چلتا نظر آتا ہے بابر نے مجاوروں کو اس حرکت شنیع سے منع کر دیا۔ فارسی شعر سے بھی ایک خاص لگاؤ تھا۔ خود بھی کم کم کہتا تھا۔ لیکن جو کچھ کہتا تھا تحسین اور صاف۔ قلعہ بیانہ کے حاکم کو ایک فرمان استمالت بھیجا اوسمیں یہ شعر فی البدیہہ درج ہے +

باترک ستیزہ مکن اے میر بیانہ　　جانا کہ دمے دانگی ترک عیان است
در زود نبانی و فصیحت نکنی گوش　　ہر چند کہ عیانست چہ حاجت بہ بیان است

محمد قاسم فرشتہ نے یہ شعر بابر کے نام لکھا ہے

بازآئی ای ہما کہ بے طوبیٰ خطت　　نزدیک شد کہ زاغ بردا استخوانِ من۔

مگر یہ غلطی ہے۔ بابر نے خود یہ شعر حسن یعقوب کا بتایا ہے۔ خواجہ آصفی کے کلام کی نسبت اور نے یہ ریمارک کیا ہے "شعر او از رنگ و معنی خالی نیست اگرچہ از عشق و حال بے بہرہ است" اگر کوئی مشاق شعر فہم خواجہ آصفی کے کلام پر اسے ظاہر کرے گا تو اس بیان سے شاید تجاوز نہ ہوگی۔ فن عروض میں بھی خوب ماہر تھا۔ ترکی کا ایک شعر کہا ہے جو پانچ چار وزن میں تقطیع ہو سکتا ہے۔ اس مبحث پر ایک رسالہ مستقل لکھا ہے۔ عیش پرستی نے فن موسیقی میں بھی کامل کر دیا تھا خوب سمجھتا تھا اپنے معاصر موسیقی دانوں کی لیاقت نکتہ سنجی سے بیان کی ہے اور جو شعبہ میں فائق تھا یا جس میں جو نقص تھا سب بیان کرتا ہے۔ خط بھی نہایت پاکیزہ تھا اور بالکل خوشنویسی کے وقت خوشنویسانہ انداز ہوتا تھا مسطر اپنے ہاتھ سے بناتا تھا۔ ایک شب کو بنگالہ سے لوٹتے وقت باد و باران کا طوفان اوٹھا۔ اور تمام خیمے سر بسجود ہو گئے۔ بابر اپنے خیمے میں بیٹھا لکھ رہا تھا کہ ڈیرہ اوسپر آرہا۔ لیکن کچھ ضرر نہیں پہونچا۔ اوراق پریشان اور پانی میں شرابور ہو گئے۔ بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے اکٹھے کئے اور چارپائی کے نیچے رکھکر اوپر سے کمل ڈالدیا۔ جب بارش موقوف ہوئی تو انکو نکالا اور صبح تک آگ سے انکو خشک کرتا رہا۔ بابر میں یہ صفت تھی کہ جس بزم میں ہوتا تھا تب ہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسکے لئے موزون ہے۔ دربار میں بادشاہ۔ جنگ میں سپہ سالار اور بزم میں ایک یار باش رند۔ محمد قاسم فرشتہ نے اوسکے علم کی نسبت یہ لکھا ہے "در علم فقہ حنفی مجتہد بود و در علم

موسیقی و شعر و انشا و املا نظیر نداشت و قائم سلطنت خود را در ترکی نوشتہ کہ فصحا قبول دارند +

امرائے شاہی

بابر نے اس جہان میں جو کچھ ترقی و عروج حاصل کیا - وفادار - بلند حوصلہ اور عقلمند امرا کی مدد اور سعی بھی اوسکے واسطے ایک زینہ تھی + وقت پیکار بہادر سپہ سالار تھے امن کے زمانے میں دانا مشیر اور صلاحکار اور مصیبت میں یار غمگسار امراء کا ایک چیدہ گروہ تھا جنکو اس زمانے کے محاورہ میں کونسل کہنا چاہیئے - جنگی اور ملکی سب معاملات اس کونسل میں بحث کے بعد نفاذ پذیر ہوتے تھے - اکثر مباحثوں میں مشیروں کی رائے بادشاہ کے خلاف ہوتی تھی اور بادشاہ کو اونکی رائے ماننی پڑتی تھی - بعد مغرب یہ کونسل جمع ہوا کرتی تھی اور قابل غور امور زیر بحث لائے جاتے تھے - دربار سے علیحدہ بابر کا برتاؤ اپنے امیروں سے محض بارانہ تھا - شاہی مے پرستی کے جلسوں میں وہ بے تکلف شریک ہوتے تھے - بابر اونکے یہاں دعوتوں میں جاتا تھا - کبھی دعوت افطار ہوتی تھی اور کبھی بزم نشاط کا سامان ہوتا تھا - اکثر اوسکے سرداروں نے اوس سے بغاوتیں کیں مگر وہ کبھی در پے آزار نہیں ہوا اور ہمیشہ اونکی لغزشوں کو عفو کرتا رہا یونس علی - عبداللہ کتاب دار - قاسم حسین - محمد علی - شاہ منصور برلاس - درویش محمد نظام الدین خلیفہ - خواجہ کلان - امرا میں زیادہ سربرآوردہ تھے - ایک مرتبہ خواجہ کلان کو باجوڑ کا حاکم کرکے بھیجا تھا - چند روز کے بعد مفارقت شاق ہوئی - اور یہ شعر تصنیف کرکے

اوسکو لکھہ بھیجے ؎

قرار وعہد بیار این چنین نہ بود مرا
گزید ہجر مرا کرد بے قرار آخر
بعشوہائے زمانہ چہ چارہ سازد کس　　بجز کرد وجدا یار را زیار آخر ++

عیش ونشاط

بابر ابتدائے شباب مین بہت ہی زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ مشتبہ کھانے سے قطعاً پرہیز تھا۔ اوراس مرتبہ احتیاط تھی کہ دسترخوان۔ چھری وغیرہ کھانے کے متعلقات پر بھی حاضر نظر رہتی تھی یہ خواجہ مولنا کے انفاس قدسی کا اثر تھا۔

باپ نے اوسکو شراب پینے کی ترغیب دی لیکن اوسنے نہین مانا۔ آخر خواجہ مولنا کے فیض صحبت کی برکت تھی شہید ہوگئے۔ اور بابر کو ہوائے نشاط نے اوسی ۲۳ برس کی عمر مین داڑھی استرہ کی نذر کردی۔ اور گویا عیش کی اسٹیج پر آنے کے لئے روپ بدل لیا۔ دختر رز کے عشوے بھی اوسکو اپنی طرف مائل کر نے لگی مگر بے تحریک اتنی جرأت نہ تھی۔ تحریک کون کرے۔ ہمراہی سوسائٹی اوسوقت عیش وعشرت مین ڈوبی ہوئی تھی۔ میزبان شہزادون نے اس سے بھی بادہ نوشی کی فرمایش کی اسنے ہاتھہ بڑہایا لیکن پھر کھینچ لیا۔ ہم کو معلوم نہین پھر کہان اوسنے جام ارغوانی لب سے لگالیا۔ کابل مین ہم اوسکو اس رنگ مین دیکھتے ہین کہ ایک دلفریب سبزہ زار مین سنگ مرمر کا ایک حوض شراب کابل سے پر ہے اور گرد یہ شعر کندہ ہے ؎

نوروز دلنوبہار مے ودلبری خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ دنیا دوبارہ نیست

زنان پری پیکر اور ساقیان گل اندام ساقی گری اور غارت ہوش پر کمر بستہ ہین۔
بابر اپنے یاران باصفا کے حلقہ مین بے تکلف بیٹھا اس دلکش سمان مین محو ہو رہا ہے
ایک جانب مطرب خوش نوا مخدوم حافظ شیراز کا یہ شعر باندک تغیر گا رہا ہے ؎

اے خوش آن روز کہ بے پا و سرا یار مے چند
ساکن گلگشت مصلا و بہ بدنا مے چند

کسی ہمت سے یہ روح پرور صدا آرہی ہے ؎

بخور در ارک کابل مے بہ پیمانہ بے دریغے
کہ ہم کوہ است و ہم دریا و ہم شہرست و ہم صحرا

بابر کے یہ ایک عیش کا نمونہ ہے کابل کے بہارستان مین یہ لطف اوسنے خوب اوٹھایا۔
کبھے درخت چنار کے نیچے دور چلتا تھا اور کبھی شفاف چشمے مین کشتی پر بادہ پیمائی ہوتی
تھی۔ ایک روز ایک قاضی صاحب کا مکان بزم کے واسطے پسند ہوا اور تمام سامان نشاط
قرینے سے لگا دیا گیا۔ قاضی صاحب بہت گھبرائے مگر کیا کرین بادشاہ تھا اگر کوئی بیجا
غریب ہوتا تو کبکے دڑے پڑ گئے ہوتے آخر جراءت کرکے کہا کہ اس مکان مین کبھی اتنا
ہوا نہین آیندہ اختیار ہے۔ بابر بھی سمجھ گیا اور فوراً حکم دیا کہ سب سامان وہان سے
اوٹھ جائے۔ بابر ان جلسون مین ایک سادہ دل رند کی وضع پر شریک ہوتا تھا۔ ادا

کابل کے اوس سوداکا نام جہان یہ بزم نشاط گرم ہوتی تھی۔ اصل شعر مین سکیدہ ہے نقط

شاہی اور داب سلطنت کا کہین ڈھونڈھے نشان نہین ملتا تہا۔ ایک روز اپنے امیر کے ساتھ شغل مدام کو دل چاہا۔ گھوڑے پر چڑھکر اکیلا چلدیا۔ یہ امیر حد درجے کا قلاش تہا اور بادشاہ بھی اونکی قلاشی کو خوب جانتا تہا ایک توڑا بغل مین دبا نا لے گیا۔ آبادی سے باہر ایک ٹیلہ پر بیٹھ گیا اور اوس امیر کو وہان بلوا بھیجا وہ آیا تو ترتیب بزم کی فرمایش کی وہ تو بیچارا زندہ دل غالب کے قرض کی پیتے تھے گھبرا گئے۔ بابر نے بغل سے توڑا نکالکر حوالہ کیا اور تھوڑی دیر مین جنگل مین منگل ہوگیا فتحپور سیکری مین یک لخت تراب سے توبہ کرلی اور پھر کبھی اس کا فرکو منہ نہین لگایا +

شاہی حرم

بابر نے پانچ شادیان کین اوّل۔ عائشہ سلطان بیگم سے۔ یہ بیگم بابر سے کچھہ مرتبط نہین ہوئی۔ آخر مفارقت ہوگئی۔ ایک لڑکی اسکے بطن سے تھی مگر بچپن مین مرگئی۔ دوم معصومہ سلطان بیگم یہ نکاح کے بعد تھوڑے روز زندہ رہی۔ ایک لڑکی ہوئی اور اسی مرض مین یہ بیگم رحلت کرگئی۔ عائشہ سلطان بیگم کے بعد یہ شادی ہوئی تہی۔ سوم زینت سلطان بیگم۔ سلطان محمود میرزا کی بیٹی تہی اور نہایت بدمزاج۔ بابر اس سے بہت تنگ رہا۔ مگر اجل کی عنایت سے دو مین برس کے بعد اس بلا سے اوسکو نجات ملی۔ چہارم ماہم بیگم۔ پنجم والدہ عسکری و کامران۔ ان دو بیگمون کی نسبت ہمین نہین معلوم کہ کس خاندان کی تہین۔ افغانستان مین یوسف زئی خاندان کی ایک لڑکی کی بابر نے ملکی مصلحت سے خواستگاری کی تہی۔ لڑکی کے باپ نے منظور کیا اور لڑکی کو

بادشاہ کے پاس بیٹھا مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ نکاح ہوا یا ملتوی رہا۔ حرم کے ناجائز
[illegible] سے اسکو سخت نفرت تھی اور اس سے تمتع اوٹھانے والونکو اور سنے بہت ملامت
کی ہے۔ اس مجمل کیفیت سے یہ رائے شاید پیدا ہو سکتی ہے کہ ایشیائی بادشاہوں
کی طرح بابر شہوت پرست نہیں تھا

راقم
محمد امیب الرحمن خان شروانی

نادرشاہ اور اوسکی تعجب انگیز کامیابی

نادر کا ذلیل حالت سے دفعتاً ترقی کر کے بڑی سلطنت کا خود مختار بادشاہ ہوجانا اور پھر اوسکی جبار ی اور ناد رشاہی ایسا عجیب و غریب واقعہ ہے جو علاوہ محققین کے عوام الناس کو بھی اوسکے حالات دریافت کرنے کا شوقین بنا دیتا ہے۔

شروع زمانہ اسلام مین عرب کے پرجوش مجاہدین نے قدیم سلطنت ایران کے جو اس زمانے مین ساسانیونکے تصرف مین تھی برباد کی۔ عرصے تک یہ ملک خلفائے کبار کے ماتحت رہا۔ پھر ایک بہادر اور لائق سپہ سالار (عمر لیث) نے خلفا کے حکم سے سرتابی کر کے اپنے ملک کو غیر قومونکی ماتحتی کی بدنامی سے بچایا اور ایک مختصر خود سر سلطنت قایم کردی۔ اوس زمانے مین تاتاری سردار جو وطن مالوف چھوڑ کے اس سرزمین مین آباد ہو گئے تھے حکومت اور آب وہوا کی تاثیر سے بندۂ عیش بن گئے تو سلطنت کا مالک ایک گوشہ نشین (شاہ اسمٰعیل) ہوگیا اور اس گھرانے کے بادشاہ صفوی کہلائے۔ خاندان صفویہ کے شاہان اولین مثل خاندان مغلیہ (ہندوستان) کے سعد اور نہایت لائق ہوئے مگر ۱۷ صدی مین اونکی حالت ۱۸ صدی کے شاہان دہلی کے موافق ہوگئے اور یہان تک نوبت پہونچی کہ جو لوگ جہانبانی کرتے تھے ظالمونکے حکم سے نہایت سفاکی سے قتل ہوئے۔

جن ممالک مین بادشاہ خود مختار ہوتے ہین بسا اوقات خلق اللہ کی رائے

نہین سنی جاتی بلکہ اونکے افعال سے ظاہر ہوتی ہے - جب کہ کم طالعی - ظلم - عیاشی
وغیرہ وغیرہ خصلتین حاکم مین نامردی - کمینہ پن - نا اتفاقی - عیوب اور بد عادتین اہل دربار
مین پھیل جاتی ہین - رعایا پر بیجا تعدی اور سختی ہونے لگتی ہے اور چالاک آدمی موقع
پاکے خلایق کو بادشاہ سے ناراض کر دیتے ہین - نادر کی پستی خاندان - ناستودہ
افعال - بد دیانتہ کام - مجرمانہ حرکات - سب اسبات پر دلالت کرتے ہین کہ وہ اسی قابل
تہا جو اوسنے خاندان صفوی کے ساتھہ برتاؤ کیا اور جسطرح ایران کے شرفا اور رعیا
کے ساتھہ پیش آیا +

نادر کا باپ امام قلی قبیلۂ افشار مین سے تہا اگرچہ وہ اپنا نسب نامہ صفویون سے
ملاتا مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوم مین بہی نام آور شخص نہ تہا - مگر میرزا مہدی
لکہتا ہے کہ اس ہیرو کا باپ اپنی قوم مین سرآور دہ تہا لیکن کنایتاً اوسکی اصل کو اسطرح
ظاہر کرتا ہے " کہ ہیرو کو اپنے ذاتی جوہر سے ناز ہے نہ کہ اوس کان سے جس سے
نکلا ہے " - امام قلی کوٹ - ٹوپی - اور پوستین وغیرہ نباسکے بسر کرتا تہا - نادر بہی اپنے
آبا واجداد پر فخر نہ کرتا تہا کیونکہ جب اوسنے اپنے لڑکے کی شادی محمد شاہ بادشاہ دہلی کی
بیٹی سے کی اور دولہن والونکی طرف سے یہ پیغام آیا کہ اپنے باپ دادا کا نام بتاؤ تو اوسنے
کہا کہ " بگو داماد شما پسر نادر است و نادر شاہ پسر شمشیر و ہم چنین تا ہفتاد بار بشمار "
نادر خراسان مین ۱۱ نومبر ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء کو پیدا ہوا اوسکے ڈکپن کا حال کچہہ لکہا نہین
اور ایرانی مورخ بہی اوسکی تاریخ یا لائف ۳۱ دین سال سے جبکہ رضا قلی پیدا ہوا شروع

کرتے ہین اسمین شک نہین کہ وہ آغاز عمر ہی مین زمانے کی اونچ نیچ دیکھہ بھال کے نہایت تجربہ کار ہوگیا۔ اور نیز شجاعت اور دانائی کا ثبوت دیا۔ سترہ برس کی عمر مین وہ اوزبکون کے ہاتھہ مین معہ اپنی والدہ کے جو خراسان کو ہر سال لوٹتے آتے تھے گرفتار ہوا۔ لیکن چار سال کے بعد قید سے کسیطرح نکل بھاگا۔ اوسکی مان قید ہی مین قید ہستی سے آزاد ہوئی۔ جب اپنے وطن مین آیا اوسکا حال جب تک کہ شاہ طہماسپ کی خدمت مین پہونچا یکسان رہا۔ اوّل ہی اوّل اپنے ملک کے سردار بابل بیگ کے یہان نوکر ہوا۔ اوسکو قتل کر کے اوسکی لڑکی کو لے بھاگا۔ اسکے بعد قزاقون کا سردار ہوگیا۔ اور لوٹ مار سے گذر کرنے لگا۔ یہ سب شہرت اور جرات کے جو اس پیشے مین حاصل ہوتی تھی حاکم خراسان نے اپنے یہان نوکر رکھہ لیا۔ اور اوزبکون سے لڑایا۔ اس جنگ مین ایسی مردانگی دکھائی کہ سپاہی سے افسرون مین ترقی پائی۔ مگر نامناسب حرکتون سے والی خراسان نے غضب مین آکر ڈنڈون سے مار کر نکال دیا +

نادر اس بے عزتی سے خفا ہوکر مشہد سے قلات مین اپنے چچا کے پاس جو طائفہ افشار کا سردار تھا چلا گیا۔ وہان تھوڑے دنون رہا لیکن چچا جان بھی بھتیجے کی تعدی اور حد سے تنگ آئے اور خیر باد کہہ کر رخصت کیا۔ اور سنے پھر وہی پہلا پیشہ اختیار کیا۔ افغان اصفہان کے مالک ہوگئے تھے دولت صفویہ پر زوال آرہا تھا جبکی لاٹھی اوسکی بھینس تھی ایسے وقت مین تجربہ کار اور مضبوط لیڈر کو تہمت سے سانھیونکی ضرورت نہ تھی۔ لیکن نادر نے تھوڑے عرصے مین تین ہزار ڈاکو جمع

کر لئے اور خراسان کو تاراج کیا۔ جب چچا نے دیکھا کہ بھتیجے کا روز افزون اقتدار اور اختیار بڑھتا جاتا ہے تو اوسکو ایک خط لکھا کہ تمکو مناسب ہے کہ شاہ طہماسپ کی ملازمت اختیار کرو اور اوسکو ایران سے افغانونکے نکالنے مین مدد دو۔ نادر نے جواب لکھا کہ اگر بادشاہ میرے پہلے جرمونکو معاف فرمائے تو مین خدمت بجا لانے کو موجود ہون۔ بادشاہ نے قصورونکو معاف فرمایا اور نادر ۱۷۲۶ء / ۱۱۳۹ھ مین طہماسپ کے نوکرون مین داخل ہوا اور پھر فلات کو چلا گیا۔ نادر نے یہانکے گورنر (چچا) کو اپنی ترقی کا حارج سمجھکر اوسکے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور فتح کر کے چچا کو بھی قتل کیا۔

۔اور خراسان سے افغانونکے نکالنے مین کامیاب ہوا۔ پھر تھوڑے دنون بعد بڑھکر افغانونسے نیشاپور بھی لے لیا۔ بادشاہ نے یہ جرات اور دلاوری دیکھکر اوسکے دوسرے قصور (قتل چچا) سے بھی درگذر کی۔ نادر کے پاس اب پانچہزار۔ اور فتح علی خان کے پاس صرف تین ہزار سوار تھے۔ جب اس سردار کی شہرت تمام گرد و نواح کے صوبون مین پھیل گئی تو رنگروٹ دور دور سے اوس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ اور ایران کو حکومت بیگانہ سے بچانے کے لئے سب نے وعدہ کئے۔ نادر نے اپنے حریف فتح علی خان کو دھوکہ سے مار ڈالا اور دشمنونکو شکست دی۔ بادشاہ نے فوج کا جنرل مقرر کیا۔ مشہد اور ہرات فتح کر کے خراسان مین بھی شاہ ایران کا سکہ جمایا۔ نادر کو بادشاہ نے خلعت اور لقب طہماسپ قلی کا عطا کیا۔ اشرف (حاکم افواج افغانہ) بعد فتح نیرد کے خوب عیش کر رہا تھا لیکن جب اوسکو

طہماسپ کی کامیابی کی خبرین معلوم ہوئین بڑی تیاری اور حتے المقدور لشکر کے جمع کرنے مین سعی کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بی بے ڈر نہ تہا۔ ۳۰ ہزار کا جم غفیر لیکر میدان جنگ کیطرف روانہ ہوا۔ خاص خاص شہرون اور قلعونکی حفاظت کے لئے کچہہ فوجین متعین کین اور ہزارون بے گناہ ایرانی اس خیال سے کہ شاید موقع پاکر بغاوت کرین تہ تیغ بے دریغ کئے۔ اس احمقانہ تدبیر نے صرف اوسکو کمزور اور ظالم ہی مشہور نہین کیا بلکہ دشمن کے قوی اور رحیم ہونے کا کافی ثبوت دیا۔ نادر نے طہماسپ کو اصفہان جانے سے روکا۔ افغان روز افزون دشمنونکی طرف یلغار کرکے روانہ ہوئے اور دم غان کے قریب پہونچکر ایرانی سپاہ پر حملہ کیا۔ اگرچہ پٹھانون نے بوقت جنگ ایرانیون کے دُرانے کو جانورونکی طرح نہایت شور و غوغا کیا اور خفیف صدمہ بی دیا لیکن نادر کے سامنے کچہہ پیش نہ گئی۔ بلکہ دُیرہ ڈانڈا چہوڑکر بہاگ گئے بی (۱۲۔ اکتوبر ۱۷۲۹ء) ایرانی سپاہ نے دور تک اونکا تعاقب کرکے ہزارون سپاہی قتل کئے۔ کچہہ تو مرتے کھپتے طہران کیطرف جو میدان سے دو میل کے قریب تہا روانہ ہوئے اور باقی کو اشرف لیکر دارالسلطنت اصفہان مین پہونچا اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ معہ اہل و عیال کے دوسرے قلعہ مین جاکے رہو۔ اور خود بہت سا خزانہ اور فوج لیکر ایک مستحکم جگہ موضع مرچاکہور کے قریب اصفہان سے ۴۰ میل شمال کو ہے چلا گیا اور لشکر کو ہر طرح آمادہ بجنگ کرکے دشمن کے دلمین خوف پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا +

طہماسپ نے بعد وفات اپنے باپ کے لقب شاہی اختیار کر لیا تھا اور بعد فتح دم غان کے اصفہان میں جاکر تخت نشین ہونا چاہا لیکن نصیر نامی نے ایسی تدبیریں کیں کہ وہ اپنے ارادہ سے باز رہا اور دم غان سے بھی باختیار آدمی کنارہ اشرف سے لڑنے کی تدبیر کی۔ نادر اس فکر میں تھا کہ فوجان شہزادہ میرے قابو سے نہ نکل جاوے۔ لیکن سادہ لوح شہزادہ اسپر بوجہ اعتماد کے بیٹھا تھا۔ نادر نے بادشاہ سے تازہ دم فوج کی امداد لے کے افغانوں کو لڑکر بڑی بھاری شکست دی۔ نادر کو اس بات کا بڑا خیال تھا کہ کسی نہ کسیطرح اپنا رعب ایرانیوں کے دلوں میں جاکر بخوبی فائدہ حاصل کرے۔ اشرف اگرچہ مستحکم جگہ بنا کر بیٹھا تھا لیکن نادر نے اوسپر حملہ کیا۔ افغانوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن حملہ آوروں کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ وہاں سے شکستہ حال ہوکر اصفہان پہونچے۔ جب وہاں جا بجز حسرت و یاس کچھ نظر نہ آیا تو اسباب وغیرہ لیکے شیراز کا قصد کیا۔ اشرف نے نہایت غیض و غضب میں آکر شاہ حسین گورنر شیراز کو قتل کیا۔ اگر موقع ملتا تو ضرور اہل شیراز ہی کو عدم آباد روانہ کرتا لیکن فرصت نہ ملی +

نادر نے جب افغانیوں کے بھاگ جانے کی خبر سنی تو نہایت عقلمندی سے ایک دستہ شاہی محلات کی حفاظت کے لئے روانہ کیا اور باشندگان شہر کی دلداری اور خاطر جمعی کرکے تیسرے روز معہ فوج کے داخل شہر ہوا اور افغانیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر شمار عام میں قتل کیا مگر چند لوگ جنکی سفارش ہوتی رہا کئے گئے

جب طہماسپ اصفہان مین داخل ہوا تمام مکانات شعراء اور سکے باپ بنائے تھے
ذکر تھا اور منہ دیکھا کرتا رہا لیکن اپنی اور اپنی ماں کو پاکر جو لونڈی بنانے سے
بچ گئی تھی خوش ہوا۔

نادر جو کہ خراسان کا پہلے ہی گورنر ہو چکا تھا اب خراج تشخیص کرنے کی بادشاہ
سے سند حاصل کر کے موسم سرما مین پرسی پولیس کیطرف جہان اشرف نے افغانونکو
جمع کیا تھا روانہ ہوا اور حملہ کر کے سب کو پریشان کر دیا۔ اشرف نے خوف زدہ ہوکر
اس امر کی اجازت چاہی کہ امن سے اپنے ملک کو چلا جاوے۔ اور تمام عورات
اسباب شاہی جو اصفہان سے لوٹ لیا تھا معہ خزاین وغیرہ واپس کرنے کا بھی وعدہ
کیا مگر نادر نے افغانونکو مجبور کیا کہ وہ سردار کو سکے حوالہ کرین۔ افغان اس تجویز
کی صلح پر راضی ہو گئے۔ لیکن اشرف معہ دو سو آدمیون اور جورو وغیرہ کے بھاگ گیا
اب افغانی فوج بالکل پریشان اور منتشر ہو گئی جہان کہین کوئی افغانی ملتا اوسکو لڑکے
بھی ڈھیلون اور لکڑیون سے مار مار کر بے دم کر دیتے۔ شیخ علی خان نے اس جانکاہ واقعہ
کو نہایت عمدہ طرح سے بیان کیا ہے کہ ایرانی افغانیون کا پیچھا آدھ گھنٹون گھوڑون او
عورات کی لاشین جنکو اونہون نے لونڈی غلام بنانے کے ڈر سے خود ہی قتل کر ڈالا تھا
لگاتے۔ اشرف نے اپنے بھائی کو کچھ آدمی دیکر گورنر بصرہ کے پاس روانہ کیا کہ رشوت
بھیجکر کچھ فوج یا مدد حاصل کرے مگر یہ آدمی راستہ مین ڈاکوؤن کے ہاتھ سے قتل
ہوئے۔

نادر کی کامیابی ممالک اور صوبوں کے خودسری اور رعایا کی بغاوت سے اشرف دشکستہ ہوکر
اپنے ملک کو چلا جبطرف جاتا ایرانی اوسپر حملہ کرنے آخر کار غیر مشہور راہون مین ہوتا ہوا
بلوچستان مین پہونچا۔ زمانے کی گردش دیکھو کہ وہ سردار جسکے ساتھہ ہزارون آدمی جان
لڑانے کو موجود تھے اب صرف دو خدمتگارون کے ساتھہ دشوار گذار بلوچستان کو طے
کر رہا تھا کہ **عبد اللہ خان** بلوچی نے اوسکو قتل کرکے اوسکا سر بطور ایک بڑے شیر
کے جواو کے پنجون مین سے نکلا طہماسپ کی خدمت مین ہدیتاً روانہ کیا۔ اشرف کے
کچھہ ساتھی جان بچاکر اپنے وطن کیطرف چلے مگر وہ یا تو بھوک سے مرے یا جنگلی درندون کے
لقمہ بن گئے ایک گروہ لاسہ کو جو عرب کے کنارے پر بحرین کے مقابل مین واقع ہے
سمندری راستے سے بھاگ کر چلے گئے مگر وہان بھی بموجب حکم حاکم مسقط کے جانبر نہ ہوسکے
اور ایک تیسرا گروہ مکران اور سندھ مین داخل ہوا اونکو بھی موت نے ساتھیون سے ملا دیا۔
اضافیون کی اسیری۔ بربادی۔ اور تباہی ایرانیونکی تسلی بخش نہ تھی کیونکہ جو جو ظلم و تعدی
سات برس تک اونھون نے ایران مین کئے ناقابل بیان ہین۔ اس متعصب وحشی
فرقے نے تقریباً دس لاکھہ آدمی قتل کئے۔ صوبے کے صوبے بے چراغ
ہوگئے۔ زراعت جاتی رہی۔ بڑے بڑے شہر خاک مین ملگئے۔ شاید یہ سبب نہ ہوتے
عمدہ گورنمنٹ کے اب تک بھی وہ کمی پوری نہ ہوئی ہو۔ اس عجیب و غریب حملہ کے
طلسم کو تھوڑے دنون مین نادر نے توڑ پھوڑ کر برابر کیا اور برائے نام حکومت
جو طہماسپ کو حاصل تھی اس اقبالمند کے فتوحات نے بالکل ڈھانپ لی۔ چونکہ طہماسپ

کو پہلے ہی سے حد تہا اب نادر ہی فتوحات سے شاہی مہمات کو خوب رونق حاصل ہوئی
جب کہ وہ ایک مہم مین مصروف تہا تو بادشاہ نے اوسکی طلبی کا حکم دیا لیکن اوسنے برافروختہ
ہوکر آنے سے انکار کیا مجبوراً بادشاہ کو اوسکے موافق جھکنا پڑا - اور بادشاہ ایسا مغلوب
ہوگیا کہ جو وہ کہتا وہ کرنا پڑتا اس مشہور اور نامی حملہ سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ملک کے
سوتے لوگونکو جگا دیا اور تہور و جرات کا عمدہ سبق پڑہایا -

نادر کمزور اور ضعیف العقل بادشاہ کی بظاہر ویسی ہی عزت کرتا رہا اور وقت کا
منتظر تہا کہ کسطرح ملک کا مالک بن بیٹہے بعضے مورخونکی رائے ہے کہ وہ پہلے ہی سے
جب کہ خراسان کی مہم مین کامیاب ہوا تہا مثل آردشیر کے جسنے خاندان ساسانی
کی حکومت قایم کی اگلی عظمت و شان کی خواب دیکہا کرتا تہا اوسنے (نادر نے) ایک
دفعہ خواب مین ایک مرغابی اور چار سینگون والی ایک مچھلی خواب مین دیکہی بعد شکار
پرندکے اگرچہ معما سے ساتہیونکے ناکامیاب رہا - لیکن تنہا ہوکر اوس عجیب مچھلی
کو پکڑ لایا - نجومیون اور رمالون نے اسکی تعبیر یون بیان کین کہ وہ (نادر) ایران - خوارزم
ہندوستان اور تاتار (ترکستان) کی مہمون مین فتح حاصل کرے گا - اس بیان سے
شرقی لوگونکے خیالات کی وسعت اور اونکے ہان جہوٹے نجومیون اور رمالونکی بات
بنانا - پیرجیون کے زیل خانیہ خوشامدیونکی مدح سرائی کا رنگ معلوم ہوتا ہے - خواب پر
یقین کرو یا نکرو لیکن اتنا ضرور ہے کہ کیا ہی فضول اور لایعنی خیال کیون نہ ہو پہر بہی انسان
کے دل مین جگہ پا ہی جاتا ہے - خصوصاً جبکہ خواہش کے مطابق ہوتا ہے تو اوس سے

ویسی تاویل کی جاتی ہے - پلوٹارک کہتا ہے کہ "خرد مند اور خفیف باتونکو پوشیدہ رکھنا نہین چاہیئے کیونکہ اکثر اوقات اونسے ایک قوم کے رسوم اور عادات اور ذہن و ذکاوت کے باب مین صحت کے ساتھہ رائے قایم کرنے مین بڑی بڑی باتون کی بنسبت زیادہ مدد ملتی ہے +

نادر کی شہامت اور جلادت اور جلد جلد ترقی دیکھکر عقل دنگ ہوتی ہے سب سے اول عظیم الشان کام اوسکا یہ تہا کہ ۱۷۳۰ء مین ٹہانونکو ایران کے صوبون سے خارج کردیا اوس کے بعد طہماسپ نے اپنا نصف ملک یعنے چار صوبے خراسان مازندران سیستان - اور کرمان اوسکو عطا کئے - اور یہ بہی اجازت دی کہ سر پر تاج رکھے اور نام کے ساتھہ لفظ سلطان کا اضافہ کرے - نادر نے سب غزنونکو سوائے سلطان کے قبول کیا اس عزت کے چہوڑنے سے شاید اوسکی یہ غرض تہی کہ لوگونکو معلوم نہوگا - تاہم اوسنے اس عطیہ سے بڑا نفع حاصل کیا اور یہ تجویز کی کہ خراسان کے خراج سے فوج کو تنخواہ دیجاوے - اور اس بہانہ سے خود مختار حاکمونکی طرح دار الضرب قایم کی اور اپنا سکہ جاری کیا +

ترکون سے مقابلہ

افواج اشراف نے عراق اور آذربائیجان کے زرخیز حصص پر قبضہ کرلیا تہا - نادر نے فوراً ہی بعد دم لیئے مہمات افغانیہ کے ترکیسے لڑنے کی ٹہانی ۱۷۳۰ء / ۱۱۴۳ مین دو ترکی پاشاؤن کی متفقہ فوجونسے ہمدان مین لڑائی ہوئی اونکو شکست

دیگر ہمران اور اوسکے آتھ پاس کے صوبونپر قبضہ ہوگیا اور کامیابی کے ساتھ آذربایجان مین داخل ہوا۔ تبریز۔ اردبیل اور تمام خاص شہرونپر عمل دخل ہوگیا۔ جب کہ نادر ازدان کی دارالخلافہ آرمینہ کے محاصرہ کے تیاریان کر رہا تہا ایک خط مین اوسکے بہائی نے لکہا کہ خراسان مین اندیشہ ہے کہ افغان علم بغاوت بلند کرین۔ اوسنے جلدی ہی خراسان کی راہ لی۔ باغیونکی سرکوبی کر کے قلعہ قرہ اور ہرات بہی قبضے مین لایا۔ نادر نے ایک بڑے افغانی گروہ کو شکست دی۔ براہچن کیا۔ جب کہ مغز قیدی ہی مدعو تھے۔ اس اثناء مین تین سو سر متقول ٹہالونکے نیزونپر بلند کئے گئے۔ اس دردانگیز واقعہ کو دیکہکر افغانون نے آنکہین نیچی کرلین اور عرصے تک اوپر نہ اوٹہائین +

جبکہ نادر ہرات کے محاصرے مین مصروف تہا ایرانی امرا نے طہماسپ کو فوجکا سردار مقرر کر کے ۱۱۳۲ / ۱۱۴۵ مین ترکونسے لڑنے کو جو کہ سرحد پر جمع ہو رہے تھے روانہ کیا۔ جب کہ ترک ایران مین فتح کر رہے تھے قسطنطنیہ مین عداوت بغاوت پہیل پڑی۔ باغیون نے وزیر کو قتل کیا اور سلطان احمد ثالث کو تخت سے اتار کر اوسکے بھتیجے احمد یحیی کو تخت نشین کیا۔ اسی بادشاہ کے پاس نادر نے ایک ایلچی روانہ کیا کہ ترک آذربائیجان کو واپس کردین اور طہماسپ نے دوسرا ایلچی معہ ایک خط کے جسمین نئے بادشاہ کو مبارکباد لکہی تہی روانہ کیا۔ نادر کی درخواست کا نتیجہ معلوم ہونے سے پہلے طہماسپ نے اردبیل کا محاصرہ کیا۔ قریب تہا کہ شکست کہاکر جو کہ بہادر جنرل (نادر) نے حاصل کیا کھو دے۔ مگر جلدی ہی ایک صلحنامہ لکہا گیا اور

دریائے ارکسنر سے پرے کے پانچ ضلع متعلق کرمان شاہ ترکی پاشا کو جو بغداد مین حکومت کرتا تھا سپرد کئے اس بے غرتی اور ایرانی قیدیونکے نہ چھوڑانے نے اور بھی بدنام کیا۔ جبکہ نادر کو اس صلح کا حال معلوم ہوا اوسکو عمدہ موقع عصائے شاہی کے ہاتھہ مین لے لینے کا ملا۔ مگر ایسے شاہانہ خاندان کی بربادی جسکی عزت کرنا لوگونکی عادت ہوگئی تھی دانائی سے بعید سمجھکر چپ ہورہا مگر ایک اشتہار اس مضمون کا جاری کیا کہ سلطنت کو دریائے ارکسنر سے محدود کرنا اور ایرانی رعایا اور قیدیونکو ظالم دشمن کے ہاتھہ مین چھوڑنا قرین مصلحت نہین اور نیز یہ صلح خدا کی مرضی کے خلاف اور حضرت علی سے شیعیان علی کو آزادی کے واسطے مدد طلب کی کسی سلطنت کو اگر وہانکے باشندے کتنے ہی سفلہ اور کمینہ طبیعتونکے کیون نہ ہون کوئی بہادر اور طالع بادشاہ غصب کرنے کی جرات بغیر رضامندی عوام الناس کے نہین کرسکتا اور اس امر مین کوئی مثال نادر سے بہتر نہین مل سکتی۔ اگرچہ اوسنے سپاہیانہ جوش تمام ملک مین پھیلا دیا عیش طلب اور سست قوم کو جگایا تاہم اوسکی کامیابی اور طالع کی کم ہمتی اوسکی شہرت اور عقلمندی اور اسکی کم عقلی اسکی متقاضی نہ ہوئی کہ نادر شاہ اپنے خاص منصوبے مین جلدی کرے۔ یہان تک کہ اوسنے اہل دربار اور رعایا کے دلونمین بادشاہ موجودہ کی حقارت اور اپنی عظمت جاکر اونکو اس قابل کردیا کہ وہ اوسکی خواہشونکے موافق اسکی تخت نشینی کی وجہ معاون و مددگار ہون +

جبکہ اشتہار مذکورہ بالا مشتہر کیا گیا اور تمام سرداران افواج کو نامہ روانہ کئے

ایک خط جو کہ گورنر فارس کے نام لکھا گیا اوسمین کامیابی بر خلاف افغانون کے اور ہرات کا فتح کرلینا نہایت مبالغہ سے تحریر کیا اور لکھا کہ مجھکو صلح کی کیفیت سنکر جو ایران اور ترکون مین قرار پائی نہایت رنج اور تعجب ہوا۔ مین یقین کرتا ہون کہ تم اس بے عزتی کی صلح ہرگز پسند نہ کروگے۔ مین خدا کے فضل سے جنگ آزما فوج لیکر جلد پہونچتا ہون تمکو انتظار کرنا چاہیے۔

اسی خط کے اخیر مین شیعون کے برباد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا خصوصاً اون شیعہ سردارون کو جو اسموقع پرست اور صلح سے خوش تھے اور کہتا ہے کہ یہ بے وفا گروہ (اہل اسلام) سے نکال دے جاوینگے اور اونکا قتل موجب ثواب اور زندہ رکھنا باعث عذاب ہوگا۔ اور ایک قاصد دربار قسطنطنیہ مین روانہ کیا کہ یا تو ممالک ایران واپس کرو یا لڑنے کی تیاری کرو اور ایک قاصد احمد پاشا بغداد کے پاس بھیجا کہ آزاد کنندہ ایران زمین آپہونچا اور زار کے ساتھہ بھی صلح کرلی اور ایران کے صوبے واپس لے لئے۔

نادر نے ان امور سے فراغت پاکے اصفہان کی راہ لی پہلے تو طہماسپ کو صلح کرنے پر ملامت کی اور پھر بہ ظاہر فرمانبردار بن گیا۔ ایک روز دعوت کے حیلے سے شاہ کو خیمے مین بلاکر قید کرلیا اور خراسان روانہ کیا۔

۲۶۔ اگست ۱۷۳۳ء (۱۱۴۶ھ) میرزا مہدی نے لکھا ہے۔ اگرچہ طہماسپ قید کیا گیا لیکن بیگمات۔ کنیزکین۔ سامان محلات شاہی وغیرہ وغیرہ سب ساتھہ روانہ کیا گیا اور

عیش و نشاط کے اسباب مہیا کرنے کی بھی اجازت دیدی - اب تک بھی نادر نے تاج سر پر رکھنے کی دلیری نہ کی - چند افسران سپاہ اور ارکان سلطنت نے اوس سے درخواست کی کہ حضرت ہی قابل حکمرانی ہین - اونکی درخواست کو نامنظور فرما کے ارشاد کیا کہ یہ بزرگی صرف خاندان صفوی کا حصہ ہے - اور ایک آٹھ ماہ کے لڑکے کو عباس سویم کے نام سے تخت نشین کیا اور خود زمام سلطنت ہاتھ مین لیکر کارکن بنا - بعد رسوم تخت نشینی کے بغداد کی سمت روانہ ہوا - احمد پاشا بھی جو لائق پولی ٹیشن اور بہادر جنرل تھا شہر کے بچانے کی تدبیرین کرنے لگا اگر توپال پاشا ایک لاکھ فوج لئے ہوے وقت پر نہ پہونچتا تو نادر کے سامنے کچھ پیش نہ جاتی دونو فوجین سارہ پر دریائے دجلہ کے کنارہ پر مقابلہ ہوا (۱۱ جولائی ۱۷۳۳ / ۱۱۴۹) یہ خونریز لڑائی جو ترکون اور ایرانیون مین ہوئی سب سے بڑی لڑائی تھی - اول مین تو فوج نادری نے ترکونکی صفین پریشان کردین لیکن عربونکی فوج نے جنھے نادر امداد کی امید رکھتا تھا عین لڑائی کے وقت نادر ہی پر حملہ کرکے بہت سے آدمی قتل کئے اور جوانمرد ترکون نے حملہ کرکے میمنہ و میسرہ کو شکست دی - سورجکی تیز کرنین اور گھوڑے کے زخم کاری نے نادر پر ظلم کیا - آٹھ گھنٹہ تک لڑائی ہوتی رہی آخر کار توپال کا پلہ بھاری نظر آنے لگا - بعد اوسکے مین باقیماندہ ایرانی قتل کئے گئے تب تو نادر کے لشکر مین کچھ ایسی بھاگڑ پڑی کہ وہان سے بھاگ کر میدان کے میدان مین جگہ جگہ سے دو سو میل پر پناہ لی بموجب ترکی تخمینہ کے اس لڑائی مین

۶۰ ہزار ایرانی کام آئے اگرچہ مخالف کا بھی نقصان کثیر ہوا لیکن فتح نے پورا کردیا فرار شدہ دانا جنرل نے سپاہیون اور افسرونکو بجائے ملامت کے دلداری کی انعام بہیار اور گھوڑے عطا فرمائے۔ بدلہ لینے کے واسطے آمادہ کیا۔ اس مہربانی سے نیکنامی کی شہرت پھیل گئی اور دور دراز جگہونسے فوجین نئے سوار بھرتی ہونے کی غرض سے آنے لگے۔ دوبارہ پہلے سے زیادہ فوج لیکر اوسی میدان کی جانب روانہ ہوا۔ مگر توپال کی کامیابی نے دربار قسطنطنیہ مین اوسکے ہزارون دشمن کھڑے کردیے۔ سازشون اور روپے کی کمی سے فوج بھی کم کردی۔ اس مہم کے واسطے بخوبی اسباب مہیا نکرسکا۔ مختصری فوج دشمن کے دو گنے کو روانہ کی مگر بالکل برباد ہوئی۔ پھر تو تمام لشکر سے مقابل ہوا۔ بدنظمی سیاہ کی وجہ سے صف بندی بھی نہ کرسکا۔ چالاک ایرانی نے جلدی سے ہلاکیا۔ ترکی جنرل جان بچانے کے لئے پالکی سے گھوڑے پر سوار ہوا ایرانی سپاہی نے زرین کپڑونکے لالچ سے نیزہ سے ہلاک کیا اور سر قلم کرکے افسر کی خدمت مین حاضر ہوا۔ نادر نے اوسکے سر کو لیکر جسد کے ساتھ عزت سے روانہ کیا اور ترکون نے مناسب رسمین ادا کرکے مدفون کیا۔ نادر بغداد کے

نوٹ مسٹر جونس ہانوی دلچسپ حکایت اس جنرل کی اس طرح لکھتے ہین کہ توپال عثمان کو اول مین ایک ہسپانیہ والے نے قید کیا مگر فرانسیسی افسر ونسینٹ ارڈناڈ نے مول لیکر آزاد کردیا۔ توپال نے اوسکا

لوٹنے کی فکر مین تہا کہ فارس سے بغاوت کی خبر آئی۔ نادر اسطرف روانہ ہوا اور گورنر بغداد نے یہ تجویز کیا کہ دونون مملکتون کے حدود جیسا کہ سلطان حسین کے عہد مین افغانونکے حملے سے پہلے تہے مقرر کئے جاوین۔ مگر دربار قسطنطنیہ نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور عبداللہ پاشا قاہرہ کو بڑے بہاری لشکر کا سپہ سالار مقرر کرکے لڑائی یا صلح کرنے کو جیسا موقع ہو بہیجا۔ نادر نے جلدی سے آرمینیا اور چارجیا کو (۱۷۳۵ء / ۱۱۴۸ھ) قبضے مین لایا اور دریاے ارکسیز پر پل باندہ کر پار اوترا۔ اور ظفلیس گنجاہ اور ارڈوان دارالملک ارمینیا کو نرکون کو خوف زدہ کرنے کی غرض سے لوٹا۔ عبداللہ اپنی سپاہ پر جو شمار مین ایک لاکھ سے زیادہ تہی بڑا بھروسہ رکھتا تہا۔ میدان بغاوند مین اروان کے قریب ایرانیون سے لڑائی ہوئی اسوقت نادر نے اپنی فوج کو نہایت موثر اسپیچ اس مضمون کی دی کہ "تم ہوجری اور بہادر لوگ جو قوم کو غلامی اور ملک کو بدنامی سے بچاؤگے۔ تم ہوجری اور شیردل کہ رستم اور اسفندیار کے معرکون کو بہلا دوگے اور تم مین ایک ایک دشمن کے آٹھ آٹھ کے برابر ہے اے اہل عجم یادگار فتح کی جد وجہد کرو اور ہم نے اس رات خواب دیکہا ہے کہ غضنفر

شکر یہ حسین اوسکی پر ایلوٹ لائف کی عمدگی پائی جاتی ہے ۱۷۳۱ء اسطرح ادا کیا جبکہ وہ دولت عثمانیہ کا وزیر اعظم مقرر ہوا اوسنے فرانسیسی سفیر کو لکہا کہ میرے محسن کو لکھو کہ "جلدی آوے کیونکہ کبھی کبھی وزیر عرصہ دراز تک اس عہدہ پر قایم رہ سکتا ہے" جب ارناؤ آیا اوسکو دس گنا

جانور شاہی خیمے مین گھس پڑا اور تنہا مین نے اوسکو قتل کیا - اس فال سے یقین ہے کہ خدا مغرور اور ظالم دشمن کو نیچا دکہادے - یہ کہکر نادر نے فوج لیکر حملہ کیا اور دم بہر مین پرے کے پرے صاف کر دے - ہزارون سوار پیادہ ہو گئے پیادہ کنار اہل مین جا گزین ہوئے - بازار موت گرم تہا اور لڑائی خوب گرم تہی ایک سپاہی سنم نامی عبد اللہ پاشا کا سر لیکر نادر کے سامنے حاضر ہوا اور سنے حکم دیا کہ نیزہ پر رکھکر مشتہر کرین کہ عبد اللہ مارا گیا - اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی ترک جسطرف کو سینگ سمایا بہاگ نکلے اور میدان مین کشتونکے پشتے چہوڑ گئے - گنجاہ طفلیس - کارس اور اردوان پر نادر کا پورا عمل دخل ہوگیا اور دربار قسطنطنیہ نے ایسی مصیبت اور خونریزی کے بعد موافق تجویز احمد پاشا بغداد کے ملک واپس دیکر صلح کر لی +

۱۷۴۳ء مین عباس سوم کا انتقال ہوا اور تخت خالی رہگیا - نادر نے ارادہ کیا کہ اب تاج شاہی سر پر رکھے تمام شاہان ایران معہ رعایا کے موافق رسم جمشیدی کے نوروز کو موسم بہار مین خوشی مناتے جشن کرتے ارکان سلطنت نذرین گذرانکر روساء خلعت اور ملازم انعام پاتے - نادر نے بہی اوسی دستور کے مطابق موگام ماکا دل موگام مین جو کہ آرد بیل سے دریائے قارون کے مہانہ تک پہیلا ہوا اور طول مین ۴۰ فرسنگ اور عرض مین ۲۰ فرسنگ ہے - عمدہ مناظر - خوشگوار آب و ہوا - پہل پہول کی کثرت

جو اوسنے خرچ کیا سنا دیا اور اہل دربار کے سامنے اوسکی بڑی تعریف کی جبکہ تو یال وزارت سے علیحدہ ہوا تہا تو نشکر بجا لایا - اور آخر مین خبر مقرر ہوا اور لڑائی مین جسطرح بیان ہوا مارا گیا +

سے قدما اوسکو دنیا کی چار بہشتون مین سے گنتے تھے اور اب بھی سرزمین ایران تو کیا سنٹرل ایشیا مین اپنا نظیر نہین رکھتا۔ دربار کرنے کی تجویز کی۔ عارضی متعدد مکانات اور ہزارون قسم کے ساز و سامان تمام سلطنت کے روساء اور امرا کی مہمانداری کے لئے مہیا کئے گئے۔ کہتے ہین کہ اس شاہانہ دربار مین علاوہ تماشائیون کے ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جمع تھے۔ جن لوگون نے دربار قیصری دہلی دیکھا ہے بخوبی اندازہ کر سکتے ہین۔ نادر نے جشن کے صبح کو امراء اور افسران فوجکو جمع کر کے اسپیچ دی کہ "تمہارے اور عباس تمہارے بادشاہ تھے اور اوسی خاندان کے شاہزادہ تخت کے وارث ہین اونمین سے کسی ایک کو یا کسی دوسرے کو جسکو عقیل صاحب رعب۔ جرئی منتظم اور نیک نیت خیال کرتے ہو۔ بادشاہت کے واسطے انتخاب کر لو اور یہ میرے لئے بہت ہے کہ مین نے ایران کو۔ افغانون۔ ترکون۔ اور روسیون سے ازاد کر کے پہلی شان و شوکت کو پہونچا دیا۔ یہ کہکر وہ علیحدہ ہو گیا تاکہ وہ بند ہو کر مباحثہ کر کے مرحلے کو طے کرین۔ مگر فوراً لوگون نے اوسکو چلا کر کہا کہ جسنے ملک کو بچایا۔ بیگانہ حکومت سے آزاد کیا وہی سلطنت کے لائق ہے۔ پھر اونسے کہا کہ ایران کے تخت لینے کا خیال مجھکو کبھی نہین ہوا پھر وہ مصر ہوئے۔ یہان تک کہ بعد ایک ماہ کے تاج شاہی سر پر رکھکر تخت نشین ہوا اور اونکو مخاطب کر کے اسطرح کہا کہ" امن قایم رکھنے کی غرض سے بہت لڑائیون مین بے شمار جانین تلف ہوئین۔ اسلئے ہمکو وہ مذہب جو باعث فتنہ و فساد ہے اور شاہ اسمٰعیل صفوی نے داخل کیا ہے چھوڑنا چاہیے۔ جب سے یہ مذہب شیعہ پھیلا ہے خونریزی اور بربادی

ہونے لگی ہمکو لازم ہے کہ سنی مذہب اختیار کرین تاکہ سب جھگڑے مٹ جاوین چونکہ ہر مذہب کا پیشوا ہوتا ہے اسلئے ہمکو چاہیئے اپنا پیشوا امام جعفر علیہ السلام کو جو اہلبیت سے ہین اپنا ہادی اور امام مقرر کرین (۱۱۴۶ھ / ۱۷۳۶ء) یہ سنکر کسی ملا نے اوسکو نادر کو نصیحت کرنی شروع کی کہ تجھکو دنیاوی نہ کہ دینی معاملات مین دست اندازی کرنی چاہیئے وہ فوراً قتل کیا گیا پھر جان کے خوف سے کوئی نہ بولا اور تمام جماعت نے بظاہر تبدیل مذہب اختیار کرلیا تو ایک شاہی فرمان اعلان کیا گیا۔ اور نادر نے اونسے کہا کہ سلطان قسطنطنیہ سے اس معاملے مین کتابت کی جاوے گی کہ اہل اسلام کے چار فرق مین ایک فرقہ جعفری نام پانچوان زیادہ کیا جاوے اور پانچوان قبلے حرم کعبہ مین تعمیر کیا جاوے۔ اگرچہ اس تدبیر سے اوسکو بڑا فائدہ نہ ہوا لیکن نقصان بہت پہونچا کہ تمام ایران کی رعایا باغی اور اوسکی دشمن ہوگئی +

بہت سے لوگ علیحدہ علیحدہ وجہ بتلاتے ہین کہ نادر نے کیون ایرانیونکو جدید مذہب کی دعوت کی۔ شروع مین وہ مذہب شیعہ کا نہایت متعصب پیرو تھا اور ہر طرح اس مذہب کے شیوع مین ساعی تھا جسکے اوٹھانے کا مصمم عزم کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جبار بادشاہ کسی مذہب اور دین کا پابند نہ تھا بلکہ جس سے کام نکلتا وہی اختیار کرلیتا پہلے اپنے آپ کو صفوی بادشاہونکا غلام ظاہر کرنے اور افغانیونکو نکالنے کی غرض سے تشیع کو فروغ دینا چاہا۔ اور اب جب کہ صفوی خاندان کا خاتمہ کرنا قندہار کا لینا ہندوستان اور اخیالی کو ملک مین طاقت قایم کرنے کا وقت آیا تو دیسا ہی مذہب مطلب کے موافق

اختیار کر لیا۔

نادر نے ۲۶ فروری ۱۷۳۹/۱۱۴۹ھ کو بوقت صبح جبکہ رمالون اور نجومیون نے بڑی تحقیق اور فکر سے ساعت مقرر کی ۸ بجے پر ۲۰ منٹ گذرنے کے بعد تاج شاہی سر پر رکھا۔ تخت نشینی کی رسمیں بڑی شان و شوکت سے ایک بڑے مکان میں جو کہ اسی واسطے تعمیر کیا گیا تھا ادا ہوئیں۔ اوسیوقت مختلف سکہ طیار ہوئے جنپر لکھا تھا ؎

سکہ بر زر کرد نام سلطنت دار جہان
نادر ایران زمین و خسرو گیتی ستان

اور چند پر الخیر ماوقع منتقش تھا جسکو ظرفا نے لا خیر ماوقع پڑھا۔ نادر چند روز بعد اصفہان میں گیا اور افغانونکی بیخ کنی کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اسی سال خبر یہ بحرین تو کے خان گورنر صوبۂ فارس نے عربون سے چھین لیا۔ دار الملک کے قوام سے مشرق تنگ پہاڑون میں ایک قوم "بختیاری" پھیلی ہوئی تھی جو کہ قوچکنی کے وقت بلند پہاڑونکی چوٹیون اور غارون میں پناہ لیتی تھی اور موقع پاکر ملک کو تاخت و تاراج کرتی تھی۔ نادر نے اس خیالی امن کی پروا نہ کرکے جرار سپاہیونکو چوٹیونپر سے اور کہیہ سیاہ کوہ بابرین سے اس جنگلی قوم کو شکار کرنے کے واسطے روانہ کیا۔ ایک ماہ کے عرصے میں اوس قوم کا سردار علی محمد پکڑا گیا اور قتل ہوا اس گروہ کو اور جگہ کاشت کرنے کے لئے دی اور بہت اونمیں سے سپاہ میں بھرتی کئے جو قندہار کے محاصرہ میں بڑی بہادری سے لڑے۔ یہ قوم گورکھ سے بہت مشابہت رکھتی ہے جو کہ کابل میں سرکار کے واسطے

خوب جانبازی سے لڑی +

نادر موسم بہار مین خراسان اور سیستان مین ہوتا ہوا قندہار پہونچا لیکن یہان پٹھانون نے اسقدر فوج اور سامان جمع کیا تہا کہ اوسکے جلدی فتح کر لینے کی امید جاتی رہی ۔ اوسنے نواح قندہار مین چھاونی نادر آباد کے نام سے آباد کی اور ہر طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا ایک سال کے بعد ایرانیون نے مجبور ہوکر پہاڑیونکی بلندی پر جو شہر پناہ کے قریب تہی قبضہ کر لیا اور آہستہ آہستہ دیوار کو توڑتے رہے ۔ بختیاریون نے ایک مضبوط بُرج کو توڑ کر داخل شہر ہوکر لُوٹنا شروع کیا ۔ گورنر نے اپنے کو دشمنونکے حوالے کیا ۔ نادر نے اوسکی جان بخشی کی اور بہت سے افغانونسے تہمار لے لئے اور وہی فرمان جو شیعہ مذہب کے مخالف تہا شتہر کر کے اونکو اپنی سلطنت کا خیرخواہ بنا لیا اور بہت افغانونکو فوجمین معزز عہدے دیکر سرافراز فرمایا +

جبکہ قندہار کے محاصرے مین مصروف تہا خبرون نے قرب وجوار کے قلعے تابع کر لئے تھے اور رضاقلی نے تہوڑے عرصے مین وہ شہرت حاصل کی جو ایسے شاہزادے کے شایان تہی ۔ قندہار کا حاکم بادشاہ بلخ سے مدد کی امید رکھتا تہا مگر رضاقلی نے اوسکو شکست دیکر دارالخلافت لیلیا اور دریائے جیحون (آکس) کو عبور کر کے اوزبکونسے جوکہ بخارے سے آئے تھے لڑنے کی تیاری کی ۔ نادر نے بیٹے کے نام واپسی کا فرمان ارسال کیا اور اوزبکونکے پاس اسمضمون کا مراسلہ بہیجا کہ مین نے اپنے بیٹے کو حکم دیا ہے کہ وہ شاہ اوزبک اور دیگر سرداران ترکستان

سے جنگ نہ کرے اور اون ممالک میں جہاں کہ چنگیز کی اولاد حکمران ہے دست اندازی نہ کرے۔ بعضے مورخ لکھتے ہیں جب کہ رضا قلی واپس آیا تو نادر اس سے رشک کرنے لگا مگر نادر نے اوسکا استقبال نہایت مہربانی اور محبت سے کیا اور پورے اختیارات دیکر ایران کا گورنر مقرر کیا اور آپ ہندوستان میں مصروف ہوا یہ واقعہ اوس خیال کی تردید کرتا ہے +

جب کہ نادر افغانوں کو فتح کر رہا تھا ایک نامہ بادشاہ دہلی کے نام ارسال کیا۔ کہ تم اپنے شمالی صوبہ داروں کے نام حکم بھیجدو کہ ایران کے دشمنوں کو پناہ نہ دیں بہت کوئی تسلی بخش جواب ہی نہ ملا۔ اور نہ خیر سے ایرانی ایلچی اپنے بادشاہ کے دربار میں لوٹ کر گیا۔ نادر نے غصے میں آکر کابل پر حملہ کیا اور تمام ملک کا مالک ۱۷۳۹ء میں ہو گیا۔ نادر نے دوسرا نامہ جسمیں اتحاد اور وداد قدیم کی باتیں لکھیں ارسال کیا۔ لیکن نامہ بر کو دلسبد عباس گورنر جلال آباد سردار افغانان نے قتل کیا۔ اب نادر کو کچھ نامل ہندوستان پر حملہ کرنے میں باقی نہ رہا۔ یہ ملک سنٹرل ایشیا کے فاتحوں کا زمانۂ قدیم سے جکا پتہ تاریخ سے ہی نہیں مل سکتا ۱۷۶۱ء تک زمینہ بنا رہا لیکن سلسلہ وار حالات مسلمان فاتحوں کے مل سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑا حملہ محمود غزنوی کا تھا جس سے سلطنت اسلام یہانے قایم ہوئی۔ پھر شہاب الدین غوری نے راجپوت خاندانوں کو برباد کیا۔ اسکے بعد چند خاندانوں نے حکومت کی۔ اگرچہ اس اثناء میں چنگیز خان نے وسط ایشیا میں نہایت فساد برپا کیا مگر اوس شر سے

ہندوستان محفوظ رہا لیکن ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور نے ایسا بے چراغ کیا کہ الامان اوسکی اولاد نے ۱۵۲۶ء میں پھر بنیاد سلطنت قایم کی اور ایسی رونق دی کہ کبھی پہلے شاید نصیب نہ ہو سا اکبر نے نہایت عظیم الشان مملکت قایم کی۔ جہانگیر اور شاہجہان کے عہد میں کچھ تغیر و تبدل سوائے سہولیل لائف کے نہیں ہوا۔ مگر آخری بڑے بادشاہ اورنگ زیب نے نئی جان ڈالدی اور سلطنت کو عروج کے آسمان پر پہونچا دیا۔ جب عصائے دولت اس تجربہ کار اور منتظم بادشاہ کے ہاتھ سے چھوٹا اوسکا سنبھالنا ایسے ہی شخص کا کام تھا جو اورنگ زیب ثانی ہوتا اور مرہٹونکے دبانے کی لیاقت رکھتا۔ مرہٹون میں چار جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ اور محقق اونکے نام کے اصل ملک جہار اسٹرا نے جسکو زمانہ حال کے جغرافیہ دان دکن لکھتے ہیں بتاتے ہیں۔ اونہون نے تاریخی نام شاہجہان کے عہد میں حاصل کرنا شروع کیا۔ اورنگ زیب نے ۳۰ سال اونکے مغلوب اور برباد کرنے میں صرف کئے۔ لیکن بعد وفات اوسکے جانشین جنکی عزت و ہمت اُنکی ذہن و ذکاوت کا پورا جواب نہی ہوسے اور روز افزون مرہٹون کی طاقت کا کچھ انتظام نہ کر سکے یہان تک کہ صوبہ دار بھی خود مختار ہونے لگے اور دربار میں ارکین دولت اپنی اپنی شہرت اور مال و دولت کے لالچ سے رقابت کرنے لگے بادشاہ کو کٹھ پتلی کیطرح خوب نچایا۔ رہی سہی عزت اٹھارویں صدی کے تیمور نے خاک میں ملادی اور بڑی سلطنت کا ہجر بجر کر دیا اور ہندوستانیونکو دست درازی کی جرات دی۔ جب کہ اس بلائے ناگہانی نے ہندوستان پر نزول کیا۔ محمد شاہ رنگیلے دہلی میں

بادشاہ تھے عیش و عشرت کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ تن آسانی اور نفس پرستی زندگی کا خاص مقصود تھا ہر وقت ہاتھ میں جام لعل ہیں دلارام تھا کسکو دماغ تھا کہ کچہری دربار کا کام کرے انتظام دوسروں کے سپرد تھا۔ وزیر اعظم خان دوران خان اقا کیطرح بندۂ عیش تھا جب ہر طرح انتظام خراب ہوتا گیا اور بہبودگی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو پورانا خیر خواہ نظام الملک صوبہ دار دکن طلب کیا گیا مگر افسوس ہے کہ ایسے وقت پر بھی اس عقیل اور جہاندیدہ مرد کے اوپر باعث مخالفت خان دوران کے اعتماد جب تک خطرہ حد اعتدال سے نگذرا نہ کیا گیا۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ اسی نے نادر کو لالچ دیکر بلایا مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں اور نہ خیال میں آسکتا ہے کہ ایسا پورانا امیر الامرا خیر خواہ ایسی نامسعود حرکت کا مرتکب ہوتا۔ لیکن کمزور اور ضعیف العقل ہمیشہ کمزور زبردست سے اپنے بچانے کی فکر کیا کرتے ہیں۔ ایسا ہی درباریوں نے یہ فقرہ تراشا۔ جیسا کہ ارکان سلطنت عقل و دانائی میں بے تدبیر تھے ویسا ہی فوج بہادری میں بے عدیل تھے۔ خیالی گھوڑوں کی جولانگاہ کے واسطے میدان وسیع تھا یہ سوچکر تسلی کر لیتے تھے کہ بھلا ایرانی زرکا قندہاریوں اور افغانیوں سے بچکر کہاں آسکتا ہے اور پھر جب یہ خبر اوڑی کہ وہ کابل تک آگیا تو یہ سوچکر دل خوش کر لیتے کہ کوئی نہ کوئی وجہ ایسی ہوجاوے گی کہ وہ یہاں سے لوٹ جاوے گا جب کوئی خاندوران سے کہتا "نادر ہندوستان کے نواح میں آگیا تو یہ سنکر کہدیتا کہ تمہارے گھر بہت بلند ہیں۔ لہذا نادر قزلباشوں اور مغلوں کے سامنہ دور سے دکھائی دیتا ہے۔ اگر کوئی بادشاہ سلامت سے عرض کرتا تو وہ فرماتے کہ ہمارے ملک پر بزرگوں کی دعا ہے

کہ دریائے اٹک سے اور کوئی نہیں آسکتا۔ دلی کا دربار ابھی تک خواب نہ سمجھے جائے تھا کہ نادر نے جلال آباد میں قتل عام کیا اور نوجہر ۲۱ مئی ۱۷۳۹ء کو دریائے اٹک سے ہوتا ہوا داخل پنجاب ہوا۔ دریائے روانی پر گورنر لاہور نے خفیف سا مقابلہ کرکے فرمانبرداری اختیار کرلی۔ نادر بلا روک ٹوک کرنال تک جو دہلی سے ایک دو منزل شمال کو دریائے جمنا کے کنارے پر واقع ہے چلا آیا۔ اور محمد شاہ کے لشکر کے چاروں طرف خندق بنادی۔ یہ خبر سنکر محمد شاہ بھی ٹوٹی پھوٹی فوج اکٹھا کرکے بہت دنوں میں چار منزلیں طے کرکے اور کے مقابلے کو جا پڑے اور برہان الملک سعادت خان صوبہ دار اودھ کا انتظار کرنے لگے ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۵۱ ہجری کو وہ بھی آگیا۔ ایرانیوں نے یہ چاہا کہ اور کے لشکر کو شاہی عسکر سے نہ ملنے دیں۔ لڑائی شروع ہوگئی اور خاندوران بھی فوج لیکر اودھ سے جا ملے۔ نادر کی سپاہ نے حملہ پر حملہ کیا۔ کجا ایران کے آبودہ کار سپاہی کجا دلی کے جوانمرد دو گھنٹہ لڑائی ہوتی رہی۔ دلی کے بڑے بڑے سردار کام آئے جنمیں خان دوران بھی تھا۔ تمام لشکر بیراڈانڈہ چھوڑ کر چلتا بنا۔ بے شمار خزانہ۔ ہر قسم کی بیش بہا غنیمت۔ بہت سے ہاتھی۔ بہت قیدی ہاتھ آئے۔ مگر برہان الملک لڑتا رہا۔ آخر کار اسیر ہوکر لشکر قزلباش کے سامنے لشکر گاہ میں پہونچا۔ چونکہ دن ایک گھنٹہ رہگیا تھا اور شاہی مورچے مستحکم تھے اسلئے اوپر حملے کئے بغیر نادر خوگاہ کو لوٹ گیا۔ برہان الملک نے نادر کو اسپر راضی کرلیا کہ حضور دو کروڑ لیکر یہیں سے تشریف لے جائے ۱۵ اسبات پر راضی ہوگیا۔ بادشاہ نے دوسرے سردار کو

اوسکی خدمت مین روانہ کیا۔ دوسرے دن خود بلے قرار ہوکر ۱۷ ذیقعدہ ۱۱۵۱ کو
۱۹ فروری ۱۷۳۹ خود چلا آیا۔ جب نادر کے کمپ کے قریب پہونچا تو اوسنے اپنے بیٹے ناصر علی خان
کو اوسکے استقبال کے واسطے روانہ کیا۔ جب بادشاہ دہلی خیمے مین داخل ہوا تو
نادر شاہ نے تعظیم کی اور مسند پر بٹھایا (اور اپنے خاتم محمد شاہ کو جیسا کہ صلح کے وقت
ملنے مین دینے کا دستور ہے) اور دوستی کی باتین ہونے لگین۔ نادر نے کہا
کہ آپنے میرے خط کا جواب نہ دیا اسلئے مجھے خود یہان آنا پڑا اور ایسا تغافل ہرگز بادشاہ کو
کرنا مناسب نہین۔ محمد شاہ نے جواب دیا کہ اگر یہ تغافل نہ ہوتا تو ملازمت کیونکر نصیب ہوتی
اس جواب سے نادر مسکرانے لگا اور کہا کہ تم اسباب تجمل اور مستورات کو معہ عملہ فعلہ کے یہان
بلا لو اور دلجمعی سے یہان آرام کرو۔ القصہ دونون بادشاہ ۳ فیجہ ۳ مارچ کو دہلی مین داخل ہوئے
نادر شاہی محلون مین اترا اور جابجا حفاظت کے لئے اپنے سپاہیونکو مقرر کر دیا اور
حکم دیا کہ کوئی رعایا پر دست درازی نکرے۔

چونکہ اتفاق سے اس سال نوروز اور عید الضحے ساتھ ہی ساتھ واقع ہوئی اسلئے
بڑی دھوم دھام سے جشن ہوا اور خطبون مین نادر کا نام پڑھا گیا۔ مشہور ہے کہ ایک
بھنگڑ خانے مین کسی بھنگڑی نے بسری کے رنگ مین چلاکر کہا کہ "واہ رے محمد شاہ رنگیلے
تیرے کیا کہنے مغل بچہ کو ایک قلماقنی کے ہاتھ سے مروا ہی ڈالا" یہ ہوا تمام شہر مین
اوڑ گئی اور دہلی کے بدمعاش قزلباش نیر پل پڑے جس جگہ اور جہان ایرانی نظر پڑا قتل
کیا گیا۔ امرائے دہلی کا پاجی پن اس قدر بڑھ گیا تھا کہ جن سپاہیونکو نادر نے حفاظت کیلئے

اس شہزادہ کا نام سرجان ہیلکم ناصر علی خان اور مولوی محمد ذکاء اللہ نصر اللہ لکھتے ہین۔

مانگ لائے تھے یا تو خود اونکو حملہ کر کے تہ تیغ کیا یا اور دنکے سپرد کیا۔ جب نادر کو اس قضیہ کی اطلاع ہوئی اوسنے چند آدمی منادی کے لئے شہر مین روانہ کئے کہ یہ خبر بے اصل ہے اور نادر زندہ ہے۔ وہان طوطی کی آواز نقار خانہ مین کون سنتا تھا۔ اونکے بھی جان پر آبنی۔ تمام رات نادر صبر کئے بیٹھا رہا مگر خلاف حکم نادر کسینے ہاتھ پیر کی نہ ہلائے صبح کے وقت نادر نے خود سوار ہوکر شہر کے کوچون مین پھرنے کا ارادہ کیا جب اوسپر بھی تیھروں کی بوچھار شروع ہوئی کسینے فیر بھی کر دیا۔ اگرچہ وہ بچا لیکن ایک ملازم اوس کے پہلو مین مارا گیا۔ جب تمام راہون مین قزلباشونکی نعشین دیکھین تو نادر نے قتل عام کا حکم دیا کہ جہان ہندوستانی نظر پڑے زندہ نہ بچے پھر تو دم بھر مین ہوا پھر گئی۔ شہر والونکا ہاتھ کار کا رہگیا۔ عزرائیل کے بھی اوسان خطا ہو گئے۔ خوف سے خلقت خودہی گلا کاٹ کاٹ مرنے لگے دوپہر تک گلی اور کوچون مین مردون سے رستے بند ہو گئے ادہر تو تیغ جہان سوز نے متاع جان کو جلاکر خاکستر کر دیا۔ اودہر آتش غضب نے مال واسباب کو خاک سیاہ بنا دیا۔ نادر ننگی تلوار کئے روشن الدولہ والی مسجد مین بیٹھا تھا کیا مقدور نہ تھا کہ شفاعت کے لئے زبان ہلاتا۔ سارے امراء اور ارکان دولت ہاتھ باندہے نیچے نظر کئے کھڑے تھے اوسکے غضب کو قہر خدا تصور کرتے تھے۔ جب بادشاہ دہلی کو معلوم ہوا کہ رعایا قتل ہوئی جاتی ہے تو روتا ہوا آصف جاہ اور قمرالدین خان کو لیکر نادر کے پاس آیا اور رعایا کے قصور معاف کرنے کی التجا کی۔ نادر نے کہا کہ بادشاہ ہند کی درخواست سے کبھی خونریزی نہین ہوتی یہ کہکر

تلوار نیام مین کرلی - پھر تو دفعتاً تمام شہر مین امن کی منادی ہوگئی - جہان جسکی تیغ تھی وہین رک گئی - اس معرکے مین سورخون نے آٹھ ہزار سے لیکر ڈیڑھ لاکھ ہندوستانی اور سات سو سے ہزار تک ایرانی مقتولونکا تخمینا کیا ہے - بہرصورت یہ ہنگامہ دونونکے لئے گرانبار کی لڑائی سے زیادہ خونریز تھا کیونکہ اوسمین ہندوستانی بیس ہزار اور ایرانی صرف تین ہی کام آئے تھے - جو امیر بھاگ کر دہلی سے چلے گئے تھے نادر کے غضب سے جان بر نہ ہوسکے - معلوم ہوتا ہے کہ نادر کا ارادہ اسطرح قتل عام کا نہ تھا مگر اوسکو اوسمین وحشیانہ حکم پر حضرات ہندوستانیون ہی نے مجبور کیا +

چند روز کے بعد نادر نے اپنے بیٹے کی شادی محمد شاہ کی بیٹی سے کی - تمام سوگ و ماتم کی محفلین ناچ رنگ کے جلسون سے بدل گئین - جاننا چاہیے کہ باشندگان ہند کیسے کمینے ہوگئے تھے - بادشاہ سے لیکر امیر و زیر سب ایک رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے - ایرانی ابھی دلی سے بھی نہ گئے تھے کہ محفلون مین نقلین کیجاتین - ایرانیونکے چہرے غضبناک اور خونخوار بنائے جاتے اور ہندوستانی جان و مال کے واسطے اونکے پیرون پر گڑگڑاتے ظاہر کئے جاتے - اسپر اہل مجلس خوش ہوتے -

نادر دہلی مین ۵۸ روز رہا - محمد شاہ سے خلوت مین ملاقاتین رہین اور انتظام سلطنت اور قیام دولت کی تدبیرین بتا رہا - وزراء امرا کو خیرخواہی کی تاکید کی - آس پاس کے

حاکموں کے نام گشتی حکم بھیجا" تمکو چاہیئے کہ خاندان تیمور کے فرمانبردار رہو اور اخیر کا فقرہ یہ تھا کہ "من و محمد شاہ یک روحیم و دو قالب اگر خدانخواستہ خبر طغیانی شما بالبست بادشاہ گوشزد من شود تمام شما از صفحہ خلقت محو خواہم کرد" اگرچہ نادر دربار دہلی کی عزت کرتا لیکن بادشاہ اور اسکے عباش ملازموں کو حقیر خیال کرتا۔ ایک روز قمرالدین خان سے پوچھا کہ آپکی کسقدر بیبیاں ہین اوسنے جواب دیا کہ سات ہے آٹھ سو نادر نے اپنے نوکر دنسے کہا کہ ڈیڑھ سو فیدی عورتین وزیر کے یہان بھیجدو تاکہ وزیر صاحب کو منصب باشگیری (یعنے افسری ہزار آدمیونکی) حاصل ہو[1]

اب نادر نے اپنے آنے کا خاص مطلب نکالنا چاہا۔ یعنے مال وصول کرنا۔ شاہی خزائن پر قبضہ کرکے بیگمات کا زیور اور تر والیا تخت طاؤس کو نہ چھوڑا۔ بڑے بڑے امراء کے گھر بھی ضبط کر لئے۔ چھوٹے رئیسونپر زجر و توبیخ کرکے سب چھین لیا۔ خوشحال رعایا سے اپنا پانچ طلب کیا۔ سوائے دکھن کے جو نذر گون سے جمع ہونے چلے آئے تھے اور بیشبہا جواہرات قسم قسم کے قیمتی تیمور بادشاہ نے اور نیز سردارون نے بادشاہ کی پیروی کرکے تمام اندوختہ اور بہت سے گرانبہا نذرانہ جبراً قہراً نادر کے سامنے پیش کئے اور دور دراز صوبونسے باقی محصول بھی طلب کیا گیا۔ جب کہ قمرالدین خان وزیر کے ایلچی نے سرفراز خان صوبہ دار بنگال کے

---

[1] نادر کی دو بیبیان تین ایک سفر مین ہمراہ اور دوسری شاہی محلون مین رہتی۔ نادر اوس امیر کو جسکی ایک سے زیادہ زوجہ ہوتی ملامت کرتا۔

دربار مین نادر کی آمد بیان کی تو اور سنئے بموجب نصیحت حاجی احمد جان کے تین سال کی مگذاری دہلی کو روانہ کی اور خطبہ مین نادر کا نام پڑہا۔ اس روپے کے وصول ہونے کی بصبت کو ہندوستانی عالمون نے بہت ترقی دی یعنے اگر نادر نے دس ہزار طلب کئے تو اونہون نے چالیس پچاس ہزار وصول کئے۔ ہزارون پورانے رئیس درّون سے پنجہ۔ بہت سے قیدی غلام بنائے گئے۔ خصوصاً یہ وقت ہندو مالدارون کے لئے نہایت سخت تہا جو کہ روپے کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تہے خود کشی کر کے اپنے اہل وطن سے جاہلی یا بے عزتی کے ڈر سے گھرون مین کچہہ کھا کر سو رہے۔ دلّی کے کنوئین چاہ بابل ہو گئے۔ آخر کار جب کوئی ٹھکانا روپیہ لینے کا باقی نہ رہا تو عزم مراجعت کیا اور بادشاہ کو زیور پنہا تخت پر ٹہایا اور عہدنامہ لکہا گیا۔ جسمین دریائے سندہ کی مغرب کی طرف کا ملک ایران کی قلمرو مین ملایا گیا۔ اس غنیمت کو کوئی پندرہ کوئی تیس کوئی ستر کرور کا لکہتا ہے اور بے شمار جواہرات بتاتا ہے جنکی قیمت کا اندازہ نہین ہوسکتا۔ جب نادر کو معلوم ہوا کو سپاہیون نے جواہرات چہپا رکھے ہین۔ اسباب کی تلاشی لی جو کچہہ ملا ضبط کر لیا۔ مگر سپاہی اس سے ناراض نہین ہوئے کیونکہ قندہار کی فتح کی خوشی مین تین ماہ کا انعام تمام سپاہ کو دیا تہا اور ایسا ہی فتح کرنال کے بعد کیا۔ اور جب ہندوستان سے لوٹا خوب انعام اکرام اور سردارون کو خلعت دیے یعنے یہ کہتے ہین کہ نادر نے یہ جواہرات اسواسطے لیلئے کہ سپاہی دولتمندی سے عیش پسند نہ ہوجاوین۔ چونکہ دربار دہلی نے دوستی کے حقوق پر کچہہ بھی

لحاظ نہ کیا اور فراری افغانونکو اپنے ملک مین پناہ دی اور وے سہارا پاکر اپنے ملک
کو حاصل کرنیکو مستعد ہوئے اور ایران کو اونسے پھر لڑنا پڑا اوسکے ایلچیون کو جواب سے
ہی جواب نہین ملا بلکہ جان ہی نہ بچی اور یہ سبب اوّل اوسکی مہم کا ہے دوسرا باعث
یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو نقصان افغانون سے لڑنے مین ہوا اور خزانہ ایران خالی
ہوگیا اوسکو کسی زرخیز ملک کی غنیمت سے پورا کرے ماسوائے اسکے نادر نے جو سپاہ
جوش ایران مین پھیلا دیا اور فوجکو ملک گیری کا خیال ہوا اگر دوسری سلطنتونکے فتح کرنے
مین صرف نہ کیا جاتا تو باہمی تکرار سے کٹ مرتے اس لحاظ سے یہ حملہ خالی از دانشمندی
نہ تھا۔ جب ہم پڑھتے ہین کہ ہندوستان کو فتح کیا اور پھر تاج بخشی کی تو اوسکے اولوالعزم
اور صاحب ہمت ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ لوگ قتل عام دہلی سے نفرین
کرتے ہین مگر قتل عام غدر ستہ یہ ثابت کرتا ہے کہ جبار بادشاہ اکثر ایسا کر گذرتے
ہین جو نادر کا خط ذیل مین درج ہے اوس سے مختصر دلچسپ حال معلوم ہوگا[1]

---

[1] نادر نے اپنے بیٹے رضا قلی کو لاہور سے لوٹتے وقت لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے
اوّل خبر سے از جنگ فوجے ارباب ایران با مقدمہ لشکر ہند غلبہ ایرانیان میدہد و بعد از گشتنے کہ
برائے منع ملحق شدن لشکر سعادت خان بہ لشکر محمد شاہ نمود و فائدہ بران مترتب نشدہ بود مے نویسد
و بعد ازان مے گوید بدین مضمون کہ چون این مدعا بمحمد شاہ رسید متظلم گشت و لشکر خود را بہانمودہ در میدان
صف محاربت آراست و ما کہ در آرزوے چنین لودیم قرار دل بہ جمعیت صیانت اردو گذاشتہ

نادر کی سپاہ کو جاتے وقت اس ملک کی گرمی نے سخت تکلیف دی اور پنجاب کے دریاؤن اور اٹک کے پار اوترنے مین بڑی بڑی دقتین پیش آئین کیونکہ عارضی پلون کے بنانے مین بہت دیر ہوئی اور ڈاکو لوٹ مار سے تنگ کرنے لگے جیا چہ صدے پنتیز محمود کو سومنات سے پھٹتے وقت دق کیا تھا جب ہندوستان کی حد سے نکلا کابل کی پہاڑی قومون نے حملہ کرنے کا عزم کیا۔ راستے کی ناہمواری نے تنگلو کو دوچند کر دیا +

ایرانی اپنے فتحمند بادشاہ کے واپس ہونے پر بڑی بڑی امیدین کئے بیٹھے تھے۔ انہون نے اس فتح کا ثمرہ جلدی پالیا۔

۱۷۴۰ء / ۱۱۵۳ھ مین نادر نے ایران مین جاتے ہی ہر قسم کا سرمایہ حصول معاف کر دیا اس سبب سے تمام رعایا مالامال اور خلقت خوشحال اور فراغبال ہوگئی۔ جو کچھ اوسنے غنیمت مین حاصل کیا تھا اوسکو خوب مبالغہ سے بیان کیا ہے۔ نادر ہزارون کاریگرون اور ماہران علم موسیقی کو ہندوستان سے لیگیا جسکے باعث لوگون نے خیال کیا کہ اب نادر عیش و عشرت سے باقی زندگی بسر کرے گا۔ ایرانی کیا محقق کیا جاہل سب کے سب عجیب الخلقت جانور (ہاتھی) کے دیکھنے کے مشتاق تھے۔ کیونکہ اونہون نے اس جانور کی صرف تصویرین ہی دیکھی تھین۔ اس دفعہ اہل ایران نے نادر کا ایسی شان

وازقادر متعال استعانت جستہ بر دشمن حملہ بردیم نا دو ساعت تمام تنور حرب گرم بود و آتش توپ وتفنگ خرمن سوز عرا صدا بعد ازان بعون الٰہی بہادران شیر شکار صف خصم را برہم زدہ

شوکت سے استقبال کیا دکسرے رجم کے قصبے افسانہ ہو گئے اور اس ہیرو کی تعریف میں
بوان نے ہزاروں قصیدے لکھے ؛

ناور کی سپاہ بعد بہم ہندوستان کے آرام کی طالب ہوئی اور ناور نے بھی
وسکو منظور فرمایا۔ ناور بعد عبور دریائے اٹک کے سندھ کے ایک صوبہ دار کو باجگذار
بنا کے کیزنی سے گیا۔ اس امیر نے پہلے ناور کو ہندوستان میں آنے کی ترغیب
دی اس سے یہ غرض تھی کہ بعد شکست شاہ دہلی کے خود مختار سلطنت قایم کرے مگر جب
دیکھا کہ یہ ملک ناور کے قبضے میں گیا تو اپنا تمام مال و اسباب لیکر امرکوٹ[1] میں چلا گیا
اور مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اسکا دار الخلافہ فتح ہوا اور لوٹا گیا لیکن وہ ناور کی خدمت میں
حاضر ہوا ناور نے خطا معاف فرما کر اوسکو بحال کیا اور اوسنے باجگذاری کا عہد نامہ
تحریر کیا۔

انیان را متفرق کردند درین مقام تفصیل نامہائے اعاظم امرا کہ کشتہ و زخمی و اسیر شدند مے نویسد
از جملہ مقتولین خاندان وزارتماب درین سعادت خان را ذکر مے کند و بعد مے گوید کہ این جنگ دو
ساعت طول کشید و دو ساعت و نیم عساکر مغلیہ را تعاقب کردند ہنوز یک ساعت از روز باقی بود کہ معرکہ
حرب بکلی از دشمن پاک شد ہمچون استحکامات اردوے انیان بتحکم و مضبوط بود فرمان دادیم

---

[1] یہاں سے ہمایون نے شیر شاہ کے ڈر سے پناہ لی اور ۱۵۴۲ء میں اکبر پیدا ہوا۔

نادر نے ۱۱ مئی ۱۷۴۰ء کو ہرات میں داخل ہو کر تمام جواہرات اور عمدہ اسباب اور نفائس ہندوستان کو سجا کے نمائش کی جس میں تخت طاؤس بھی رکھا تھا یہ شاندار جلسہ ۳ جون سے شروع ہوا اور کئی روز تک رہا۔ درباری عیش کرتے تھے سپاہی ناچ رنگ میں مشغول تھے ہر طرف سے صدائے رقص و سرود بلند تھی ہر شخص نے اپنے مقدور بھر عیش کے سامان مہیا کیے غرض اس جشن شاہانہ کی شوکت و عظمت کی افواہ ممالک اور دشت میں پھیل گئی۔ یہاں سے نادر جانب بلخ روانہ ہوا (یہاں سے رضا قلی کو انعام اور بدایا عنایت فرمائے) اور دریائے جیحون کے عبور کی طیاری کی شاہ بخارا کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ جب ہندوستان کی مہم میں مصروف تھا اوزبک نے خراسان میں کئی حملے کیے۔ اس مہم سے نادر کا مقصود سلطنت کا وسیع کرنا نہ تھا بلکہ وہ باشندگان ترکستان کو سزا دینا چاہتا تھا۔ ابوالفیاض خان حاکم قوم ازبک اگرچہ چنگیز خان کی اولاد میں ہونے کا دعوے کرتا لیکن اس میں سکت باقی نہ تھی نادر نے اپنا وزیر اس کے پاس روانہ کیا کہ اگر تم بربادی سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو فرمانبرداری اختیار کرو اس عرصے میں لشکر بھی جلدی جلدی منزلیں طے کرتا ہوا ۲۳ اگست کو بخارا میں

کہ از یورش دست بدارند خزانہ بسیار و چند فیل و قدرے از توپ خانہ پادشاہ ہندوستان و نفائس غنایم از ہر قسم بہ سبب این فتح بدست افتاد و از بیست ہزار متجاوز از دشمن بر خاک ہلاک افتادند و سیلے پیش ازین نیز در قید آسار در آمد بعد ازین جنگ نمی الفور لشکر

داخل ہوا اور شہر سے ۱۲ میل کے فاصلے پر چھاؤنی کی۔ ابوالفیاض خان معہ اہل دربار کے حاضر ہوا نادر نے دربار میں اوسکو عزت کی جگہ بٹھایا اور چند روز بعد تخت نشینی کی اجازت دی۔ صلح نامہ لکھوالیا۔ دریائے جیحون دونوں سلطنتوں کے درمیان حد مقرر ہوئی۔ حاکم بخارے کی لڑکی سے نادر کے بھتیجے کی شادی ہوئی۔ نادر نے بہت سے تاتاری لوگونکو اپنی فوجمیں بھرتی کیا۔

پھر نادر نے اپنی فوجکا رخ خوارزم کی جانب کیا جو کہ دریائے جیحون پر واقع ہے اور بحر اخضر (لیسین) تک پھیلا ہے۔ یہاں کا حاکم البرز نام نہایت سفاک تھا اسنے سرحد ایران پر بہت ظلم کئے تھے ابوالفیاض خان نے اوسکو چند آدمی نصیحت کے لئے روانہ کئے کہ بجز اطاعت کے چارہ نہیں مگر اوسنے اُن لوگونکو قتل کیا اور اپنے قلعہ پر بھروسہ کئے بیٹھا رہا جب نادر سے لڑائی ہوئی تو فوج قتل کیگئی اور خود اسیر ہوا۔ نادر نے البرز کو معہ ۲۰ سردارونکے قتل کر کے اوس جگہ کا حاکم طاہر خان نویدی شیرازی کو جو کہ حاکم بخارے کا بھتیجا تھا مقرر کیا۔ اس سال نادر نے

محمد شاہ را احاطہ کردہ راہ مراودت با اطراف وجوانی را بر ایشان مسدود ساختہ و توپہا و خمپارہ ہا را بجہت باخاک یکسان کردن احکامات مہیا نمودیم چون اضطراب و اعتشاش عظیمے در اردوے ہندیان راہ یافتہ بہیچ وجہ آوازہ پذیر نبود نہ۔ محمد شاہ از روے اضطرار لابد شدہ بعد از یکروز در پنجشنبہ ہفتدہم ذیقعدہ نظام الملک را با روے مأمور ساختہ روز دیگر خود با اعیان ملک حضور

قلات کا ارادہ کیا وہان جاکر اوسکی ترقی کے اسباب مہیا کیئے شاہی محلات بنوائے اور تمام خزائن وہین جمع کیئے اور آرام سے بسر کرنے کا قصد کیا قلات مشہد سے ایک درجہ شمال کو اژدر کوہ مین واقع ہے درۂ کوہ نہایت سرسبز اور شاداب ہے اسمین دو کوٹ اور ایک سنگ مرمر کا محل بادشاہ کے لئے تعمیر ہوئے۔ قلعہ کوہ سنگ ۵ میل کی چڑھائی ہے۔ پھر ایک میدان ملتا ہے اگرچہ یہ اسقدر شاداب نہین لیکن فرحت بخش ہے۔ یہان ہی دو کوٹ جو قلعہ قلات کے نام سے مشہور ہے واقع ہین اور کوہ سفید کے موافق مضبوط خیال کیئے جاتے ہین۔ یہ ایسی مستحکم جگہ ہے کہ اگر ایک آدمی اوپر سے پتھر لڑکاتا رہے تو دشمن کی بڑی بھاری فوج بھی مشکل سے کامیاب ہو

بادر چند روز بعد مشہد مین داخل ہوا اور اوسکو ۱۷۴۱ء/۱۱۵۴ھ مین پایہ تخت بنایا اور تین ماہ تک خوب عیش کرتا رہا۔ پانچ سال مین پانچ بادشاہ مغلوب ہوئے (دو افغان سردار اشرف اور حسین۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی۔ ابوالفیاض خان شاہ بخارا

رد رقعے کہ محمد شاہ روبابرد وے آمد بملاحظہ انیکہ ما نژ کا نبم داود نیز ازسلسلہ نژکانیہ وخانوادہ گورکانیہ است فرزند عزیز نصر اللہ میرزا را تا بیرون اردو بہ استقبال فرستادیم۔ وارد خیمہ پادشاہی ما گشت بملاحظہ قرابت ایلی انچہ لازمہ احترام پادشاہی وے بود معمول داشتیم وا و مہر سلطنت حضور ا بما سپردہ وما حکم کردیم کہ کسے متعرض سرپردہ شاہی ومتعلقان سرائے سلطنت وامراء واعیان

البرز والی خوارزم) سلطنت ایران صرف دشمنون سے ہی نہین بچائے بلکہ اوسکے حدود وسیع کئے شمال مین دریائے جیحون مشرق مین دریائے سندہ اور مغرب مین دریائے ارکسیز قایم ہوئی اور نادر نے یہ ارادہ کیا کہ ترکون کو دہلہ اور فرات کے وادی سے نکالدے۔ اس سے پہلے اوسنے اپنے بھائی ابراہیم خان کے خون کا بدلہ قوم اوستجلی سے لینا چاہا۔ جبکہ نادرہ افغانستان مین گذرتا تھا ایسا حادثہ واقع ہوا جس سے دفعتاً ایران کی تمام امیدین برباد ہوگئین اور وسیع مملکت کی مستقیم بیمانتزال ہوگئی۔ جب کہ نادر معہ فوجکے قوم لیزگی سے ملنے کو جاتا تھا دشت بازندران مین ایک شخص نے درخت کی آڑ سے ہوکر اوسپر گولی چلائی۔ نادر کا ہاتھہ زخمی ہوا اور گھوڑا مرگیا۔ شاہزادہ رضاقلی اور اوسکی فوج نے بہت تجسس کیا۔ لیکن وہ گھنون جنگلون مین گم ہوگیا چندروز بعد وہ پکڑا گیا میرزا مہدی نے اوسکا نام آقا میرزا اسپر دلاور لکھا ہے جسکو نیک قدم نے بادشاہ کے جان لینے کیواسطے مقرر کیا تھا نادر نے اوسکی صرف آنکھین نکلوا کر چھوڑ دیا۔ اس حادثے سے یہ نامور ہیرو ایسا پژمردہ دل ہوگیا

مملکت نسود و در نیت پادشاہ وحوم بادشاہی وجمیع اکابر و اعاظم ہندوستان کہ از اردو حرکت کردہ اند بدہلی رسیدہ اند و انیز در بیست و نہم ذیقعدہ بجانب دہلی حرکت خواہم کرد ارادہ این است کہ نظر بلا خلہ نسب محمد شاہ و فرایت الہی کہ فیابین است اورا دوبارہ بر پادشاہی ہندوستان مقرر نمودہ تاج سلطنت بر سرو نہیم حمد خدایرا کہ با نجام چنین کارہا را قدرت داد۔

کہ پھر کبھی خطرناک لڑائی مین شامل نہوا - اس پہاڑی قوم نے بہادری سے مقابلہ کیا اور بسبب ناہموار کوہستانی راہون اور گھاٹیونکے انکا مغلوب ہونا دشوار تھا - بہت سے کارآزمودہ ایرانی رسالے کام آئے - اور فوج روس نے جو استراخان مین جمع ہو رہی تھی پہاڑی قوم کو اور بھی ہمت دلائی کیونکہ سردار قوم لیسغی نے ایک خط خوشامد آمیز روسی جنرل کو لکھا کہ آپ ہماری مدد کیجیے اور ہم بھی ۶۰ ہزار آدمی میدان جنگ مین لا سکتے ہین آخرکار نادر کو فتح حاصل ہوئی لیکن نقصان بھی بہت ہوا -

جس روز سے نادر پر وحشی قوم کے قاتل نے حملہ کیا تھا اوسکو رضا قلی پر شک گذرا اوسکو طلب کرکے بازپرس کیا اور پھر نور بصر باپ کیے نظر کیا (۱۱۵۶ھ ۱۷۴۳ء) مسٹر ہانوی جو دو سال بعد اس واقعہ کے ایران مین گیا بیان کرتا ہے کہ اس قاتل کو رضا قلی نے سفر کیا تھا اور آپ جبکہ نادر ایران مین تھا خود مختار بننا چاہتا تھا اور مظلوم بادشاہ طہماسپ صفوی کو جو سبزوار مین قید تھا قتل کیا لیکن بادشاہ بموجب حکم نادر قتل کیا گیا - نادر نے پھر رضا قلی سے بہت ملایمت اور نرمی سے گفتگو کی اور معاف کرنے کا بھی ارادہ کیا - اگر رضا قلی جرم سے توبہ کرتا - لیکن غضبناک نوجوان نے کہا میں نے چاہا کہ دنیا کو ایک سفاک ظالم کے پنجے سے بچاؤن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہرحال اس مصنف نے کسے ایسے شخص سے سنا جو حکمران بادشاہ کے گناہونکو پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا اسوجہ سے زیادہ قابل اعتبار نہین لیکن میرزا مہدی — پرایوٹ سکریٹری اس جبار بادشاہ کا لکھتا ہے کہ اوس قاتل نے رضا قلی کا نام براہ مکاری نادر کے سامنے بیان کیا حکیم باشی (۱۱۵۶ھ)

جو نادر کے دربار میں بہ مقام دربند ۱۷۴۱ء میں حاضر ہوا اور اوسکے ساتھ ۱۷۴۷ء تک جنگ قتل کرتا رہا۔ کہتا ہے کہ رضا قلی بالکل بے گناہ تھا اور نادر اس حادثہ کے بعد درد فرزندی سے دیوانہ کیطرح اظہار غم کرنے لگا اور پچاس امراء کو جو اوسوقت موجود تھے ایسا کہا کہ تمنے اپنے ملک کے چشم و چراغ کی آنکھوں کے واسطے کیوں نہ جان قربان کی۔ نادر اس حادثے سے ہر وقت غمگین اور رنجیدہ رہنے لگا اور بعد کامیابی جنگ لیسنی کے کسیکی خوشی کا خواہاں نہ ہوا اور باقی زندگی غم واندوہ میں بسر کی اور جو تین سال تک جنگ ترکان میں مصروف رہا وہ جوش وخروش جو اوسمیں بدفدرت نے کوٹ کوٹ کر بھرا تھا ظاہر نہیں کیا۔

جلدی حیدی ایرانی۔ بصرہ۔ بغداد۔ موصل فتح کرتے چلے گئے اور دوسری سال اروان کے قریب اوسی میدان میں جہاں ترکوں کے مقابلے میں پہلے فتح حاصل کی تھی مقابلہ کیا۔ ترکوں کا سردار خوف زدہ ہوکر بھاگا قتل ہوا اور نادر کامیاب ہوا۔ یہ اسکی اخیری فتح تھی جو نام کے خوف سے حاصل ہوئی۔

۱۷۴۵/۱۱۹۵ھ میں صلح ہوگئی اور اس روحانی مصیبت میں گرفتار ہوکر اوس دعوے سے کہ بالخوان مصلے حرم کعبہ میں بنایا جاوے دست بردار ہونا پڑا اور جانبین کے قیدی رہا کئے اور نیز یہ بھی عہد کیا گیا کہ ایران کے حجاج عرب میں نہ ستائے جائیں عراق اور آذربائیجان سوائے ترکی مقبوضات کے سلطنت ایران میں شامل کئے جائیں۔ اخیر عمر میں نادر نے اپنی رعایا پر بہت ظلم وستم کئے جسکی نظیر

دنیا کی تاریخ مین بہت کم ملینگی

نادر خوب آگاہ تہا کہ مذہبی حملہ اور ملا کے قتل سے اور بہی بدنام ہوگیا اسیوجہ سے وہ تمام اہل تشیع بلکہ کل باشندگان ایران کیطرف سے شک کرنے لگا اوسکو افغانی رعایا اور افغانی سپاہیونپر اعتماد تہا جو کہ سنی المذہب تہے - ایرانی امراء اور سردارونکے قتل کی فکر اور تدبیرین ہونے لگین اور ہر جگہ آتش فتنہ وفساد بھڑک اوٹھی - دفعتاً - فارس - شیراز - اور ماژندران مین بغاوت پہیل گئی اور نادر کے دیوانہ پن کے حکمونسے شہر کے شہر قتل کر کے بے چراغ کردئے گئے - رعایا نے آبادی چہوڑکر ویرانونمین رہنا اختیار کیا - اور جب نادر اپنے باغی بھتیجے علی قلی خان کی سرکوبی کے واسطے چلا تو ہر ایک ایرانی سپاہی کو قتل کیا خیند بڑے افسرونکے قتل کرنے کے واسطے ایک فہرست مین نام لکھے گئے اتفاقاً اونکو بہی معلوم ہوگیا اونمین سے چار - محمد قلی خان سردار اقوام افشار - صالح بیگ کپتان باری گارڈ - اور دو اور سردار جب کہ اپنی جگہ پر متعین تھے رات ہوتے ہی جب بادشاہ سوتا تہا خیمے کے اندر گھس پڑے - گو بادشاہ اس شور وغل سے چونک اوٹہا اور دو کو اپنی تلوار سے قتل کیا لیکن صالح بیگ کی ضرب نے اوسکا کام تمام کیا ۵

بیک گردش چرخ نیلوفری
نہ نادر بجا ماند نہ نادری

کسی شخص نے مرنے کی تاریخ فی النار والسقر　　معہ الحبد والبلد
لکھی ہے۔ اگرچہ پدر داں کی ترکیب غلط ہے۔

اس عجیب و غریب شخص کے افعال اور عادات پر
مختصر ریمارک

نادر نہایت پست حالت میں پیدا ہوا وحشی قوم میں اپنی جسمانی طاقت۔ جوانمردی فطرت انسانی سے جو کہ بعد میں تجربہ سے بڑھگئی نام آور ہوا اوسکی وطن کی ذلیل حالت نے اوسمیں شریفانہ خیال اور علو ہمتی پیدا کر دی اور اشرف کے مقابلے میں۔ کامیابی نے بادشاہی کے رتبہ کو پہونچا دیا۔ افغانونکو نکالکر ترکونکو شکست دیکر اور روسیونسے صلح کر کے ایران کو پہلی عظمت و شوکت پر پہونچا دیا اور بعد فتح قندہار اور کابل کے بہادر دشمنونکو مطیع اور فرمانبردار کر حامی اور مددگار بنانا چاہا اور مہم ہندوستان کا سبب بخوبی بیان کیا گیا۔ یہانکی دولت اور غنیمت سے ایران کی سلطنت عظیم الشان نظر آنے لگی اور بخارے کا حملہ بھی حذاقت اور دانشمندی سے خالی نہ تھا کیونکہ اوسکو تابع کر کے ہمسایہ کے واسطے سرحد ایران میں امان قایم کیا اور اوسکی طاقت شہر نشین ایشیا میں پھیلگیا اور جو سلوک ابوالفیاض خان اور بادشاہ ہند کے ساتھ کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے سبب غیر ملکون کو قبضے میں لانا نہ چاہتا تھا بلکہ صرف مقصود رعب بٹھانے سے تھا۔ کی حب العطی

رفتہ رفتہ کامیابی - شاہانہ اوصاف - سنہ رفیانہ حرص - بزرگ اور عظیم مقاصد
قابل تعریف ہین - اور پھر کیونکر وفتاً اوسکے خصائل بدل گئے یہ بھی عجیب واقعہ
ہے - جب سے اوسپر حرص اور شک نے غلبہ کیا وہ نہایت سفاک اور بے رحم
ہوگیا - اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ جس ملک سنے اوسکے ہاتھ سے دوبارہ جان پائے
برباد ہو جاوے گا - جب کہ آخر اضطراب اور مجنونانہ حالت مین تھا اون منصوبون پر
جنکو ایام خوشی مین سوچا تھا کام کرنے لگا - تجارت کو ترقی دینا چاہا اگرچہ جہازون سے
ملک کو دولت تو ضرور ملتی لیکن ملکت نہایت طاقتور ہو جاتی - ایک جانباز مگر بیوقوف
انگریز ایلیٹن نامی شخص کی مدد سے بحر احضر مین پیرونکا کام جاری کیا لیکن اسکو
کچھ نفع نہ ہوا اور روسیون نے حسد کرکے تجارت کے شروع ہی مین خاتمہ بالخیر
کردیا - پھر بحر عمان (خلیج فارس) مین جہازونکی تیاری کا حکم دیا اور لکڑی
ماژندران کے جنگل سے لانے کی تجویز ہوئی جو کہ ساحل سمندر سے ۹ سو میل ہے
نہ ریل - نہ نہر - نہ سڑک اور نہ اعرابہ (چھکڑے) درمیانی ملکون کے باشندون سے
اس کام مین مدد ملی گئی مگر تو بھی کچھ نہ ہوسکا چند بدصورت ستون اور دیگر آلات اٹھارہین
صدی کے اخیر مین انگریزی تاجرون نے ابوشہر مین دیکھے - خیال کیا جاتا ہے
کہ یہ اوسیوقت کے باقیات الصالحات مین سے ہے اور ایسے ہی بے سود
سعی صوبہ آذربائیجان سے قلات مین شاہی محلات کے واسطے سنگ مرمر
لانے مین کی - سرجان ملکم کہتے ہین کہ ہمنے سنہ ۱۸۱۰ء مین اس کان کو دیکھا

جو جیل عمریہ کے کنارے پر واقع ہے اور موضع مرغان سے ۱۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں بہت سے انگلٹیرون کی سلین پڑی ہین جو غالباً نادر کی وفات کے بعد سے نہین چھولی گئین نادر کا مصمم ارادہ واسطے ترقی تجارت کے مسٹر ہانوی کی حکایت سے بخوبی ذہن نشین ہوسکتا ہے۔ جب کہ ہانوی (ایک انگریز سوداگر) لٹ لٹاکر شاہی دربار مین پہونچا اوسنے حکم دیا کہ نقصان کا معاوضہ دیجاوے۔ ایک عجیب نقل ایک کتاب مین لکھی ہے کہ کوئی تاجر جو کابل مین لٹ گیا تھا نادر کے حضور مین گیا اور کہا کہ میرا اسباب چورون نے چھین لیا نادر نے پوچھا کہ کوئی وہان تھا؟

تاجر سوائے لٹیرونکے کوئی نہین۔

نادر وہان پتھر یا درخت یا جھاڑی ہے۔

تاجر صرف ایک درخت جسکے نیچے مین لوٹا گیا۔

نادر نے حکم دیا کہ اوس درخت کے درّے لگائے جائین جب تک کہ اوسکا مال برآمد ہو۔ جلاد روانہ ہوئے اور درخت کو مارنے لگے۔ چند روز کے بعد اوسکا اسباب اوسی درخت کے نیچے سے ملا۔ جب نادر کو یہ افسانہ معلوم ہوا اوسنے کہا کہ مین خوب جانتا ہون کہ جو نا زیانونسے درخت پر اثر ہوا۔ ممکن ہے کہ چورون نے اس جابرانہ حکم سے ڈرکر اسباب رکھدیا ہو۔

نادر کے تبدیل مذہب کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیعہ اصولون کے

ساتھہ ہی ساتھہ خاندان صفوی کی عزت و توقیر بھی جنھون نے اوسکو شاہی اور قومی مذہب قرار دیا تھا اوٹھادی جاوے اور نیز اوسکو یہ خیال تھا کہ اہل اسلام مین سے مذہبی تفرقہ جاتا رہے جو اوسکی کامیابی مین مدد دے اور یہ سب باعث اور وجہ کے زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے ۔ درحقیقت وہ کسی مذہب کا پابند نہ تھا ہندوستان سے لوٹتے ہی چارون انجیلونکی فارسی ترجمہ کرنے کا حکم دیا روحمن اور آرمینا کے پادریون نے میرزا حمدی کے زیر نگرانی اس کام کو ختم کیا پادری ۔ یہودی راہبون اور مسلمان ملاؤنکو جمع کرکے "نئے عہدنامہ" کو سنا اور تواریخ پر مذاق اوڑایا ۔ یہودیونکے اصول اور مسلمانونکی روایتونکی بھی عزت نہ کی اور تمام جماعت کو رخصت کرکے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو ان مذہبونسے بہتر ہم نیا مذہب ایجاد کرینگے اور یہ سانحہ مئی ۱۵۸۲ء مین ہوا ۔ ایسا ہی علاؤالدین خلجی کے دماغ مین بھی فتور سمایا تھا پہلے پیغمبر اور پھر سکندر بننے کی سوچی لیکن جب کام نہ چلا تو روزہ نماز ترک کیا اور یہ کہا کہ "مذہب کو سلطنت کے کاموں سے کچھہ واسطہ نہین ۔ مذہب فقط گھر کی باتین اور دل بہلانے کے ڈھکوسلے اور چونچلے ہین ۔

اور ایسے ہی خیال جلال الدین اکبر کے تھے جو ہین کہ اوسنے ایک مذہب "دین الٰہی اکبر شاہی" کے نام سے جاری کرنا چاہا خود اوسکا رسول بنا اور ابوالفضل کو خلیفہ مقرر کیا اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ مقرر کیا ۔

شاہان صفوی نے ایک طاقتور صوبہ قایم کیا تھا جسکا سردار صدرالصدور

یا کوئی مجتہد تھا۔ مذہبی جماعت ضعیف العقل اور متعصب شاہ سلطان حسین کی تابعی میں پہین کرتے تھے۔ اسکی بدخلقی سے لوگ نفرت کرتے تھے۔ آخرکار نادر سے خائف ہوں اور دینی عمارتوں کو بھی لوٹا۔ ملاؤں اور عوام الناس کو جمع کرکے کہا کہ یہ روپیہ کس جگہ صرف کرنا چاہیے۔ اونہوں نے کہا کہ کالجوں اور مسجدوں میں۔ کیونکہ یہ لوگ بادشاہ کی عمر درازی اور دوام دولت کی دعا کرینگے۔ نادر نے جواب دیا کہ کیا تمہاری دعائین بے اثر ہین کیونکہ جب تم کثرت سے تنخواہین اور وظیفہ پاتے تھے اوس سلطنت کو خدا نے زیر و زبر کر دیا اور میری فوت بازو کی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ میرے سپاہی برگزیدہ ہین اور اس سے اونکو ہی مدد ملنی چاہیے۔ نادر نے تمام اوقاف ضبط کر لئے اور مجتہدین کی تنخواہین بند کردین۔ برائے نام روزینہ یا پنشن مقرر کردی۔ اگرچہ اسوقت کچھہ ہر بونگ نہین ہوا لیکن یہ امر خلاف دوراندیشی تھا۔ اس گروہ نے فتنہ اوٹھانے کی تدبیرین کین اور رفتہ رفتہ کامیاب ہوتے گئے۔ گر نادر بھی ان فتنہ انگیزون سے خوب آگاہ تھا جب کہ اوسنے ایک امیر کو دور کے صوبے کا گورنر مقرر کیا تو اوسکو نصیحت کرتے وقت کہا کہ جب تو ملاؤن سے ملے گا تو وہ میری نسبت کہین گے کہ نادر شاہ تمام دنیا کے بادشاہوں سے برا ہے۔ لیکن یاد رکھنا کہ ین سفاک اور اونکے حق مین نامنصف ہون"۔

نادر مذہبی فقیرون درویشونکی چالاکیون اور عیاریونکی بھی قدر نہین کرتا تھا

شیعہ لوگون کا اعتقاد ہے کہ حضرت **امام رضا** علیہ السلام سے جنکا مزار اطہر مشہد مقدس مین ہے ہزارون معجزے ظاہر ہوتے ہین اور بہت سے نابینا اور مریض غرض شفا پا جاتے ہین - ایسا ہی ایک نابینا شخص عرصے سے وہان مجاور تہا - نادر ادہر سے گذرا اوس سے پوچہا تو کسقدر عرصے سے یہان عزلت نشین ہے اوسنے عرض کیا "دو سال سے" نادر نے فرمایا کہ "تو اعتقاد نہین رکہتا کیونکر اچہا ہوا" اگر تجہکو اعتقاد ہوتا تو اچہا ہوجاتا - اگر تو اس رات مین اچہا نہ ہوگا تو تیری گردن اوڑا دونگا" جب کہ نادر لوٹ کر آیا تو اوسکی آنکہین صحیح پائین - تب تو غل مچگیا کہ معجزہ! معجزہ!! معجزہ!!! فی الفور خلقت ٹوٹ پڑی اور اوسکے کپڑے بہی تبرک سمجہکر لے گئی - نادر نے یہ ملاحظہ کرکے فرمایا کہ "اعتقاد سے سب کچہ ہوجاتا ہے" -

نادر کا عقیدہ تہا کہ خدا کا ارادہ کبہی تغیر پذیر نہین - ایرانیونکا یقین ہے کہ جب سے نادر نے مخلوق کو برباد کرنا شروع کیا تو وہ اپنے آپ کو خدا کی ودیعت خیال کرتا تہا - اور ثبوت کے لئے ذیل کی حکایت بیان کرتے ہین -

حکایت

ایک مرتبہ علم پر رقعہ لگا ہوا پایا جسمین لکہا تہا کہ "اگر تو بادشاہ ہے تو رعایا کی محافظت کر اگر نبی ہے تو نجات کا رستہ دکہلا - اگر خدا ہے تو اپنی مخلوق پر رحم کر - اگرچہ نادر نے کاتب کی جستجو کی لیکن کچہ پتہ نہ چلا تو اوسکے جواب کی نقلین تمام لشکر مین مشتہر کی گئین "نہ مین بادشاہ ہون کہ رعایا کی محافظت کرون - نہ نبی ہون جو نجات

کا رستہ بناؤن نہ خدا ہون جو رحم کرون بلکہ مین تمہارے خدا کا آلہ ہون جو تمہارے اعمالونکا بدلہ ہون"

شاید نادر کے خصائل پر ٹھیک ٹھیک یہ لکھا گیا جو کہ اوسکے افعال اور اعمال سے اخذ ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے ملک کے واسطے نجات دہندہ اور زبردست کنندہ تھا جب کہ اوسکے عظیم الشان کام فخر و مباہات کے ساتھ بیان کئے جاتے ہین سا تھ ہی اوسکے اخیر عمر کے فعلون پر تاسف اور حسرت کی جاتی ہے جو اوسنے مذہب مین دست اندازی کی وہ ایسے ہیرو کے لئے چندان کم نہین ہو سکتی اگرچہ اوسنے ظلم کیا لیکن اپنے اہل وطن کے دلون مین حب الوطنی اور عظمت کا مادہ پیدا کر دیا اور ایران کی سلطنت کو خود مختار کر کے پہلی شان و شوکت پر قایم کر دیا۔

راقم
سید آغا حیدر

بقیہ

سیر و شکار

سلسلہ کے لئے نمبر (۷) ملاحظہ ہو

۱۹- روز شنبہ

آجکے روز مین پانچ بجے بیدار ہوا - ساڑھے چھ بجے ایک پیالی چا پی - بعدہ گھوڑے پر سوار ہوکر معہ شجاعت خان تھوڑی دور تک ہوا خوری کے لئے گیا - ساڑھے سات بجے واپس ہوا - جب اپنی فرودگاہ پر پہونچا - ایک جوڑا تازی کا جو بمبئی مین خریدا گیا تھا اور میرے حسب الطلب اسوقت بلدہ سے یہان آیا تھا مین نے اوسے بندھا ہوا دیکھا - اس جوڑے کی مادہ نہایت تیز دو اور شکاری ہے اسکا نام **برق** ہے - اسکا نر بھی البتہ تیز ہے مگر جثہ کسیقدر بھاری ہونے سے کم دوڑتا ہے - اور اسکی آواز بہت بلند اور بھاری ہے لہذا اسکا نام **رعد** رکھا گیا - مین نے اپنا لباس بدلا اور آٹھ بجے کھانا کھایا - مجرائیونکا سلام لیا - چند خطوط جو بلدہ سے آئے تھے اونکے جواب لکھے - ایک خط سے معلوم ہوا کہ میر الڑکا راجہ چندہ پرشاد روز علے الصباح گاڑی مین ہوا خوری کیا کرتا ہے

اور کبھی کبھی گھوڑے کی سواری بھی کرتا ہے۔ میرے جدّ بزرگوار نے میرے لڑکے کو ایک چھوٹا سا پالو مرحمت فرمایا ہے۔

جہان مین فروکش ہون یہان سوائے چرند اور پرند کے جو وہ بھی کمیاب ہین کوئی شکار نہین ملتا اسلئے میرا ارادہ ہوا کہ اس چھوٹی سی جاگیر کی حالت کما حقہ دریافت کرون۔ اور ایک دور وزا اسکے انتظام وغیرہ کے لئے وقف کردن مین نے نائب کو طلب کیا اور حکم دیا کہ آجکے روز ٹھیک ایک بجے کل دفتر دیکھا جائے گا۔ معہ اہالیان عملہ کچہری مین حاضر رہو۔ چنانچہ حسب الحکم سب لوگ حاضر ہوئے اور تنقیح شروع کیگئی۔ موضع مزبور کا حساب دفتری قاعدے پر تلنگی مین لکھا ہوا تھا بجالہ جمع وخرچ اور اراضی تبھرک زمین جہاڑہ تختہ نظر انداز انعام تبھرک وغیرہ کا تفصیل دیکھے گئے اور بمقابلہ دفتر کلکرنی ومقدمان تحقیقات سے معلوم ہوا کہ البتہ سعی سے نائب کی اس سال مین وجہ بہ نسبت سالہائے ماضیہ کچھ افزائش آمدنی عین مال ہوئی ہے۔ اور دہارے کے بارے مین رعایا وغیرہ کو شکایت نہین۔

تلنگان کا قدیم قاعدہ تیاری مال کا پختہ کرکے بٹائی لینے کا جو بعض زراعتو پر جاری ہے۔ اسکا بھی نرخی اور قرارداد دہارے کی تجویز مین کرنے نائب کو کہدیا۔

بعض رعایا کی جوڑی زمینوں کی تنقیح ہر ایک فرار ع کو روبرو بلوا کر کرنے سے

یہ بات ظاہر ہوئی کہ بہ سبب ناداری رعایا کے سال حال کے عین مال مین سے رقم وصول طلب رہگئی ہے۔ اسکو جلد حکمت عملی سے وصول کرنے اور آیندہ ایسی رعایا کو تقاوی وغیرہ دلوا کر تائید دینے سے ناداری دور ہونے کی تجویز بتلائی گئی۔ اس موضع کا اکثر زمینی رقبہ چوفصلہ اوّل درجے کا اور بعض دوم وسوم درجے کا قابل فصل آبی ونابی اور ربیع وخریف ہے۔ مگر بعض جائے زمین مرم طلب اور افتادہ اور بنجر بھی ہے۔ اسکے آباد اور مزروعہ ہونے کے لئے تجاویز قول معافی چند سالہ دینے دلوانے دہارہ اور اشاوہ کا قول دینے کے لئے نائب کو کہا گیا۔ اور چند کنٹے وبادلیان افتادہ ہونے سے زمین لایق نرخشکی کے دہارے سے دی گئی۔ بادلیون اور کنٹونکی مرمت کی برآوردا اور لفٹ مرتب کرکے بذریعہ معتمد صاحب جاگیرات جدّ امجد کے منظوری اور ملاحظے مین بھیجنے کے لئے نائب کو ہدایت دی اور چند نمونہ جات تختہ جات حسابی بھی مختصر طور پر مفید مدعا رکھنے کے لئے بتلائے گئے۔ یہانکا نائب سمجھدار وسنجیدہ ہوشیار اور صاحب فہم اور علے ہذا کلرکنی بھی تیز فہم ہے۔ کلرکنی مزبور نے ایک دوگوشوارہ اور جمع خرچ جو بتلائے وہ قاعدہ قدیم کے موافق درست تھے بظاہر اسمین کوئی سقم دیکھا نہ گیا۔ لیکن دفتر بے ترتیب اور نا مہذب رکھا ہوا پایا۔ چونکہ موضع مزبور چندان کلان نہین ہے ایسے بالونکا اہتمام درست نہین نہا صرف کیفدر سمجھ کے موافق رکھا گیا

اس موضع مین آبکاری اور محنرفہ کی آمدنی بھی من وجہ ٹھیک ہے۔ لیکن اہل حرفہ آسودہ نہین دیکھے گئے۔ اج تک کسی نے اس بات پر توجہ نہ کی کہ اہل حرفہ کو ترقی ہر طرح دی جائے۔ کیونکہ یہ ایک نہایت ہی بڑا اصول افزائش آمدنی کا ہے بندوبست اور پیمایش کا بھی قاعدہ جاری نہین ہوا تھا اسی پیمایش قدیمہ سے عمل حسابی رقبے کا جاری ہے۔ انعام متبرک کے دیکھنے سے اور زمین انعامات کی طرف کچھ تھوڑا سا غور کیا گیا تو قرینے سے یہ بات پائی گئی کہ البتہ انعامات کی زمینون مین کسی نوع کی گنجائش دریافت ہے مگر چونکہ فرصت کم تھی اور مین پورا مجاز بھی نہ تھا اسلئے اسکی مختصر کیفیت جدید پروردگار کی خدمت مین بالمشافہ عرض کرنے پر موقوف رکھدی۔

اس موضع مین چند پیشہ ور لوگ بھی ہین مگر ان کے پیشون اور ہنرون کی افزائش کی جانب کسی نے آج تک التفات نہ کی۔ عدالتی امور دیوانی و فوجداری کی دریافت نائب لوگ بطور سرسری زبانی کر لیا کرتے تھے جسکا کوئی داخلہ دفتری نہین ملتا۔ لہذا وہ کارروائی بھی دفتر مین تحریراً جاری رکھنے کی صورت بتلائی گئی۔ اس موضع مین ایک نہر بھی جاری ہے اور اکثر اسکا پانی بیکار جاتا ہے۔ اسکے اطراف و جوانب کی زراعتون مین باغات اور امرائی لگانے کی کوشش بتائی گئی۔ اور رعایا کو ترغیب دلائی گئی کہ جو کوئی شخص کچھ اپنا صرف کر کے زمین خشکی کو ترقی اور باغات بنائے گا

چند سال زمین کا دہارہ بطور رعایت معافی خشکی کے نرخ سے دلوایا جائے گا اسموضع کا کل زمینی رقبہ پچاس چاور ہے + اور تعداد مردم شماری تخمیناً دو ہزار ہے - اسموضع کی کل آمدنی فی سال تخمیناً تین ہزار کے قریب ہے اور اخراجات صادر سہ بندی وحق رسومداران و زمینداران و انعامداران تخمیناً سات سو کے قریب ہے -

چونکہ اون روزون مین تحصیل اور آمدنی وصول نہ ہوئی تھی اسوجہ سے خزانہ کردی وغیرہ کے دیکھنے کی نوبت نہ آئی - اور نہ پورے طور پر اسکی تنقیح کا خیال تھا کیونکہ مین تو صرف ہوا خوری اور شکار کے لئے گیا تھا - اتنے امور بھی جو سرسری طور پر دیکھے صرف اس خیال سے کہ کنور صد امجد کی تاکید باسجانب تعلیم اور رجحان دلانے پر مائل تھی - اور خود مجھے بھی مدت سے ایسی باتون کا شوق ہے - بہرحال معائنہ دفتر وغیرہ مین ۵ گھنٹے کامل صرف ہوئے اور طبیعت بھی پست ہوگئی - لہذا کہین سیر و شکار کا اتفاق نہ ہوا - خالی اوقات اسی قسم کی گفتگو اور دریافت حالات مین گذری - چنانچہ اسکا تھوڑا سا خوافیہ بھی معہ کیفیت مجملی درج ذیل ہے -

یہ موضع منگل پلی بسمت شرق بلدۂ حیدرآباد تعلقہ ابراہیم پٹن ضلع ناگرکرنول مین واقع ہے اور ملک نلنگانہ ہے - یہانکی کشتکار شالی زار کی قسم سے ہے -

سال مین دو فصل

ایک آبی اور دوسری تابی

اسموضع کی جانب شرق ایک ٹیلہ کوہ ہے - اسکی سرحد تعلقہ ابراہیم پٹن سے ملحق ہے -

جانب غرب دو موضع ہین - اڑ ٹیلہ - و یا مجال - یہ دونون علاقہ صرف خاص مین ہین + اور ایک نالاب بہی ہے - جو کالا تالاب کے نام سے مشہور ہے - جسکا طول تخمیناً تین سو گز ہوگا -

جانب شمال - بادن پلی - کوہیڑہ - جاگیرات علاقہ لطیف اللہ واسلم جنگ بہادر سے ملحق ہے اور ایک نہر روان ہے -

جانب جنوب - لوجوارم - بلمپر بڑا - کونگیرا - جاگیرات غالب جنگ و راجہ بکا راؤ وغیرہ - اور ایک نہر ہے -

اسکی آبادی عرض و طول تخمیناً -

طول ۶۰۰ گز عرض تین سو گز

بشکل مربع و مستطیل ہے -

اکناف موضع مین درخت تمر ہندی و ببر - و ذات آبادی موضع مین - درخت نیم بکثرت لیکن - سیندی - و مڑی سب سے زیادہ ہے - زراعت و کاشت کا دارومدار باولیو نکے پانی سے بذریعہ موٹ کشی ہے - اکثر اراضی اہل ابادی کے قبضے مین بطریق مقطعہ جو مقطعہ پن کے نام سے وصول ہوا کرتا ہے - لیکن بعض مقطعے جو بندہ کے امراؤنکے ہین اُسکا پن معاف ہے - مثلاً صاحب گوڑہ - و دیوڑہی گوڑہ نواب سرخورشید جاہ شمس الامرا امیر کبیر بہادر کے قبضے مین ہین - ایرا کنٹہ - نواب وقار الامرا بہادر کے علاقے کا ہے - اور کٹاری گوڑہ مصاب خان افغانی کے علاقے کا ہے و چکم کنٹہ - محمد شکور جمعدار

کے علاقہ کا ہے۔ ٹیل گوڑہ ۔ دیوان باغ ۔ میرے جدامجد کے علاقے مین ہین
اس موضع کی زیادہ حصہ آبادی مسلمانون کی ہے ۔ یہان کی آب وہوا نہایت درست ہے
خصوص مرطوب مزاج والونکو نہایت ہی مرغوب و دلکش ہے ۔ جتنے روز مین رہا
بہت ہی مزاج درست رہا ۔ اور انتہا ہی خوب رہی ۔ فضائیت اسموضع کی نہایت
خوش وضع ہے ۔ اگر پورے طور پر باغات کے ذرائع نکالے جاوین تو یہ موضع
قابل رشک وہ ہر خاص و عام ہوگا ۔

۲۰ ۔ روز یکشنبہ

آج صبح مین کسیقدر دیر سے یعنے ساڑھے سات بجے بیدار ہوا ۔ اسوجہ سے
کہ شب مین قریب ایک بجے کے جس مکان مین مین رہتا ہون اوسکے عقب مین
ایک ہنگامہ ہوا تھا جسکے باعث تمام گانون مین ہل چل مچی اور لوگ سب مضطرب
ہوئے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کیسکے مکان کو آگ لگی ہے ۔ دوبارہ
چور اور ڈکیتونکی خبر معلوم ہوئی ۔ غرض مختلف خبرونکے بعد یہ ثابت ہوا کہ بور بچے
نے کسی کبنی کے بیل کو ہلاک کیا ۔ اور اوسکی عورت جو کھیت کی حفاظت کیلئے
سوئی تھی اوسکو بھی کچھ صدمہ پہونچایا ہے یعنے اوسکی ران پر خفیف سا زخم آیا ہے
ہلاکت کا اندیشہ نہین ۔ پانچ بجے صبح تک اوسکا بھی شور و واویلا رہا ۔ ٹھیک سوا پانچ بجے
مجھے نیند آئی ۔ مین نے سونے سے پہلے شجاعت خان سے کہدیا تھا کہ اس بور بچہ کا
پتہ لگاوین ۔ اور چند لوگ اوسپر معین کیے ۔ بعد چار بجے کے دہانکے تحصیلدار نے

نے کیفیت دی کہ ابراہیم پٹن کے تالاب کے قریب ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے
اور وہان جھاڑی ہے ایک بوریچہ وہانپر موجود ہے۔ مین یہ سنتے ہی فوراً
شکاری لباس پہنکر گھوڑے پر سوار ہوا اور شجاعت خان اور دو چار ہاتھ
سوار اپنے ہمراہ لیکر ادھر روانہ ہوا۔ جب قریب اوس مقام کے پہنچا
تو مین نے وہانکے کنبیوں سے دریافت کیا کہ بوریچہ کہان ہے معلوم ہوا
کہ وہ واقعی اوس پہاڑ پر موجود ہے۔ یہ پہاڑ موضع مذکور کے سمت جنوب
مین بطور ایک مختصر ٹیلے کے واقع ہے۔ اسکے اطراف مین سیندھی
بھی لگی ہے۔ اور مختلف قسم کے درخت بھی موجود ہین۔ ایک پگڈنڈی
سی نہر موضع مذکور کے سمت جنوب مین جاری ہے اور پہاڑ کے دامن
سے نکلکر کسی اور موضع کیطرف جسکا نام اسوقت یاد نہین چلی گئی ہے۔ اس
پہاڑ کی قریب ایک بہت بڑا نیم کا درخت ہے۔ مین اور شجاعت خان دونون
فوراً اوس جہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور شرف الدین نامی سوار جو ہمراہی مین تھا
مین نے اوسکو حکم دیا کہ چند دہانی اور کولیونسے ہانکا کرائے شجاعت خان
اس ہانکے کا بندوبست رات ہی مین کر چکے تھے۔ سب لوگ وہان حاضر ہوئے
اونکو ہانکے کا حکم دیا۔ ایک شخص (رام) نامی کولی نہایت شجیع اور دلاور شخص ہے
وہ بذات خود ایک نیزہ تیز لئے ہوئے اور چھوٹی سی سپر بائین ہاتھہ مین ڈالے
ہوئے اوس پہاڑ پر نہایت آہستگی سے چڑھا اوسکی کمر مین ایک تفنگچہ بھی گوبکا

بار بھرا ہوا موجود تھا۔ مین اور شجاعت خان اوس درخت پر سے اوس کوئی کا
تماشا دیکھ رہے تھے۔ ہر چند کہ یہ جہاڑ بلندی مین۔ مین۔ مین۔ نہا مگر پہاڑ پر
جہاڑی ہونے کے باعث کچھ ہمین دکھائی نہین دیتا تھا۔ جو وقت کوئی اوپر
چڑھ گیا اور اسنے جہاز کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دفعتاً وہ بیہوش ہو گیا
اور ہمکو اشارہ کیا۔ اوسکے اشارہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شی وہان ہے تھوڑی
دیر کے بعد ایک دوسرے شخص پر وہی کیفیت طاری ہوا اور اوسنے ہاتھ کے اشارہ سے
ہمین بتایا کہ ایک چیتا ہے اور ایک بڑا مین اوسکے اشارہ سے نہایت
ہی خوش ہوا۔ اور یقین کیا کہ آج ضرور شکار سے کامیاب ہونگا۔ تھوڑی دیر کے بعد
ہانکا شروع ہوا (دف) کی آواز سے اوسکی مادہ جسکو اب تک بورپچہ خیال کرتے تھے
جانب شمال ایک درہ مین بھاگ کر چلی گئی اوسکا بچہ جسکا قد (بلڈاگ) کے برابر ہوگا
وہ ہمارے مقابل کے پہاڑ سے اس اضطرابی کے ساتھ کودا کہ زمین پر گر پڑا۔
اور صید اجل ہو گیا۔ جبکہ کوئی نے خبر دی کہ وہ مادہ ایک درہ مین گھس گئی فوراً مین اوسکے
دیکھنے کیلئے معہ شجاعت خان درخت سے اوترا۔ اور اوس درہ کے قریب گیا۔ ہر چند سب نے
اس درہ کے اندر بغور دیکھا مگر اوسکا پتہ نہ ملا۔ یہ درہ پہلے سات گزوں مین ہے۔ وہان کے
ایک بوڑھی کبنی نے جو اوس ہانکے مین شریک تھا یہ کہا کہ اس درہ مین اسکا مسکن ہے دو
بورپچہ یا پانچ چار برس کے قبل کسی راہگیر سپاہی نے مارے تھے۔ مین نہایت مایوس ہوا۔ اور یہ حکم دیا کہ اس
درہ کے مقابلہ مین ایک جال جس سے شیر وغیرہ گرفتار کرتے ہین رکھدو اور اوسکو زندہ گرفتار کرکے

سے آو انعام دیا جاویگا - ہرچند میرا ارادہ تہا کہ اسکا شکار کرون مگر میری رخصت کا صرف ایک ہی روز باقی تہا اسلئے مین نے رہنے کا ارادہ فسخ کیا - قریب ایک بجے کے واپس ہوا راستے مین ایک ہرن کا لیپٹ کا شکار ہوا - غرض محنت کا نتیجہ پایا مگر وہ خوشی حاصل نہ ہوئی - آٹھ بجے شب کے میرے والد کی چٹھی سے میری نانی صاحبہ کی علالت ظاہر ہوئی - اوسمین یہ بہی لکہا تہا کہ جسقدر ممکن ہو جلد آؤ - آجکے روز سب راستہ خراب ہونے کے شب وہین بسر کی مگر طبیعت نہایت ہی سراسیمہ اور مضطرب رہی - دس بجے کہانا کہا کر گیارہ بجے آرام کیا - چار بجے شب کے بیدار ہوکر تمام اسباب روانہ کیا - آٹھ بجے کہانا کہا کر نو بجے دنکے گاڑی پر سوار ہوا - اسوقت مین بندہ سے ایک سوار نے چٹھی میرے والد کی لاکر دی جس سے ظاہر ہوا کہ شب مین بارہ بجے مریض کا مزاج بالکل حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تہا مگر الحمد للہ کہ دو بجے شب کے کسیقدر مزاج سنبہل گیا - مصری معالج ہو رہا ہے اگر آج نہین آسکتے ہو تو مضائقہ نہین - صحت مزاج کی کیفیت سنکر اللہ تعالے کا شکر ادا کیا - چونکہ مین سوار ہی ہو چکا تہا رہنا مناسب نہ سمجہا جملہ رعایا وغیرہ کو خدا حافظ کہکے روانہ ہوا فقط

راقم

راجہ کشن پرشاد عفی عنہ

*

ضمیمہ رسالہ حسن

ہم ذیل مین اجرتی اشتہار بجملہ درج کرتے ہین ۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن ۔

پیرکو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کے لیے حکم اکسیر عظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو کیسا ہی ضعف ہو اسکے استعمال مین نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطر ورگ وپٹھہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض نامردی خواہ کسی سبب سے ہون بجز خلقی اور مادرزاد نامردی کے اپنی سحر نما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے ۔ ترکیب کا کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے ۔ قیمت فی شیشی صمہ محصول ۴ر اور ہر ایک شیشی مین ایک تولہ روغن ہوتا ہے

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو باجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ چانول کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک مین بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے ۔ خواص آن یعنی برائے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہون ۔ اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید ۔ دافع جریان سقوی دماغ واعضائے رئیسہ وارواح وضیق النفس وسرفہ کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ مین تو حکم اکسیر کا رکھتا ہے یعنے کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہو گی ۔

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ ۔ امراض ضعف بصر ودماغ وصفائی خون وانواع دردوا قسام جذام وجوانہ ۔ تپ دق ۔ استسقا طحال ۔ آتشک ۔ سوزاک ۔ جریان ۔ سفید داغ ۔ ناسور ۔ بواسیر خونی وبادی اور شرابخواری ۔ اور چائنہ ونوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہین سبکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے ۔ ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صمہ محصول عمر

عجیب چیز ۔ تحلیل بواسیر خونی وبادی وتحلیل دردسر کیلئے عجیب چیز ہے ہفتے ہی روز

فی بوتل عمل ۳ تولہ سے کم۔

روغن اعجاز ۔ ناسور۔ ہیکندۃ نالو کا سوراخ فتاذیر۔ بدکیڑے زخموں کے کالی کھانسی سے ایام حمل خسرہ چیچک کو دفع کرتا ہے ۲ تولہ عمل

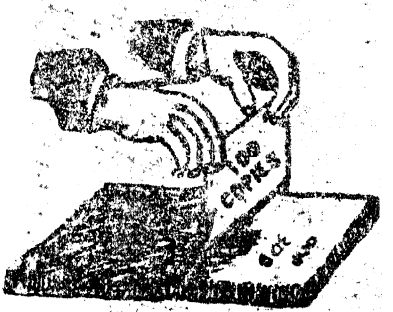
رسالہ دافع آتشک و سوزاک رسالہ ہیضہ رسالہ بواسیر مضرات و مکرات رسالہ حفظ صحت

۱۰ر ۱۰ر ۱۰ر ۱۰ر ۱۰ر

اشتہار فروخت مقطعہ

منیر آباد میں ایک مقطعہ دو سو بیگہ کا فروخت ہوتا ہے جس میں دو کنٹے اور تین باولیاں ہیں ظفلی کی زراعت گھاس کا کچھ اور جو بنیہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے قیمت اس مقطعہ کی ستر ہزار روپیہ ہے جو صاحب خریدنا دیکھنا بالتفصیل حالت دریافت کرنا چاہیں رقعہ خط کنندہ دہلی رجوع کریں بصورت تعویق یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے کل جاوے گا فقط

سارے چھ روپے میں



ربڑ کا چھاپہ خانہ

کوئی دفتر محکمہ عدالت کارخانہ اس ضروری چیز سے خالی نہ رہنا چاہیے اہل قلم کا معین و مددگار رہتا ہے آسان کوئی جھگڑا نہیں۔ معمولی کاغذ پر لکھکر پریس کے ربڑ پر چسپاں کر دو سب حروف ربڑ پر اوبھر آوینگے فوراً بلا امداد کسی کے سو پچاس کاپی عمدہ خوشخط ہیں چھاپ لو عجیب منظر طلسم ہے مختصر سبک ہر دم ساتھ رہ سکتا ہے مکمل ربڑ پریس نمبر ۱۲ ۰ ۸ انچہ کی قیمت سارے چار روپے علاوہ محصول ڈاک ان مطبع ۱۵ ۰ ۱۰ انچہ کی قیمت سات روپیہ محصول ڈاک

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱۰

انسانی صفات

پہلا حصّہ - قدرتی نعمات

نمبر (۲)

عقل

(سلسلہ کے لئے نمبر (۱) ملاحظہ ہو)

یہ وہ بیش قیمت جوہر ہے جو سوائے نوع انسان کے کسی مخلوق کو نہین عطا کیا گیا - اور ذات انسان سے ایک ایسا مستحکم تعلق رکھا گیا کہ کوئی کام بلا اعانت اس کے انجام نہین پا سکتا - دنیاوی ترقی معاش و معاد کے سامان خدا شناسی علم و اخلاق ہمت و شجاعت تمام اوصاف انسانی اسی ایک اعلیٰ قوت سے وابستہ ہین - انسان اپنی غلطی سے جس کام مین اسکی مدد نہین لیتا دھوکا اوٹھاتا ہے اور جس کام کی انجام دہی مین عقل سے کام لیتا ہے کامیاب ہوتا ہے - عقل کا صرف یہی کام

نہین ہے کہ وہ انسان کو بالضرور ارادہ مین فائز المرام کرے بلکہ کبھی کبھی اسکے ذریعہ سے ایسے نتائج بھی ظاہر ہوتے رہتے ہین جو آدمی کو تباہی و بربادی و گمراہی کا باعث ہوتے ہین - اس جگہ پر یہ شبہ ہوتا ہی کہ عقل کا کام ترقی دنیا کے راستے دکھانا و نجات و نصرت کی راہین بتانا ہی تو منزل راست سے بہکا دینا یہ کیونکر ممکن ہے - اسمین شک نہین کہ قدرت نے جو نعمتین انسان کو عطا کی ہین وہ ہر حالت مین اوسکے لیے مفید ہین وہ بالارادہ انسانکو نقصان پہونچانا پسند نہین کرتی - یہ محض انسان کی فطرتی خطا ہی جو قدرت کے عطیون پر تحقیق کی نظر نہین ڈالنے دیتی اسیوجہ سے اوسکو اکثر دھوکا اوٹھانا پڑتا ہے اور اپنی غلطی سے اوسکا التزام عقل کے سر رکھتا ہی -

عقل ہر شخص کو مساوی درجہ کی تقسیم کیگئی ہے اور ہر انسان کو ایسی قوت دیگئی ہے کہ جسکے ذریعہ سے وہ اپنی عقل کو ترقی دیکر ایک ایسے مقام محدود تک پہونچا سکتا ہے جہان تک قدرت نے اوسے اختیار دیا ہے اور اوس حد معینہ سے آگے اوسکو بالکل رسائی نہین بچہ جب پیدا ہوتا ہے تب اوسے استعداد عقل ہوتی ہے کہ وہ اپنے آرام و آسایش کی جگہ سے علیحدہ ہونے اور دنیاوی تکالیف کو خیال کرنے سے روتا ہے رفتہ رفتہ اوسکی عقل کو علم و تجربات کے ساتھہ وسعت ہوتی جاتی ہے اور وہ کہانے پینے پہننے اوڑہنے کہنے سننے کی استعداد حاصل کرتا ہے - جب اس حصہ عمر سے اور آگے بڑہا معاش کی

تدبیرین ترقیات دنیا کے وسائل تعلیم کے فوائد پر غور کرنے لگتا ہے ان سب باتون کا دارومدار اسی ایک عظیم الشان قوت پر ہے۔

عالم شباب مین جب کہ تمام انسانی قوتین زور اور اُمنگ پر ہوتی ہین عقل کی تیز روشنی مثل آفتاب نصف النہار کے ہوتی ہے دنیا و دین کے تمام کام اوس روشنی مین انجام پاتے ہین۔ یہ ایسا وقت ہو کہ اگر عقل کا آئینہ علم کی صیقل سے مجلی کیا جائے تو سات آسمانون کو توڑ کر علم الہوت کا عکس حاصل کر سکتا ہے اور پیش آیندہ مضامین خدا کے کارخانہ زندگی کے فرائض کو بخوبی دکھا سکتا ہے بڑھاپے مین عام خیالات کی بناء پر عقل کو زوال ہوتا ہے اور یہ خیال غالباً اس بناء پر مبنی ہے کہ تمام قوائے انسانی اوسوقت ضعیف ہو جاتے ہین اس لیے عقل کو بھی زوال ہوتا ہے مگر یہ غلطی ہے۔ انسان کے ظاہری حواس خمسہ وغیرہ مین ضرور ضعف ہو جاتا ہے لیکن عقل کو ہرگز زوال نہین ہوتا بلکہ یہ وہ وقت ہو جب کہ انسان اپنی عقل کو علم و تجربات کی وسعت کے ساتھ انتہائی درجہ تک پہونچا سکتا ہو اور جوانی سے کئی حصہ زائد عقل کو روشن کر سکتا ہے۔ اسوقت عقل اپنی حد معینہ تک پہونچنے کی کوشش کرتی ہے کہ ضعیف قوائے انسانی علے الخصوص انسان کا یہ خیال کہ ہم بوڑھے ہوئے عقل بھی بوڑھی ہوئی زور کے حملے کر کے اوسے پیچھے ہٹا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بظاہر عقل کو ضعف لاحق ہوتا ہے حالانکہ حقیقتاً عقل اوس اوج

کا نام ہے جسکے لیے ضعف محالات سے ہے وہ ہرگز ضعیف نہین ہوتی بلکہ ہر وقت ترقی کی راہین ڈھونڈھتی رہتی ہے لیکن اوسکے دشمن آدمی کی جہالت اوسکو آگے نہین بڑہنے دیتی - البتہ اگر انسان ابتدا سے اپنی عقل سے کام لیا کیا ہے اور اوسکو علم و تجربات کے تہیاروں سے آراستہ کر رکھا ہو تو وہ ایک وار مین تمام مخالفون کا قلع قمع کر ڈالتی ہے اور آگے قدم بڑہاتی ہے +

اسمین شک نہین کہ قدرت نے عقل کی تقسیم مین نا انصافی نہین کی ہے کہ کسیکو کم دی ہو اور کسیکو زائد - حقیقت مین ہر شخص نے مساوی درجہ کا حصہ پایا ہے لیکن اوس سے مستفید ہونے کا مادہ کسیکو کم ہے اور کسیکو زیادہ -

بیوقوف و کم عقل وہی شخص ہے جسنے اپنی عقل کی قدر نہ کی اور اوسے ایک فعل معطل قرار دے لیا ہے کسی کام مین اوس سے مدد نہین لیتا اور عقلمند وہی ہے جو اپنے تمام کامونکو عقل کی صلاح و مشورہ کے بغیر نہین کرتا +

انگلستان قوم کو اوسقدر عقل دیگئی تھی جس قدر ہم لوگونکو عطا کی گئی ہے - مگر اونہون نے جو جو ترقیان کین اور جو جو فائدے اور تجربے اسکی بدولت حاصل کیے، وہ محض انتہز کی خاک کی قسمت تھی - اونمین ترقی و تجربات کے حصول کا مادہ زیادہ تھا اسیوجہ سے اونہون نے اپنی عقل کو مرتبۂ نہایت تک پہونچا دیا - مگر ساتھہ ہی اوسکے جب اونہون نے

اوس حد سے آگے بڑہانے کا قصد کیا اور قوّت بشری سے تجاوز ہوکر نیچر کے نتایج کو اپنی قوّت و امکان کا نتیجہ تصور کرنے لگے۔ راہ راست سے علیحدہ کر دیے گئے اور فرعون بے سامان بن بیٹھے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ باوصف عاقل و ہوشیار بدرجۂ کمال ہونے کے کیون زمین سے اوٹھکر عرش پر بیٹھنے لگے۔ کیا اونکی عقل مین کسی قسم کا نقص تہا جو اپنی فضیلت کو بھول گئے۔ اس کی وجہ صرف اس قدر ہی کہ جب عقل اپنی نہایت تک پہونچ گئی اور ان لوگون نے آگے بڑہنا چاہا تب عقل نے ساتہہ چہوڑ دیا اور وہ اپنے مقام نہایت سے آگے نہ بڑہ سکی۔ اسی سبب سے گمراہ ہوگئے +

مگر باین ہمہ یونانی حکماء کی زندگی ہمکو اونکی عقلمندیون کا اسدرجہ معتقد بنادیتی ہے کہ ہم صاف طور پر یہ کہینگے کہ جو نتایج اور تجربات اس صفت انسانی کے ذریعے سے اونہون نے حاصل کیے وہ ایسے بڑہے ہوئے ہین کہ یورپ باوصف نمایان ترقی کے اوس میدان مین جسمین یونانیون نے گھوڑے دوڑائے ہین اون کے گھوڑون کی ٹاپون کی خاک بھی نہ پاسکا۔ اسمین شک نہین کہ اس آخری دور مین یورپ تمام دنیا سے گوے سبقت لیگیا ہی مگر ہنوز اوس بلند حوصلہ اور عالی خیال قوم سے جسکا نسل زمانے نے دوسرا پیدا نکیا بہت پیچہے ہے۔ یہ خیال محض غلط ہی کہ یورپ نے یونان سے زائد ترقی کی۔ وہ موجب تہا اور یہ مقلد ہے۔ مگر پھر بہی ہمارا کانشنس ہمین

مجبور کر رہا ہے کہ ہم یورپ کی قدر کریں اور اوسسے دعا دیں جسکی بدولت ہم کو بھی اپنے پچھلے علوم کے سیکھنے کا موقع ملا۔ خدا کرے بہت جلد یورپ اپنی عقلی ترقیات کے دعوے میں بہت جلد یونان سے قابل ترجیح ہو +

عقل کے کارناموں پر اگر ہم کچھ ریمارک کی غرض سے قلم اوٹھانا چاہیں تو دو سطر بھی نہیں لکھہ سکتے کیونکہ گذشتہ اور موجودہ کارنامے اور اوسکے سلوک و احسان جو تمامی بنی نوع کے سر ہیں اس قدر طویل ہیں کہ غیر محدود زمانے اور غیر محدود عمر میں تحریر پاسکیں گے لیکن چونکہ عمر و زمانہ دونوں محدود ہیں اسلیے عقل کا شکریہ ادا کرنا اور اوسکے نتائج کا دکھانا امکانات سے خارج ہے۔ عقل کے بڑھے ہوئے نمونے دیکھنے کے لیے اگر ہم اون نتائج پر نظر ڈالتے ہیں جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہر وقت موجود رہتے ہیں تو کچھ اوسکے حالات و صفات دریافت کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ رات دن کے سیکڑوں ہزاروں کام جنمیں ہم اوس سے مدد لیتے ہیں کہاں تک ظاہر کر سکتے ہیں +

فلسفہ منطق طب طبیعات ریاضی ہندسہ ہیئت وغیرہ وغیرہ ایسے عالیشان نتائج عقل ہیں جنکی ہمکو دل و جان سے قدر کرنی چاہیئے۔ انمیں سے کوئی علم و نیز علاوہ انکے دیگر علوم جنکی ایجاد عقل کی تیز قوت کے ذریعے سے ہوئی ہو ایسے

نہین ہین کہ جنکو ہماری زندگی سے ایک بہت ضروری تعلّق نہو۔ ہماری صحت و تندرستی قایم رکھنے کے لیے طب جس قدر ضروری ہے اوسکو ہر شخص جانتا ہے طبیعات کے ذریعے سے ہمکو وہ تجربات حاصل ہو سکتے ہین جو روزانہ پیش نظر رہتے ہین اور جنکی ماہیت کا ادراک اس علم پر موقوف ہے۔ اسیطرح مختلف علوم و فنون جنکے ذریعے سے ہمارے مختلف کام بآسانی نکل سکتے ہین اور جنکی بدولت اپنے کامونکی انجام دہی مین ہم دوسرے کے محتاج نہین رہ سکتے سب ایسی ایک اعلےٰ قوّت سے جسکا نام عقل ہے وابستہ ہین۔

ریل کے ذریعے سے ہم دور دراز سفر کو سون منزلون کا فاصلہ گھڑیون اور پلون مین طے کرتے ہین تار کے باعث لاکھون کروڑون کوس کے اخبار گھر بیٹھے دریافت کرتے ہین اسیطرح سیکڑون ہزارون آلات اس قسم کے تیار ہو گئے ہین جنکے ذریعے سے اپنی دنیاوی ضرورتین بآسانی رفع کر سکتے ہین یہ سب عقل کے کارنمایان ہین +

ان سب باتون پر نظر و فکر کرنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عقل کی عالیشان صفت ہمکو ایسی مفید عطا کی ہے جسکا ہر وقت ہمکو شکر کرنا چاہیے علاوہ اس سے کہ ہمارا شکر اس بیش بہا عطیہ کے مقابلے مین کافی ہو یا ناکافی +

یاد رکھنا چاہئے کہ عقل ہمکو صرف دو ضرورتون سے عطا کی گئی ہے اوّل خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لیے اور اپنی دنیاوی ضرورتین رفع کرنے کے لیے۔ پس ہمکو لازم ہے کہ ہم اوسکے ذریعے سے سوا ان دو کامونکے اور کوئی کام نہ لین +

یعنے دنیا کے وہ کام جنکی انجام دہی قوّت بشری مین ہے اوسکے رفع کرنے کے لیے عقل کو ذریعہ قرار دین اور وہ کام جنکی انجام رسانی قدرت نے اپنے ہاتھون مین رکھی ہے اونکے لیے مطلق کوشش نہ کرین بلکہ اونہین کامونکو خدا کی حقیقت کا ذریعہ ادراک تصوّر کرین۔ واضح ہو کہ یہی ایسا مقام ہے جہان پر انسانی عقل کا خاتمہ ہے اور اسی جگہ سے آگے قدم بڑہانا باعث خرابی ہے۔ وہ کام جو قدرت کے زبردست ہاتھون سے انجام پاتے ہین اور جنکا سرانجام قوت بشری سے باہر ہے اوسکے لیے ہمکو ہرگز کوشش کی ضرورت نہین ورنہ چونکہ عقل اپنی حد معینہ تک پہونچ چکی ہے اور آگے کام نہین دیسکتی۔ ہمارا کام بے عقلی سے خالی نہ ہوگا اور یقیناً ہمکو خطا اوٹھانا پڑیگی +

مسٹر اڈیٹر! میری غرض اس وقت ناظرین رسالہ کی سمع خراشی سے صرف اس قدر ہے کہ ہماری قوم مین جہالت کو جسدرجہ ترقی ہے اوسیقدر ہماری عقل کی آنکھون پر پردہ پڑ گئے ہین۔ ہم بالکل نہین دیکھ سکتے کہ زمانہ کس گھبراہٹ

کے بہا گا جاتا ہے اور ہم اپنی ضرورتین رفع کرنے کا مطلق سلیقہ نہین رکھتے - کیا یہ بات شرم وحسرت کی نہین ہے کہ ہم نہ صرف علمی ترقیات مین تمام دنیا سے پیچھے ہین بلکہ عقلی ترقیات مین بھی - اور عقل کی ترقی علم کی ترقی پر موقوف ہی اسیوجہ سے ہماری جہالت ہمکو ترقیات سے بھی روکے ہوئے ہی +

ہماری قوم کے وہ لوگ جو سرکاری کالجون سے بڑی بڑی ڈگریان حاصل کرکے نکلتے ہین اور فوراً صیغۂ ملازمت کیطرف جھک پڑتے ہین - خدا جانے کس خیال مین اور علوم مختلف کی تعلیم سے کیا فائدہ اوٹھاتے ہین - اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ کالج مین صرف کرتے ہین اور کوئی معقول فائدہ اوٹھانا نہین جانتے جسطرح وہ لوگ اپنی موجودہ ضرورتین رفع کرنے کے لیے ضروری وسائل سے غافل ہین اسیطرح اونکو اسکی بھی پروا نہین کہ آیندہ نسل اگر شایستہ ہوگی تو اونہین اعلے درجہ کا بیوقوف قرار دیگی - ہمارے لیے بہت بڑی ضرورت اِس امر کی ہی کہ ہم جس علوم کو سیکھین اونسے اوسی قوم کے تجربات حاصل کرین اور اون تجربات سے اپنی فلاح اور اپنی قوم اور ملکی بھائیونکے فوائد کی کوشش کرین فقط

راقم

شریف الدین

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱

تمہید

جب کہ مین سنہ ۱۲۹۵ فصلی مین عہدہ دوم تعلقداری پر ضلع الہ آباد مین مامور تھا میرے سچے دوست عالی جناب حسن بن عبداللہ صاحب المخاطب بہ نواب علاء الدولہ بہادر مالک رسالہ حسن نے مجھسے واسطے مرتب کرنے رپورٹ کاشت ٹھسر کی فرمایش کی تھی اور چونکہ میرے مفوضہ تعلقات چنور اور مہادیوپور مین ٹھسر پیدا ہوتی اور بنائی جاتی ہے لہذا مین نے اسکی طرف توجہ کی اور بسیاں گذشتہ زمستان اور جٹا بونیہ یعنی کاشت کاران ٹھسر کو جو اس فن کے اوستاد اور خاص پیشہ ور ہین بذریعہ اپنے دوست گوبند راؤ حیوتہ تحصیلدار وقت تعلقہ چنور کے طلب کرکے اپنا اوستاد بنایا اور خود اپنی ذات سے از ابتدا تا انتہا اسکا تجربہ کیا اور جہانتک اونکو حالات اور تجربات معلوم تھے اونسے دریافت کرکے لکھا۔ اگرچہ مین نے بہت زیادہ کوشش اس امر کی بھی کی کہ کوئی تاریخی تحریری حال ٹھسر کا مجھکو ملے مگر افسوس ہے کہ اسمین کامیابی نہ ہوئی جس لحاظ سے مین دعوے نہین کرسکتا ہون کہ میری رپورٹ بالکل اغلاط سے مبرا اور کامل تحریر ہے بلکہ مجھکو یقین کرنا چاہیے کہ بالضرور بہت سی فروگذاشت ہوئی ہوگی جیسا کہ تالیف مین ہونا ممکن ہے۔ بالآخر مین نے اوسیوقت اس رپورٹ کو مرتب کرکے جناب مدوح المناقب کی خدمت مین پیش کردی تھی مگر چونکہ اوسوقت رسالہ حسن جاری نہین ہوا تھا

اس تحریر کو اب تک عزت اشاعت حاصل نہ ہوسکی - بعد جاری ہونے رسالۂ حسن کے
مین نے جناب مدوح کو یاد دہانی کی مگر چونکہ وہ کاغذات مین مل گئی تھی جسکا ڈھونڈنا خالی
از دقت نہین تھا لہذا اوسکی دوسری کاپی مرتب کرنے کی ہدایت ہوئی پس بہ تعمیل حکم
نواب صاحب موصوف کے اور بلحاظ سچی محبت کے جو میرے ساتھہ ہے اور سچی ہمدردی
کے جو ملک کے ساتھہ ہے تحریر ہذا دوبارہ بازدیاد مراتب ضروریہ مرتب ہوئی +

ٹھسر کے بنانے کا تاریخی بیان

تعلقہ چنور اور مہادیو پور ضلع الگندل مین عرصہ دوسو برس سے ٹھسر پیدا ہوتی ہے
مگر چونکہ اقوام ہنود مین تاریخ لکھنے کی عادت نہین لہذا معلوم نہین ہوسکتا کہ کون شخص اور
کس سنہ مین اس تجارت کا موجد اور بانی ہوا ہے +
اقوام کولی اور نایک پور اور متی واڑ ٹھسر کے پیدا کرنے کی تجارت کرتے ہین اور
قوم کوشک اور دیانڈ اواڑ ٹھسر کا دھاگہ بنانے اور رنگ دینے کا کام کرتے ہین -
چونکہ یہ تجارت کثیر الحاصل ہے لہذا سرکار نظام سے اسپر ٹکس لیا جاتا ہے اور
اس ٹکس کا نام اس ملک کی اصطلاح مین کوس گتہ ہے وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ ٹھسر کے بنانے
اور اوسکے کیڑون کی پرورش کرنے کے واسطے وسیع قطعات جنگل کو سون کی رقبہ مین

خاص قسم کے درختوں کا (جنکا بیان آئندہ آئے گا) درکار ہوتا ہے اسواسطے بحساب کرسون کے نیلام کی مقدار کا تخمینہ کیا جاتا ہے اور گتہ کے معنی ستاجری کے ہین لہذا کوگتہ مشہور ہوگیا ہے +

ٹھسر کے پھل کا بیان

ٹھسر کا پھل بیضاوی شکل کا مرغی کے انڈے سے کچھ چھوٹا اور کبوتر کے انڈے سے کچھ بڑا خاکی رنگ کا ہوتا ہے اور قریب چہار انگشت کے اسکے سر پر مثل دوسرے پہلو نکے ڈھلا (ڈیٹ) لگا ہوتا ہی حقیقت مین یہ پھل ایک قسم کے کیڑے کا گھر ہے اور اس ملک مین مخصوص مالہ وندی کے درختون پر کیڑا گھر بناتا ہے اور اگرچہ شاذ و نادر بیر کے درخت پر بھی گھر بناتا ہے مگر اسواسطے وہ گھر کارآمد نہین ہوتا ہے کہ اسکے اندر کے کیڑون کے بچے دستون کی بیماری سے مرجاتے ہین اور آئندہ کو سلسلہ افزائش نسل کا قایم نہین ہوسکتا گھر بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ کیڑا اندکور شکل مذکور کی اپنے منہ سے ایک تار نکالکر اپنے گرداگرد لپیٹتا جاتا ہے اور تیس گھنٹہ کے عرصے مین جب شکل مذکور بالا تیار کرلیتا ہے اور بعض صورتون مین چار روز مین گھر بنا چکتا ہے (جسکا تذکرہ آئندہ کیا گیا ہے) اور کیڑا تار کو اپنے جسم پر اس ترکیب سے لپیٹتا ہے کہ اپنے جسم کو ایک جگہ شکل مرکز کے

قایم کر کے منہ سے تار نکالتا ہے اور صرف گردن کی حرکت پرکاری سے اپنے تمام جسم پر تار لپیٹ کر اوسمین بند ہو جاتا ہے اور پہل نشل انڈہ کے درخت مین لٹک جاتے ہین پہل آم کی گٹھلی سے کچہہ ملایم ہوتا ہے اور کیڑا نشل یحلی (مغز) کے اسکے اندر بند رہتا ہے +

کیڑونکی سکل اور اوسکی پیدایش اور نرومادہ کے شناخت کا بیان

یہ کیڑا انڈے دیتا ہی اور انڈے سے بچے نکلتے ہین اور وہ بچے جب عمر طبعی کو پہونچتے ہین تو بلا نکالنے بال وپر کے پہر اپنے اوپر گھر بنانا شروع کر دیتے ہین جب گھر تیار ہو جاتا ہے تب اوسمین سے پرواز ہو کر نشل نشل کے نکلتے ہین اور زیادہ آپسمین جفت ہو کر انڈے دینا شروع کرتے ہین اور اسی دور تسلسل سے انکی پیدایش ہوتی رہتی ہے اور اگرچہ کیڑے کی مادہ بلا جفتی کے بی انڈے دیتی ہے مگر اون کل انڈون سے بچے نہین نکلتے ہین بعض گندے ہو جاتے ہین اور بعض سے بچے نکل آتے ہین مگر اب تک یہ تحقیق نہین ہوا ہے کہ جو کیڑا اپنے اوپر گھر بناتا ہے آیا وہی کیڑا گھر کے اندر سے پرواز ہو کر نکلتا ہے یا

یا وہ کیڑا مرکر اسکی مادہ سے دوسرا کیڑا پرواز ہوتا ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان اسی رسالہ
مین آیندہ لکھا گیا ہے۔

کیڑے کا انڈہ مثل دانہ باجرہ کے سفید رنگ اور گول شکل کا کسیقدر چپٹا ہوتا
ہے اور نہایت سخت مثل جوار کے غلہ کے ہوتا ہے اگر اسکو دانت مین دبا کر توڑا جاوے
تو اسمین سے ایسی ہی آواز آتی ہے جیسے جوار کے دانہ کے توڑنے سے آتی ہے
اور از روے امتحان ثابت ہوا ہے کہ ایک کیڑا ایک سو انڈے دیتا ہے اور نوروز
کے عرصے مین انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے مگر ابھی تک یہ بات تحقیق نہین ہوئی کہ
ایک وقت مین یا ایک دن مین سو انڈے دیچکتا ہے یا کہ نوروز تک برابر دیتا ہے
اور کامل نوروز کے بعد تعداد سو کی پوری ہوتی ہے۔ علے ہذا القیاس یہ امر بھی تحقیق نہین
ہوا کہ خاص نوین روز ہی بچہ نکلتا ہے یا کچھ عرصے کے بعد سے بچہ نکلنے شروع ہوتے ہین
اور نوروز مین علے الترتیب کل بچے نکل آتے ہین۔ وجہ اوسکی یہ ہے کہ جو کیڑے جنگل مین
بطور خود پیدا ہوتے ہین اونکے انڈے بچے نظر نہین آسکتے اور جو غرض بنانے ٹھسر کے
پنیہ ور لوگ اپنے گھرون مین انڈے بچے پیدا کرتے ہین اونکو معمولاً فوراً انڈا دیتے
ہی معہ مادہ کیڑے کے ایک پتے کے دونا (ڈوبہ) مین بند کر کے نوروز تک نہین
کھولتے ہین اور اگر بخلاف اسکے کھولدیا جائے تو تو لید انڈے بچونکے واسطے مضر

ہوتا ہے۔ مین ناظرین سے اس امر کی معافی چاہتا ہون کہ مین نے تعداد انڈونکے پوری ہونے اور بچونکے نکلنے کے وقت کی تصریح کو ناکامل چھوڑ دیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ تجربہ ابتدائی کے وقت تو یہ امر مناسب نہین تہا کہ معمولی قاعدے مین کمی و بیشی کیجاوے اور مین نے ان تجربات کے تجربہ کو سال آیندہ پر موقوف رکہا تہا مگر دوسری سال مین بوجہ اسکے کہ سرکاری ضرورتون سے میرا تبادلہ دوسرے ضلع پر ہوگیا مین اپنے ارادے کو پورا نہین کرسکا۔

جسوقت کیڑا انڈے سے نکلتا ہے بمقدار ایک دانہ زیرہ سفید کے سبز رنگ کا ہوتا ہے اور اپنا گھر بنانے کے وقت تک پینتالیس روز کے عرصے مین بقدر چہہ انگشت کے لمبا اور اڈہائی انچہ کے موٹا سبز رنگ کا ہوتا ہے اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ یہ سبزی درخت کے پتونکے کہانے کے سبب سے پیدا ہوتی ہے اور اوسکے دونون جانب پہلون پر چار چار نشان چکدار مدور ہوتے ہین اور بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابرک کے ٹکڑے جاوے ہین۔ مگر جسوقت کہ کیڑا گھر بنانا شروع کرتا ہے اوسکو عموماً و عادتاً دست آتے ہین اور وہ بہت دبلا ہوجاتا ہے اور کل مادہ اوسکا تحلیل ہوکر صرف پوست باقی رہجاتا ہے اور جب وہ کیڑا گھر بنا چکتا ہے اور اوس سے باہر نکلتا ہے تو بالکل مثل تتلی (پاتی) کے بقدر ڈیڑہ انچہ لمبا اور سوا انچہ موٹا ہوتا ہے اور اسکے چار پر ہوتے ہین اور ہر پر

مین ایک ایک نشان مدوّر چنے کی دال سے کچھہ بڑا نہایت چمکدار نشل ابرک کے ہوتا ہے
اور یہ وہی نشان ہے جو کیڑا ہونے کی حالت مین پہلون پر دکھائی دیا کرتا ہے اور
اسکے چھہ پاؤن ہوتے ہین اور مُنہ پر دو دو پر نشل ہوا چھونکے باریک باریک سرو کے پتّے
کی مانند ہوتے ہین مادہ کا رنگ زردی مائل اور نر کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔ مادہ
بہ نسبت نر کے زیادہ موٹی اور تازی مگر بہدی اور سست ہوتی ہے اور نر دُبلا پتلا مگر
چالاک ہوتا ہے۔ اور نر کے پر ونکے داغ بھی بہ نسبت مادہ کے چھوٹے ہوتے ہین۔
مگر موچھین بڑی بڑی اور خوشنما ہوتی ہین۔ اور یہ کیڑا نہایت خوبصورت اور خوشنما قابل
دیکھنے کے ہوتا ہے۔ قدرت نے اسکی صورت اور سیرت دونون نہایت عمدہ پیدا
کی ہین جیسے اسکی صورت اچھی ہے ویسے ہی اوسکے پیٹ مین گن بھی اچھے ہین۔
مین نے ازراہ تجربہ قبل از وقت کیڑے کے گھر کو کاٹ کر دیکھا تو اوسمین کا کیڑا
قبل نکالنے بال و پر کے سوا اچھہ لمبا اور ڈیڑھہ انچھہ موٹا سرخ رنگت کا مخروطی شکل نشل
پیر کے برآمد ہوا اور اوسمین کہنداد (ناب) بھی موجود تھی اور اگرچہ ہاتھہ پاؤن نہین تھے
مگر نشل جونک (زلو) کے اسمین حرکت ہوتی تھی اور گھٹتا بڑھتا تھا جب اس مضغہ
کو گھر سے علیحدہ کر کے رکھا گیا اور تجربہ کیا گیا تو ایک ہفتہ کے بعد اسمین سے پروار کیڑا
پیدا ہوا اگر ناقص الاعضا پیدا ہوا۔ خصوصاً پر اوسکے بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ اور اوسنے

اپنی سرخ رنگت کے خول (پوست) کو سالمًا مثل سانپ کی کینچلی کے چھوڑ دیا تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسقدر عرصے مین وہ کیڑا معمولًا پروار ہوکر اپنے گھر سے از خود نکلتا ہے اگر اسی پہلے گھر کو کاٹ کر کیڑا نکال لیا جاوے تو بعد تکمیل مدت بقیّہ کے پروار کیڑا پیدا ہوتا ہے مگر چونکہ گرمی باقی نہین رہتی اسواسطے کامل اور صحیح الاعضا نہین بنتا اور وہ اوپر کا سرخ خول مثل لفافہ کے ہوتا ہے اور دراصل اوسکے اندر کیڑا ایک جاندار چیز ہوتی ہے اور اوسمین کچھ کچھ علامت اعضا بھی ہوتی ہے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ پہلا کیڑا گھر بنانے کے بعد مرجاتا ہی اور اوسکے مادّہ سے یہ دوسرا کیڑا پیدا ہوتا ہے یا یہ ہوگا کہ مثل سانپ کی کینچلی کے اوسپر سے پوست اوترتا ہوگا مگر از روے معائنہ کے امر اوّل کا گمان زیادہ ہوتا ہے۔

ٹھسر کے بنانیکے واسطے کیڑون کے فراہم کرنیکا بیان

ٹھسر کے کیڑونکے گھر سال مین تین وقت پیدا ہوتے ہین اوّل ڈیڑھ مہینہ کے عرصے مین تقریبًا ہن اسبدے ۱۵ اجون لغایتہ ماہ جولائی دوم دو مہینے کے عرصے مین تقریبًا لغایتہ ماہ ستمبر سوم تین مہینے کے عرصے مین لغایتہ ماہ دسمبر مگر فصل اوّل و دوم کے گھر صرف بطور تخم کے کام آتے ہین اور انکے ذریعے سے دوسرے کیڑے پیدا کیے

جاتے ہین ان سے شہد نہین نکالا جاتا ہے اور اگر ان کیڑونکا شہد بنایا جاوے تو کمزور ہی ہوتا ہے اور بہت کم نکلتا ہے البتہ فصل سوم کے کل گھر شہد بنانے کے کام آتے ہین اور اگر انکو بطور تخم کے بھی رکھا جاوے تو تا ہم سال آئندہ تک قایم نہین رہ سکتے اور ان کے کیڑے قبل از وقت نکلکر اڑ جاتے ہین اسواسطے ہر سال جنگل سے تلاش کر کے نئے گھر لانے پڑتے ہین اور یہ گھر جنگلون مین نارنجی کے درختون پر بہت تلاش سے ملتے ہین چنانچہ باوجود کوشش کے اس وسیع جنگل مین جہان کہ مین تجربہ لکھ رہا ہون پچاس سے زیادہ نہین مل سکتے ۔ آگے چلکر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پچاس سے زیادہ گھرون کی کچھ ضرورت بھی نہین ہے کیونکہ ایک پہل سے صدہا ہزارہا پہل بنائے جاتے ہین +

گھرونکے تلاش کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ یا تو ماہ چیت مین بوقت پت جھڑ ہوجانے درختونکے جنگل سے تلاش کر کے لائے جاتے ہین یا قبل از بنانے گھر کے جسوقت یہ کیڑا درختون پر رہتا اور پتے کھاکر بیٹ (پس افگندہ) کیا کرتا ہے اوس وقت درختونکے نیچے بیٹ دیکھکر پتہ معلوم کر لیتے ہین اور موسم پر جاکر اون درختونسے گھرونکو لاتے ہین مگر واضح رہے کہ کبڑا جنگل مین بھی اوسیوقت گھر بناتا ہے جسوقت کہ فصل سوم مین لغایت ماہ دسمبر پرورشی کیڑے گھر بناتے ہین مگر چونکہ یہ گھر خود رو کیڑے کے بنائے ہوتے ہوتے ہین شاید اسوجہ سے مضبوط اور دیرپا ہوتے ہین ۔

ماہ چیت مطابق اپریل میں جب کہ درخت بالکل پت جھڑ ہوجاتے ہیں کیڑونکے گھرونکو جنگل سے لاتے ہیں اور تا وقت پنچھر برگ سرا (آغاز موسم بارش کے) مٹی کے کورے برتنون یا غلہ بھنامیں دبا کر یا گلہری کے گھونسلے میں رکھکر مکانون میں ٹھنڈی جگہ حفاظت سے رکھ چھوڑتے ہیں اور چونکہ اوسوقت تک اس کیڑے کے بال و پر پیدا نہیں ہوتے ہیں اسواسطے گھرون سے نکلکر اوڑ جانے کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے لیکن اگر احتیاط سے ٹھنڈی جگہ نہ رکھے جاوین اور اونکو گرمی دھوپ کی یا موسم کی پہونچ جاوے تو سب مرجاتے ہیں۔ بفور شروع مرگ کے ایک ہی دو روز کے بعد پانچ پانچ چار چار انتہا پندرہ تک گھرونکے ڈنٹلون (ڈیٹ) کو آپسمیں باندھکر ایک لکڑی میں جو بقدر چار پانچ گز کے بلند ہونی چاہیے باندھکر صحن مکان میں نخت اسما اس لکڑیکو گاڑ دیتے ہیں اور دھوپ و بارش سے محفوظ رہنے کے لیے پلاس وغیرہ کسے قسم کے پتونکی چھتری لکڑی کے اوپر باندھی جاتی ہے بعد تین روز کے خود بخود اون گھرون میں سے ڈنٹلی (ڈیٹ) کیطرف سوراخ کرکے وقتاً فوقتاً پروانکیڑے باہر آجاتے ہیں اور زیادہ آپسمیں خود بخود جفت ہوتے ہیں صبح شام اون کیڑونکی نگرانی کیجاتی ہے جو کیڑے صبحکے وقت جفت ہوجاتے ہیں اونکو چار بجے شام کے اور جو شام کو جفت ہوتے ہیں اونکو بھی بعد ایک شب و روز کے اوسیوقت چار بجے شام کے علیحدہ

کرتے ہین اور جسوقت کہ کیڑا جفتی کرتا ہی اوسوقت اوسکو اوس لکڑی سے اوتار لاتے ہین
اور صبحکے جفت شدہ کیڑونکو علیحدہ کرنے کے وقت تک پتونکے ڈوپہ مین اور شام کے
جفت شدہ کیڑونکو بانس کی لکڑی کی ٹٹی پر (جو خصوص اسی کام کے واسطے بنائی جاتی ہی)
بٹھا دیتے ہین اور اگر قبل از وقت کیڑے خود بخود علیحدہ ہوجاوین اور انڈے بھی دیوین
تو کچھہ مضائقہ نہین ہی لیکن جو کیڑے جفت رہین اونکو قبل از چار بجے کے علیحدہ نہین
کرنا چاہیے یہ وقت مخصوص اس کام کے واسطے مفید ثابت ہوا ہے اور از روے تجربہ
کے انڈا دینے کا مادہ اوسوقت کامل تیار ہوجاتا ہے۔

علیحدہ کرنے کی ترکیب یہ ہی کہ جو جفت شدہ کیڑے دونا (ڈوپہ) یا ٹٹی پر بیٹھے
ہوئے ہوتے ہین اوسکو خوب ہلاتے ہین اس حرکت سے کیڑے خود بخود علیحدہ ہوجاتے ہین
مادہ کو کیڑی کی نر سے علیحدہ کرنے کے بعد نصف نصف بازو کے پر توڑ کر پھینکدیتے
ہین اور دونون بازو پکڑ کر تھوڑی دیر تک (ایک منٹ) خوب ہلاتے ہین - اس عرصے
مین وہ ایک انڈا دیتی ہے اور پھر پے در پے انڈے دینا شروع کرتی ہے بعدہ اس
مادہ کیڑے کو مع انڈون کے ایک دونی (ڈوپہ) مین بند کرکے نو روز تک رکھہ چھوڑتے
ہین اور کیڑے کے کھانے پینے کی کوئی چیز اسمین نہین رکھی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ بازو توڑنے سے یہ فائدہ ہے کہ کیڑا دونا (ڈوپہ) کے اندر اوڑنے

اور پھر کنے سے باز رہتا ہے اور انڈون کو اتبر نہین کرسکتا۔ اور وہ دونا (ڈوپہ) تاڑ یا چوڑ
یا ساگوان کے پتون سے مثل ٹبڑہ کے مثلث شکل کا بناتے ہین اور چار و نطرف سے اوسکے
تنکون سے سیدیتے ہین اور جب جفتی سے علحدہ کرتے ہین اور مادہ کیڑے کو ہلاتے
ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر پہلا انڈا اوسکے مخرج سے نہ نکالا جاوے تو یقین ہے کہ وہ
اوسکے مخرج مین پھنس جاوے اور وہ ہلاک ہوجاوے۔ جب کہ پہلا انڈا نکل آتا ہے پھر کوئی
اندیشہ باقی نہین رہتا اور پے در پے انڈے ہونا شروع ہوتے ہین۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جسوقت کیڑے اپنے گھر و نسے نکلتے ہین آپسمین جفتی کرتے
ہین اتفاقیہ اگر وہ کل کیڑے مادہ پیدا ہون تو دوسرے کیڑے جنگل سے اگر اون سے
جفتی کرتے ہین مگر اب تک یہ تحقیق نہین ہوا کہ جنگل سے کیڑے کس سراغ سے یہان پہونچ
جاتے ہین اور اگر بخلاف اسکے کل نر پیدا ہون تو کوئی ترکیب مادہ کے بہم پہونچانے کی
اوسوقت نہین ہوسکتی اسواسطے اول ہی سے اوسکا بندوبست کرلیا جاتا ہے کہ جنگل
سے مادہ کیڑونکے گھر تلاش کرکے لاتے ہین جنکی شناخت یہ ہے کہ بہ نسبت نر کے مادہ
کا گھر بڑا ہوتا ہے۔

بعد نوروز کے دونہ کو کھولنے کے وقت مادہ مردہ پائی جاتی ہے اور انڈون
مین سے بچے نکل آتے ہین اون بچونکو جنگل مین لیجاکر ناریل کے درخت پر اس ترکیب

سے چھوڑتے ہین کہ درخت کی چند شاخونکو ایک جگہ باندہ کر اوسکے بیچ مین ڈوپہ کو باندہ دیتے ہین اور چند تنکے (کاڑیان) اوس ڈوپہ مین رکھدیتے ہین اوسکے ذریعے سے کل بچے درخت پر چڑہ جاتے ہین اور پہیل جاتے ہین اور درخت کے تپون کو کہاتے ہین جب ایک درخت کے پتے بالکل تمام ہوجاتے ہین اور اون بچونکو غذا باقی نہین رہتی ہے تب اونکو دوسرے درخت نالہندی پر اس ترکیب سے چھوڑتے ہین کہ پہلے درخت کی شاخین جن پر یہ بچے چپٹے ہوئے ہون جڑ سے کاٹ کر دوسرے تر و تازہ درخت نالہندی کی شاخونکو جڑ کے قریب سے نصف نصف کاٹ کر مثل ایک منڈوے یا چھتری کے بنا لیتے ہین اور اگر ضرورت ہو تو اوس منڈوے کے قایم رہنے کے واسطے اوسکے نیچے لکڑیان بہی لگاتے ہین اور بچون والی شاخونکو اوس منڈوے پر رکھدیتے ہین اور بچے بمقتضائے طبیعت اوس درخت پر چلے جاتے ہین اور پتے کھا کھا کر پرورش پایا کرتے ہین علے ہذا القیاس تا وقتیکہ اون بچون مین گھر بنانے کا مادہ پیدا ہو جسکے درختون پر بمقدار خواہش بچونکے حسب ترکیب مذکورہ بالا چھوڑنا پڑتا ہے اور اوس پرورش کی مدت پینتالیس روز کی ہے بعدہٗ کارتی چنیا مین ہر ایک کیڑا تیس گھنٹہ کے عرصے مین اپنے اوپر گھر بنا لیتا ہے گھر تیار ہونے کے بعد آٹھ روز تک اوسکو درخت ہی پر رکھتے ہین تا پختہ ہوجاوے بعدہٗ

کل گھر دنکو مع ڈنٹھلون (ڈیت) کے توڑ لیتے ہین اور ٹوکرون مین بند کر کے رکھ چھوڑتے ہین اور اوسوقت پہل فصل کی کارروائی تمام ہوجاتی ہے ؛

دوسری فصل کا بیان

جو کیڑے دنکے گھر بابت پیداوار فصل اوّل کے ٹوکرون مین رکھے ہوتے ہین اون گھرون مین سے بوقت آغاز کارتی اسلیر مطابق ماہ اگست کے خود بخود کیڑے پروار مثل تلبین (پاتل) کے نکلنا شروع ہوجاتے ہین تب صبحکے وقت اونکے نر اور مادہ کو اپنے ہاتھون سے جفت کراتے ہین کیونکہ مثل فصل اوّل کے خود بخود یہ کیڑے جفتی نہین کرتے ۔

جفتی کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اول نر اور مادہ دونون کیے دم کو ناخن سے ہلاتے ہین اور منہ سے پھونکتے ہین اس حرکت سے وہ کیڑے اپنی دم کو ہلانے لگتے ہین اوسوقت دونون کی دم ملا دیتے ہین ۔ نر کی دم مین ایک باریک سا کانٹا ہوتا ہے اور مادہ کی دم مین داخل ہوجاتا ہے گویا یہ نر کیڑے کا عضو تناسل ہے ۔ جب یہ دونون کیڑے آپسمین صرف دم کیطرف سے چسپان ہوجاتے ہین ۔ اور ایک نر پانچ روز تک پانچ مادہ سے جفتی کر سکتا ہے زیادہ کارآمد نہین ہوتا اور مادہ کو صرف ایک ہی دفعہ جفتی کرائی جاتی ہے پھر کارآمد نہین ہوتی جفتی کے واسطے مخصوص صبحکا وقت ہے

جب کیڑے جفت کرا دیے جاتے ہین تو حسب قاعدہ فصل اول ایام کے چار بجے اونکو علیحدہ کرتے ہین اور وہ انڈے دیتے ہین اور نوروز تک پتون کے دونون (دپون) مین رکھکر درختونپر چھوڑکر پرورش کرتے ہین ۔ مگر اس فصل دوم مین یہ کیڑے تقریبًا ساڑھے سات روز تک درختون پر پرورش ہونے کے بعد گھر بنانا شروع کرتے ہین اور جب گھر تیار ہوجاتے ہین درختون سے اوتار کر حسب دستور ٹوکرون مین بند کرکے رکھدیے جاتے ہین ۔ اور اسیوقت دوسری فصل کی کارروائی تمام ہوچکتی ہے

تیسری فصل کا بیان

آٹھ دس انتہا بارہ روز کے بعد پھر گھر دنسے نئی فصل دوم کے کیڑے اوسی معمولی شکل کے نکلنا شروع ہوجاتے ہین اور نکلنے کے روز سے انتہا بارہ روز کے عرصے مین کل کیڑے نکل چکتے ہین اور حسب معمول سابقہ جفت کرائے جاتے ہین اور انڈے دلائے جاتے اور درختونپر چھوڑے جاتے ہین اور تقریبًا ساڑھے سات روز کی پرورش کے بعد گھر باندنا شروع کرکے ابتدائی گھر بنانے سے ایک مہینے کی مدت مین کل کیڑے وقتًا فوقتًا گھر بنا چکتے ہین مگر گھر بنانے کی مدت مین فرق یہ ہے کہ فصل اوّل و دوم کے کیڑے تیس گھنٹہ کے عرصے مین گھر تیار

کر لیتے ہین اور اس فصل سوم مین کم سے کم تین روز زیادہ سے زیادہ چار روز کی مدت مین گھر تیار کرتے ہین وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ تیسری فصل سردی کے موسم مین آتی ہے اور بسبب سردی کے کیڑا رات کو نار نہین نکالتا فقط دن کو گھر بناتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بہ نسبت فصل اوّل و دوم کے گھر بڑا بناتا ہے بعد گھر تیار ہوجانے کے آٹھ روز تک درخت پر سے گھر نکو نہین توڑتے کیونکہ بغیر آٹھ روز کے گھر پختہ نہین ہوتا بعد توڑنے کے دھوپ مین خشک کرتے ہین اور ٹھسر بنانے والون کے ہاتھہ فروخت کر ڈالتے ہین۔ فصل سوم کے گھر بطور تخم کے سب آیندہ کے واسطے نہین رکھے جاتے ہین چنانچہ اسکا حال بیان ہوچکا ہے۔

متفرق حالات کا بیان

تخمی پہل فصل اوّل و دوم کے فی روپیہ دو سو انہاتین سو کے نرخ سے اس مقام متجربہ مین فروخت ہوتے ہین اور فصل سوم کے پہل یعنے گھر کا نرخ بطور اوسط فی روپیہ چار سو انتہا پانسو تک رہتا ہے مگر شاذ و نادر زمانہ سابق مین آٹھ سو تک بھی فروخت ہونا تحقیق ہوا ہے۔

جسوقت کہ کیڑون کے بچے درخت پر چھوڑے جاتے ہین۔ پہل۔ کرے گلہری

گرگٹ ۔ چیونٹی سے بہت حفاظت کرنی پڑتی ہے ورنہ بچہ نکو کہا جاتے ہین ۔

جو لوگ اس پیشے کو کرتے ہین وہ بطور مذہبی عقاید کے اون کیڑون مین بہ سبب اسکے ایک دور تسلسل کے طور سے اونکی پیدائش ہوتی ہے کسی باطنی تاثیر کے قائل ہو گئے ہین ۔ ہر فصل اور ہر تغیر کے وقت مثل دوسرے دیوتاؤنکے کیڑونکی بھی ڈنڈوت اور پوجا کرتے ہین خصوصاً فصل سوم کی ابتدا مین ایک بہت بڑی پوجا اس طریقے سے کیجاتی ہے کہ کل پیشہ ور مع اہل و عیال کے ایک شب نہین سوتے اور شب بیداری کرتے ہین اور منجملہ اونکے ایک شخص جو باعتبار ملک یا مرتبہ وغیرہ کے ممتاز ہوتا ہے اوسکو پوجا کرنے کا کام تفویض کرتے ہین اور اوسکو اوسروز برت (فاقہ) کرنا پڑتا ہے ۔ اور پاو سیر چانول کا خشکہ شبنم کے پانی سے پکا کر اوسمین تھوڑی تھوڑی جھاڑو کی گھانس اور چرچٹے کی گھانس اور سرو الہ کی گھانس اور دوسہ کی گھانس کے تخم ڈالتے ہین اور تھوڑا خون سیاہ بکری یا مرغی کا اور ایک جوڑا اٹھسر کے کیڑونکا بھی اوسمین ڈالکر پکاتے ہین اور قبل از طلوع آفتاب سب زن و مرد اور بچے اپنے ہاتھونکو پس پشت کر کے کھڑے ہو جاتے ہین اور اور اپنے دیوتاؤنکو یاد کرتے ہین اوسوقت وہ پوجا کرانے والا منوز آدمی تھوڑے تھوڑے چانول بطور تبرک کے سب کے ہاتھون مین رکھدیتا ہے اور وہ لوگ

نہایت تعظیم کے ساتھ اوسکو نوشجان کر لیتے ہین علاوہ اسکے شروع مرگ یعنی ابتدائے کارروائی پرورش کیڑون سے آخر فصل سوم تک پیشہ ور لوگ مجامعت اور موتراشی سے مجتنب رہتے ہین اور زچہ خانے مین نہین جاتے۔ کوئی عورت بحالت ناپاکی حیض و نفاس کے جہان کیڑے یا اونکے انڈے بچے رہتے ہین نہین آنے پاتی سوتک (ایام تعزیت) کی حالت مین کوئی شخص کیڑونکے پاس نہین جاسکتا۔ اگر اجیاناً پیشہ ورونکو ستک عارض ہوجاتا ہے تو دوسرے لوگون سے کام لیتے ہین اور خود نہین جاتے۔ اگر اصلاح ہنواتے ہین تو ایک شبانہ روز کے لیے وطن کے پاس نہین جاتے۔ اور اس ایام مین ہرگز ہرگز جھچالہ اور پیٹہ۔ کدو۔ اور گندہ انڈہ نہین کھاتے ہین۔ مگر دوسری قسم کا گوشت یا شراب یا سیندی یا کسی ترکاری کے کھانے پینے کا پرہیز نہین ہے۔

شروع موسم سے کارتی پوہا تک کیڑونکو کچھ بیماری نہین ہوتی مگر کارتی اترا مین جو کہ کیڑونکے گھر بنانے کا وقت ہے اگر بادل زیادہ گرجتا ہے تو کیڑا اہل جاتا ہے اور گھر کمزور اور خراب بنتا ہے اسکے دفعیہ کے واسطے لوہے کا میل اور کودون (کودادن) کا گھانس تھوڑا تھوڑا درخت پر باندہ دیتے ہین اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسکی تاثیر سے کیڑونکو نقصان نہین پہونچتا ہے اور ایسا ہی کارتی

ویسا کہا ہین جوکہ فصل سوم کے کیڑون کی پرورش کا وقت ہے اگر بارش ہوجاوے
تو کیڑونکو دست آنے لگتے ہین اور مرجاتے ہین اور اونکے حق مین یہ وبائی مرض
ہے اسکا کوئی علاج بہی اب تک نہین نکالا ہے اور جس سال مین ایسی صورت پیش آتی
ہے اوس سال کی فصل خراب اور پیشہ ورونکو نقصان ہوتا ہے۔

بیان کیڑون کے گھرون سے تاگہ بنانے کا

جو لوگ ٹسر کا دہاگہ بناتے ہین وہ معمولا ہر وقت تیاری گھرونکی فصل سوم کے
وقت خود جنگلون مین جاکر پیشہ ور لوگون سے ٹسر کے گہر خرید لاتے ہین اور اپنے
مکانون مین لاکر فورا اونکو جوش دیکر رکھتے ہین وجہ اوسکی یہ ہے کہ اگر جوش دیکر
ٹسر کے گھرونکو نہ رکھا جاوے تو کیڑے گھرونسے نکل کر اوڑجاتے ہین چراغ
کی روشنی مین بلا جوش ٹسر کے گھرونکا رکھنا اسواسطے مضر ثابت ہوا ہے
کہ کیڑے اوسمین سے اوڑجاتے ہین اگرچہ مناسب حال یہ تہا کہ ٹسر کے گھر پیدا
کرنے والے پیشہ ور گھرونکو جوش دیکر فروخت کرتے مگر وہ لوگ کیڑون کے اڑنے

کو مذہبی گناہ جانتے ہین اسواسطے ٹھسر کا دہاکہ بنانے والے خریداری مین بھی جلدی کرتے ہین اور وہ فوراً اونکو جوش دیکر رکھتے ہین ۔

پہلونکو جوش دینے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک مٹی کے گھڑے مین ٹھسر کے گھرونکو بھرکر اوسکے منہ پر بانس کی چھتری (ٹوکری) یا گھانس باندہ دیتے ہین تاکہ اوسکو اوندہا کرنے سے پہلی گر نجاوے اور ایک دوسرے گھڑے مین نصف پانی بھرکر ٹھسر کے گھرون کے بھرے ہوے گھڑے کو اوسپر اوندا رکھدیتے ہین اور چولھے پر چڑہاکر آگ جلاتے ہین جسوقت نیچے کے گھڑے کا پانی جوش ہوتا ہے اور اوسکی بہاپ اوپر کے گھڑے مین پہونچتی ہے تو اوسکے صدمے سے تمام کیڑے اپنے گھرونکے اندر تقریباً دس پندرہ منٹ کے عرصے مین مرجاتے ہین بعدہ آٹھہ روز تک متواتر اون گھرونکو دہوپ مین خشک کیا جاتا ہے اور خشک ہونے کے بعد باجتیاط رکھہ چھوڑتے ہین اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعد جوش کے ایک مدت تک یہ پہل خراب نہین ہوتے اور ہر وقت کام مین آسکتے ہین اونکی نگہداشت کا بھی کوئی خاص طریقہ نہین ہے جب کہ کیڑون سے ٹھسر کا دہاکہ بنانا منظور ہو۔ اوسوقت پھر ٹھسر کے جوش شدہ کیڑونکو مکرر اس ترکیب سے جوش دیا جاتا ہے کہ اوّل ایک مٹی کے گھڑے مین

پانی ڈالتے ہین اور اوس پانی مین تھوڑی پلاس کی لکڑی کی خاک ملاتے ہین بعدہٗ پانی کے اوپر جھاڑو کے تنکون (کاڑیون) کا ایک گٹھا (گٹھا) رکھکر اوسکے اوپر ٹھسر کے گھرونکو اس ترکیب سے رکھتے ہین کہ پانی اونکو نہ لگے ٹھسر کے گھرون پر ایک کپڑا (چیڑ) کی مٹی مین لپیٹ کر بچھا دیتے ہین اور گھڑیکو چولے پر رکھکر آگ جلاتے ہین۔ پانچ چھہ ابال آنے کے بعد جب اوسمین بدبو پیدا ہوتی ہے تب ٹھسر کے گھرونکو گھڑے سے نکالکر ایک ایک کورا کھپرا پر اوندہا رکھتے ہین اور اوسپر چونے کا پانی چھڑکتے ہین جسکے سبب سے اون ٹھسر کے گھرون کا پہل کٹکر سفید ہوجاتا ہے بعد تیس منٹ کے جبکہ پانی خشک ہوجاتا ہے تو ہر ایک پہل کے منہ پر تھوڑا تھوڑا کانجی کا پانی (جانوں کے دھون کا پانی جو رکھنے سے کھٹا ہوجاتا ہی) مین پھٹکری ملاکر لگا دیتے ہین اور آہستہ آہستہ ہلاتے ہین اور پھر کھینچتے ہین تو اوسمین سے ایک تار نکل آتا ہے پھر آٹھہ دس انتہا بیس تک جسقدر منظور ہو ٹھسر کے گھرونکو ایک نوکری مین ڈالکر اونکے تار اسمین ملاکر کھینچتے ہین اور بائین (چپ) ہاتھہ سے اونکو پکڑکے سیدہے ہاتھہ سے اونکو بل دیتے ہین اور کھینچتے جاتے ہین اور تمام گھر ٹھسر کا بطور سوت کے بنڈے کے کہلاتا ہے اور تمام ہوجاتا ہے اور احیانا اگر کوئی تار ٹوٹ جاتے تو پھر

دوسرا تار نکالکر جوڑ لیتے ہین اور اوس ٹھسر کے دہاگہ کا لچھا ہاتھہ پر ہی بنایا جاتا ہے اور چرخہ (ایک قسم کا آلہ سوت لپیٹنے کا) پر ہی لپیٹا جاتا ہے

اگر بارہ گھر کے تار آپسمین ملاے جاوین تو اوسکا دہاگہ باریک مثل آدمی کے بال کے ہوتا ہے اور سوسو گھر کا دہاگہ علیحدہ علیحدہ رکھنے کا دستور ہے خواہ پانچ پانچ گھر کا جوڑ کر تار نکالا جاوے یا بیس بیس گھر کا ملاکر نکالا جاوے اور ایک سو گھر کا دہاگہ تخمیناً پانچ سے دس تولہ تک ہوتا ہے۔ کم و بیشی اوسکی گھرونکی عمدگی پر موقوف ہے اور جو گھر ٹھسر کے ایسے ہوتے ہین جسمین بوقت فصل اول یا دوم یا سوم کے کیڑے نکل کر اوڑ جاتے ہین اگرچہ اونسے ہی ٹھسر کا دہاگہ نکالا جاتا ہے مگر اوسمین سے بہت کم نکلتا ہے۔ قیمت ٹھسر کے دہاگہ کی تقریباً فی سیر بارہ روپیہ ہوتی ہے ایک سیر ادہ پاؤ دہاگہ سے ایک معمولی ساڑہی تیار ہوسکتی ہے اور پندرہ روپیہ قیمت کو فروخت ہوتی ہے۔

ٹھسر کی رنگت کا بیان

اصلی رنگ اس دہاگہ کا سفید مایل بہ زردی ہوتا ہے اور یہ زردی سفیدی صاف کرنے کی عمدگی سے کم زیادہ ہوتی ہے مگر ہر قسم کی رنگت اوسکو دی جانی ممکن ہے

سرخ رنگت کی ترکیب یہ ہے کہ ڈیڑھ پاؤ ٹھسر کے واسطے ڈیڑھ سیر لاکھ کو پانی میں خواہ ٹیہا پانی ہو یا کہار اتین روز تک بھگونا چاہیے بعدہ اوسکو خوب باریک پیسکر چہان لیوے اور پندرہ تولہ پہٹکر باریک پیسکر اوس پانی میں ملا دیوے اور تین پاؤ املی (تمر ہندی) کو ایک کپڑے میں باندہکر اوس پانی میں ڈالدیا جاوے پہر ٹھسر کے واسطے ہانڈی میں ڈالکر چولھے پر چڑہایا جاوے اور ایک گھنٹہ تک ملایم آنچ سے پکانا چاہیے۔ ٹھسر خوشرنگ سرخ ہوجاتا ہے اور اگر احیاناً ایک دفعہ میں سرخی کامل طور سے نہ آوے تو دوبارہ یہی ترکیب کرنی ہوتی ہے۔

زرد رنگت کی یہ ترکیب ہے کہ ڈیڑھ پاؤ ٹھسر کے ہانڈی کے واسطے ڈیڑھ سیر پلاس کے پھول کو تین روز تک پلاک کی راکھ کے پانی میں تر ہونا چاہیے۔ چوتھے روز اوس ٹھسر کو پندرہ تولہ پہٹکری کے پانی میں بھگو دین اور بعدہ دہوپ میں خشک کرین جب قدرے نم باقی رہے ٹھسر کو پلاس کے پھولوں کے پانی میں ڈالکر معہ پھولوں کے چولھے پر رکھا جاوے اور ایک گھنٹہ تک ملایم آنچ سے پکایا جاوے اس سے زرد رنگ ہوجاتا ہے۔ اگر خوب زردی نہ آوے تو مکرر حسب ترکیب مذکورہ بالا دوآتشہ کرنا چاہیے

راقم
امیر محمد خان

خُلق

اور

اوس کا حُسن و قبح

خالق عالم نے صفحۂ زمین پر ہزارون ہی قسم کی مخلوق خلق کی ہے جو ہر ایک بقدر حوصلہ اپنی زبان حال سے اوسکی یکتائی اور بیحدی صنعت کا راگ گاتی ہے۔ مگر خلقت انسان جو اشرف المخلوقات کے مغز خطاب سے مشرف ہے اوس ایک صورت گر کی پاک صنعت کا مجسم نمونہ ہے۔

اگر اپنی شرافت باطنیہ پر نظر کرکے آپ ملائک آسمانی کیطرف بھی کچھ توجہ فرمائین تو زبان عظمت کے جوش مین جو آواز کہ آپ کی زبان سے نکلیگی غالبًا وہ یہی شعر ہوگا ؎

وہ نرے پتلے ہین کافور کے بھولے بھالے
رات دن صلّے علیٰ صلّی علیٰ کہتے ہین

شرافت باطنیہ سے قطع نظر کرکے وجاہت ظاہری ہی کو لیجئے دیکھیے انّی جاعلٌ فی الارض خلیفہ اوسکے لیے کسقدر موزون و مناسب خلعت ہے۔

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱

حضرات صوفیہ کا قول ہی کہ کل مخلوق بلحاظ نوعیت خلقت ایک ایک اسم آلہی کا مظہر ہے جسمین جن و ملک بھی شامل ہین بجز نوع انسان کے کہ یہ جناب مظہر کل اور جامع جمیع صفات ہین یعنی سب ملکی قوتین قدرتاً انکی فطرت مین رکھی گئی ہین حافظ شیراز کا ایک شعر جو ایک مقدس نص قرآنی کی تفسیر ہے انکی شان کا ایک نمونہ اور انکے دعوے کا ایک ثبوت ہی ؎

آسمان بار امانت نتوان ست کشید

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

چونکہ ہم اپنے جوہر ذاتی سے کام لینے کے عادی بہت کم ہین اسوجہ سے اس شعر کے معنی سے جو ہمت و قدرت و عالی حوصلگی ظاہر ہوتی ہے اوسکو حیرت و تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہین مگر ہماری اصلیت ہرگز اس تعجب و تحیر کی مقتضی نہین ہے کیونکہ خدائے پاک نے اپنی تمام مخلوق مین اگر کسیکو اپنی کل قدرتونکی خوشنما تصویر بنائی ہے تو وہ انسان ہی ہی جہان اسکی فطرت مین اور بہت سی صنعتین رکھی گئی ہین وہان ایک صنعت خلق بھی ہی جسکی حقیقت ہم بیان کرتے ہین +

بیشک اوسی حکیم علی الاطلاق ہی کا کام ہے کہ اس قالب خاکی مین اقسام کی صنعتین پیدا کی ہین نہ صرف پیدا کی ہین بلکہ اونسے کام لینے کی قدرت بھی عطا فرمائی

ہے۔

کتب اخلاق مین لکھا ہی کہ انسان دو صورتون سے مرکب کیا گیا ہی ایک صورت **ظاہر** اور دوسری **باطن** یا یون کہو کہ خلق بالفتح صورت ظاہر کو کہتے ہین اور خُلق بالضم صورت باطن کو۔

جسم صورت ظاہر ہے جو چشم ظاہر سے دیکھا جاتا ہی اور **روح** صورت باطن ہے جو بصیرت دل سے دیکھی اور پہچانی جاتی ہے۔

جیسا جسم کو ایک ہیئت و صورت نمایان ہی ایسا ہی روح کو بھی ایک صورت و ہیئت ہوتی ہے بھلی یا بُری۔

الحاصل صورت باطنیہ یا ہیئت روحانی کا نام خُلق ہے۔

جسطرح صورت ظاہر کو بھلائی یا برائی یعنے حسن و جمال یا بدصورتی و کریہ المنظری لازمی ہے اوسیطرح صورت باطنیہ یا ہیئت روحانی کو بھی حسن یا قبح ضرور ہے۔

جس ہیئت سے افعال و حرکات شایستہ جو [شرعاً و عقلاً پسندیدہ ہون] سہرزد ہوتے ہین تو اوسکو خلق حسن کہتے ہین۔ مگر ان حرکات و افعال کا وقوع بلا تکلف اور بغیر تصنع و بناوٹ ہونا چاہیے کیونکہ کسی غرض یا نمایش کے لیے بہ تکلف کوئی شایستہ کام کیا جاوے تو وہ خلق حسن مین محسوب نہ ہوگا بلکہ ریاکاری پر جو خلق قبیح ہے محمول کیا جاوے گا

لہذا اوس ہیئت کا نفس مین راسخ و ثابت ہونا لازمی ہے اسیوجہ سے ہیئت راسخہ نفسانی کو خلق کہتے ہین خواہ نیک ہو یا بد +

اگر اوس ہیئت راسخہ نفسانی سے افعال و حرکات مکروہ و ناشائستہ سرزد ہونگے تو اوسکو خلق قبیح کہین گے +

ظاہر ہے کہ حسن ظاہر صرف آنکھہ ناک رخسار کے درست ہونے سے کامل نہین ہوسکتا تا آنکہ سراپا حسن نہ ہو ایسا ہی صورت باطنیہ [خُلق] کا حسن بھی اوسوقت تک کامل نہین ہوسکتا جب تک کہ اربعہ ارکانِ ذیل سے بلا افراط و تفریط کام نہ لیا جاوے +

اربعہ ارکان

قوّتِ علم ۱ قوّتِ غضب ۲ قوّتِ شہوت ۳ قوّتِ عدل ۴

قوّتِ علم ۱ - اس قوّت کو نفسِ عاقل اور نفسِ ملکی بھی کہتے ہین - یہ قوّت فکر تمیز ادراک حقائق کی مبدا ہے - اسکا حسن یہ ہے کہ افوال و افعال کی بھلائی و برائی بخوبی و بلا تکلف سمجھہ سکے یعنی قول کے جھوٹہ و سچ اور فعل کے حسن و قبیح مین امتیاز و افتراق کرسکے اور ایسا ہی اعتقادات کے حق و باطل مین تمیز کرے جب یہ قوّت کامل ہوتی ہے تو آدمی حکیم ہوتا ہے حکمت کے بھی دو نوع ہین -

۱ نظری ۲ عملی

نظری یعنی چیزونکی ماہیت و اصلیت کو جیسا کہ فی نفسہ ہے جاننا۔

عملی یعنی جیسا کہ چاہیے بقدر طاقت و حوصلہ بشری کام کرنا +

قوت غضب کو نفس سبعی بھی کہتے ہین یہ نفس سباعی خشم ۔ دلیری ۔ تکبر ۔ جاہ دفع مضار کا ۔ اسکا حسن یہ ہے کہ علم و حکمت کے تابع رہے تاکہ علم و حکمت کی اجازت سے برسر موقع سختی و نرمی عمل مین آوے ۔ نہ سختی بیوقت اور حد سے متجاوز ہو نہ نرمی ضرورت سے زیادہ ظہور پذیر ہو +

درشتی و نرمی بہم در بہ است
چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

اس اعتدال کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حلم پیدا ہوگا اور ساتھ ہی شجاعت نمودار ہوگی جو تابع حلم ہے ۔

قوت شہوت ۔ معروف بہ نفس بہیمی جو مبدا ہے شوق مباشرت و خواہش اکل و شرب و جلب منفعت کا اسکا حسن بھی یہی ہے کہ متابعت علم و حکمت کی کرے اور بپابندی عقل و حکمت کے حظوظ و لذایذ نفس کے حاصل کرنے مین میانہ رین اختیار کرے جب یہ اعتدال راسخ ہوگا صفت عفت پیدا ہوگی اور فضیلت سخاوت بھی جو عفت کی تابع ہے حاصل ہوگی +

قوّت عدل ۔ اس قوّت کی نسبت بعض حکما کے مختلف بیانات کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ قوّت اور قوتوں کی طرح انسان میں نہیں رکھی گئی ہے بلکہ جب قوتہائے ثلاثہ مذکورہ سے بدرجۂ اعتدال بلا افراط و تفریط کام لیا جاتا ہے تو یہ قوت رابعہ یعنی عدل پیدا ہو جاتی ہے یا ان ہر سہ قوتوں کی ترکیب کے بعد جو حالت اعتدالیہ پیدا ہوتی ہے وہی عدل ہے +

مگر اکثر علما و حکما اس قول کی مخالفت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جسطرح علم ۔ غضب ۔ شہوت ہر سہ قوتیں انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہیں ایسی ہی چوتھی قوت عدل ہی اوسکی فطرت میں موجود ہے اور وہی قوّت عدل ہے جو قوتِ غضب و شہوت کو علم و حکمت کے تابع کر دیتی ہے جس سے انسان علم و حکمت سے کام لینے کی سکت پاتا ہے اور ایک نتیجہ بلا افراط و تفریط پیدا کرتا ہے جو فضیلت عدل کے نام سے موسوم ہوتا ہے ۔

چونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ اجناس و اصول و فضائل چار ہیں یعنی حکمت ۱ ۔ شجاعت ۲ ۔ عفت ۳ ۔ عدالت ۴ ۔ لہذا قول ثانی ہی زیادہ اعتبار کے قابل ہے ۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ خلق کے حسن کی تکمیل کے لیے اربعہ ارکان مذکورہ سے بلا افراط و تفریط کام لینا چاہیے پس افراط و تفریط ہی خلق قبیح ہیں ۔ اگر ان ارکان اربعہ میں افراط و تفریط ہو گی تو حسن خلق کی تکمیل نہ ہو سکے گی ۔ مثلاً

قوّت علمیہ کی افراط و تفریط کبر نری و بلہ ہیں ۔ کیرنری یعنے بے ضرورت و بیجا

فکر و تردد کرنا اور عقل دوڑانا۔ بلکہ بوقتِ ضرورت عقل سے کام نہ لینا استعمالِ عقل نہ کرنا یہ دونوں خلق قبیح ہیں اسکا متوسط حکمت ہے جو خلق حسن ہے +

قوتِ غضبیہ کی افراط و تفریط تہور و جبن ہے۔ تہور یعنی بے موقع دلیری کرنا اور جبن یعنی نامردی و پست ہمتی یہ دونوں خلق قبیح ہیں اور متوسط شجاعت ہے۔ جو خلق حسن ہے +

قوتِ شہویہ کی افراط و تفریط شرہ و خمود و شہوت ہے۔ شرہ یعنے بلا نگہداشتِ حکمت خواہش نفس کی زیادہ پیروی کرنا۔ خمود و شہوت یعنی شہوت کا سرد و گرم ہو جانا۔ یہ دونوں خلق قبیح ہیں اسکا متوسط عفت ہے اور خلق حسن ہے +

اسوجہ سے اجناس اصول فضائل یہی چار ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور فروعات انکے بہت ہیں چند بیان کیے جاتے ہیں +

فروعِ حکمت۔ فہم۔ ذکا۔ سرعت۔ حسن تعقل۔ صفائی ذہن۔ تحفظ۔ سہولت تعلم

فروعِ شجاعت۔ تواضع حلم۔ بلند ہمتی۔ ثبات۔ سکونِ نفس۔ تحمل۔ حمیت۔ شہامت رقت۔

انواعِ عفت۔ صبر۔ قناعت۔ رفق۔ حیا۔ وقار۔ ورع۔ حسن۔ سخا۔ سماحت ہدی۔

فروعِ عدالت۔ عبادت۔ صداقت۔ تسلیم۔ توکل۔ رضا۔ مکافات۔ الفت۔

تودّد ۔ وفا ۔ حسنِ قضا ۔ صلہ رحم ۔ حسن شرکت ۔

اس تفصیل کے بعد ہم اس بیان کو اس مسرت کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ ہمارے ہمعصر ابنائے جنس جو خوش خلقی کے خوشنما خطاب سے مخاطب ہیں اونکو زیادہ خوش ہونا چاہئے نہ صرف اسوجہ سے کہ اونکو ایک خطاب خوش اخلاقی حاصل ہوا ہے بلکہ اسوجہ سے بھی کہ خدا کے عطیۂ معزز نعمتوں سے متمتع اور اونپر محیط ہوکر اپنے معاصرین کو اپنا مبارک و مقدس نمونہ دکھاتے ہیں فقط

راقم
محمد عزیز اللہ

توکّل

گفت پیغمبر با واز بلند
بر توکّل زانوے اشتر ببند

چند اصول فی زمانہا نہایت شد و مد سے اسلام کے بعض گروہ مین جاری ہین - علی الخصوص اوس گروہ مین جنے اپنی ناقص العقل کے باعث تعلیم سے بہت کم فائدہ اوٹھایا ہے - وہ اگرچہ دنیا کی نظم و نسق کے لیے نہایت ضروری اور لازمی ہین مگر ساتھہ ہی اوسکے یہ کہنا بھی ضروریات سے خالی نہین کہ اگر اون اصولون نے زمانے اور سمجھہ کے مہد مین پرورش پائی ہے تو اون سے وہ مادّہ استقلال کا پیدا ہوجاتا ہے جسے ہر لحظہ امید پڑتی ہے کہ سوائے کامیابی کے اور کوئی برا نتیجہ ہرگز پیدا نہ ہوگا - اگر برخلاف اسکے اون اصولونکو غلط معنی پہنائے جائین تو اونسے بجائے ترقی اور بہبودی آیندہ سد راہ کوئی چیز نہین - اس چھوٹی سی تمہید پر اکتفا کرکے ناظرین کو مضمون سے آگاہی دیتا ہون - بے شغلی جو بلفظ توکّل تعبیر کیجاتی ہے - اکثر اہل اور تساہل شعار جنکی سرشت مین تن آسانی اپنا قبضہ جالیتی ہے توکّل کو وہ معنی پہناتے ہین جو خلاف عقل اور مذہب ہین - تن آسانی ایک ایسی خوشگوار اور مزہ دار شے اللہ نے بنائی

ہے جسکے لیے ہر مخلوق تہ دل سے جویان وخواہان رہتی ہے - یہ وہ چیز ہے جسکی جستجو اور تلاش سے کوئی ذی روح خالی نہین - گو وہ صاحبِ ادراک ہو یا نہین - لیکن اسموقع پر مین صرف انسان پر بحث کرنا چاہتا ہون - ہر فردِ بشر کا مقصد اصلی یہ ہے اور ہونا چاہیے کہ دنیا مین اسائش سب سے بڑی چیز ہے - لیکن یہ خیال اوس حد تک درست اور بجا ہے جہان تک کہ وہ مضرِ خلائق اور مضرِ انی ذاتِ خاص کے لیے نہ ہو - اسکا ہرگز یہ منشا نہین کہ کسی بنی نوع کو (خواہ وہ عزیز ہو یا غیر) نقصان پہونچا کر اپنی آسایش کے سامان فراہم کیے جاوین - دنیا کے حالات اور اسباب پر جہان تک غور وخیال کیا جاتا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے صانع کا کوئی فعل خالی از حکمت اور مصلحت نہین - اور کوئی شے جسے خلقت پائی ہے بیکار نہین - خدا نے - آنکھہ - ناک - کان - زبان - ہاتھہ - پاؤن - جو انسان مین پیدا کیے ہین ان مین کچھہ بہید ضرور ہے - اور نہ کوئی چیز دنیا مین خالی از فائدہ ہے ضرور ہر ایک شے سے کوئی عمدہ نتیجہ نکلتا ہے - ہاتھہ پاؤن اسلیے نہین ہین کہ وہ مثل فضول کاٹ کباڑ کے کسی گوشے مین پڑے رہین - اور اونسے کچھہ کام نہ لیا جائے - بلکہ وہ اسلیے عطا ہوئے ہین کہ وہ ہمارے ارتفاع ضروریات مین مدد اور معین رہین - پاؤن کا کام یہ ہے کہ وہ ہمکو اوس چیز تک پہونچائین جسکی ہم کو خواہش ہے اور وہ ہمارے احاطۂ قدرت سے باہر ہے - ہاتھہ کا کام یہ ہے کہ اون سے ہم اپنے مطلوب پر قبضہ حاصل

حاصل کرتے رہین - آنکھ - ناک - کان - کو خدا نے ہمارا معلّم مقرر کیا ہے اور انہین
سے ہر ایک شے کی ماہیت اور کیفیت کا ہمکو علم ہوتا ہے - ان سب کے اوپر خدا نے
ہمکو دو قوتین عطا کی ہین جو اس دنیا مین ہمارے افعال و حرکات کی ہادی ہین اونکا
نام قوّت مدرکہ اور قوّت ممیزہ ہے - چنانچہ پہلی سے ہر ایک شے کا علم اور دوسری سے
بُرے بھلے کا امتیاز ہوتا ہے - قوت ممیزہ کا صرف یہی کام نہین ہے کہ وہ ہمکو نیک و بد
مین فرق بتا دے بلکہ اوسکا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہمکو اون امور سے آگاہ کرے جنکا
کرنا ہمکو قدرتی طور پر لازمی اور ضروری ہے - یعنی اون افعال سے جو مقتضی لشہوت
اور لوازمۂ انسانی ہین جنکا کرنا موجب اذیّت اور نقصان ہے - مگر ان اصولون کی
فروگذاشت کی جائے تو کچھ ہمارا ہی نقصان نہین ہے بلکہ اوس خاندان کا بھی جسکے
ہم رکن ہین اور اوس قوم کا بھی جسکے ہم ممبر ہین - اور یہ امر وہ ہین جنکی جوابدہی ہماری
گردن پر ہے اور ایک صریحی نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے کو (خواہ وہ ہمارا دوست نگر ہو
یا ہم اوسکے) نقصان پہونچانا گناہ ہے خلقت انسانی پر غور کرنیوالے خوب جانتے ہین کہ خدا نے
انسان کو اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی ذات کو اور اپنے ابنائے جنس کو
نفع پہونچائے - اور ان سب سے بالاتر ین امر یہ ہے کہ غلط اور کل سے نافرمانی اور نا شکری
خدائے برتر کی ہوتی ہے جسکی احسانات سے عہدہ برائی کسیطور پر ممکن نہین -

جوارح انسانی جو عطیات ربانی ہیں اونکو توکل کے غلط معنی پر بیکار رکھنا حقیقت میں خدا کے مقدس ارادوں کو توڑ کر قومی اوبار کی مجسم زندہ تصویر بننا اور ترکیب کفران نعمت کا ہونا ہے۔ نقصان دینی اور اخلاقی کے سوا ایک اور نقصان ہے اور وہ ایسا ہے جس سے میں خیال کرتا ہوں کوئی انکاری نہ ہوگا۔ ہر چیز کا فائدہ ہے کہ جب تک استعمال میں رہتی ہے عمدہ رہتی ہے اور اوسکی درستی کا خیال پیش نظر رہتا ہے اور جب کوئی شے بیکار ہو جاتی ہے تو اوسکا کوئی خیال بھی نہیں کرتا۔ حتے کہ مالک بھی اوسکی طرف سے نظر توجہ پھیر لیتا ہے۔ علے ہذا اگر انسان بھی ایسا ہی کرے اور اپنے تمام اعضا کو معطل کر دے تو کیا نتیجہ ہوگا۔ سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ سب بیکار ہو جائیں اور اونکی فرمانبرداری سے سرتابی کرنے کو ہر دم آمادہ اور طیار رہیں مثلاً اگر آدمی چلے پھرے نہیں کھانا ہضم نہیں ہوگا۔ صدہا قسم کی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی اور ہزارہا نقصان اوٹھانا پڑیں گے۔ ایک مرتبہ تمام اعضائے جسمانی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کل کام پرورش اور حفظ بدن کا ہمارے سپرد ہے اور حضرت شکم کچھ بھی نہیں کرتے۔ ہمکو کیا ضرورت ہے کہ ہم مصیبت اوٹھائیں اور دوسری کرکے شکم پری کیا کریں۔ پس سب نے متفق ہو کر تن آسانی اختیار کی اور کچھ کام نہیں کیا چند ہی روز میں یہ نتیجہ ہوا کہ نہ ہاتھ پاؤں میں قوت رفتار۔ نہ آنکھ میں قوت بصارت

سب کے سب معطل اور بیکار ہو گئے۔ غرض مجبور ہو کر شکم سے صلح اختیار کی اور اپنا
کام سنبھالا۔ پھر بدستور وہی کارخانہ جیسا کہ پہلے تھا جم گیا۔ انسان کی مدنی الطبع ہونیکی اس سے زیادہ
موثر مثال دوسری کم ملتی ہے دنیا دارالمکافات اور عالم اسباب کا موزون مترادف ہے جب
انسان حسب منشائے قانون قدرت اپنے بے مثل قدرتی آلات سے کام لیتا ہے
جسمیں ہر طرح کی صلاحیت ہے تو اوسکے مکافات و نتائج سے بقدر محنت بہرہ مند ہوتا
ہے ۔ اگر بالفرض کوئی کم عقل کسان بغیر تردد کئے ہوئے زمین
مین تخم ریزی کرے اور مزید غور سے بلکہ واجب غور سے بباعث تساہل دست کش
ہو جائے تو کیا وہ اپنی مزروعہ سے کسی قسم کے مفاد کی امید رکھ سکتا ہے ۔
ہرگز نہین ۔ وہ زمین جسکا تردد اچھی طرح ہوا ہوگا عمدہ طور پر بار دار ہوگی اور وہ مالک
جو اس ہندی مقولہ کا کاربند رہا ہوگا کہ ۔ کھیتی خصم ستی اور دہن آس پاس زیادہ
نفع اوٹھاوے گا ۔ الحاصل جو کرے گا سو پاوے گا ۔ جو سووے کا وہ کھووے گا
کوشش اور جستجو نہ کرنے کا نام ہرگز توکل نہین ۔ بلکہ توکل اوسکو کہتے ہین کہ تمام ذرائع
اور وسائل اختیار کر کے اپنے آپ کو اوس لیاقت تک پہونچاے جو کسی کام کے
اکتساب کے لیے ضروری ہو اور جب کل سامان اور اسباب ضروری فراہم
ہو جائین تب اپنے خالق کی ذات ستودہ صفات پر بھروسا کرے اوسوقت ضرورت

کہ وہی ایسے ہی شخص کی مدد سب سے پہلے کرے گا کیونکہ خدا اونکی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہین۔

ہر کام کو نہایت استقلال کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرنے اور کسی حالت مین گو وہ کسی سبب سے یاس کی ہو۔ یا کامیابی کی دست ہمت سے نہ چھوڑنے کو توکل کہتے ہین۔

عنوان آرٹیکل ہذا کے مقدس شعر کو غلط معنی سے بہت اشاعت دیگئی ہو کہ اسلئے مدار لوگون کا معتد علیہ قرار پایا اور جو فی الواقع خسر الدنیا والاخرہ کا سبب ہوا۔

اس تحریر سے ہمارا ہرگز یہ بھی مطلب نہین کہ توکل بے اثر شے ہے نہین وہ سب سے بڑا تسکین اور تشفی کا آلہ ہے۔ خدا پر بھروسا کرنا عین سعادت کی دلیل ہے اور علامت کامیابی کی ہے لیکن اوسی حالت مین جب کہ اوسکے احکام کے مطابق کاربند ہو فقط

راقم
قاضی سید حامد علی

انتخاب تاریخ طب

یعنے

طب کا وجود اور اوسکی ابتدائی حالت

اسبات کی تحقیق کرنا کہ علم طب کب پیدا ہوا اور اوسکے پیدا ہونیکا سبب کیا ہوا چند وجوہ سے بہت مشکل ہے۔

اوّلاً اسوجہ سے کہ اوسکو پیدا ہوکر ایک زمانہ دراز گذرا اس حالت مین اوس اسکا دریافت کرنا جسکے ابتدا اور زمانہ کا ٹھیک طور پہ پتہ نہ لگ سکے نہایت دشوار ہے

ثانیاً اسوجہ سے کہ سچے قدیم مورخین کا اس امر کے متعلق ایک بھی متفق علیہ قول نہین ہے جسکو ہم سچا سمجھکر اوسکی پیروی کرین۔

ثالثاً اسوجہ سے کہ جن لوگون نے اسکے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے وہ بھی مختلف الآرا اور مختلف الطبقات ہین اس صورت مین اگر ایک کے قول کو بلا ترجیح سچا قرار دین تو کوئی تسلیم نہ کرے گا اور حقیقت مین کسیکو تسلیم بھی نکرنا چاہیے۔

حکیم جالینوس نے اپنی تفسیر مین جو اوسنے بقراط کی کتاب "الایمان" پر

لکھی ہے یہ بیان کیا ہے "یہ بحث کہ سب سے پہلے علم طب کسنے ایجاد کیا کچھہ آسان بحث نہین ہے جسکو عوام کی راے طے کر سکے۔

مذکورۂ بالا وجہات سے یہ ظاہر ہے کہ ہم طب کے وجود کا پتہ نہ وجہ اوّل سے لگا سکتے ہین اور نہ وجہ ثانی سے اس امر کے متعلق ہمکو جو کچھہ مدد مل سکتی ہے وہ وجہ ثالث ہی یعنے جب ہم مورخین کی مختلف رایون پر نظر ڈالین گے تو ہم طب کے وجود کے متعلق کچھہ نہ کچھہ اونکی مختلف رایون سے نتیجہ نکال سکین گے

وجود طب کے حکما وسنکے دو فریق ہین جو فریق حدوث اجسام کا قایل ہے وہ طب کے بھی حادث ہونے کو تسلیم کرتا ہے اور اوس فریق کی یہ دلیل ہے کہ جن اجسام مین طب مستعمل ہوتا ہے وہ حادث (فانی) ہے تو طب بھی حادث ہی ۔ اور جو فریق اجسام کے قدیم ہونے کا معتقد ہے وہ طب کو بھی قدیم جانتا ہے ۔ اور اونکا قول ہے کہ تمام اجسام قدیم (غیر فانی) ہے تو بالفرض طب بھی قدیم ہے ۔ ہمکو اس مقام پر عالم کے حدوث و قدوم کو منطقی اور فلسفی مسائل کی رو سے ثابت کرنا منظور نہین ہے ہان اسبات کا تو ہم ضرور اعتراف کرتے ہین کہ جب ہم عالم کے قدیم ہونے کو تسلیم کرلین گے تو ہم طب کے وجود کا پتہ نہ لگا سکین گے ۔ طب کے وجود کا پتہ تو جب ہی لگیگا جب ہم عالم کے

حدوث کو تسلیم کرین پس جو فریق حدوث اجسام کا قائل ہے اونکے بھی دو گروہ ہین +

ایک گروہ کا یہ اعتقاد ہے کہ طب انسان کے ساتھہ ہی پیدا ہوئی اسلئے کہ طبیعت انسانی کا صحت و علالت سے محفوظ رہنا ناممکن ہے - اور طب ہی انسان کی صحت و علالت کے لیے کافی بسیار ہے -

دوسرے گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ طب انسان کے بعد پیدا ہوئی اور انسان ہی طب کا موجد ہے - چنانچہ فیلن اور تاسلس وغیرہ کی یہی رائے ہے پھر اسبات کے دریافت کرنے مین کہ پہلے پہل طب کس ملک مین ایجاد ہوئی اور اسکے پیدا ہونے کا سبب کیا ہوا - اور کسنے ایجاد کی مورخین نے بہت اختلاف کیا ہے - اون موجدون اور قوم کے نام حسب ذیل ہین -

مصری[1] ہرامسہ[2] ثلثہ !! اہل فونوس[3] اہل موسیا[4] - اہل افروجیا[5] !!! -

---

!! حکمائے قدیم مین تین شخص ہرمس نام گذرے ہین جنکا نام ہرمس تھا اور وہ ہرامسہ ثلثہ کے نام سے یاد کیے جاتے ہین ہرمس اوّل کو مورخین نے اہرام مصری بانی قرار دیا ہے +

!!! مورخین کا بیان ہے کہ اہل افروجیا نے مختلف قسم کے مزامیر (باجے) ایجاد کیے

حکمائے فونہ[6] بابل[7] کے ساحر - یمن[8] کے ساحر - فارس[9] کے ساحر - اہل صفالیہ[10] ہندی[11] - اہل افرطیس[12] - سوہانی[13] - کلدانی[14] - کسدانی[15] - بقول علمائے اسرائیلی کے یوفال[16] بن لامخ بن متوشالخ - سلیمان بن[17] داؤد علیہ السلام - موسے[18] علیہ السلام ادریس[19] علیہ السلام - شیث بن[20] آدم علیہ السلام - بقول مجوسیوں کے زردشت[21] - بقول صابیون (ستارہ پرستوں کے) قدیم کاہن[22] (نجومی یا غیب کی باتیں بیان کرنیوالے)

غرض کہ کسی خاص شخص یا خاص قوم کو اس فن کا موجد کہنا سخت غلطی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ فن طب کوئی اور شخص یا اور قوم نے ایجاد کیا ہو یا پہلے کسی خاص مقام میں پیدا ہوا ہو افراد انسانی کو اس علم کی جیسی حاجت ہے وہ ظاہر ہے - جب افراد انسانی کی کثرت ہوئی اور مختلف مقامات میں لوگ آباد ہونے لگے تو چونکہ اس مقام کی آب وہوا اور غذا انسان کی صحت کے لیے مختلف اثر تاثیر تھی اسلئے کئی ایک ملک کے باشندے بہ نسبت دوسرے

جس سے نفس انسانی (مدبر بدن) کے اندرونی آلام دفع ہوئے جب اس چیز سے مدبر بدن کے آلام زائل ہوتے ہیں تو بدن کے آلام وفسادات بطریق اولے دفع ہو سکتے ہیں۔

بلہ فونہ ایک جزیرہ کا نام ہے حکیم بقراط اور اوسکے آبا واجداد یعنے آل اسقلیبوس اسی ملک

ملک کے باشندون کے زیادہ تندرست تھے اور بعض زیادہ امراض مین مبتلا تھے اس اعتبار سے کیکو طب کی ضرورت کم تھی اور کیکو زیادہ بہرطور ہر شخص اسکا محتاج تھا پس کیسنے مشاہدات اور تجربات سے حاصل کیا اور کیسنے اتفاقات اور خواب سے سیکھا۔ جب انسان کو مدت مدید مین متعدد اور مختلف ادویہ کے استعمال کی معلومات ہوئی تو وہ اوسمین تامل کرکے اونکی علتین اور مناسبتین دریافت کین جس سے قوانین کلیہ کی بنیاد پڑی جب اوسکو اوسمین کمال ہوا تو معرفت کلیات سے جزئیات کا علم حاصل ہوا اور استنباط جزئیات سے کلیات کا علم ہوا۔

زمانہ کے انقلابات اور بادشاہونکی ملک گیری اور غلبہ سے اسمین تبدیلیان ہوتی رہین مفتوح قوم کے فنا ہوجانے سے فاتح قوم ہی اوسکی موجد سمجھی جانے لگی کیونکہ اکثر مورخین کو ایسے واقعات کے پتہ لگانے مین غلطی ہوجاتی ہے اور

کے رہنے والے تھے اور اون کا یہ بھی بیان ہے کہ پہلے علم طب اقلیم رابع کے تین جزیرون مین پیدا ہوا اون جزیرونکے نام یہ ہین۔ رودس۔ قنیدس۔ قوس۔ حکیم بقراط اسی جزیرے مین پیدا ہوا۔ عیون الانبا ر جلد اوّل صفحہ (۵)

اور وہ ناواقفیت سے کہدیتے ہین کہ فلان قوم اس علم یا فن کی موجد ہے اسیوجہ سے عام لوگ مغالطہ مین پڑجاتے ہین - ممکن ہے کہ کسی اور قوم نے ایجاد کیا ہو -

چنانچہ امیر ابوالسوق بشر بن فاتک نے اپنی کتاب (مختار الحکم و محاسن الکلم) مین بیان کیا ہے کہ جب سکندر دارا کے ملک (فارس) پر فتحیاب ہوا تو اوسنے حکم دیا کہ مجوسیونکے دین کی کل کتابین جلادیجائین - لیکن نجوم - طب اور فلسفہ کی کتابونکی نسبت اوسکا حکم ایسا نہین تہا - بلکہ اوسنے ان علوم کی کتابونکو نہایت اہتمام سے فراہم کیا اور اپنے ملک کو لیجاکر اونکا رواج دیا - اوسی زمانہ کے لوگ اسکے موجد سمجھے جانے لگے -

جالینوس وغیرہ کا بیان ہے کہ جب بقراط نے یہ دیکھا کہ چونکہ طب مدوّن نہین ہوا ہے اندیشہ ہے کہ زمانہ کے انقلابات سے چندروز مین مفقود ہوجاوے اور اسکا مفقود ہونا آیندہ آنیوالی نسلونکے لیے ایک خطرناک امر ہے اگر یہ علم کتابون مین مدوّن ہوجاوے تو یہ اندیشہ نہین رہے گا - اس خیال سے اوسنے علاوہ اور علوم کے اس فن کو کتابون مین لکھا اور عوام کو اسکی ترغیب بہی دی - انہین واقعات کو دیکھکر ناواقف لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ اسکا موجد بقراط ہی ہے مگر حقیقت مین اونکا یہ کہنا تاریخ کے فلسفہ سے غلط ثابت ہوتا ہے لیکن یہ کہا گیا ہے کہ اس

اسقلیبوس سے بقراط سے پہلے کسیکو اس فن کی تدوین کا خیال نہیں ہوا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے طبیب کے لقب سے اسقلیبوس ہی یاد کیا گیا ہے۔

شیخ موفق الدین اسعد بن الیاس بن مسطان نے اپنی کتاب "لسان الاطبا ورضۃ الالباب" میں ابوجابر المغربی سے یہ قول نقل کیا ہے "کہ نوع انسانی بالضرور ایک سبدار کی (جس سے نوع انسانی کا سلسلہ چلا) محتاج ہے اسلیے کہ نوع انسانی معدود ہے اور ہر معدود کی ایک ابتدا ہونی چاہیے جس سے تعداد کا سلسلہ قایم ہوا یعنی واحد۔ یہ کبھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ افراد انسانی نامعدود (بے نہایت) ہیں اسلئے کہ افراد انسانی معدود ہو سکتی ہے گو اوسکو عملاً ہم نہ گن سکیں لیکن عقلاً اوسکا شمار ہو سکتا ہے"

ابوجابر یہ بیان کرتا ہے کہ جب اشخاص بالضرور ایک سبدا کے محتاج ہیں تو طب بھی ایک سبدا کی محتاج ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جسطرح سبدا انسانی اس علم کا محتاج تھا اوسیطرح تمام افراد یعنے موجودہ لاکھوں کروروں آدمی طب کے محتاج ہیں ہم کسیطرح اوسکو اس بسیط علم کا موجد نہیں کہہ سکتے کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے معلومات کی تعداد انگلیوں پر تھی پس طبی معلومات کا یہ حال ہوا تو اوسکے اس غیر محدود معلومات کا مخزن کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ اوسکی جو کچھ معلومات تھی

اوسمین استنباط کو دخل نہا مگر پھر بھی "ظنیات کے قریب تھی اور آجکل تو طبی معلومات کا درجہ یقین کے درجے کے مقابل سمجھا جاتا ہے۔ گو آجکل کے عملی اور عقلی معلومات پر نظر ڈالنے سے عام لوگ اس مغالطہ میں پڑ سکتے ہیں کہ اب انسان اپنی تمام ضرورتوں کی تکمیل کر چکا مگر جوں ہی اس امر پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ جسطرح عبد الانسانی اپنی ضرورتوں کی تکمیل نکر سکا اسیطرح کسی آیندہ غیر محدود زمانہ تک بھی تمام اشخاص انسانی اپنی ضرورتوں کو تمام نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ اگر تکمیل ضروریات کا قول تسلیم کر لیا جائے تو اوسپر ایک بڑا یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کیا افراد انسانی سے ایک یا چند اشخاص کو امراض مختلفہ۔ ادویہ۔ ترکیب ادویہ۔ اونکی آمیزی قوتین۔ اونکے امتزاجات۔ ترکیب استعمال۔ اونکی تاثیرات کے نتائج۔ جمیع بلاد۔ ان لوگونکے مختلف مزاجات۔ تفریق دیار۔ کانونکے مقامات۔ اونکی مسمین۔ اونکی خاصیتین حیوانات بری و بحری و ہوائی۔ اُن کی قوتین۔ اونکی خاصیتین۔ اون کے نتائج۔ مضار۔ وغیرہ وغیرہ کا علم ہو سکتا ہے۔ کبھی نہین اس قول کا قایل مجنون خیال کیا جائے گا۔

غرضکہ انسان کو مختلف ذرایع سے طبی معلومات حاصل ہوئے۔ کبھی اتفاقیات[۱] اور تجربات[۲] سے۔ کبھی قیاسات[۳] اور تشاہدات[۴] سے اور کبھی

خود مدبر بدن (نفس) کی امداد سے۔ اب ہم طب کے اتفاقیات۔ تجربات۔ قیاسات وغیرہ سے حاصل ہونے کی قدیم زمانہ کے لوگون کی چند نظیرین پیش کرتے ہین ؛

اتفاقیات

(۱) مصر مین ایک عورت تھی جو ہلک بیماریون مین مبتلا تھی یعنی اوسکا معدہ ضعیف ہو گیا تھا۔ سینہ افلاط رویہ کا مخزن بن گیا تھا ایام بھی بند ہو گئے تھے اتفاق سے دوا (سن) کھا گئی جسکی تاثیر سے اوسکی تمام بیماریان بہت ہی تھوڑی مدت مین زایل ہو گئین۔ جب ایسے امراض کے لیے وہ دوا استعمال کیگئی تو اوس سے بہت فائدہ ہوا۔

(۲) بادشاہ ہیوس کا ایک غلام نہایت ظالم۔ شریر اور غمار تھا۔ تمام امراء وزراء یہ چاہتے تھے کہ کسیطرح اوسکو مار ڈالین چونکہ بادشاہ اوسکو بہت عزیز رکھتا تھا اسلیے کسیکو اوسکے قتل کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی آخر کو تنگ ہوکر اونہون نے یہ تدبیر نکالی کہ اوسکو بقدر دو درہم کے افیون کھانے یا پانی مین ملاکر کھلا دین۔ اس سے بادشاہ کو کسی پر الزام قتل کا موقع نہ ملے گا اونہون نے ایک باغ مین جشن کرکے اوسکو مدعو کیا اور افیون پانی مین گھولکر پلا دی گئی۔ تھوڑی دیر مین

---

(۱) سن ایک قسم کی گھاس ہے

قریب مرگ ہو گیا اور چونکہ وہ بے ہوش ہو گیا تھا اونہون نے اوسکو باغ کے ایک کمرے مین ڈالکر مقفل کر دیا اور محافظین بھی مقرر کر دیے اور اونہون نے یہ سمجھکر کہ وہ اب چند منٹ مین مر جائے گا۔ بادشاہ کے پاس اس واقعہ کی اطلاع کی غرض سے گئے۔ ابھی یہ لوگ بادشاہ کے پاس پہونچنے بھی نہین پائے تھے کہ اوس کمرے کے قریب سے ایک سانپ نکلا اور براہ راست اوس کمرے مین گھس گیا جسمین وہ قریب الموت غلام مقفل تھا تھوڑی دیر کے بعد غلام نے آواز دی کہ مجھے سانپ نے کاٹ لیا جلد دروازہ کھولو اور وہ مجھپر حملہ کر رہا ہے۔ محافظین نے فوراً دروازہ کھولدیا اور وہ صحیح وسالم نکلا۔

(۴) حکیم اندرو اخس بیان کرتا ہے کہ مقام بورنوس مین میری ایک زمین تھی مین کسانونکو نوکر رکھکر اونسے کام لیا کرتا تھا۔ چونکہ میرا مکان اُس کھیتی سے دو فرسخ کے فاصلہ پر تھا ہر روز مین اپنے ساتھ توشہ لیکر جایا کرتا تھا اور کسانونکو بھی تھوڑا بہت کھانا دیدیا کرتا تاکہ وہ میرے کام مین سستی نکرین۔ ایک روز مین اپنے ساتھ شراب کی بڑی بوتل جو بدت سے میرے یہان سربند تھی لیتا گیا جب کسانونکو تشنگی ہوئی تو وہ بچارے اسکے کہ اسمین پانی ہے اوپر ٹوٹ پڑے اور اوسکا سربند توڑکر ایک چھوٹا پیالہ ڈبوکر پانی لینا چاہا اتفاق سے اوسمین ایک سانپ مُہا ہوا تھا اوسنے اوسپر

حملہ کیا اور کسان اُدر کو دکر دور کھڑے ہو گئے اور سانپ نکلکر جنگل مین چلا گیا۔ اونہون نے مجھسے کہا کہ اگر یہ شراب ہمکو دیدیجائے تو ہم بہت انعام پا سکتے ہین۔ مین نے اونسے انعام کا حال دریافت کیا تو اونہون نے بیان کیا کہ ہمارے دہیان مین ایک شخص مرض لاعلاج مین مدت سے مبتلا ہی۔ طول مرض سے اوسکے عزیز و اقارب تنگ ہو گئے ہین اور وہ کہتے ہین کہ اگر اس مریض کو کوئی شخص کسی حیلے سے مار ڈالے تو ہم انعام دینگے ہین۔ اور مرض کی سخت تکلیف سے مریض نے بھی کئی دفعہ خودکشی کا ارادہ کیا۔ لیکن وہ اپنے ارادے مین کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ سنکر مین نے شراب کی بوتل اونکو دیدی۔ اونہون نے مریض کو وہ شراب پلائی۔ رات کو اوسکا جسم پھولنے لگا اور پھولتے پھولتے اوسکے جسم کا ظاہری پوست پھوٹنے لگا اور صبح تک تمام پوست اوسکے جسم سے نکلکر گر پڑا اور وہ ایک خوبصورت نوجوان بن گیا۔ بیماری کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

(۴) حکیم ابولونیوس کا بھائی پیمانیش کے ایک عہدے پر مامور تھا وہ اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے کے لیے جنگل مین پھرا کرتا تھا۔ وہ ایک روز کسی گاؤں کو جا رہا تھا چونکہ موسم گرمی کا تھا تھک کر ایک درخت کے نیچے لیٹ رہا اور اوسکو نیند بھی آگئی سوتے ہی اوسکو ایک سانپ نے کاٹ کھایا اس صدمہ سے اوسکی آنکھ کھل گئی اور اوسمین اتنی طاقت بھی نہ رہی کہ اوٹھکر سانپ کو مارے۔ چونکہ اوسکے پاس کاغذ۔ دوات قلم موجود تھا

اوسنے اپنا نام ونشان ۔ مقام سکونت اور سانپ کا کاٹنا ایک رقعہ پر لکھکر درخت سے باندہ دیا اسکے بعد اوسپر زہر کا اثر غالب ہونے لگا اور بے ہوش بھی ہو گیا ۔ اتفاقاً اودہر ایک شخص آنکلا اور رقعہ پڑہنے کے بعد اوسکو بہت افسوس ہوا چونکہ بظاہر شدت تشنگی سے اوسکی زبان خشک ہوتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی وہ شخص پانی کی تلاش مین نکلا اوس درخت کے پاس ایک ٹیلے اور گدلے پانی کا چشمہ تہا اوسی چشمہ سے تہوڑا سا اوسکو پانی پلایا پانی پیتے ہی وہ اوٹھ بیٹہا اب دونونکو بہت تعجب ہوا اور جستجو ہوئی کہ اوس پانی مین کیا شے ہے اور اس خوف سے کہ اگر بلاواسطہ کسی چیز کے پانی مین ہاتہہ ڈالا جائے تو کوئی موذی جانور کاٹ لے گا اوسنے اوس درخت سے ایک شاخ کاٹ لی اور پانی مین ڈالکر ہلانے لگا اوسمین دو سانپ نکلے جو ڈستے ہوئے اوسمین گر پڑے تہے اون سانپون نے اوسپر حملہ کیا لیکن وہ نہایت سرعت سے بہاگ گیا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سانپ کا زہر جو ایک سم قاتل ہے بعض امراض اور سمیات کے دفع کرنے کے لیے اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے +

(۵) بصرے مین ایک شخص مرض استسقا کی بیماری مین مبتلا تہا طول مرض اور طبیبونکے علاج سے دست بردار ہونے کے سبب سے وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا طبیبونکے دست بردار ہونے سے وہ اپنے عزیز واقارب سے کہنے لگا کہ اب تم مجہکو

کسی چیز کے کھانے پینے سے مت روکو جو میرے جی میں آئے کھانے دو۔ چاہے
مین مرجاؤن یا جیؤن۔ اونہون نے اوسکو اس امر کی اجازت بھی دیدی۔ ہر روز وہ
اپنے دروازہ پر بیٹھا رہتا اور اقسام کے ماکولات مطعومہ اور غیر مطعومہ خرید کر کے
کھایا کرتا۔ ایک شخص نے مطبوخ (پکائے ہوئے ٹڈی) بیچ رہا تھا مستسقی نے تلخ خرید
کر کے کھایا جسسے اوسکو اسہال شروع ہوگئے اور تین روز تک زرد رنگ کا پانی بہتا رہا
اور بیمار بہت کمزور ہوگیا۔ یہ دیکھکر اطبا نے اون تلخ کو دریافت کیا اور معلوم ہوا
کہ وہ تلخ نبات مازریون کہلاتا ہے جو استسقا کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئی
ہے۔ اور بلاتر کیب اطبا یونانی نے مازریون کے استعمال کو خطرناک لکھا ہے۔

تجربات

(۱) جمال الدین نقاش مسعودی بیان کرتا ہے کہ شہر اسود کے پہاڑ پر اقسام کے
نباتات (گھاس) پیدا ہوتی ہے۔ سیاحوں کی ایک جماعت کا اودہر گذر ہوا اور اونکو وہان
شب باشی کا بھی اتفاق پڑا رات کو وہ ایک گھاس پر سو رہے جسکی تاثیر سے اون کی
ناکون سے خون جاری ہوگیا۔ اور وہ بے خبر سو رہے تھے چند اور لوگ وہان
پہونچے اور اونکو اس حالت میں دیکھکر جگایا اور اسکا سبب پوچھا اونہون نے بیان کیا۔

ہمکو نہین معلوم کہ کیون ہمکو نکسیر شروع ہوگئی اونہون نے خیال کیا کہ یہ گھاس کی تاثیر کا سبب ہی - یہ سنکر مین اوس مقام پر پہونچا اور اوس گھاس کو دیکھا اوسکی شکل ہندبا (کاسنی) کی سی تہی لیکن ہندبا مین اور اوس گھاس مین صرف اسیقدر فرق تہا کہ اوس گھاس کے کنارے اولئے ہوتے تہے اور مزہ تلخ تہا اور مین نے اوسکو آزمایا چنانچہ جو شخص اوسکو سونگتا تہا فورًا اوسکو نکسیر شروع ہوجاتی تہی -

(۲) ایک شخص کے تہیلی مین ورم حار تہا جسکے درد سے مریض بے چین رہا کرتا ایک روز وہ نہر کے کنارے پر جا بیٹہا وہان ایک قسم کی گھاس تہی جسکو اطبا "حی العالم" کہتے ہین - مریض نے تجربہ کے خیال سے اوس گھاس پر اپنا ہاتہہ رکھا اور اسکے درد کو کسیقدر آرام ہوا وہ دیکہکر بلا ناغہ اوسکا استعمال کرنے لگا اور چند روز مین اوسکا مرض زائل ہوگیا - اسی شخص کی نسبت کہا گیا ہی کہ سب سے پہلے اسنے اودیہ کی معرفت حاصل کی +

قیاسات

(۱) حبش الاعسم کا بیان ہے کہ کسینے جوازر* سے اونٹ کا جگر خرید کیا اور اوسکو لیجاکر ایک قسم کے پتون پر رکھدیا - تہوڑی دیر مین وہ جگر پگلکر بہ گیا پہر اوسکو اوس درخت کی تلاش ہوئی چند روز کی تلاش مین اوسکو وہ درخت ملگیا - اسنے قیاس کیا کہ اگر

* اونٹ کے گوشت بیچنے والے کو جزار کہتے ہین -

اسکا پتہ کسیکو کہلایا جائے تو وہ مرجائے گا او سکے قیاس کی بدولت چند جانین نذر اجل ہوئین !!

(۳) کسینے ایک قسم کی گھاس !!! خوب چبا کر کھائی جس سے اوسکو قے اور اسہال ہونے لگے اور تھوڑی دیر مین بند بھی ہوگئے - اوسکو اوسنے قیاس کیا کہ کوئی دوا ایسی بھی ضرور ہوگی جسکی تاثیر اسکے خلاف ہوگی - چند روز کی جستجو مین اوسکو سحاق[۲] ملگیا جو مسہول (جسکو کہ اسہال ہون) کے لیے نہایت مفید ثابت ہوا - چونکہ سحاق مین حموضت (ترشی) اور قابضیت تھی اوسنے قیاس کیا کہ آیا صرف حموضت سے مسہول کو فائدہ ہوا ہے یا قابضیت سے پھر اوسنے صرف حامض ادویہ کا استعمال کیا مگر مسہول کو اوس سے فائدہ نہین ہوا - اس تجربہ سے اوسنے قیاس کیا کہ مسہول کے لیے ادویہ قابضہ مفید ہونگی - پھر اوسنے اپنے خاص تجربہ سے اور اسکے متعلق قواعد مرتب کیے اور ایک مدت کے بعد "تولیف الاشیاء باضدادہا" کا کلیہ بنا یا گیا

!! یہ واقعہ حکیم جالینوس کے وقت کا ہے - چنانچہ جالینوس نے اپنی ایک کتاب مین بیان کیا ہے کہ بادشاہ نے اوسکے قتل کا حکم دیا جب اوسکو قتل کرنے کے لیے چلے تو اوس وقت مین بھی

!!! اس گھاس کو اطبا ربتوعات کہتے ہین اور ربتوعات کی سات قسمین ہین - عشتر - شبرم

[۲] ایک درخت کے پتے ہوتے ہین -

مشاہدات

(۱) رازی نے اپنی "کتاب الحواصل" میں بیان کیا ہے کہ جب خطاف کے بچونکو یرقان ہوتا ہے تو وہ کہین سے حجر یرقان ڈھونڈ لاتا ہے اور اپنے گھونسلے مین گھاس کے نیچے بچھاتا ہے جسکی تاثیر سے اوسکے بچون کا یرقان جاتا رہتا ہے آخر یرقان کا علاج انسان نے اسی سے سیکھا ہے جسکو کہ یرقان ہو جائے اگر اوسکے گلے میں یہ پتھر باندہ دیا جائے تو یرقان دفع ہو جاتا ہے۔

(۲) جب مادہ عقاب کو بعض وقت بیضہ رکھتے وقت تکلیف ہوتی ہے تو اوسکا نر حجر قاقل کو جسکو حجر عقاب بھی کہتے ہین لاکر مادہ کی پشت پر رکھتا ہے جس سے اوسکی تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ جب عورت کو ولادت کیوقت تکلیف ہوتی ہے تو اطبا اسکا استعمال کراتے ہین اور بچہ آسانی سے پیدا ہوتا ہے۔ عقاب ہی سے

اوسکے ساتھ تہا پادشاہ کا یہ حکم تہا کہ اوسکی انگوٹھے پر ایک پٹی باندہ دیجائے تاکہ وہ کسیکو نہ تبلا سکے مگر خاص مجھے تبلانے کا حکم تہا۔

---

۱ لاعیہ ۲ ماہودانہ ۳ عرطیثا ۴ مازریون ۵ خنجکشت ۶

۷ سفید رنگ کا ایک چھوٹا پتھر ہوتا ہے۔

اونھون نے اسکا استعمال سکھایا ۔

(۳) حکیم ذیقوریدوس کا بیان ہے کہ شہر اقریطس کی جنگلی بکریون کو جب شکارین تیر مارتے ہین تو گو تیر اونکے بدن مین گھس جاتا ہی لیکن وہ بلا تکلف چرتی رہتی ہین اور تھوڑی دیر مین وہ تیر خود بخود اونکے بدن سے نکل پڑتا ہی ۔ اسکا سبب یہ ہی کہ اوس جنگل مین مشکطر اشیرا !!! بہت ہوتا ہی اور یہی اونکی غذا ہوتی ہے ۔ اسکی تاثیر سے اوپر زخم کا اثر نہین ہوتا

(۴) قاضی نجم الدین عمر بن محمد الکبیر ندی بیان کرتا ہے کہ تقلق !!!! پہاڑونکی چوٹیون اور بلند مقامون مین اپنا گھونسلا بناتا ہے ایک اور پرند اوسکا دشمن ہوتا ہی اور ہمیشہ تقلق کا شکار کرکے کھاتا ہی اور اوسکے انڈے بھی پھوڑ دیتا ہے تقلق اپنے گھونسلے مین ایک قسم کی گھانس لاکر بچھاتا ہی جسکی بو سے اوسکا دشمن اندھا ہوجاتا ہی اور پھر وہ اوسکو مار ڈالتا ہے ۔

مرایائے صادقہ
یعنی
سچّی خواب

(۱) حکیم جالینوس نے اپنی کتاب مین فصد کی بحث مین بیان کیا ہے کہ مجھکو بچپن سے

!!! جسکو اطبا لوشکطر مشیع بھی کہتے ہین یعنی جنگل پورنیہ ۔ !!!! ایک پرند کا نام ہی ۔

ہوا اور تمام غلیظ مادہ نکل گیا اور زبان جو پھولی ہوئی تھی پتلی ہوگئی مگر بالکلیہ مرض کو آرام نہ ہوا - خواب مین اوسکو کسیسنے یہ کہا کہ اگر زبان پر عصارہ انجس رکھا جائے تو آرام ہوگا اور عصارہ انجس کے استعمال سے اوسکو آرام ہوگیا -

(۴) حکیم اریباس نے اپنی کتاب "کناشتہ الکبیر" مین بطور استدلال کے یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص کے شانہ مین پتھر پیدا ہوگیا تھا جسکے سخت درد سے مریض تنگ ہوگیا تھا مین نے اوسکو بہت سی دوائین دین جنکی ایسی تاثیر تھی کہ وہ پتھر ٹکڑے ہوجائے یا گل جائے مگر میری ادویہ سے کچھہ بھی فائدہ نہ ہوا - خواب مین ایک شخص اوسکے پاس آیا اور اوسکے ہاتھہ پر ایک خوبصورت چڑیا بیٹھی ہوئی تھی اوسنے مریض سے کہا کہ اس پرند کا نام صفراغون[۱] ہے یہ جانور بڑے بڑے جنگلون اور زمین شور مین ہوتا ہے جلاکر اسکی راکھ کھایا کر اسی راکھ کے استعمال سے اوسکے شانہ کا پتھر ٹکڑے ہوکر نکلگیا -

(۵) ممالک مغرب کا ایک خلیفہ بھی سخت بیماری مین گرفتار تھا - ایک شب کو اوس نے خواب مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر اپنے مرض کی شکایت کی حضرت نے اوس سے چند الفاظ فرمائے جنمین ایک لفظ "اوہن" بھی تھا باقی الفاظ کے معنی اوسکی سمجھہ مین نہ آسکے - معبرین سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی چونکہ اوس جملہ کے

[۱] یہ بھی ایک جانور کا نام ہے +

ہوا اور تمام غلیظ مادہ نکل گیا اور زبان جو پہولی ہوئی تھی پتلی ہوگئی مگر بالکلیہ مرض کو آرام نہ ہوا - خواب مین اوسکو کسینے یہ کہا کہ اگر زبان پر عصارہ انجس رکھا جائے تو آرام ہوگا اور عصارہ انجس کے استعمال سے اوسکو آرام ہوگیا -

(۴) حکیم اریباس نے اپنی کتاب "کناشتہ الکبیر" مین بطور استدلال کے یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص کے ثنانہ مین پتہر پیدا ہوگیا تھا جسکے سخت درد سے مریض تنگ ہوگیا تھا مینے اوسکو بہت سی دوائین دین جنکی ایسی تاثیر تھی کہ وہ پتہر ٹکڑے ہوجائے یا گل جائے مگر میری اودویہ سے کچھہ بھی فائدہ نہ ہوا - خواب مین ایک شخص اوسکے پاس آیا اور اوسکے ہاتھہ پر ایک خوبصورت چڑیا بیٹھی ہوئی تھی اوسنے مریض سے کہا کہ اس پرند کا نام صفراغون* ہے یہ جانور بڑے بڑے جنگلون اور زمین شور مین ہوتا ہے جلاکر اسکی راکھ کھایا کر اسی راکھ کے استعمال سے اوسکے ثنانہ کا پتہر ٹکڑے ہوکر نکلگیا -

(۵) ممالک مغرب کا ایک خلیفہ بھی سخت بیماری مین گرفتار تھا - ایک شب کو اوس نے خواب مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر اپنے مرض کی شکایت کی حضرت نے اوس سے چند الفاظ فرمائے جنمین ایک لفظ "اوہن" بھی تھا باقی الفاظ کے معنی اوسکی سمجھہ مین نہ آسکے - معبرین سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی چونکہ اوس جملہ سے

* یہ بھی ایک جانور کا نام ہے +

معنی پورے طور پر کسیکی سمجھہ مین نہین آتے تھے اسلئے کوئی اوسکی تعبیر نکر سکا مگر ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین حضرت نے روغن زیت کا استعمال بتایا ہے خلیفہ نے پوچھا تجھکو کیونکر معلوم ہوا اوسنے کہا قرآن کی اس آیت سے یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیئ ولو لم تمسسہ نار پھر خلیفہ نے اسکا استعمال کیا جس سے وہ تندرست ہوگیا۔

مزاجیات

(۱) استسقاء دموی (کثرت خون سے) ایک شخص کا جسم ثقیل ہوگیا آنکھین ہی سرخ ہوگئین وہ یہ نہین جانتا تھا کہ کیونکر اسکا ازالہ کرے یکایک خون کے جوش سے اوسکو نکسیر لگی جسکی وجہ سے وہ تندرست ہوگیا دوسرے وقت وہ پھر اوسی بیماری مین پھر مبتلا ہوا تو اوس نے اپنی ناک مین زخم لگایا خون کے نکلنے کے بعد پھر وہ تندرست ہوگیا۔

(۲) کثرت اکل سے ایک آدمی کا پیٹ پھولگیا۔ ہچکی ہی شروع ہوگئی۔ پیٹ مین درد ہونے لگا۔ بادمخالف ہی پیٹ مین کودنے لگی۔ ان تمام فسادات کے دور کرنے کے لیے خود اوسکی طبیعت ہی اوسکی معالج ہوئی اور قے یا اسہال شروع ہوگیا اس استفراغ کی وجہ سے اوسکو آرام ہوگیا۔

راقم

سید جلال

رسالہ ضمیمہ

ہم ذیل مین اجرتی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہین - محمد یوسف منیجر رسالہ حسن -

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کے لیے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو کیسا ن ہوا ہو اسکے استعمال مین نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہو نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطرہ ورگ ونٹہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض مرد کو خواہ کسی سبب سے ہون بخر خلقی اور مادر زاد نامردی کے اپنی معجزنما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے - ترکیب کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے - قیمت فی شیشی صمہ محصول ۴ر اور ہر ایک شیشی مین ایک تولہ روغن رہتا ہے

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو بافراے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ جانون کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک مین بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے - خواص آن یعنی برائے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہون - اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید - دافع جریان منوی دماغ و اعضائے رئیسہ و ارواح و ضیق النفس و سرفہ کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ مین از حکم اکسیر کا رکھتا ہے یعنے کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہوگئی ہو بفضلہ صحت ہوگی -

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ - امراض ضعف بصر و دماغ و صفاے خون و انواع دردو اقسام تپ جڑایا پیتہا - تپ دق - استسقا طحال - آتشک - سوزاک - جریان - سفید داغ - ناسور - بواسیر خونی و بادی اور شرابخواری - اور بھانڈ و افیون سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہین بلکہ بغیر پرہیز دفع کرتا ہے - ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صمہ محصول عمر

عجب چیز - تحلیل بواسیر خونی و بادی و تحلیل دورسہ کیلئے عجب چیز ہے پیلے ہی روز

ہین ایک دوبار کے استعمال سے درد وجریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ مین بفضلہ
درد مسہ بالکل دفع ہوجاتے ہین اور پھر کبھی عود نہین کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صمہ محصول ۴/

جہان شفا اس عرق کے لگانے سے انکھونکی رونشنی تیز ہوتی ہے پہولے درد ہند
سرخی چشم جملہ بیماریونکو دفع کرتا ہے۔ قیمت صمہ محصول ۴/ وزن عرق ۶ ماشہ

خضاب نایاب

بے نمل زنگ ڈنگ ہے نادر خضاب ہے گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے

جیسے کہ عوام الناس مین خضاب سے دقتین واقع ہوتی ہین ہر شخص پر ظاہر ہین یعنے چوتھے اتوار
روز مہندی لگاکر باندہنا اور بعد تین گھنٹے کے برو سمہ لگاکر باندہنا اسمین قریب چھ گھنٹے کے وقت
ضائع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے بجاے اور کوئی فائدہ نہین اور نقصان بہت ظاہر ہے
کہ مہندی اور وسمہ کا پانی جب دماغ مین جذب ہوگا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ
نہین جیسا کہ ایام سرما مین نمل سردی وغیرہ کے جقدر کہئے بجا ہے۔ انہین دقتونکے سبب سے
یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا ہے جقدر توصیف کیجائے بجا ہے ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بھیجکر
طلب کرین۔ اسمین کوئی مبالغہ نہین تھوڑی توصیف اسکے اجزا کی ظاہر کرتا ہون۔

دافع بالجملہ خارشت سر ضعف دماغ۔ علاوہ برین خوشبو مین بے نظیر نمل کبوڑہ باعث درازی مو
مفرح دماغ ہے۔ بالون مین سختی نہین دیتا ہے بلکہ ملایم رکھتا ہے۔ سیاہی مین بالونکو اصل بالونکے
کرتا ہے۔ دوسرے روز بطور روغن ضیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندہنے کی ضرورت نہین
دوسرے تیسرے لگائے تو بال سیاہ نمل اصل بالونکے ہونگے کوئی تمیز نہ کرسکے گا۔ ایک تولہ مین
۳۰ روپے بہر لینے دیڑہ پاؤ ہوتا ہے قیمت فی تولہ عدا علاوہ محصول نصف نشنی عدا چہارم نشنی
عدا اس سے کم غیر ممکن ہے میرے شفاخانہ مین علاوہ اسکے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سے سندی خطوط یعنے سرٹیفکیٹ جو صاحبان یورپین بہادرون
نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت مین عطا فرمائے ہین اور نیز ہندوستانی خطوط قریب ہزار بارہ سو کے موجود
ہین جو شاید اور کارخانون مین نہونگے چاہیے کہ طلب فرماکر ملاحظہ ہون میری ادویہ سے ہزارون نے صحت
پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ملونگے سارٹیفکیٹ موجود ہین آدہ آنہ ٹکٹ بھیجکر طلب کرین کیونکہ بعض حکیمون

نے اپنے شہر کے رئیسوں کی خوشامد کر کے سارٹیفکیٹ بنواتے ہیں ۔ ہیں ہیرے سارٹیفکیٹ منگا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ دھوکا نہ ہو ۔ ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار ہیں طبع کی گنجائش نہیں رکھتی اور جس سے طرف زندگی تادم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب رین مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی ۔

المشتہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ دالمنڈی ۔

مجرب آزمودہ شرطیہ دوائیں

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور ہیں جو ۱۳۱۲ھ سے جاری ہو ملتی ہیں مفصل فہرست وسارٹیفکیٹ مکرر آنہ سے مل سکتی ہیں ۔

طلاء جو استمال بچہ پن کے نقص گونگی رطوبت وبگاڑ کو دور کرتا ہے فتیولہ ضعف اعصاب ذکریہ وسعدہ تاریکی چشم ودرد سر وغیرہ جو کثرت سکرات واقسام فواحش سے کمی شہوانی ضعف بیدردستی لاحق ہو دور کرتا ہے ۔

سوزاک نیا ہو یا پرانا علی العموم ۴۸ گھنٹہ میں اپنا اثر سرن ریم وغیرہ کو دور کرتا ہے فتیولہ صمر

اکسیر تیل خوشبودار بالوں کو سیاہ رکھتا ہے نزلہ زکام ۔ ریزش درد سر ضعف دماغ وبصر کو مٹاتا ہے فی شیشی ۔ لے روپیہ

حب اتشک بلا تکلیف آسانی سے دست دور کرتا ہے ہر ہیضہ میں دو ہفتہ لصر

کحل الجواہر سرمہ تقوی بصر ۔ حافظہ بینائی دافع نزول ودہند جالا خارش پانی جانا ۳ ہفتہ سے ر

عجیب الاثر سفون دانت کا ہلنا کیڑے کا لگنا بدبو سیل خون جانا سوزش کی خرابیاں ۴ تولہ لگتا

حب بواسیر بادی خونی سونکی ثقیلی قبض کو مفید دو ہفتہ عصاب

حب ذیابیطس بار بار آنا پیشاب کا پیاس وکمزوری کو دلاغری کو دافع ہے فتیولہ

عرق قایم مقام افیون وچانڈو بلا ضرر ورمرچ نشہ چھوٹ جاتے فتیولہ صمر

عرق ماء اللحم انگوری مفرح مولد خون تقوی دماغ ضعف جگر دل ودماغ معدہ ودرد سر تاب تلی وجع مفاصل لاغری ضیق النفس سرفہ کہنہ بے قاعدگی ایام حیض لقوہ فالج رعشہ

فی بوتل عمل ۳ بوتل سے کم۔

روغن اعجاز ۔ ناسور۔ بیکندر تالو کا سوراخ خنازیر بدکیڑے زخموں کے کالی کمانسی

نے ایام حمل خسرہ چیچک کو دفع کرتا ہے ۲ تولہ عمل

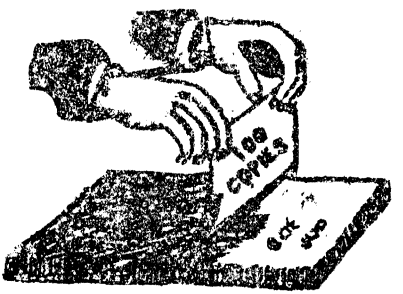
رسالہ دافع آتشک وسوزاک رسالہ ہیضہ رسالہ بواسیر مضرات ومسکرات رسالہ حفظ صحت

عمل ۳ / ۹ / ۱۰ / ۱۰ / ۱۰

اشتہار فروخت مقطعہ

منیر آباد میں ایک مقطعہ دو سو بیگہ کا فروخت ہونیکو ہے جسمیں دو کنٹے اور تین باولیاں پختہ خشکی کی زراعت گھانس کا کنجہ اور چوبینہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے قیمت اس مقطعہ کی ستر ہزار روپیہ ہے جو صاحب خریدنا دیکھنا یا تفصیلی حالت دریافت کرنا چاہیں دستخط کنندہ ذیل سے جمع کریں بصورت تعوین یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے نکل جاوے گا فقط

ساڑھے چار روپے میں



ربڑ کا چھاپہ خانہ

کوئی دفتر محکمہ عدالت کارخانہ اس ضروری چیز سے خالی نہ رہنا چاہئے اہل قلم کا معین ومددگار بہت آسان کوئی جھگڑا نہیں۔ معمولی کاغذ پر لکھکر پریس کے ربڑ پر چسپاں کردو سب حروف ربڑ پر اوتر آوینگے فوراً املا امداد کی کے سو پچاس کاغذ بیکدار حرفوں میں چھاپ لو عجیب سنطر طبع ہے مختصر وسبک ہر دم ساتھ رہ سکتا ہے مکمل ربڑ پریس تقطیع ۱۲ + ۸ + انچہ کی قیمت ساڑھے چار روپیہ۔ الفبا کلاں بقطع ۱۵ + ۱۰ + انچہ کی قیمت سات روپیہ محصول الگ

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱۱

لکچر*

ترکوں کی گذشتہ موجودہ اور آیندہ حالت

پر

صاحب صدر انجمن و دیگر صاحبان مجلس

محمد ثانی ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو بوقت سہ پہر فتح کے پھریرے اوڑاتا ہوا داخل قسطنطنیہ ہوا۔ ایوان قیصری کے عبرت انگیز اور سنسان عالم نے سلطان کے دلپر ایسا اثر ڈالا کہ اوس کی زبان سے بیساختہ یہ اشعار نکلے ؎

چشم عبرت بین کشاد حال شاہان را نگر　　تا چساں از گردش گردون گرگان شد غراب
پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت　　چند نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

یہ وہ حسرت بار اشعار ہین جو زمانہ موجودہ اور آیندہ کے عظیم الشان سلطنتون کی عبرت تباہی کے لیے دلون پر ایسا ہی اثر رکھتے ہین کہ گویا اسی موقع کے واسطے

---

* یہ لکچر بمقام لندن انجمن اسلامیہ کے سامنے ۱۲ مارچ ۱۸۷۶ء کو دیا گیا۔

کہے گئے ہین ٭

ترکان عثمانیہ کی تاریخ ارتغرل کے وقت سے شروع ہوئی ہے لیکن اس فتحمند قوم کا سب سے پہلا امیر عثمان سمجھا جاتا ہے۔ جب کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا ہے تو ترک ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کرتے ہین کہ خدا کرے یہ بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ عثمان تھا۔ اور عثمانیہ کا لقب بھی اوسکے مبارک نام کا پرتو ہے ٭

ایک دن عثمان ایک مقدس درویش ادیب علی کے یہان مہمان تھا۔ درویش کی با عصمت بیٹی کو دیکھکر دل سے اوس کا فریفتہ ہوگیا۔ جب رات کی سہانی خود فراموش تاریکی چھائی تو بستر استراحت پر آرام کیا اور عالم رویا مین کیا دیکھتا ہے کہ ادیب علی کے سینے سے بے کینے سے ماہ کامل طلوع ہوا اور خود اوس کے سینے کی طرف جھک کر غروب ہوگیا۔ اور جس مقام پر غایب ہوا تھا وہان سے ایک لہلہاتا ہوا پودا نمودار ہوا جو بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھا کہ اوس کی سایہ افگن شاخین دور و نزدیک کوہ و صحرا آبادی و ویرانہ پر چھاگئین اور اوس کے پتون نے تلوار دن کی شکل پائی تھی اتنے مین آہستہ آہستہ ہوا چلنے لگی اور تلوار دن کا رخ قسطنطنیہ کی طرف پھر گیا۔ یہ قدیم شہر اپنے خوشنما سواد اور دلچسپ مضافات کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک خوبصورت انگوٹھی ہے جسکے بیچ مین ہیرے

کا نگ ہے اور اوسکے دونون طرف دو لعل لگے ہوئے ہین اور دو زمرد - عثمان اس دلفریب انگوٹھی کو پھنا ہی چاہتا تھا کہ استنے مین اوسکی آنکھ کھل گئی +

درویش نے اس خواب کی بہت اچھی تعبیر دی اور چند ہی روز مین عثمان کی شادی اوسکے میزبان کی لڑکی سے ہوگئی - اس بابرکت نکاح سے موجودہ سلاطین کے خاندان کی بنیاد پڑی - محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کیا اور اس جوہر بے بہا (یعنے قسطنطنیہ) کو دولت عثمانیہ کا پایہ تخت بناکر عثمان کے خواب کو پورا کیا - تاریخ عالم کے اس عظیم الشان واقعہ کے ساتھ تاریخ عثمانیہ کے سات زمانون مین سے پہلا زمانہ ختم ہوتا ہے **وان ہامیر** مورخ جرمنی نے تاریخ عثمانیہ کو سات زمانون مین سے حسب ذیل تقسیم کیا ہے -

(۱) عثمان کے خودمختار ہونے کے وقت سے ۱۵۰ برس تک - اس زمانہ مین ترقی کے قدم مستعدی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے یہان تک کہ قسطنطنیہ کی فتح کے ساتھ ترکون کے ایشیا اور یورپ کے فتوحات پورے ہوے +

(۲) سلطنت کی روزافزون ترقی جو **سلیمان** اول کی تخت نشینی یعنے سنہ ۱۵۲۰ء تک رہی +

(۳) عہد سلیمان قانونی و سلیم ثانی جو ۹۳۰ھ سے ۱۵۷۴ء تک قایم رہا اس زمانے مین ٹرکی کی بحری و بری قوت کو تمام دنیا نے مان رکھا تھا +

(۴) مراد ثالث کے زمانے مین زوال سلطنت کا آغاز اور پھر ۱۶۰۳ء مین مراد رابع کا اپنی جرات اور دلاوری سے سلطنت کی قدیمی شوکت کو قایم کرنا +

(۵) بدنظمی اور ابتری جو کوپرلی اوّل کے زمانۂ وزارت یعنی ۱۶۵۶ء تک رہی +

(۶) اوس زمانے سے جب کہ وزیر اعظم کوپرلی اور اوسکے خاندان نے سلطنت کو نئی رونق دی اوسی زمانے تک جب کہ آسٹریا سے نہایت ہولناک جنگ ہوئی اور کارلووٹز کی صلح کی گئی ۱۶۹۹ء +

(۷) زوال تیز رفتار کا آنا اور اوس سے مقام کینارجی پر صلحنامہ لکھنا جو صلحنامہ پروتھ کے انتقام مین لکھا گیا تھا اور جسکے واسطے پیٹر اعظم اور اوسکی بی بی کتھی رائن خار کھائے بیٹھی ہوئی تھی +

مین کہہ سکتا ہون کہ ایک آٹھوان زمانہ بھی ہے یعنے عہدنامہ کناردجی سے لیکر عہدنامہ برلن اور اوسوقت سے اس زمانے تک۔ یہ زمانہ نیم درجا مین گذرا ہی لیکن اب اس باوقار سلطنت کی بقا کے لیے نئی امیدون نے اپنی دلربا صورت دکھائی ہے ٭

وقت اس قدر تھوڑا ہی کہ کتنا ہی اختصار کیا جاے لیکن ہر زمانے کا کچھہ حال بیان کرنا بھی ممکن نہین معلوم ہوتا۔ اسلیے مین اسپر قناعت کرونگا کہ خاص خاص زمانون کا جنمین کچھ بڑے بڑے اہم اور سنگین واقعات ہوے مختصر بیان کرون۔ پہلے زمانے کا جو فتح قسطنطنیہ پر ختم ہوا ذکر کرنا ضرور نہین کیونکہ یہ وہ زمانہ ہی جب کہ قصر سلطنت کی تعمیر ہو رہی تھی ٭

اسکے بعد سلیمان کے زمانے کی تاریخ قابل لحاظ ہے اور آپ صاحبون کی اجازت سے اوس پر ایک نظر ڈالنا چاہتا ہون جس سے سلطنت عثمانیہ کی عظمت و شان کا پتہ لگے گا اور آخر مین مین برلن کے عہدنامے کا ذکر کرون گا جس سے معلوم ہوگا کہ اب اوسکا کیا حال ہے ٭

سلیمان کا عہدنامہ صرف ترکونکی تاریخ مین بلکہ تمام دنیا کی تاریخ مین ایک نمایان اور اہم واقعہ ہے۔ اس زمانے مین یورپ کے عیسائیون کی روز افزون

قوت کا شباب تھا۔ اندلس مسلمانون سے خالی ہوگیا تھا اور یورپ کی نظرین پھر بیت المقدس کیطرف پھرنے لگی تھین۔ اعلے درجے کے ہمعصر بادشاہ ہونکے لحاظ سے بھی یہ زمانہ قابل وقعت تھا شہنشاہ چارلس پنجم بادشاہ فرانسیس اوّل پوپ لیو دہم ہنری ہشتم بادشاہ انگلستان ویسلی ایوار لوح روس کی آیندہ عظمت کا بانی سجس منڈ شاہ پولینڈ ایندریس گرتی وینس کا فلاسفر فراج حاکم شاہ اسمعیل صفوی فارس اور ہمارے ہندوستان کا شہنشاہ اکبر۔ یہ سب رفیع المنزلت عالی ہمت بلند حوصلہ بادشاہ دنیا کی ناٹک مین اوسوقت نمودار ہوے جب سلیمان ترکی مین ظاہر ہوا +

"مورخ دان ہیمر کہتا ہے" یہ عالی مراتب لوگ جنکے نقش قدم صفحہ ہستی سے محو نہین ہو سکتے۔ شہرت اور عظمت کے لحاظ سے عثمانیہ سلطان کے سامنے سرنگون ہین۔ اوسکی قبا سے شہرت مین جو چمک تھی وہ دیگر شہنشاہی آنکھون مین خیرگی پیدا کرتی تھی۔ کورنر کے ان اشعار سے سلیمان کے مزاجی اصل کیفیت معلوم ہوگی۔ زریج کی ناٹک مین سلیمان اپنی نسبت کہتا ہے + ؎

اشعار

جانتا ہون مین کہ "بیشک زندہ جاوید ہون — میری شہرت ثبت الخم ہی نہین جنکو فنا
فتح کرلیتا مین آسانی سے ہفت اقلیم کو — گر زمانے مین نہ ہوتا مجھسا کوئی دوسرا
پر کرون کیا تھی مری تقدیر مین سختی بہت — اور صدی مملو تھی اون لوگون سے جنمین زور تھا
جو مقابل تھے مری تعداد تھی اون کی بہت — اور ہر ایک زور و قوت مین بھی مجھ سے کم نہ تھا
یون تو حاصل کرنے کو حاصل کیا مینے سبھی — پر نہ مانون گا کہ قسمت کا تھا مین مجھ لاڈلا
میری ہمت مین تھی وہ قوت کہ جسکے زور سے — مین نے قسمت کو بھی استقلال سے پسپا کیا
اور لی وہ چیز اوس سے حسن سے انکار اوسکو تھا — گو خوشامد مین دقیقہ ایک بھی چھوڑا نہ تھا

اوسکی فوج کے سپاہی اکثر کلام اللہ کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ +

ترجمہ میرے خلاف سرتابی کرنے کی مجال نکرو بلکہ آؤ اور میری اطاعت اور سچا دین اختیار کرو +

سلطان کی فوج جہان جاتی تھی فتح و نصرت علم اقبال کے نثار ہوتی تھی

اور بحری فوج جس سمندر کیطرف رخ کرتی تھی اوسکو اپنا کر لیتی تھی اور لوگ اس دعوے سے لڑائی پر جاتے تھے کہ گویا فتح کا پہلے ہی اونکو یقین ہوتا تھا۔ سلیمان کو (خداوند زمان) کا لقب دیا گیا ہے اور یہ لقب نہایت ہی موزون ہے۔ کیونکہ یورپ کے گردن افراز بادشاہوں مین سے ایک بھی ایسا نہ تھا جسنے سر عجز کو اوسکے سامنے نہ جھکایا یا اوس سے مدد طلب نہ کی ہو فرانسیس اوّل بادشاہ فرانس اکثر اوسکی مدد کا خواستگار رہتا تھا اور سلطان نے جرمنی اور آسٹریا کے خلاف مین مدد دیکر سلطنت فرانس کو اوسکے دشمن کے پنجے سے بچایا اور بادشاہ فرانسیس کو قید سے رہائی دی۔ آسٹریا کی تو اوسوقت ترکی کے مقابلے مین ایسی ذلیل حالت تھی کہ بادشاہ فرڈیننڈ اپنے آپ کو وزیر ابراہیم کا بھائی کہنا فخر سمجھتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے مرتبے کو سلطنت عثمانیہ کے وزیرون کی برابر سمجھتا تھا +

شہنشاہ چارلس بادشاہ فرانس پوپ اور سلطنت جمہوریہ وینس سب سلیمان کو اپنا آقا سمجھتے تھے۔ سنہ ۱۵۲۵ء مین فرانس نے سلیمان سے مدد طلب کی اسکے جواب مین جو خط سلیمان نے لکھا تھا وہ اب تک فرانس کے دفاتر مین محفوظ ہے۔ یہ خط تمر و آمیز فیاضی کے سب سے بلند تشبیہ مین لکھا

ہے اور بادشاہ فرانس کو اطلاع دیگئی کہ "چونکہ تمہاری عرضی پایہ تخت کے
جو مظلومونکا مامن ہے رکھی گئی ہے اسلیے اب اوس دشمن سے ہراسان نہو
جسنے نمرود ہمکا یا تمہارے ملک کو تباہ کیا اور خود تمکو قید کرلیا ہے" ایک
فرانسیسی عالم - ایم - ہیلیرٹ - سلیمان کا ایک دوسرا خط نقل کرتے ہین جو
اوسنے بادشاہ فرانس کے اوس خط کے جواب مین بھیجا تھا جسمین اوسنے عیسائیون
بیت المقدس کی سفارش کی تھی - ہیلیرٹ کا کہنا صحیح ہے کہ اوس سے ایسی
حق پرستی اور مذہبی بے تعصبی کی بو آتی ہے جو اوسیقدر قابل قدر ہے جسقدر
کہ وہ کمیاب ہی خصوصاً اوس زمانے مین جسمین کہ سلیمان گذرا ہے جزیرہ رہوڈز
کے محاصرے اور فتح کا واقعہ مذہبی بے تعصبی کی ایک اور نمایان یادگار ہے
یہ جزیرہ سینٹ جان کے نائٹ لوگون کا ملجا و ماوا تھا سلیمان نے اوسکو
ایک طول وطویل محاصرے کے بعد فتح تو کیا لیکن نائٹون نے بھی خوب داد
شجاعت دی اور دل کھولکر مقابلہ کیا +

سلیمان نے اونسے ایسی آسان شرایط پر صلح کرلی کہ کبھی کسی محاصر نے
محصورین کو عطا نکی ہونگی - نائٹون کو اجازت دی کہ وہ بلا خوف وہراس
جزیرے سے چلے جائین اونکے مال واسباب کے ایک تنکے کو بھی ہاتھ

نہ لگایا گیا۔ اور سلطان نے خود اپنی طرف سے جہاز اور دوسرا سامان ضروری دیا۔ گرینڈ ماسٹر۔ ولیرز۔ ڈی۔ لائل ایڈم سے رخصت ہوتے وقت سلطان نے اپنے وزیر اعظم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا "مجھے سخت صدمہ ہے کہ اس بہادر شخص کو پیرانہ سالی میں اوسکے گھر سے نکالنا پڑا" اگرچہ اس واقعہ کو گذرے ہوئے چار صدیوں کا عرصہ ہوا لیکن نائٹون کے مکان کے دروازون پر جو قومی نشانات بنے ہوئے تھے وہ بدستور موجود ہین اور عالم تصور مین یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ گویا ابھی تک سینٹ جان کے شجاع نائب آباد ہین۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ سلیمان قانونی وخداوندزمان ایک بہادر سپاہی کے سچے دل اور متحمل ہمت کی کسقدر قدر کرتا تھا اوس زمانہ کے ترکون کی عظمت وشان اس بیان سے معلوم ہوتی ہے کہ پہلی پہل ترکون ہی نے قلعہ دشمن تک رفتہ رفتہ خندق کے ذریعے سے پہونچنے کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اس محاصرے مین پہلی دفعہ ترکون ہی نے بم کے گولے چلائے۔ صرف ترک اور انگریز ہی وہ قومین ہین جنہون نے سب سے پہلے پیدل فوج مرتب کی۔ لیکن انگریزون کے تیر وکمان کا ترکون کی شمشیرون سے کبھی مقابلہ نہین ہوا اور تمام یورپ کی قومین رزمی باجے

کے لحاظ سے ترکونکی قوت ایجاد کے ممنون احسان ہین - سقون کی ایک پلٹن فوج کے ساتھ رہنے کے لیے سب سے پہلے ترکون ہی نے قایم کی اور محکمہ کمسریٹ سپاہیونکی رسد رسانی - زخمیونکی خبر گیری - اور سامان جنگ کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے ترکون ہی کے یہان مقرر ہوا - اس زمانہ مین ترکی فوج ایسی جرار تھی کہ اوسکی نسبت کہا گیا ہے کہ "کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہان وہ نہ جاسکتی ہو اور کوئی ایسا کٹھن کام نہین تھا جسکو وہ نہ کرسکتی ہو" اس زمانے مین ترکون اور دوسری قومونکے کیمپون مین نہایت نمایان فرق ہوتا تھا - ترک تو صاف ستھری اعتدال پسند تندرست اور مہذب ہوتے تھے اور دوسری قومونکا بعینہ ویسا ہی حال ہوتا تھا جیساکہ آجکل کسی حبشیونکی چھاونی کا جہانکہ ہر شخص کو اپنے کام کی فکر کرنی پڑتی ہے اور جو کچھ ملجاتا ہے وہ کھالیتا ہے - ترکی فوج مجرمون اور بڑے آباد شہرون کے رذاخیل فرقون سے نہ کبھی بھرتی ہوئی ہے اور نہ اب ہوتی ہے +

بحری فوج کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ایک مستند شخص کا قول ہے کہ بحری فوج نے بحر روم و بحر احمر و بحر ہند کے دور دراز ساحلون پر

شہرت کے ڈنکے بجا دیے تھے۔ امیر البحر ونکی شجاعت اور ہنرمندی نے ترکونکی عظمت کو ہمسہ رون مین اوسیقدر بلند کر رکھا تھا جتنا کہ خشکی مین ،، خیر الدین پاشا جس سے اسپین اور پرتگال کے لوگ باربروسا کے نام سے زیادہ واقف ہین۔ اس صدی مین شجاع ترین بحری سردار تھا وہ کپتان پاشا کے عہدے پر سرافراز تھا اور تمام بحری فوج اوسکے تابع تھی۔ کوئی بحری فوج ایسی نہ تھی جسکو اوسنے زیر نہ کیا ہو اور اسکے علاوہ ستر ہزار مسلمانونکو اندلس سے جہانکہ ظلم وستم کا بازار خوب گرم تھا الجزایر مین پہونچادیا۔ اندلس کے عیسائیونکے متعصب ظلم کی نسبت ایک معتبر مورخ لکھتا ہے کہ اونہون نے مسلمانونکو نہین نکالا بلکہ اپنے مرغ زرین کو مار ڈالا اور جو شائستگی کہ مسلمانونکے زمانے مین تھی وہ بدنصیب غرناطہ کو نصیب نہ ہوئی،،

عثمانیونکی بحری قوت کی ایک مثال نہایت پر اثر ہے۔ ۲۸ ستمبر سنہ ۱۵۳۸ء مین خیر الدین پاشا نے۔ پوپ۔ اور۔ وینس۔ اور شہنشاہ چارلس خامس کے متحدہ بیڑون کا جنگ پریوسا مین مقابلہ کیا۔ پاشا نے اس موقع پر پرخطر و تعجب انگیز تہوّر سے کام لیا۔ جہازونکے بیڑے کی قطار کو توڑکر گھس گیا یہ وہ دلیرانہ رفتار تھی جسکے نقش قدم چلنے سے پچھلے زمانے

مین راڈنی سنٹ ونسنٹ۔ اور نلسن نے انگریزی بحری نوجکے توپے
بلند نامی کو سرفلک کیا۔ ترکی بیڑے کی تعداد بہت قلیل تھی۔ جہاز بھی بڑے
نہ تھے اور وزن بھی کم تھا لیکن اسپر بھی ترکونکو کامل فتح نصیب ہوئی۔ اور
دشمن کے چند جہاز صرف رات ہوجانے سے محفوظ رہ گئے۔ ہند کے سمندرون
مین ترکون نے پرتگیزون کو شکستین دین اور ہند کے شمالی مغربی ساحل کے
کئی مقامات پر قبضہ کر لیا جنمین سے غالباً کرانچی بھی تھی۔ اونکے ایک امیر البحر
سیدی علی نے بحر ہند کی جہاز رانی کی نسبت ایک کتاب لکھی اور گجرات
سے جو قسطنطنیہ کو خشکی کی راہ گیا تھا اوسکا بھی ایک سفرنامہ تیار کیا۔ بحر شام اور
بحر احمر کی نسبت بھی بہت سی سائین ٹیفک کتابین تصنیف ہوئین۔ عدن
کے مشہور اور معروف و قابل تعریف حوض جنکی برٹش گورنمنٹ نے اب
پھر مرمت کرائی ہے اور جنکی سوائے عدن کے آبرسانی کا کوئی اور ذریعہ
نہین ہے ترکونکی انجنیری ترقی اور علمی قوت کی شاہد ہے۔ سلسٹریا
شملہ۔ رسچک اور وارنا کے قلعے آجتک اونکی دادشجاعت دے رہے
ہین۔ بلیونا۔ اور عثمان پاشا سے میرے کان بچپن ہی سے جبکہ
جنگ روم و روس ہو رہی تھی آشنا ہین۔ اور میرے ہی کیا بلکہ

سب لوگونکے کان آشنا ہونگے ؛

یہ مشہور ہے کہ ترکی محصورین اوسوقت مقابلہ شروع کرتے ہین جب کہ دوسری قومونکے محصورین مقابلے سے دست بردار ہو جایا کرتے ہین ۔ اور مین یقین کرتا ہون کہ ترکی مین اصلاح بھی اوسوقت شروع ہوتی ہے جب کہ دوسری قومون اور دوسرے ملکون مین اصلاح کی امید بھی جاتی رہتی ہے ۔

ترکی کی گذشتہ شان و شوکت کے ذکر مین صفحہ کے صفحہ سیاہ کر دینا ممکن ہے مگر اس سے نہ اوسکی موجودہ مصیبتین کچھ کم ہونگی اور نہ ایک ایسے مضمون کا اعادہ مناسب ہی کہ جس سے آپ سب لوگ بخوبی واقف ہین اور جسکے کماحقہ بیان کرنے کے لیے مجھ سے زیادہ قابل لوگونکی ضرورت ہے لیکن قبل اسکے کہ مین ترکی کی موجودہ حالت پر بحث کرون مناسب معلوم ہوتا ہی کہ آپ لوگونکے ذہن نشین کرون کہ ترکون اور اونکے قدیمی دوست انگریزون مین قدیم سے کیسے تعلقات چلے آتے ہین وہ تعلقات جو بے شک سولہوین صدی مین خاندان عثمانیہ کے لیے نہایت قابل فخر تھے اب اونکا خیال کرنا بھی حسرت انگیز ہے ۔

مراد ثالث کے وقت تک انگلستان کو ترکی سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن ۱۵۷۹ء مین تین سوداگر ولیم ہیرمین ۔ ایڈورڈ لیس اور

رچرڈ ٹیپل قسطنطنیہ کو بھیجے گئے اور انہوں نے ٹرکی میں انگریزی
وداگروں کے لیے بھی وہی حقوق حاصل کیے جو کہ دوسری قوموں کو حاصل
تھے ۱۵۸۳ء میں ان سوداگروں میں سے ولیم ہیرن کو ملکہ الیزبتھ نے
اپنا سفیر مقرر کیا۔ انگلستان کی ملکہ سے فلپوس ثانی والی اسپین کو نہایت
ہی نفرت تھی اسلیے ملکہ سے کوشش کی کہ بادشاہ اسپین اور اوس کے
مددگار پوپ روم میں کے مقابلے میں سلطان اوسکے شریک حال ہوں
جو خطوط کہ ملکہ الیزبتھ نے باب عالی کو لکھے تھے اونکے ملاحظے سے معلوم
ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو جو بت پرستی سے مشہور و معروف نفرت ہے اوس سے
ملکہ نے فائدہ اوٹھانے کی پوری کوشش کی تھی۔ ملکہ انگلستان نے ان خطوط
میں یہ لقب اختیار کیا ہے "دو منصور اور سچے مذہب کے سبب سے
قوی حامی اون بت پرستوں کے مقابلے میں جو کہ دغابازی سے حضرت عیسےٰ
کے نام کو بدنام کرتے ہیں" ایک اور خط بھی ابھی تک موجود ہے جو کہ
سفیر متعینہ باب عالی نے سلطان کو نومبر ۱۵۸۵ء میں لکھا تھا جب کہ
انگلستان کو بادشاہ اسپین کے جہازوں کے بیڑے نے خطرے میں ڈالدیا
تھا۔ اسمیں سلطان سے درخواست کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی عظیم الشان

سلطنت کی کل فوج جرار کو نہ بھیج سکیں تو بھی کم سے کم ساٹھ یا اسّی جنگی جہاز اور اس بت پرست بادشاہ اسپین کے استیصال کے لیے بھیجدیں جسنے پوپ اور تمام بت پرست بادشاہوں کی مدد سے قوت پاکر ارادہ کیا ہے کہ پہلے ملک انگلستان کا قلع قمع کرے اور اسکے بعد اپنی تمام قوت کو سلطان کی تباہی میں صرف کرے اور ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو جائے" انگریزی سفیر نے اسبات پر زور دیا کہ اگر سلطان اور ملکہ انگلستان شریک حال ہو گئے اور انہوں نے اپنی بحری قوتوں کو مستعدی اور ہوشیاری کے ساتھ اسپین کے مقابلے میں استعمال کیا تو مغرورانہ آرمس اور جھوٹی پوپ اور انکے پیروں کا خاتمہ ہو جائیگا اور انگلستان اور ترکی کی باہمی امداد سے خدا اپنے خاص بندوں کی حفاظت کرے گا اور روئے زمین سے بت پرستوں کو مٹا دے گا۔

پہلا خط مقام فونڈسر سے ۵ نومبر ۱۵۸۲ء کو انگریزی کیطرف سے وزیر اعظم محمد کے نام لکھا گیا تھا دوسرا خط ملکہ کے سفیر کیطرف سے سلطان کے نام ۹ نومبر ۱۵۸۲ء کا لکھا ہوا ہے۔ میرے علم میں دو اور خط بھی لکھے گئے تھے ایک ۱۵۸۳ء میں بعض قیدیوں کو الجزائر سے رہا کرانے کے لیے اور دوسرا سلیخ نومبر ۱۵۸۵ء عیسوی کا لکھا ہوا ہے

جسمین اسپین کی شکست کا ذکر ہے اور شہنشاہ عثمانیہ سے درخواست کیگئی ہے کہ وہ اسپین پر حملہ کرین۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے "اگر انگلش چینل مین ایک ترکی بیڑا۔ ریلی اور ڈریک کی حمایت مین پہلو بہ پہلو اسپین سے لڑتا تو اندکسی بیڑے کی حیرت افزا تاریخ مین یہ بھی ایک عجیب واقعہ ہوتا" لیکن ترکی کا آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اگرچہ ظاہری شان و شوکت بحال تھی مگر اصلی عظمت جو کہ سلیمان قانونی اور سلیم ثانی کے عہد مین ترقی کے نصف النہار پر پہونچی تھی اوسکو گھن لگ گیا تھا۔ جسطرح کہ حضرت سلیمان کا مردہ جسم لکڑی کے سہارے سے برسون کھڑا رہا اسیطرح ترکی کی شان و شوکت بھی غیر قومونکی نگاہ مین ویسی ہی قایم رہی جیسی اوسوقت تھی نہ کہ جیسے کسی زمانہ سابق مین تھی اور جسطرح کہ حضرت سلیمان کے جسم کو ساکنان آب و خاک و آتش و باد زندہ سمجھکر پرستش کرتے تھے یہان تک کہ جس لکڑی کے سہارے سے کہ جسم بے جان کھڑا تھا اوسکو دیمک نے کھا لیا اور وہ آخر کار گر پڑا اسیطرح ترکی کی بھی پہلی ہی سی عزت ہوتی رہی۔ یہان تک کہ دفعتاً دنیا کو معلوم ہو گیا کہ شان و عظمت استنبول سے رخصت ہو گئی۔

ترکونکی حماقت ہی نے روس کو اون کا اس قدر قوی دشمن بنا دیا ہے۔ میں نے خاصکر روس کا ذکر دو وجوہ سے کیا ہے۔ اوّل تو یہ کہ روس ہی نے سلطنت عثمانیہ کی قوت کو یورپ مین مستاصل اور ایشیا مین ضعیف کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ روس کے حامیون کی تعداد کچھہ کم نہین ہے بڑی خوشی ہو اگر ترک یورپ سے بالکل نکل جائین اور یہ اور بھی اچھا ہو اگر روس ہی کے ہاتھہ سے نکلین۔

"تاریخ بتلاتی ہے کہ ایک دفعہ ترکون نے روس پر پورا غلبہ حاصل کر لیا تھا لیکن اپنی کمزور حکمت عملی سے اوسکو خاک مین ملا دیا اور پروتھہ پر روس سے معاہدہ کر کے صلحنامہ لکھدیا۔ وزیر اعظم نے پطر اعظم اور اوسکی بی بی ملکہ کتھی رائن کو مقام کوتشی مین گھیر لیا تھا جو دریاے پروتھہ کے نزدیک واقع ہے۔ اور روسی بالکل ترکی فوج کے چنگل مین آگئے تھے کہ اتنے مین کتھی رائن نے جسکو از روے انصاف روس کے "فرشتہ نجات دہندہ" کا لقب دیا گیا ہے۔ فوجین جنباز روجواہر تھا سب کو جمع کر کے وزیر اعظم کے پاس بھیجدیا اور اطاعت گزینی کا پیغام دیا۔ وزیر نے

ایسی شرائط پر صلح کو قبول کیا کہ جو زار کے لیے نہایت خفت انگیز تھیں لیکن جنسے ترکی کو کوئی ذاتی مفاد حاصل نہیں ہوا۔ صلحنامہ ایک جانب تو ایسا سخت تھا کہ سلطان کے فیض و کرم کا اوسپر اطلاق نہ ہوسکتا تھا دوسری جانب نرم اسقدر تھا کہ اونکو کوئی دیرپا فائدہ بھی نہ تھا۔ عہدنامہ اسطرح شروع ہوا۔ خدا کی عنایت بے غایت سے فتحمند اسلامی سپاہ نے زار روس کی مع اوسکی ساری فوج کے دریاے پروتھ کے نزدیک اسطور پر گھیر لیا کہ اوسکو سوائے امن طلب کرنے کے کوئی چارہ نہ رہا اور خود اوسکی درخواست سے مندرجۂ ذیل شرائط پر صلح کیجاتی ہے۔ اسکے بعد حفاظت آمیز شرائط درج ہیں۔ عہدنامے کے اخیر میں وزیر اعظم کیطرف سے درج ہے کہ "وہ اعلیحضرت قوی شوکت خداوند نعمت کی پیشگاہ عالی میں اس امر کی التجا کرتا ہے کہ پیشگاہ خداوندی سے ازراہ الطاف خسروانہ زار کے قصورات سابقہ کی معافی اور ان شرائط کی تصدیق فرمائی جاے۔"

تھورنٹن مورخ لکھتا ہے "جب عہدنامہ پروتھ پر دستخط ہوے تو اوسوقت سلطنت عثمانیہ کی ذکاوت و فہم و فراست خواب

اوبار مین تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ پیٹر تھہ کے واقعہ جانکاہ کے بعد
جو جو اصلاحین پیٹر نے کی ہین جنکی بدولت روس نے موجودہ ترقی حاصل
کی گو یہ ترقی ایسی ہوئی ہے کہ اسوقت بھی مدعا یہین سے قصد سے
بارہ سے زیادہ پڑ ہے لکھے نہین ہین اور جو جو سامان جنگ کے واسطے
جمع ہوے جنکے ذریعے سے روس کو کم سے کم تمام ابتدائی فتوحات حاصل
ہوئین۔ اوس زمانے مین ان اصلاحون اور سامان جنگ کا نام ونشان
بھی نہ تھا۔ اسمین شک نہین کہ اگر اوسوقت پیٹر اعظم قتل ہونا یا گرفتار
کرلیا جاتا تو سلطنت زار کو یہ دن نصیب نہ ہوتا اور وہ قعر وحشت
وجہالت مین پڑی رہتی۔

میری رائے مین اسبات کی ارزور کھنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ
ترکون کو ایسے موقع پر ذرا سونچ سمجھکر کام کرنا تھا۔ گو روس جیسے وسیع
ملک کی بربادی ہوجانی لیکن اصل یہ ہے کہ سلطنت روس اپنی
زبان حال سے کہے دیتی ہے کہ جو اور وشالسہ فوجین کسی حکومت
کی شائستگی اور تہذیب کا وثیقہ نہین ٹھہرائے جاسکتی ہان تباہی وبربادی
مین اونکو دستگاہ کافی حاصل ہوجاتی ہے۔ روس مین ظلم وستم کی کوئی

حد ہی نہین ہے ۔ حال ہی مین جو وحشت انگیز برتاؤ سا سے بیریا مین بیکس عورتون کے ساتھہ کیا گیا ہے اوسکی وجہ سے ہائڈ پارک مین بھی ایک پرجوش جلسہ ہوا اور پنشنہ دفر قونکے سرگروہ نے اسموقع پر کہا "یہ مشہور ہی کہ جس سر پر تاج رکھا جاتا ہے وہ نہایت ہی بے چین رہتا ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ تاج پھننے کے لیے ایک ہی سر روس مین موجود ہی"

مین اس موقع پر عرض کرون گا کہ یہ سمجھنا بالکل لغو ہوگا کہ وزیر اعظم نے پروتھہ مین رشوت لی کیونکہ اسبات کا خیال کرنا نادانی سے خالی نہ ہوگا کہ جو کچھہ کیتھی رائن نے وزیر اعظم کو دیا اوس سے سو چند بھی ایک ایسے مقام اور ایسے وقت مین لے کر وہ اسبات پر آمادہ ہوجاتا کہ جس سے نہ صرف ملک کو نقصان پھونچائے بلکہ اپنی جان کو مبتلائے غضب سلطانی کرے مگر اس مین شک نہین کہ اوسروز سے آجتک زار کی یہی کوشش رہی ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی بیخ کنی کرے اور غالبًا یہ پروتھہ کی مصیبت ناک شکست کا انتقام ہے +

کیتھی رائن کے دوسرا لڑکا ۱۷۷۶ء مین پیدا ہوا اوسکا نام

قسطنطین رکھا گیا۔ اور یونانی دائیان دودہ پلانے کے لیے مقرر کی گئین مسٹر اٹین روسس کا بڑا طرفدار تھا اور اوسوقت وہین رہتا تھا لکھتا ہے کہ "قسطنطین نے دایہ کے دودہ کے ساتھہ یونانی زبان بھی پی جسکو بعدہٗ اوسنے یونانی اوستادونکی مدد سے پختہ کیا مختصر یہ ہے کہ اوسکو پوری تعلیم ایسی دی گئی تھی کہ وہ ہر طرح قسطنطنیہ کے تخت کے لایق ثابت ہوجائے اوسوقت ملکہ کے تکمیل منصوبے کی نسبت کیکو شبہ باقی نہ تھا +

اسمین شک نہین کہ ٹرکی کے حقمین کتھی رائن قہر ایزدی تھی اوسکے عہد مین صوبہ **کریمیا** شرمناک طریقے سے فتح ہوا اور اس سے زیادہ شرمناک واقعہ پیش آیا کہ اوّل تو اوسنے اپنے مغلوب دشمن کو امن دی لیکن تھوڑی دیر بعد بڑی بے دردی اور بے رحمی سے قتل عام کرڈالا جسمین نہ تو بچے اور بڈھے کا لحاظ کیا اور نہ عورتون کا پاس رکھا +

کون ہے جو اس عہدنامے سے واقف نہین جسکا یہ منشا تھا کہ کریمیا کی ایک خودمختار سلطنت بنائی جائے اور وہان کے

باشندے خود اپنے بادشاہ کو منتخب کریں - یہ عہدنامہ لکھوا روس نے
تھا اور روس ہی نے اوسکو توڑا - عہدنامے کے چند ہی سال بعد روس
نے کریمیا کو تہ و بالا کر دیا اور صرف ایک شہر اسمٰعیل مین چالیس ہزار
ترک اور دوسرے مسلمان مرد عورتین بچے قتل کیے گئے نسرو
خود کہتا ہے کہ گو اوسنے ایک پرمضمون شعر اسمٰعیل کے فتح ہونے
کی نسبت کتھی رائن کو لکھا لیکن جب ہنگامے سے فارغ ہوکر وہ اپنے خیمے
مین گیا تو اوسکو اپنے سپاہیونکی سفاکی اور خونریزی پر رونا آگیا لیکن ایسے
جھوٹے آنسو خون کی ندیون کے معاوضے نہین ہو سکتے +

جب کہ بادشاہ آسٹریا جوزف سے بہادر کے لقب کا مستحق ہے
اور جسنے ترکی کے خلاف روس کی فریب آمیز نظیر کو اختیار کیا اور گویا
اسکے انتقام مین خود اوسنے اپنے ہاتھ سے ایک ایسی سخت شکست
کھائی کہ جسکی مثال تاریخ عالم مین بھی مشکل سے ملتی ہے - کتھی رائن کی
بزم عشرت مین کریمیا کے ایک دریا کے کنارے شریک ہوا تو دونون
نے ملکر ترکی کے استیصال کے منصوبے باندھے - اسپر ملکہ روس نے
ہنسکر اپنے شریک بزم عشرت سے پوچھا تو پھر آخر ان بیچارے ترکون

کا کیا حال ہوگا" لیکن "یہ بیچارے ترک" ابھی تک زندہ ہین اور اونھون نے ثابت کر دیا ہے کہ کوئی اونکو کم سے کم اونکی دار الخلافہ سے بے دخل نہین کر سکتا کتھی رائن کے بعد سے دو دفعہ ترکی کے استیصال کے مشورے ہوے ہین ایک دفعہ نپولین کے زمانے مین جسکا الٹا نتیجہ یہ ہوا کہ روسی بیڑہ ترکی بحری فوجکی مدد سے نپولین کا مقابل ہوا اور دوسری دفعہ خود زار نے انگریزی سفیر سے مشورہ کیا تھا جسکا معقول جواب سفیر نے صاف دیا لیکن یہ جواب کسیقدر جنگ کریمیا کا بھی باعث ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو زار تخت نشین ہوتا ہے اوسکی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ قسطنطنیہ کو فتح کرے +

مین بلا تامّل یہ کہسکتا ہون کہ ہم کو برٹش گورنمنٹ کا مشکور ہونا چاہیے کیونکہ بغیر اوسکے بروقت امداد کے شاید قسطنطنیہ کی یہ نوبت پہونچ جاتی کہ روسی جھنڈے اباصوفیہ پر لہراتے ہوتے اور بندر گولڈن ہارن سے روسی جہاز سلامی اتارتے +

پانچ برس پہلے ترکی کی حالت اس قدر خراب تھی کہ یہ ممکن نتھا کہ اوس کی فوجکی کیا تعداد ہے کتنے جہاز اوس کے بندرون مین ہین۔

اور قرضے کی کیا حالت ہی وہ قرضہ جو سب سے بدتر چیز ہے اور جسکی وجہ سے ٹرکی کو دیوالیہ بننا پڑتا لیکن چونکہ قرضخواہون سے معاملہ ہوگیا تھا اس لیے سلطنت ٹرکی کے دامن اعتبار پر ناداری کی گرد بیٹھنے نہ پائی - میری رائے مین ترقی کی یہ یقینی علامت ہی کہ اب ہم کو قریب قریب سلطنت کے تمام محکمونکا حال معلوم ہے - مین اب اس امر کی کوشش کرتا ہون کہ ٹرکی کی موجودہ حالت کا ایک خاکہ آپ کے سامنے کھینچدون تاکہ اوس سے خوانے کی کیفیت تجارت کی ترقی اور بحری فوجکی قوت معلوم ہوجائے

ٹرکی دو بڑے حصون مین منقسم ہے ایشیائی ٹرکی اور یورپین ٹرکی پچھلا حصہ اگلے زمانے مین بہت وسیع تھا لیکن اب صرف ۶۶۵۰۰ مربع میل کا رقبہ رہ گیا ہے جسکی آبادی ۴۶۶۸۰۰۰ ہے جسمین قریبا بیس لاکھ مسلمان ہین گو کہ کوہ بلقان دائرہ حکومت سے خارج ہے لیکن ایک عہدنامہ کے لحاظ سے زمانہ جنگ مین ترک اوسپر قبضہ کرسکتے ہین - زمین بطور خود زرخیز ہے مگر بعض خارجی اسباب کے لحاظ سے زراعت اچھی حالت مین نہین ہے - یہ خارجی اسباب زیادہ تر اس وجہ سے ہین کہ ٹرکی کو تیرہ برس سے زیادہ ہوے کہ کبھی جنگ سے مہلت نہین ملی اور

اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ امن اگر فی الواقع اسے امن کہا جائے کب تک قایم رہتی ہے ؛

بھیڑونکی پرورش بہت اعلے درجے پر پہونچ گئی ہے اور اونکی درآمد بکثرت ہوتی ہے ۔ لوہا بھی بکثرت دستیاب ہوتا ہے ۔ دوسرے اشیاء معدنی جو اس ملک مین موجود ہین یہ ہین ۔ سیسہ چاندی مین ملا ہوا ۔ تانبا گندھک ۔ نمک اور کوئلہ ۔

صنعتونکی یہ کیفیت ہے کہ اونی اور سوتی کپڑے بنے جاتے ہین ۔ قالین شال ۔ لوئی ۔ بندوقین ۔ اور چمڑا تیار ہوتا ہے ۔ اور رنگنے اور چھاپنے کے کارخانے کھلے ہوے ہین ؛

یورپین ٹرکی مین ۷۶۰ میل ریل جاری ہے اور ایک ٹرین سیدھی قسطنطنیہ سے بیرس تک جاتی اور وہانسے آتی ہے اور چار سو میل تک ایشیا مین ریل جاری ہے اور ۳۸۵ میل اور ریل تیار ہو رہی ہے ۔ ایشیائی ٹرکی کا رقبہ یورپین ٹرکی کی بہ نسبت زیادہ ہے ۔ آجکل کے ترکون نے ٹرکی کا نام " امین آباد مسلمین " رکھا ہے ۔ لیکن مجھے یقین نہین کہ ترک کبھی یورپ سے بے دخل ہوسکین گے کم سے کم جو

حالت کہ آجکل ہے اوس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ناگھانی موت نہین مرسکتے کیونکہ بظاہر وہ اپنے آپ کو اسقدر قوی بنا رہے ہین کہ اتنی قوت پچھلی دو صدیون مین کبھی نصیب نہین ہوئی اور اب تو وہ یورپ سے بہت ہی مانوس معلوم ہونے لگے ہین کیونکہ ٹرکی کو یورپ کی سلطنتون مین بھی جگہ دی گئی ہے اور اونکے سفیر انٹی سلیوری کانفرنس (کانفرنس انسداد بردہ فروشی) وغیرہ مین بھی شریک کیے گئے ہین۔ اس کانفرنس مین سفیر ٹرکی نے دلی خوشی سے انگریزی سفیر کی اس تجویز کی تائید کی کہ وسط افریقہ مین تنہیا رون اور شراب کی تجارت کی منادی کردی جائے۔ ٹرکی تہذیب پھیلانے کے لیے افریقہ مین مشنری بھی بھیج رہی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ دوسری قومین بھی اب اسکی پیروی کر رہی ہین کیونکہ مین نہایت فخر کے ساتھ کہتا ہون کہ مسلمانون کی مشنریون نے افریقہ کی قومون کے لیے وہ کیا ہے کہ جو کسینے نہین کیا یعنے اخلاق و مسیحہ سے محفوظ رکھکر خالص اور پاک جوہر تہذیب سے مالا مال کیا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسپر ہم نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ دنیا بھر کو مبارکباد دے سکتے ہین کہ مسلمان اور عیسائی جو اتنے زمانے تک ایک دوسرے کے رقیب رہے اب

کم سے کم دنیا کے ایک حصّے مین ایک ہی کام دل لگا کر کر رہے ہین یعنے بنی نوع انسان کو فوائد دارین اور ایک تاریک براعظم کو نور ایمان سے متمتع کر رہے ہین - یہ قدم بہت ہی ٹھیک اٹھا ہے - اور ظاہر کرتا ہے کہ مذہب ہمکو ایک دوسرے کی محبت اور ہمدردی سکھاتا ہے نہ یہ کہ مقدس محاربون اور جہادون مین شریک ہون +

اب مین (اپنے اصلی مضمون کیطرف رجوع کرتا ہون - ایشیا ٹک ٹرکی مین ایشیائے کوچک شام جسمین فلسطین آرمینیا کا بڑا حصہ اور کردستان اور ماورالنھر شامل ہین اور عرب کا مغربی حصّہ جو کہ ساحل بحر احمر کے نزدیک واقع ہے اور الحسا کا بحری ضلع جو کہ خلیج فارس کے شمالی ساحل پر واقع ہے داخل ہین - مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی سلطان ہی کی حفاظت مین ہین اور انکی اوسیقدر عزت و عظمت کرتے ہین جیسی کہ ہونی چاہئے اور ہم صرف اتنا اور چاہتے ہین کہ کاش صحرائی بدو زیادہ تر پابند قوانین ہوتے +

ایشیا ٹک ٹرکی کا رقبہ ۶۸۰۰۰۰ مربع میل ہے اور آبادی ۱۶۳۳۳۰۰۰ - اسمین جزیرہ سیمآس کو اور شریک کرنا چاہئے جسکا رقبہ ۱۸۰ میل اور آبادی ۴۰۵۱۳ ہے اور جزیرہ سائپرس جہانسے

کر ۰۰۰ ۸ ۷ پونڈ سالانہ خراج بعوض مالگذاری اور ۰۰۰ ۵ پونڈ بابت
اضیات نزول ۲۲۰ ۱۶۶ ۴-اردقیہ نمک وصول ہوتا ہے (ایک اردقیہ
قریباً ڈیڑھ سیر کے ہوتا ہے) مگر یہ محاصل انگلستان اور فرانس کو اوس
نقصان کے معاوضے مین دیا جاتا ہے جو اونکو ٹرکی کے ضمانت کردہ قرضہ
ابت ۱۸۵۵ء کے متعلق ہوا تھا - اس جزیرے کا رقبہ قریباً ۳۵۸۴
میل مربع ہے اور آبادی ۱۸۶۱۷۳ جسمین سے قریباً ایک چوتھائی
سلمان ہین اور باقی کلیسیا یونانیہ کے پیرو ہین - انگریزی بلو بک اضلاع
کی عدالتونکے حاکم ہین اور ہر ضلع مین دو دو دیسی حاکم اونکے مددگار ہین
جنمین سے ایک مسلمان ہوتا ہے اور ایک عیسائی - یہ جزیرہ ابھی تک
سلطنت عثمانیہ مین داخل ہے +

ایشیائی ترکی مین مسلمانون کی تعداد ایک کرور بیس لاکھ منجملہ ایک کرور
چھ لاکھ پچاس ہزار کل آبادی کے ہے - اس مین سے یونانیون کی تعداد
دس لاکھ ہے +

افریقہ مین طرابلس اور بارقہ ترکی کے زیر فرمان ہین - اور
ان دونون کا رقبہ کل ۰۰۰ ۳۹۹ مربع میل اور آبادی دس لاکھ دس ہزار ہے

مصر ٹرکی کا باجگذار ہے۔ مصر کچھ ایسے موقع سے واقع ہوا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ٹرکی کی حکومت سے آزاد نہیں کر سکتا۔ گو کہ مصر عملی طور پر خود مختار ہے لیکن ظاہرا ماتحتی کا دم بھرتا ہے۔ کیونکہ اگر دولت عثمانیہ کے سایہ عاطفت میں نہ ہو تو کسی دوسری سلطنت کا شکار آسانی سے ہو جائے اور خدیو کو اپنی واقعی خود مختاری سے دست بردار ہونا پڑے۔ خراج کی مقدار ۶۹۵۷۹۲ پونڈ سالانہ ہے۔ خدیو کا خطاب سلطان کے فرمان مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۶۷ء کے بموجب دیا گیا تھا اور موروثی ہے۔ جب کہ انگریزی فوج مصری فوج کی مدد سے عرابی پاشا کی مشہور بغاوت کے فرو کرنے میں کامیاب ہوئی تو ایک اور انقلاب ہوا ایک شخص جسکا نام (میں نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں) محمد احمد تھا اٹھا اور اس نے مہدی ہونے کا دعوے کیا اور سوڈان میں بغاوت پھیلا دی۔ مصریوں کو میرے ہمنام نے شکست دی اور جنرل گارڈن اپنے فرائض کو حد درجہ عمدگی اور شرافت کے ساتھ انجام دینے میں قتل ہو گئے۔ اگرچہ اوسوقت تک (انگلستان میں) کنسرویٹو اور لبرل فرقوں میں بحث ہو رہی تھی کہ

حزب طوعاً کو کمک بھیجنی چاہیے - اِن واقعات کے بعد وادی نیل کا بالائی حصّہ اور دیگر وسیع قطعات ممالک تا خط استوا تحت حکومت مصر یہ آگئے تھے نکلگئے اسلیے اب مصر کا رقبہ صرف ۳۰۰ ۹۴ مربع میل رہ گیا ہے اور ستر لاکھ آبادی ہے جسمین سے نوّے ہزار آٹھ سو چھیالیس یورپین ہین +

ممالک - نیوبیہ - شنیار - قردفان - دارفور - اور دوسرے اضلاع عبد اللہ الطاشی محمد احمد کے جانشین کے مطیع فرمان ہین - محمد احمد نے خلیفہ کا بھی لقب اختیار کر لیا تھا اور مرتے وقت بھی خطاب اوسنے اپنے وفادار مرید عبد اللہ الطاشی کو عطا کیا - ڈاکٹر اصلین پاشا اگست ۱۸۸۸ء تک اوس صوبے پر مصر کیطرف سے گورنر تھے جو کہ خط استوا کے نزدیک واقع ہے لیکن آخر کار مسٹر ہنری سٹینلی نے اونکو اس بلا سے نجات دی - مصر کی مالی حالت نے انگریزی نگرانی کی بدولت بے انتہا ترقی کی ہے ۱۸۸۸ء مین کل مداخل ایک کرور پونڈ تھا اور مخارج مین تین لاکھ پونڈ کی کمی تھی جس سے کسیقدر تسلی ہوتی ہے +

عہدنامہ مورخہ ۲۴ - اکتوبر ۱۸۸۸ء کے بموجب ہرسوئز کسی کی ملک نہین ہے - ہر قوم کے مسلح اور غیر مسلح جہاز زمانہ امن و جنگ مین بے روک

جا سکتے ہین - لیکن کون ایسا ہے جو اسکا مطلب نہین سمجھتا - فرض کرو کہ فرانس اور انگلستان مین جنگ ہو تو کیا یہ سمجھ مین آسکتا ہے کہ اونکے جہاز بے خوف ایک دوسرے کے پاس سے گذرا کرینگے اور کسی قسم کی روک تایم نہ کی جائے گی - عملی طور پر انگلستان خدیو کے دانشمند وزیر کا منصب ادا کر رہا ہے اور خدیو بھی اتنی عقل رکھتے ہین کہ ہست نیست کو بخوبی سمجھتے ہین -

صوبہ ٹونس پہلے سلطان کا ماتحت تھا لیکن اب فرانس کا دست نگر ہے +

فرانس کو اسمین بڑا مزا آتا ہے کہ جہانتک امکان مین ہو دوسرے ممالک کو اپنے آغوش حفاظت مین جگہ دے - اسکی ایک نمایان مثال میڈاگاسکر ہے جسکو فرانس نے اپنی حفاظت مین لینا چاہا تھا لیکن وہانکے باشندون نے دوسرون کی مدد سے اس مہربان دور اندیش کی سرپرستی کو پسند نہ کیا - لیکن ٹونس مین عہدنامہ مورخہ ۱۲ مئی سنہ ۱۸۸۱ء کے بموجب فرانس کا عمل اوسوقت برخاست ہو جائے گا جبکہ حکام فرانس و ٹونس اسکو بالاتفاق تسلیم کرین گے کہ مقامی گورنمنٹ انتظام و سیاست ملک کو قایم رکھ سکتی ہے" مین نے ٹونس کو سلطنت عثمانیہ کے دائرہ حکومت مین شامل نہین کیا کیونکہ اصل یہ ہے کہ وہ اب فرانس

کا ایک صوبہ ہو گیا ہے ✦

سلطنت عثمانیہ کا کل رقبہ ستر لاکھ دس ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۳۲۵۰۰۰۰۰ ہے سلطنت عثمانیہ کے محکمہ کرور گیری کے تختہ جات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۶ء میں ٹرکی کی کل تجارت دو کرور اسی لاکھ تیس ہزار پونڈ (بیالیس کرور روپیہ) کی ہوئی اسمیں سے ایک کرور اسی ہزار پونڈ کی برآمد اور بقیہ کی درآمد ہوئی۔ برآمد و درآمد پر سرکاری محصول ۱۵۰۱۹۴ پونڈ (سوا دو کرور روپیہ) وصول ہوئے۔ اشیاء برآمد۔ تمباکو۔ میوہ جات۔ ریشم افیون۔ روئی۔ قہوہ۔ کھالیں۔ اون۔ سرسوں۔ ویلونیا۔ اور قالین وغیرہ ہیں۔ ان میں سے بہت سی اشیاء۔ ایشیا سے حاصل ہوتی ہیں۔ حال میں شراب کی برآمد بھی شروع ہوئی ہے اور ممکن ہے کہ یہ البانیا کے انگور کے باغوں کے مالکوں کے لیے آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہو ✦

درآمد کی اشیاء خاصکر سوتی اور اونی کپڑے ہیں۔ دخانی جہازوں کی دو کمپنیاں ہیں۔ ایک کا نام محمودیہ اور دوسری کا دنیجی۔ اول الذکر ۳۲ دخانی جہازوں کی مالک ہے اور اخرالذکر ۷ جہازوں کی۔ ٹرکی کے تجارتی جہازوں کے متعلق کوئی قابل اعتبار اطلاع نہیں ملی لیکن گمان غالب ہے کہ ان کی

معقول تعداد ہے۔ فرانس مین ۱۵۲۶۶ تجارتی کشتیان ہین اور کل تجارت کسیقدر اونتیس کرور پونڈ سے زیادہ ہے۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ ۱۸۸۶ء مین کل بحری تجارت روم دو کرور اسی لاکھ کی ہوئی جو تجارت فرانس کا گیارہوان حصہ ہے۔ اگر اسکو بیس حصہ بھی کم کر دیتے ہین تو بھی ٹرکی مین ۶۳۷ تجارتی کشتیان ہونی چاہئین۔ لیکن پھر بھی یہ خیال کر کے کہ کچھ تجارت دوسرے ملکون کے جہازون کی مدد سے ہوتی ہوگی اور اسلیے ۶۳۷ کو کل تعداد مین سے تفریق کر دینے سے ۴۰۰ کشتیان رہجاتی ہین۔ یہ ممکن ہے کہ میرا قیاس غلط ہو۔ مگر آجکل تجارتی جہازون کی تعداد کی نسبت کوئی اطلاع بغیر وہان گئے نہین مل سکتی[1] ۱۸۸۶ء مین بلجیم مین ۶۷ تجارتی کشتیان تھین جنمین سے پچین دخانی تھین۔ صرف انہین اعداد پر بھروسہ کر کے مین نے قیاس کو دخل دیا ہے +

پچھلے سال مارچ کے مہینے مین ترکی قرضے کی یہ صورت تھی

(۱) گلاٹا کے ساہوکارون کی دستاویز کی بابت ..... پونڈ

[1] اسکے لکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ٹرکی مین تجارتی کشتیون کی تعداد فی الواقع ۴۰۰ کے قریب ہے

(۲) راس المال مجتمع ۔ ۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ

(۳) قرضہ ضمانتی خراج مصری بکفالت دول فرانس و انگلستان ۱۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ

(۴) دستاویزات ریلوے ۱۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ

(۵) اندرونی قرضہ قریباً ۱۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ

(۶) بقایائے تاوان جنگ روسی جسکی بابت سال بسال

اقساط ادا کیجاتی ہیں ۔ ۳۰۰۳۵۷ پونڈ

میزان کل ۱۹۳۰۳۵۷۰ پونڈ

عہدنامہ برلن کے بموجب بلگیریا جو کہ ٹرکی کے ماتحت ہے اور سرویا۔ جبل اسود یعنے مانٹی نیگرو اور یونان پر اس گرانبہا قرضے کی جزوی ادائی واجب کی گئی ہے ۔ اور اصل یہ ہے کہ یہ قرضہ انھین کی بدچلنی کیوجہ سے ہوا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان متمرد ریاستون نے اس لحاظ سے اپنے فرائض کو بہت ہی جزوی طور پر انجام دیا ہے ۔

مشرقی رومیلیا کا خراج جسکی تعداد قانون انتظامی کے بموجب ۱۱۹۱۰۰ مقرر کی گئی تھی لیکن بعد مین ۲۰۰۳۲ کردی گئی بلگیریا سال بسال ادا کرتی

رہتی ہے کیونکہ شرقی رومیلیا در اصل بلگیریا ہی کے ایک حصے کا نام ہے
کل آمدنی علاوہ اوسکے جو قرضے کی ادائی میں گئی ۱۹۰۹-۱۰ عیسوے میں
۱۲۸۳۶۲۶۳ پونڈ تھی اور خرچ آمدنی تخمیناً تیس لاکھ زیادہ تھا لیکن تاہم
اور قرضے کی ضرورت نہ پڑی اور سرکار نے کسی نہ کسطرح تمام خرچ کو پورا
کر دیا۔ اس زائد خرچ کی یہ وجہ تھی کہ شاہی بیڑے کی توسیع اور مرمت کیگئی
تھی +

۱۹۰۵ء میں قسطنطنیہ کی آبادی ۸۷۱۵۶۱ یا ہندوستان کے
آباد ترین شہر بمبئی سے ایک لاکھ زیادہ تھی۔ قسطنطنیہ میں انگلستان کا سفیر
مقرر ہے اور سلطنت عثمانیہ کے قریباً ساٹھ شہروں میں انگریزی کانسل اور
وائس کانسل رہتے ہیں۔ ان میں سے تین مسلمان ہیں۔
بحری اور بری فوج میں سوائے چند انگریزوں کے کل مسلمان ہیں اور
چند فرانسیسی اور جرمن استاد ہیں اونکا نام جنگی فہرست میں درج نہیں
ہے۔ امن میں فوجکی تعداد ۱۰۰۰۰۰ - افسر ۸۰۰۰ غیر کمیشن یافتہ اور
کم درجے کے عہدہ دار ہیں۔ اسمیں اون فوجوں کا شمار نہیں ہے جو کہ اقریقیہ
اور جزیرۂ اقریطس (کریٹ) اور ملک عرب میں متعین ہیں جنکی مجموعی تعداد

معتد بہ ہے ۔ فوجین ۲۷۰ پلٹنین پیادونکی ہین ۱۹۲ رجمنٹین سوارونکی
اور ۱۵۹ امیدانی اور ۳۰ پہاڑی توپخانے (ہر توپخانے مین چھ توپین
ہوتی ہین) اور چھ پلٹنین انجنیرونکی ہین اور اسکے علاوہ ۵۰۰۰ قلعہ بندی
توپچی ہین +

کل فوج ۷ دستون مین منقسم ہے جنکے صدر مقام قسطنطنیہ ایڈریا
نوپل ۔ مناسطر ۔ ارض روم ۔ بیروت ۔ بغداد ۔ اور صنعان واقع ملک
عرب ہین ۔ ترکی پولی مین ایک علحدہ دستہ ہے اور ایک بریگیڈ انگلش
مین معین ہے جسکی قوت کو حال کی بغاوت کیوجہ سے دوگنا کر دیا گیا ہے
شاید اسموقع پر یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہو کہ چند سال پیشتر جزیرۂ اقولیطس کے باشندون
کو اوسی قسم کی خودمختاری (ہوم رول) دی گئی تھی جسکی آجکل آئرلینڈ
کو بعض لوگون کے قول کے بموجب بیحد ضرورت ہے ۔ لیکن اقولیطس
نے یہ نظیر قایم کر دی ہے کہ ابھی خودمختاری نے اچھی طرح جڑ بھی نہ پکڑی
تھی کہ اپنی بالادست سلطنت کے مقابلے مین بغاوت کا جھنڈا بجایا
اور یونان سے چشم حمایت کی لیکن امید ہے کہ شدنی شورش کبھی کامیاب
نہ ہوگی کیونکہ تمام اعلے سلطنتون نے نہایت دانشمندی اور حق پسندی

سے یونان کو بخوبی سمجھا دیا کہ اگر اوسنے ہاتھہ پاؤن ہلائے تو ترکی کے قوی غیض وغضب کے بد نتیجے اوسکو تن واحد برداشت کرنے پڑینگے اور کوئی دوسری سلطنت اوسکی حمایت کے لیے کھڑی نہ ہوگی ؛[1]

زمانہ جنگ مین باقاعدہ ترکی فوج کی تعداد قریبًا دس لاکھہ کے ہوتی ہے جسمین ہر قسم کی سپاہ داخل ہے - علاوہ اسکے ردیف ہین جنکے بارہ دستہ ہین اور تعداد بھی غیر محدود ہے مگر یہ (مستحفظ) بیقاعدہ ہین اور مناسب ہوگا کہ سلطان انکو علیحدہ کر کے اپنی بے قاعدہ فوجکی تعداد بڑہائین ؛

تعداد کے لحاظ سے مشہور ہے کہ ترکی فوجکا یورپ کی سلطنتون مین ساتوان نمبر ہے لیکن مین خیال کرتا ہون کہ دنیا بھر مین اوسکا پانچوان نمبر ہے اور اس خیال کی تائید مین معقول دلائل بھی پیش کر سکتا ہون اس بات کا زبان پر لانا ہی فضول ہے کیونکہ تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ لڑنے کی قابلیت کے لحاظ سے ترکون سے بہتر سپاہیون نے

[1] اسکے لکھنے کے بعد سے اقریطش مین امن وامان قایم ہوگیا ہے - بعض انگریزی اخبارون نے شاہ کریٹا حاکم اقریطش کی بہت تعریف کی ہے ؛

کبھی میدان جنگ میں قدم نہیں رکھا۔ حال میں جب شہنشاہ جرمن قسطنطنیہ گئے تھے تو ایک مشہور ہفتہ وار اخبار نے لکھا تھا کہ "شہنشاہ جرمن نے حال میں کہا ہے کہ ترکی فوج نہایت عمدہ طور پر مرتب ہے اور سلطنت کی فوجی ضرورتوں کا مقابلہ بخوبی کر سکتی ہے۔ آئندہ زمانے میں ترکی سے جنگ کرنا ایک پر ہمت اور مشکل مہم ہوگی۔ ہر سلطنت کو ایسی مہم کے خطروں میں مبتلا ہونے سے پہلے بہت پس و پیش کرنا ہوگا" اگر اون گرانہا خیالات کا بھی پورا پورا لحاظ کر لیا جائے جو کہ سلطان نے شہنشاہ کو دیے تو بھی کہہ سکتے ہیں کہ اونھوں نے جو کچھ کہا وہ نہایت ایمانداری سے کہا +

دولت عثمانیہ کی بحری فوج میں ۲۴ جنگی جہاز ہیں جو ہر طرح سامان جنگ سے آراستہ ہیں اور جنمیں سے ۱۵ آہن پوش ہیں اور بارہ تارپیڈو کی کشتیاں ہیں۔ زمانہ امن میں بحری سپاہ کی تعداد بارہ ہزار ہوتی ہے اسمیں وہ دو آہنی جہاز اور تین تارپیڈو کی کشتیاں شامل نہیں ہیں جو پچھلے سال کے آخر میں اور بڑھائی گئیں۔ اسطرح پر کل میزان ۲۶ جنگی جہاز جنمیں سے ۱۷ آہن پوش اور پندرہ تارپیڈو کی کشتیاں ہوئیں [1]

---

[1] اس لکچر کے لکھنے کے بعد سے چند اور جہاز بھی تیار ہوئے ہیں +

چنانچہ ہندوستان کی حکومت کی عمدگی مین کلام نہین لیکن وہان بھی ملکہ معظمہ کے فیاضانہ اعلان کی تمام باتین یا وہ وعدے جو ایام غدر کے بعد کئے گئے تھے ابھی تک پورے نہین ہوئے - مین تو بتا ہی چکا ہون کہ یہ باتین زیادہ تر صورتحال پر منحصر ہین اور ایسی باتون پر نکتہ چینی کرنا خودسری اور حماقت پر دلالت کرتا ہے گورنمنٹ ہند اپنے وعدونکے پورا کرنے کی کوشش مین کوتاہی نہین کرتی اسیطرح گورنمنٹ ٹرکی کا بھی عمدرآمد ہے - لیکن اگر اوسکو یکبارگی کامیابی نہین ہوتی تو کیا یہ انصاف کی بات ہو کہ ہم اوسپر ظالم وجابر ہونے کا الزام لگائین - دوسرے لوگونکے کام مین نقص نکالنا بہت آسان ہے لیکن کرکے دکھانا نہایت ہی مشکل چیز ہے یہ یقین ہے کہ دولت عثمانیہ کی نیت بخیر ہے اور یہ مشہور ہے کہ نیت خود راستہ پیدا کرلیتی ہے - اصلاح کوئی آسان چیز نہین ہے بلکہ ایک نہایت ہی مشکل کام ہے ٹرکی مین ایک اور چیز بھی ہے جو میری ازادانہ راے مین نہایت ہی قابل اعتراض ہے اور چونکہ وہ بالکل سلطان ہی کے ہاتھ مین ہے اسلیے مین اونکو اس الزام سے بری نہین کرسکتا - میرا مطلب حرم سے ہے - حرم سرا کا تصور نہ صرف ہمارے بزرگ مذہب کے پاک اصولون کے خلاف اور اوس امتیازی اخلاق کے منافی ہے جو مہذب قومونکے ساتھ پیدا ہوتا ہے اسکی وجہ سے نہایت

چنانچہ ہندوستان کی حکومت کی عمدگی مین کلام نہین لیکن وہان بھی ملکہ معظمہ کے فیاضانہ اعلان کی تمام باتین یا وہ وعدے جو ایام غدر کے بعد کئے گئے تھے ابھی تک پورے نہین ہوئے - مین تو بتا ہی چکا ہون کہ یہ باتین زیادہ تر صورتحال پر منحصر ہین اور ایسی باتون پر نکتہ چینی کرنا خودسری اور حماقت پر دلالت کرتا ہے گورنمنٹ ہند اپنے وعدونکے پورا کرنے کی کوشش مین کوتاہی نہین کرتی اسیطرح گورنمنٹ ٹرکی کا بھی عمدرآمد ہے - لیکن اگر اوسکو یکبارگی کامیابی نہین ہوتی تو کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ ہم اوسپر ظالم وجابر ہونے کا الزام لگائین - دوسرے لوگونکے کام مین نقص نکالنا بہت آسان ہے لیکن کر دکھانا نہایت ہی مشکل چیز ہے یہ یقین ہے کہ دولت عثمانیہ کی نیت بخیر ہے اور یہ مشہور ہے کہ نیت خود راستہ پیدا کر لیتی ہے - اصلاح کوئی آسان چیز نہین ہے بلکہ ایک نہایت ہی مشکل کام ہے ٹرکی مین ایک اور چیز بھی ہے جو میری ازاد دانہ رائے مین نہایت ہی قابل الزام ہے اور چونکہ وہ بالکل سلطان ہی کے ہاتھ مین ہے اسلیے مین اونکو اس الزام سے بری نہین کر سکتا - میرا مطلب حرم سے ہے - حرم سرا کا تصور نہ صرف ہمارے بزرگ مذہب کے پاک اصولون کے خلاف اور اوس امتیازی اخلاق کے منافی ہے جو مہذب قومونکے ساتھ پیدا ہوتا ہے اسکی وجہ سے نہایت

ناحق روپیہ ضایع ہوتا ہے[1] میری رائے مین اسکی بدولت
سلطان کے اسلے خاندان کی شریفانہ صفات نسلاً بعد نسلاً گھٹتی چلی جاتی ہین
مین ترکی کا تو ارادہ ہون مگر اس رواج سے دلی نفرت ہی اور میری نفرت
کی بھی یہی وجہ ہے کہ مین اوسکی بیہودی کا دل سے خواہان ہون - یہ کہا جاتا ہے
کہ اسکا الزام موجودہ سلطان پر نہین ہے اور اونکے حرم سرا اونکی ذات سے
بالکل جدا ہے - جب جرمنی کی شہنشاہ بیگم محلسرا مین تشریف لے گئین تو سلطان
کی دو بیٹیون نے برشبا کے فوجی گیت پیانو پر بجایا اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ ایک حد تک سلطان اپنے خاندان کی خبر گیری کرتے ہین اور
اس لحاظ سے مین خیال کرتا ہون کہ وہ حرم کو بھی پسند نہین کرتے کیون کہ
حرم سرا مین سوائے ولیعہد کے اور کسی بچے کی بہت ہی کم خبر گیری کیجاتی
ہے - کم سے کم ہمکو دل سے امید کرنی چاہیے کہ یہ رواج بہت جلد نیست و
نابود ہوجائے گا دنیا بھر مین کسی چیز سے اسکی تائید نہین ہوسکتی اور جقدر
جلد یہ دنیا مٹ جاے اوتنا ہی ٹرکی کے لیے اچھا ہوگا -

---

[1] صرف خاص ذیباہ الاکھ پونڈ سالانہ کا ہے اور پانچہزار لوگ محلسرا مین پرورش
پاتے ہین +

سلطان کے ہاتھ مین گورنمنٹ ہی اور اونکے بعد وزیر اعظم اور دوسرے وزراء کا درجہ ہے اور اجتماعاً یہ سب لوگ "باب عالی" کہلاتے ہین - شاہی پارلیمنٹ بھی ہے جو کہ بالکل انگریزی اصولون پر مبنی ہے بالفعل مندرجۂ ذیل وزراء باب عالی مین داخل ہین +

(۱) وزیر اعظم — ہرہائینس کامل پاشا
(۲) وزیر صیغہ خارجہ (خارجی ناظری) — ہز اکسلنسی سعید پاشا
(۳) وزیر صیغہ داخلیہ — منیر پاشا
(۴) وزیر صیغۂ مال — اگوپ پاشا
(۵) وزیر صیغۂ تعلیم — منیف پاشا

باب عالی سے بالکل وہی کام لیا جاتا ہے جو کہ انگلستان مین کیبنٹ وزراء سے لیا جاتا ہے -

باب عالی کی وجہ تسمیہ عام طور پر معلوم نہین ہے لیکن اصل یہ ہے کہ ترک اپنے سرکار کو جنگی اصطلاحات کے استعارہ سے خیمہ کہتے ہین اگلے زمانے مین سرکاری مہر کو "باب عالی خیمہ شاہی" لکھتے تھے - اہل اطالیہ نے ترکی الفاظ کا ترجمہ کر لیا اور لا پورٹا سبلائما" کہنے

لگے اور یہی اصطلاح یورپ کے مختلف ملکوں میں مختلف زبانوں کے خاص تناسب کے لحاظ سے مروج ہوگئی۔ باب عالی سے مراد سرکار شہنشاہی عثمانیہ سے ہے۔ اب ہم اس استعارے کو اور بھی توسیع دیتے ہیں۔ سلطنت کا ایوان چار ستون پر قایم ہے وہ یہ ہیں اولاً وزرا دوئم قاضیان عسکر۔ سوئم دفتردار (خزانچی) اور رابعاً نشاندی (معتمدین) علاوہ انکے آغایان بیرون یعنے حکام فوجی اور آغایان اندرون یعنے عہدہ داران محل و دربار۔ اسکے بعد علما کا طبقہ ہے جنکی وہی حالت ہے۔ جو کہ ہندوستان اور اس ملک (انگلستان) میں فرقۂ وکلاء کی ہے۔ عالم کا درجہ حاصل کرنے کے لیے تعلیم کی ایک خاص اور مشکل سلسلہ کو طے کرنا بہت سے امتحانوں میں کامیاب ہونا اور کئی ڈگریاں حاصل کرنا ضروری ہے۔ قانونی فرقہ صرف لایق ہی لوگوں کو نیز محدود رکھنے کے لیے بہت ہوشیاری سے کام لیا جاتا ہے۔ طبقۂ علما میں سے تمام مدرس اور حکام عدالت اور چھوٹے شہروں اور ضلعوں کے قاضی اور بڑے شہروں کے ملا اور "استنبول آفندی" یعنے قسطنطنیہ کے ناظم مقرر کیے جاتے ہیں +

انا طولیا اور روملیا کے قاضیان عسکر یعنے انکے حکام عدالت اور مفتی بھی اسی فرقے سے ہوتے ہین - یہ بھی قابل گذارش ہے کہ فرقہ علما کو کسوا سے اسکے کہ شعبہ اسلام کلام اللہ پر مبنی ہے - مذہب سے اور کوئی تعلق نہین ہے - دنیا مین کوئی ملک ایسا نہین ہے جہان علماء مذہبی کی قوت اس قدر محدود ہو جتنی کہ ٹرکی مین ہے یا جہان طبقہ ملکا ء زیادہ معزز آورده ہو - دنیا مین عثمانیون سے زیادہ کوئی قوم اپنے اوستادون یا اون لوگون کا ادب نہین کرتی جو کہ زیور علم سے آراستہ ہی یعنی دوسرون کی رہبری کے قابل ہین -

عثمانیون مین ایک اور بات بھی ہے جو خاص مہذب ہونے کی دلیل ہے اگر جسکو بہت ہی کم لوگ جانتے ہین - یہ مینوسپل یعنے مقامی معاملات مین اپنا انتظام آپ کر لینے کا مادہ ہے -

ہر پیشے کے متعلق ایک انجمن ہوتی ہے جسکو "اصناف" کہتے ہین اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر موضع مین میونسپلٹی ہے - اہل دیہ اپنے مقدمون کو آپ ہی منتخب کرتے ہین - مقدم سے وہ لوگ مراد ہین جو سرکاری محاصل وصول کرتے ہین - وہ میونسپلٹی کے روپے کو

جسکی تعداد بعض اوقات بہت زیادہ ہوتی ہے خرچ کرتے ہین۔ چھوٹے چھوٹے معاملات کا پنچایت سے فیصلہ کرتے ہین۔ اہم معاہدون کی تصدیق کرتے ہین اور جب عہدہ دار دونکی طرف سے زیادتی ہوتی ہے تو وہی داد و فریاد کا ذریعہ بنائے جاتے ہین۔

یہ قانون صرف عثمانیون پر ہی ختم نہین ہے بلکہ آرمینون اور عیسائیون سے بھی متعلق ہے +

اعلے طبقے کے مدرسونکی تعداد بہت ہے۔ اور محمد ثانی کے زمانہ یعنے پندرہوین صدے کے وسط سے کوئی ایسا شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤن نہین ہے جہان متعدد مکتب نہ ہون۔ جو لوگ "دانشمند" یعنے ایم اے کا درجہ حاصل کرنا چاہتے ہین اونپر واجب ہے یا یہ کہیے کہ پندرہوین صدی مین واجب تھا کہ صرف ونحو منطق علم مابعد الطبیعت تشریح اعضاے انسان معانی و بیان بلاغت اقلیدس اور فلکیات مین امتحان پاس کرین۔ اوس زمانے کے پیرس یا آکسفورڈ کی یونیورسٹی کے سلسلہ تعلیم سے اگر اسکا مقابلہ کیا جائے گا تو یہ کچھہ کم نہ ثابت ہوگا۔ اگر دانشمند طبقہ علماء مین داخل ہونا چاہتا تو اسکو

شرع شریف میں تعلیم پانا بھی ضروری ہوتا۔ یا یہ ممکن تھا کہ وہ کسی چھوٹے مدرسے کی اعلیٰ مدرسی قبول کرلیتا مگر اس سے وہ علما کے حقوق یا آئندہ اپنے صیغے میں اعلیٰ عہدوں پر ترقی کرنے سے محروم ہوجاتا۔ ٹرکی کی موجودہ حالت کی آجکل یہ صورت ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ سلطنت میں ترقی کے سارے آثار نمایاں ہیں۔ کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ ابھی بہت سے باتیں تدارک کے قابل موجود ہیں لیکن چونکہ اس تقریر کی غرض یہ ہے کہ ٹرکی کی حالت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لایا جائے نہ یہ کہ خرابیوں کے رفع کرنے کے لیے علاج اور تدبیریں بتائی جائیں اسلیے اب میں اس داستان کو ختم کرتا ہوں۔ لیکن ختم کرنے سے پہلے میں آپ کی اجازت سے موجودہ سلطان کے خاندان کے حالات بیان کرنا چاہتا ہوں۔

عبدالحمید (سلمہ اللہ تعالے) ۲۲ ستمبر ۱۸۴۲ء مطابق ۱۵ شعبان المعظم ۱۲۶۵ھ (؟) کو پیدا ہوئے اور سلطان عبدالمجید کے دوسرے بیٹے عبدالحمید اپنے بھائی مراد خامس کے تخت سے اوتارے جانے کے بعد ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو تخت نشین ہوئے ؛

سلطان مراد خامس ابھی تک زندہ ہیں مجنون ہو جانے کی وجہ سے کاروبار سلطنت سے سبکدوش کیے گئے ۔

سلطان موجودہ کے مزاج میں نہایت ہی اعتدال پسندی ہے اور اپنے کام کو ایسی تندہی سے کرتے ہیں جیسا کہ بادشاہ کو کرنا چاہیے ۔ مشہور ہے کہ سلاطین یورپ میں وہ خلیق ترین بادشاہ ہیں ۔ سلطان کی ایک نکاحی بی بی ہیں مگر حرم کا سلسلہ بھی جاری ہے اور اس کی یہ وجہ ہے کہ حرم لوازمات سلطنت میں داخل ہے نہ یہ کہ سلطان کی ذاتی خواہشوں کا نتیجہ ہو ۔ لیکن باوجود اسکے سلطان کو اس الزام سے بری کرنا ایک نہایت مشکل کام ہے اور نہ میری خواہش ہے کہ ایسی کوئی کوشش کروں ۔

سلطان کے سات بچے ہیں ۔

(۱) محمد سلیم آفندی جو ۱۱ جنوری ۱۸۷۳ء کو پیدا ہوئے ۔
(۲) زکیہ سلطانہ جو ۱۲ جنوری ۱۸۷۱ء کو پیدا ہوئیں ۔
(۳) نعیمہ سلطانہ جو ۵ اگست ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئیں ۔
(۴) عبد القادر آفندی جو ۲۳ فروری ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئے ۔

(۵) احمد آفندی جو ۱۴ مارچ ۱۸۸۲ء کو پیدا ہوے۔
(۶) نائب سلطانہ جو ۱۸۹۳ء مین پیدا ہوئین۔
(۷) محمد برہان الدین آفندی جو ۱۸۹۵ء مین پیدا ہوے۔
سلطان کے ولیعہد اونکے بھائی محمد رشید آفندی ہین۔ جو
۳۔ نومبر ۱۸۴۴ء کو پیدا ہوے۔ آپ ملاحظہ فرما چکے کہ ترکونکی کیا حالت
تھی اونکا قدم ترقی یورپ کی تمام قومونسے آگے رہتا تھا اور ہر کسی دنیا کس
اونکے آگے سر جھکاتا تھا اور آخر کار کسطرح گذشتہ زمانے کے تمام عالیجاہ
عالی حوصلہ قومون کی طرح نشیب و ادبار مین مبتلا ہوگئے اور اب پھر اون لوگون
کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کر رہے ہین جنکے ذی ہمت ارادون اور
پر زور کوششون نے زمانہ جنگ مین ہلال کا خوف اور زمانہ امن مین ہلال
کی محبت دول یورپ اور بنی نوع انسان کے دلمین پیدا کردی تھی +

عہدنامہ برلن

عہدنامہ برلن پر دستخط ہونے سے پہلے روس نے اپنی حکمت عملی
سے ترکون سے ایک اور عہدنامے کی تصدیق کرائی جو کہ سین اسٹیفانو مین

ہوا تھا اور جسکی شرائط کچھ ایسی برباد کن تھیں کہ سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہی ہوجاتا لارڈ سالسبری نے نہایت بیدار مغزی اور لیاقت سے اس عہدنامے پر ایک عام گشتی بین نکتہ چینی کی اور یورپ کو بتادیا کہ اس عہدنامے کے ذریعے سے روس نے ٹرکی کے پورے انہدام کی بنیاد رکھی ہے اس سے یورپ کی سلطنتوں کو بہت ہراس ہوا اور انہوں نے روس کو اسبات پر مجبور کیا کہ وہ اس عہدنامے کو منسوخ کرکے ایک اور عہدنامہ از سرنو کرے +

اس لحاظ سے تمام بڑی بڑی سلطنتوں نے تجویز کیا کہ ایک مجلس شوریٰ قایم کیجائے چنانچہ اسکا برلن میں جون اور جولائی کے مہینوں میں مجلس پرنس بسمارک انعقاد ہوا۔

رومیلیا سرویا اور مانٹی نیگرو کی حدود وسیع کئے گئے اور یہ ریاستیں خودمختار کردی گئیں۔

ان ممالک کا ایک بڑا حصہ جو دریائے ڈینوب اور کوہ بلقان کے مابین واقع ہے۔ ایک خودمختار ریاست بلگیریا کے نام سے قایم کیگیا اور تجویز ہوا کہ رعایا اپنے بادشاہ کو آپ منتخب کرے لیکن سلطان کی حکومت

کا سایہ اوسپر قایم رکھا گیا اور کچھ خراج بھی مقرر ہوا۔
بلگیریا کے تمام قلعے سوائے رسچک سلسٹریا۔ اور وارنا کے مسمار کردے گئے۔ کوہ بلقان کے جنوب مین شرقی روملیا کے نام سے ایک ریاست قایم کی گئی جسپر سلطان کی براہ راست حکومت قایم ہے۔
باسنیا اور ہرزی گووینیا کا انتظام آسٹر و ہنگری کے سپرد کیا گیا اور رومانیا نے بسار بیا کا وہ حصہ روس کی نذر کیا جو ۱۸۵۶ء مین زار کی حکومت سے علیحدہ کر لیا گیا تھا اور اسکے معاوضے مین اوسکو ڈوبرشا کا ضلع دیا گیا
ایشیا مین قرس اردہان اور باطوم روس کے حوالے کیے گئے
ایک دوسرے عہدنامے کے بموجب انگلستان کو جزیرہ سائپرس اس شرط سے حوالہ کیا گیا کہ ایشیا ٹک ٹرکی کی حفاظت کی ذمہ واری کرے۔ مین پہلے بیان کر چکا ہون کہ سائپرس خراجگذار ہے اور دراصل سلطنت عثمانیہ کا ایک جزو ہے۔ یہ عہدنامہ جون ۱۸۷۸ء مین لکھا گیا۔ آپ کو اس سے معلوم ہوگا کہ عہدنامہ برلن کے لکھے جانے سے پہلے ہی انگلستان نے سلطنت عثمانیہ کی ایشیا مین حمایت کرنے کے لیے مصمم ارادہ کر لیا تھا
انگریزون نے جزیرہ سائپرس پر جولائے ۱۸۷۸ء مین قبضہ کیا +

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱۱

اب مین آپ سے اجازت چاہتا ہون کہ جس مہربانی اور توجہ سے
کہ آپ نے اس تقریر کو سنا ہے اوسکا شکریہ ادا کرون اور اس مضمون کو ختم
کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگون سے درخواست
کرون کہ آپ میری اس دعا مین شریک ہون۔ اے خدا! اے خدا!!
ٹرکی کو جو کہ اسلام کا اخیر حصن حصین اور ہمارے مذہب کا مرکز ہے پھر وہ
مبارک دن نصیب کر کہ وہ مہذب دنیا مین اپنے مرتبے کو حاصل کرے اور
یہ مریض شفا پا جائے اور مدتہائے دراز تک بخوشی و شادمانی سلامت و برقرار
رہے۔ آمین! فقط

راقم

لندن
مورخہ ۱۲ مارچ ۱۸۹۶ء

(دستخط)　　محمد احمد

تعلیم و تربیت اطفال

تمام گھر کی خوشی مجسم صورتون مین تمام خاندان کی عزت چلنے پھرنے والے پتلون مین - ملک کی آیندہ قسمت قوم کی اچھی یا بُری ہونے والی حالت بچے ہوتے ہین - اُنکی بُری حالت ملک کی بدقسمتی کی دلیل - اور انکی عمدہ کیفیت قوم کی سرخروئی کی نیک فال ہے - دنیا مین جتنے آدمی نامور گذرے اونہون نے بہت بڑا ذخیرہ اپنی آیندہ عزت و عظمت کا طفلی ہی سے جمع کرلیا تھا گو اونکو خود نہ معلوم ہوا ہو کہ انکی ذہنی دامن نیرنگستان عالم کے کیسے کیسے خوشنما پھولون سے پُر ہو گئے ہین - اور گو انہون نے قدرت کی تخم ریزی کو جو انکی قرارع قلوب مین ہوئی وقعت سے نہ دیکھا ہو جو حقیقت مین آگے بڑھ کے اِن کی نامور ی کی اصل الاصول ہوئی - اشرف المخلوقات کے عظیم الشان لقب سے ممتاز ہونے والے گو تمام جنس انسان بحیثیت مجموعی ہے کیونکہ جوہر عقل منجملہ اور عطیات نامتناہی کے بہت بڑا امتیاز رکھا گیا ہے - مگر درحقیقت اسی ممتاز لقب کے سزاوار حضرات کامل الانسان ہین ۵ بسکہ ہر کام کا دشوار ہی آسان ہونا آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا - اور یہ کاملیت خصائل حمیدہ اسی عہد طفلی کے پوشیدہ قوتون کا بڑا ہوا اثر ہے مثل ہے کہ ہونہار بروے کے چکنے پات عہد طفلی کے جزیات نخی آیندہ عظمت کے مبصرونکی نظرون مین کھلے آثار ہوتے ہین شیخ کا قول تخصیص درحقیقت تعلیمی تاثیر لیے ہوے ہے ۵

ع بالائے سرش زہوشمندی ۔۔۔ می تافت ستارۂ بلندی

یہ مختصر کیفیت جو اوپر بیان ہوئی قدرتی عطیات کا جو روز ازل ہر خمیر انسانی مین قضا و قدر کے ہاتھون تفویض ہوئی۔ ایک مختصر خلاصہ ہے۔ جب عہد طفلی ایسا عمدہ زمانہ اور ایسا محمود وقت ہے تو ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اگر ان نعمائے قدرت مین بمناسبت حالات صدہا سال اور پشت ہا پشت کے انسانی تجربات سے امداد پہونچائی جائے۔ تو یہ پتلۂ انسانی جو بعض اوقات عدم تعلیم و تربیت سے چہ خفتہ وچہ بیدار مساوی ہوتا ہے۔ کل درجات عزت و مرتبت جو مختلف صیغون مین اوسکے لیے امانتاً رکھے گئے ہین لے کر ڈالے۔ زمانۂ طفولیت ہی ایک ایسا وقت ہے جسمین ہر قسم کی تعلیم و تربیت کی صلاحیت ہو سکتی ہے۔ خیالات مین لچک اور عادات مین خامی کچھ ایسی پائی جاتی ہے کہ جدہر قوت کے ساتھ موڑ دیے جائین اوسیطرف ترقی ہو گی۔ اور اگر اپنے ہی حال پر چھوڑ دیے جائین تو ایک روز نجگی حاصل کرنے پر ناقابل اصلاح ہو جائین گے۔ تعلیم و تربیت جو ہمیشہ سے جزو لاینفک تسلیم ہوے ہین۔ اور اندرون عملاً اوسپر اور زور دیا جا رہا ہے اوسکے لیے عہد طفلی نہایت موزون موسم سمجھا گیا ہے۔ جب کہ ہر قسم کی تخم ریزی کی صلاحیت غیر مزروعہ آراضی دل مین

پائی جاتی ہے ۔ اچھے اور برے تخم اور تخمریزی کی ذمہ داری ظاہر ہے کہ دہر نہیں ہے ہاں اوسکو قبولیت سے انکار بھی نہیں ہے ورا گر اوسکو چندے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو پھر اوسمیں صلاحیت زراعت تعلیمی بھی باقی نہیں رہجاتی غرض انسان کا دل حالت طفولیت میں بالکل غیر مزروع اراضی کیطرح ہے اور ؎

از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو

جسطرح ایک کے لیے مطابق ہے اسیطرح دوسرے سے منطبق۔

تعلیم بلا تربیت اور تربیت بلا تعلیم ہر دو فرداً فرداً ناقص ایک بغیر دوسرے کے ایسی ہی ہے جیسے دولت بغیر علم کے اور علم بغیر دولت کے ۔ قوم اور ملک پر وہی مجموعی اثر دولت و علم کا ہوتا ہے جو تعلیم و تربیت کا مجموعی فائدہ شخص واحد پر ہوتا ہے ۔ ہمارے ملکی و قومی ادبار کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ اوسمیں علم و دولت مفقود ہوگیا ہے اور ذاتی خصوصیت اعلے سوسائٹی میں اسلیے نہیں ہوتی کہ تعلیم و تربیت ناقص ہماری دو قدم آگے رہتی ہے ۔

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اسکے حواس خمسہ ظاہری مکمل نہیں ہوتے

اور قوائے باطنی تو اور بھی مخفی اور ساکن حیثیت مین ہوتے ہین مگر انکی ترقی دن دونی رات چوگنی ہوتی ہے۔ جسقدر مناظر ایک بچے کی نظر سے گذرتے ہین وہ بغیر خفیہ اثر کیے ہوئے نہین رہتے گو اوسکا اظہار طفل بے زبان کی زبان سے نہین ہوتا مگر بہت مبدہ وہ قدرتی جذبات سے متاثر ہوکر پیارے لہجون اور اشارون مین تبلاتا اور مزید واقفیت کی کوشش کرتا ہے۔ اور اسکی یہ کیفیت روز افزون ترقی پر ہوتی ہے۔ والدین اور دوسرے اعزا کا یہ کام ہے کہ اسکی خواہشات اور سوالات کو پوری اور سچی جواب دیکر اسکے قوائے روحانی کو بڑہائین بخلاف اسکے اکثر ہوتا ہے کہ بچون کے سوالات کو بے حقیقت اور نہایت معمولی اور بعضے وقت تکلیف دہ سمجھکر والدین اوسکے منہ کو گھرک کر یا دوسری طرحسے بند کر دیتے ہین۔ اور بہت سے سوالات کو جو یکے بعد دیگرے وہ کرتا۔ کیبارگی تاریکی مین ڈالدیتے ہین حقیقت مین یہ فعل ابھرے ہوئے شوق کو روکنا۔ اور کھلتی ہوئی کلی کو توڑ لینا ہے جس سے اوسکے دیگر اندرونی زور دار قوا کو آیندہ کے لیے سخت نقصان پہونچتا ہے۔ اور پھر کسی عجیب اور جدید چیز کو دیکھکر جسکا سلسلہ روزاوسکی نظر سے گذرتا ہے پوچھتے ہوئے تکلف کرتا ہے۔

اور بالآخر بہت سی ضروری باتونسے جو پہلے ہی معلوم ہوتی تھین وقت پر محروم رہجاتا ہے لڑکا جیون جیون بڑہتا جاتا ہے اوسکا ذخیرۂ علم وسیع ہوتا جاتا ہے مگر بے ترتیب - وہ عالم کے دلفریب سمان کو دیکھکر خوش ہوتا ہے اور اپنے ہی لہجہ مین خوشی کا اظہار کرتا ہے - اسکے اندرونی قوا جو قدرتاً تعلیم پذیر ہین اوسکو مجبور کرتے ہین کہ اپنے بڑون سے جو نزدیک ہین ماہیت اشیاء اور حقیقت حال دریافت کرے مگر افسوس ہی کہ بعضے اوقات اسکے ضروری الوقت اور مفید مطلب سوالات کا جواب زجر و توبیخ مین دیا جاتا ہے اور بعضے وقت اناپ شناپ کچھہ کا کچھہ کھکر دفع الوقتی کیجاتی ہے آگے چلکر کند ذہنی کھولت اور عدم تشفی کی شکایت بہت کچھہ انھین وجوہ سے سنی جاتی ہے کیونکہ جو ادہ آیندہ کے لیے مفید شاہراہ پر نکلا تھا اوسکا سر دو ہی مین گلا گھونٹ دیا گیا پھر اوس سے اور امید رکھنی فضول -

جب لڑکا پڑہنے کے قابل ہوتا ہے تو اوسپر ایک عجیب مہیب پھرہ قایم ہوجاتا ہے کبھی سختگی حد سے زیادہ اور کبھی رعایت ضرورت سے سوا کیجاتی ہے دونون بے ترتیب ہونے سے اپنے اپنے موقع پر نقصان دہ ہوتے ہین: ظاہر ہے کہ جب ایک پودا لگایا جاتا ہے تو

اوسکو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی پوری قدرتی قوت سے کام لے
اور قدرت نے جسقدر سامان اوسکی نشو نما کا رکھا ہے اسکے لیے بہم پہونچایا
جاتا ہے - اسی پودے کو مناسب حال گرمی و روشنی پہونچائی جاتی ہے - اس
پاس کی گھانس نکالڈالی جاتی ہے مبادا قوت تقسیم ہوجاے - مگر ہماری طرز
تربیت کا اثر ہمارے بچون پر برعکس پڑتا ہے اسکے قدرتی جوش کو روکتے
اور اسکے حوصلونکو جو قدرتی تحریک سے ہوتا ہے پامال کراتے ہین - اسکو
بولتے ہوے اسلیے خاموش کردیتے ہین کہ کہین گستاخ نہ ہوجاے -
بات پوچھتے ہوے اسواسطے چپ کردیتے ہین کہ بے ادب نہ ہوجاے -
کھیل کود سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مبادا آوارہ نہ ہو - جسطرح ایک پودا
جو عمدہ زمین پر نہین ہوتا اپنی معمولی قدوقامت حاصل نہین کرسکتا اور زرا غفلت
کافی غذا نہ پانے سے اپنی حد تک بارآور نہین ہوتی - انسانی پودے
بھی ناموزون روک تھام سے پوری حد تک دماغی نشو ونما نہین کرسکتے
اس تحریر سے میری یہ غرض نہین ہے کہ قوائے اندرونی کی ترقی کیلیے
لڑکونکو مطلق العنان کردینا چاہیے جو فی الواقع ایک دوسری سخت بلا لاینحل
ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ رعایت و مزاحمت دونون باقاعدہ اپنے اپنے

موقع پر ہو جو تربیت کا خاص منشا ہے ؎

درشتی و نرمی ہم در بہ است چو رگزن کہ جراح و مرہم نہ است

بعض اوقات نوخیز طالب علمون کو بدقسمتی سے وہ مہیب صورت تلخ مزاج اور ستاد ملتے ہین جو انکے قوائے اندرونی کی پامالی اپنے دل بھاولہی کھجور کی چھڑیون سے کرتے رہتے ہین۔ تربیت تو درکنار انکو تعلیم کا مذاق بھی نہین ہوتا کیونکہ یہ جبر و زور تو نکو رو کنا نہ ملکی مدارس کا اقتضا ہے اور نہ علمی مکاتب کا جو لوگ زیادہ تر اپنے طالب علمون پر ہاتھ صاف کرتے ہین یقیناً وہ اوس عزت کے مستحق نہین ہوتے جو ایک مدبر لایق اوستاد کو شایان ہی اور جو بغیر اندرونی جراح کو نقصان پہونچائے ہوئے اور ابھرتے ہوئے شوق کی دستگیری کرتے ہوئے معروف تعلیم ہوتا ہے۔

ہین نے اوپر بیان کیا ہے کہ تعلیم بلا تربیت قریب قریب فضول کے ہے۔ یہ اسی موقع پر جناب نواب عماد الدولہ بہادر کی مشہور اسپیچ کے چند فقرے جو رسالہ حسن مین چھپ چکے ہین یہان لکھنا چاہتا ہون جس سے معلوم ہوگا کہ ہمارے ناظم صاحب تعلیمات نے تعلیم و تربیت کو کسقدر ایک دوسری سے وابستہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہین "ایک طالب علم جسکی تربیت

دست اور باقاعدہ طور پر ہوئی ہو۔ دُنیا میں ہزار درجہ زیادہ اعتبار عامل کرے گا بہ نسبت دس بے تربیت طالبعلموں کے جنھوں نے طوطے کی طرح سبق یاد کر کے یونیورسٹی کے امتحانوں میں کامیابی حاصل کی ہو۔ جو لڑکے انتظام کی سختی سے مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں اونکا مدرسے سے باہر ہی تشریف رکھنا بہتر ہوگا۔ عمدہ اور عاقلانہ تربیت کا یہ کام ہے کہ بچونکو کم سنی میں اسطرح پرورش کرے کہ جوانی کی خطاؤں سے بچتے رہیں"۔

عہد طفلی میں اگر تربیت کی بنیاد مضبوط پڑ جاتی ہے تو آیندہ زندگی کے مختلف پیچیدہ مراحل عزت و امتیاز سے بسر ہو جاتے ہیں جو محض تعلیم سے حاصل نہیں ہو سکتے جیسا کہ ہمارے ناظم صاحب تعلیمات فرماتے ہیں۔ "ایک تربیت یافتہ سے جو شبہ یہ امید ہے کہ وہ مردانہ وار اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتا رہے گا۔ اور غیر تربیت یافتہ شاید عبارت آرائی کریں گے شکسپیر کے اشعار صفحہ کے صفحہ زبانی سنا دیں گے مگر اونکو نہ کبھی اپنے اوپر اور نہ دوسروں پر حکومت کرنے کی لیاقت ہوگی"۔

تعلیم کا مسئلہ درحقیقت ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جو ہنوز باوجود اسقدر وسعت تجربہ مکمل نہیں ہوا۔ گورنمنٹ انگلشیہ جو ایک نہایت تجربہ کار

اور تعلیم دہندہ حکومت ہے۔ اپنے ہی تعلیمی مسئلہ کو ہنوز ایک حد معیّن اور
ادستقیم پر نہیں پہونچایا۔ اور روزمرہ کے تغیرات سے پایا جاتا ہے کہ تجربہ حاصل
کیا جارہا ہے اور کوئی مستقل صورت اب تک پیدا نہیں ہوئی۔ محاسن کی
تائید اور معائب کی تردید کیجاتی ہے اور جو تعلیمی پالیسی عرصے سے قایم ہوچکی
ہے اوسمین اب قصور نکالا جاتا ہے اور دوسرا طریقہ جو کسیوقت متروک
کردیا گیا تھا ضرورتاً تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ کیفیت ظاہر کرتی ہے کہ ہنوز مسئلہ تعلیم
امتحان کی حالت میں ہے۔

بہرحال جو کچھ حالت ہو تعلیمی فوائد سے کوئی ذیرک انکار نہیں کرسکتا
اور اسلیے جو طریق سب سے زیادہ ازروے تجربہ ملکی ضرورتوں سے مستحسن
ثابت ہو اوسکو اختیار کرنا چاہیئے اور طفلی ہی سے مناسب تربیت کے ساتھ
شاہراہ پر لگا دینا چاہیئے کیونکہ اسوقت اگر طبیعت کو میلان ہوگیا جو ازخود ہونا
محال ہے تو چسکا پڑجائے گا اور پھر رفتہ رفتہ خود پڑھنے کی کوشش کیجائے گی
پابندی وقت ایک نہایت ضروری امر تسلیم کیا جاتا ہے جسکی ضرورت
سب سے زیادہ ہم لوگون مین پائی جاتی ہے۔ جس فیاضی سے ہم گران بہا
اوقات کو صرف کرتے ہین شاید حاتم کو اپنی دولت صرف کرنے مین بھی

اسقدر وسعت کی ضرورت نہ رہی ہوگی - چونکہ ابتدائی عمر مین اوقات کی عزت کا کوئی خیال پیدا نہین کرایا جاتا اسلیے اوسکی بے حرمتی مدت العمر جاگزین خاطر رہتی ہے - لطف یہ ہے کہ بیکاری سے اسقدر فرصت نہین ملتی کہ تنگی اوقات کی شکایت کم کیجاے - یہ مستند مقولہ ہے کہ وقت زر ہے ایک کے کھونے سے دوسرا بھی جاتا رہتا ہے مثالیہ الفاظ مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ پورا ایک گھنٹہ گلاب کے ایک پورے پھول کی مانند ہے پھول کی دو چار پنکھڑیان ضایع ہوجانے سے اوسکی عزت نہین کیجاتی اور نہ وہ پھول ہی رہجاتا ہے - اسی صورت سے ایک گھنٹے کے چند لمحے کھودینے سے اوسکی عزت پوری نہین ہوتی اور پورے گھنٹے کا صحیح الاطلاق اُسپر نہین ہوسکتا - اوقات منضبط ہونے سے درحقیقت بہت کام ہوتے ہین - اور لطف یہ ہے کہ ہر کام وقت پر عمدگی اور سہولیت کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر بھی وقت تفریح و دیگر مشاغل کا باقی رہجاتا ہے جو غیر انضباط حالت مین ممکن نہین - مین نے ایک تذکرے مین دیکھا کہ مسٹر گلیڈ اسٹون وزیر اعظم انگلستان اپنے اوقات کو نہایت عمدگی سے بسر کرتے تھے - وزارت خطے کے عظیم الشان کام کے سوا پارلیمنٹ مین شرکت اور مختلف مباحث کی جوابدہی کے علاوہ رات و دن کے کم و بیش ایک درجن

مختلف انجمنون مین تشریف لیجایا کرتے تھے - اور پھر بھی تفریح وسیر کا کافی وقت نکال لیتے تھے - ہم لوگون کو اب تک وقت سے زیادہ کوئی کم قیمت شے نہین ملی اور جس بیدردی سے اوس کو مدت العمر صرف کرتے ہین اوسکا کبھی اندازہ بھی نہین کرتے اور اسلیے اکثر کام بے ترتیب و نامکمل رہجاتے ہین - مبری بات یہ ہے مین کم عمر لوگونکو پہلا اور موثر سبق انضباط وقت کا دیا جاتا ہے -

گو ہندو مسلمان عملاً اپنے دنیاوی کامون مین پابند اوقات علی العموم نہ ہون مگر معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو مذاہب کے پیشواؤن نے اسی ضروری مسئلہ کا بڑا لحاظ کر رکھا تھا - صبح و شام اشنان و پرارتھنا ہندون مین - اور پانچوقت کی موقت نماز مسلمانون مین اس امر کا کافی ثبوت ہے - کہ اسی مذہبی طریقے سے ہمارے پیشواؤن نے ہمکو اپنے دنیاوی کامون مین بھی منضبط رہنے کے لیے ہدایت کی ہے - غالباً عیسائی مذہب مین ایسی پابندی مذہباً نہین رکھی گئی - لیکن قضیہ بالعکس ہوا کہ جہان مذہبی پیرایہ مین ارشاد انضباط اوقات تھا وہان خاموشی رہی - اور جہان کوئی قطعی حکم نہ تھا اون لوگون نے اپنے ہر کام کو ایک ایک منٹ سے وابستہ کر رکھا ہے -

ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی آیندہ بہبودی کی حتی الوسع

اور سکے رکھین بین بنیاد قایم کردین - اور السعی منی والاتمام من اللہ تعالے
لحوظ خاطر رکھین - عمدہ تعلیم و تربیت کا اثر کبھی ضایع نہین ہوتا بشرطیکہ اوس کی
ابتدا مناسب وقت پر ہووے - یہ بڑی بے حمیتی اور سخت غلطی ہے کہ ہاتھا
یا کسی عارضی وجہ سے باپ یا دیگر اولیا کم عمر بچے کی تعلیم و تربیت سے اغماض
کرین اور اوسکی زندگی کے اصول جس سے وہ آیندہ فائدہ اوٹھانے والا ہے
بگاڑین - یہ تو ضرور ہے کہ بچہ انسان وہی کرے گا جو اپنے بڑون کو
کرتے دیکھے گا - اوسکو بجاے خود نیک و بد کی تمیز ہوتی نہین - پس مناسب
وقت نگرانی والدین خصوص باپ پر فرض قطعی ہے -

اب تعلیم پر نظر کرتے ہوئے اسکی مختلف شاخون اور طرز تعلیم پر غور
کرنا چاہیے - انسانی ضروریات اس قدر وسیع اور اسکے تعلقات ایسے بسیط
ہین کہ علم کی کسی ایک شاخ کے حاصل کرنے سے اوسکی ضرورتون کی تکمیل
ممکن نہین - لہذا عام طور سے عملدرآمد ان شاخون کا زیادہ ہوتا ہے جو ارباب
دانش کے نزدیک ضروری الوقت ہین مگر تاہم بعضے ملکی مصلحتون سے اور
بعضے کسی اور خیال سے ضروری تعلیمی امور فروگذاشت بھی کردیے جاتے ہین
ہندو مسلمان - پارسی - یہودی - چینی وغیرہ ان کے مذاہب کے لحاظ سے

رسم و رواج اور اخلاق میں بھی فرق عظیم اور حکومت انگریزی تعلیم دہندہ ان سب سے زوال۔ یعنے عیسوی۔ جو اپنے ملکی مصالح سے مختلف نکتوں پر غور کرتی ہے۔ اور ہر ملکی باشندوں کا اقتضا کچھ اور اور ہر ملکی مصلحتوں کی ضرورتیں کچھ اور۔ ہندو مسلمانوں کے مذہبی خیالات تعلیمات سے جدا ہو نہیں سکتے گورنمنٹ انگریزی مذہب اور علم کو بالکل متغائر خیال کرتی ہے۔ مگر وہی ہونا ہے جو بالادست کی خواہش ہو۔ چنانچہ آج مدارس میں گورنمنٹی تعلیم جاری ہے جو بہت کچھ مضر خیالات مذہبی و قدیمی رسم و رواج ہے۔ لیکن جو کچھ ہو تعلیم و تربیت کیطرف اولیاے اطفال کا پوری کوشش سے متوجہ ہونا اور ضروری تعلیمی عزت حاصل کرنا فرض عظیم ہے۔ بعض زبردستی سے پڑھوانے والے حضرات کے لیے سرمایہ فخر اور کل اعتراضات کا جواب بھی ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے بچے کو تو مدرسے میں داخل کر دیا۔ گو انکی عنایت اسقدر نسبتاً فی زمانہ غنیمت ہے۔ مگر تعلیم و تربیت کے لیے جس سے مفید نتیجے کی خواہش ہو اسقدر مختصر عنایت کافی نہیں جب تک ماں باپ بچوں کی نگرانی اپنے طور سے خود نہ رکھیں اور عمدہ تعلیم و تربیت کے جویاں نہ رہیں کامیابی عنقا ہے۔ کیونکہ گو مدرسوں نے اب بہت کچھ ترقی کی ہے اور تعلیم و تربیت اطفال کے بڑے بڑے نتیجہ خیز دستور العمل ہیں

ہین مگر اہم خاص نگرانی ضروری ہے چند سال پیشتر تو یہ بھی کیفیت نہ تھی - اگر کچھہ حاصل ہونے کو تھی تو انگریزی دوسری زبانین بالکل تاریکی مین ڈالدی گئی تھین - چنانچہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مین مدرسۂ عالیہ مین بغرض تعلیم علوم مختلفہ داخل کیا گیا - اسوقت مین عربی مین کتب ہائے متداولہ سے فارغ ہوکر منطق وغیرہ شروع کر چکا تھا مگر وہان داخل ہونے پر مجھکو از سر نو میزان دیگئی ہر چند مین نے اپنی عربی قابلیت کا ثبوت پہونچایا امتحان دیا - مگر پابندی جماعت کے لحاظ سے تمام سال اوسی میزان کا وزن رہا - قافیہ تنگ ہوگیا - سال بھر کے بعد وہ استاد بدل گئے - جب دوسرے صاحب تشریف لائے تو پھر از سر نو میزان شروع ہوئی - الغرض اسی میزان کے گردان مین دو تین برس سرگردان رہا - جو کچھہ پہلے کا کمایا ہوا تھا وہ بھی پیہ کھاتے مین رہا - فارسی مین علی ہذا تاریخ فرشتہ کے سوائے اور کچھہ پڑہا یا نہ جاتا تھا - جو کچھہ مفید ایام بسر ہوے وہ انگریزی تعلیم مین لیکن اوسکا چوتھائی حصہ کرکٹ اور ٹنس وغیرہ کے نذر ہوجاتا گو مین خوب جانتا ہون کہ طرز تعلیم اور کورس مین اب ترقی ہوگئی - لیکن شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ ہمارے اس ملک کی تعلیم اب تک ملکی ضرورتون کے پایہ سے

گری ہوئی ہے

تعلیم و تربیت اطفال کے لیے ذاتی خصوصیات سے متجاوز ہو کر
اقل درجہ ہمسایون کی تعلیم و تربیت کا لحاظ ضروری ہے یہ بحث ایک قومی
تعلیم کا پہلو لیے ہوے ہے مگر یہان پر خارج از بحث اسلیے نہ سمجھی جائیگی
کہ تعلیم و تربیت کے سوا ایک دوسرا بہت قوی اثر صحبت کا ہوتا ہے جو
نفس انسان پر پڑتا ہے۔ یہ ممکن نہین کہ بچونکی طبیعت اس انداز پر ابتدا
سے قایم کیجائی کہ وہ اپنے ہم عمر بچون سے بالکل ملنے نہ پائین۔ یہ تو
ایک جائز قدرتی میلان ہے۔ اور اس راہ سے قطعاً سختی سے علیحدہ
رکھنا غالباً اور مضر اثر کم عمر بچونکے دلون پر ڈالنا ہو۔ علاوہ اسکے اگر
ایک گروہ مین ایک شخص کا خاص مذاق پیدا ہوا جسکا کوئی مماثل نہین تو
وہ صاحب مذاق کو کیسے ہی ہون پتلہ دخشت ہو جائینگے۔ اب تک
اور غالباً ہمیشہ سوسایٹی کا بڑا اثر ہے اور رہے گا۔ اگر ایک شخص کے
علم و فضل و تہذیب و شائستگی کی قدر شناسی اوسکی سوسایٹی مین نہین ہے
اور اوسکو اوسکی ہمراہی اوزبردار نظر اعزاز سے نہین دیکھتے
عام اس سے کہ اونمین جوہر شناسی بوجہ لاعلمی کے نہین ہے۔ یا خیالات

باہم متبائن ہین تو وہ شخص ملک اور قوم کو کوئی فائدہ نہین پہونچا سکتا اور کوئی محبت اور دلچسپی اپنے ملک سے نہین ہوسکتی پس ضرور ہے کہ اپنا اغراض اپنی سوسائٹی ہی مین جمع ہے اور اونھین کے خیالات کو درجہ بدرجہ ترقی دیتا رہے اوسوقت جانبین کی خوشی اور مسرت کا جو اندازہ ہوگا وہ اپنے ہی مکان کو سجانے سے زیادہ ہوگا اور یہ اوسیوقت ممکن ہے جب کہ اپنے دوسرے ہمقوم علم و فضل سے آراستہ ہون اور اونکو بصیرت اچھے اور بُرے افعال کی ہو۔

اندنون جب کہ انگریزی تعلیم کو بخوبی اشاعت ہورہی ہے امرا و دیگر الوالعزم عہدہ دار اپنے ہونہار بچونکو تکمیل و تعلیم و تربیت کے لیے انگلستان بھیجتے ہین۔ انگلستان بھیجنا درحقیقت بچونکو ایک پسندہ شاہراہ پر لگانا ہے کیونکہ امید کیجاتی ہے کہ یہ طلبا زیور علم و تربیت سے آراستہ ہوکر ہمارے ملک کی عزت افزائی کرین گے مگر چونکہ گل کے ساتھ خار ہونا اقتضاے قدرت ہے اور گل کی محبت مین اکثر کانٹا نظر انداز ہوجاتا ہو۔ مگر جھپٹ کر گل توڑنے مین اکثر کانٹے جو نمایان نہین رہتے چبھ جاتے ہین۔ قریب قریب انگلستان بھیجنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ہم بھی جانتے ہین کہ ہندوستان مین

ایسے بہت سے نیک نہاد۔ رفاہ جو۔ مہذب انگریز ولایت سے آتے ہین جو تاج انگلستان کے چمکتے ہوے ہیرے اور باشندگان ہندوستان کیلیے سایہ رحمت ہوتے ہین اسلیے قطع نظر عہدہ اور جاہ و عزت کے انگریزون کے عمدہ عادات و خصائل کی خواہش کیجاتی ہے۔ مگر اسکے خاردار پہلو کیطرف جو شخص خواہش مین کم نظر کیجاتی ہے۔ اوّل تو ہندو مسلمان دونون کے مسلمہ رائض مذہبی کی تعمیل دشوار۔ اگرچہ ہندون سے مسلمان مذہبًا بہت کم مقید پابندی ہین مگر یہ کمی بھی شاید وہان پوری نہین اور سکھی دوم یہ کہ انگلستان کے باشندون کے خصائل ذمیمہ کیطرف اگر ذہن عالی جھکا جسکا ثبوت معمولی حالات و مشروبات مین بخوبی پایا جاتا ہے تو یہ قطعًا ملک اور قوم کے لیے بجاے مفید ہونے کے سخت مضر ہے۔ محاسن کی نسبت ذمایم کا اثر انسان کے خصوص نا تجربہ کار کے دلپر عجلت اور مضبوطی سے ہوتا ہے اور محاسن کی تحصیل رفتہ رفتہ عرصے مین ہوتی ہے۔ اگر ولایت مین جاکر اقتباس معائب کیطرف نادانستہ طبیعت جھکی اور ملک و رسم و رواج کی انتہائی آزادی سے ایسا میلان طبع ہونا مشکل نہین تو بھی ملک کی بدقسمتی مین ایسے لوگ زیادہ شرکت کرین گے اور سوسایٹی

مین ذرایع کی کثرت ہوگی - آزادی خیال اور اعمال کا سبق کچھ ایسا مرکوز خاطر ہوجاتا ہے کہ ہر موقع پر جہان کچھ بھی رکاوٹ کا خوف ہوتا ہے پُرکہ سنا دیا جاتا ہے - اس سے یہ مراد نہین ہے کہ انگلستان جانا کلیتاً نہین چاہیے بلکہ میری غرض تعلیم و تربیت اطفال ہے - یعنے ابتدائی عمر مین ایسی عمدہ تعلیم اور تربیت بخوبی سے دینی چاہیئے کہ انگلستان ایسے آزاد اور لمع خیز مقام مین مطلقاً ہمکو اسکی موقعہ پر اگر موجودہ دور سلطنت حیدر آباد کو تمام از منہ ماسبق پر ترجیح دیجاے تو غالباً بے موقع ہوگا - جبکہ ہمارے پیر و مرشد اعلی حضرت بندگانی نعالی مذللہ العالی کے شاہانہ الطاف رعایاے سلطنت رفعیہ کے تعلیم و تربیت مین مبذول ہے - شریف ترکیون کے لیے نہایت عمدہ مدرسے اور معلمہ کا بندوبست کر دیا جو ایک دن ا - بچے بچونکی لایق قابل مائین بنین گی اور عہد طفلی مین تعلیم و تربیت سے وہ فائدہ پھونچائین گی جو دوسری حالت مین برسون میسر نہین - خورد سال بچونکے لیے گنڈر گارٹن - نوجوانونکے لیے مدرسہ عالیہ نظام کالج اور دوسرے بہت سے اعلے مدارس نہایت دریا دلی سے قایم فرمائے اور ہر جگہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا لحاظ رکھا گیا لایق طالب علمونکے لیے بہتر فہرد وظائف مقرر کیے - قدرتی جایز امنگون

اور حوصلوں کے لیے ہر طرح کے کھیل و تفریح کے سامان فراہم کیے
سے شاہانہ دستگیری فرمائی - مزید برآں انگلستان کیطرح سول سروس
کا نہایت گران خرچ درجہ نوجوان طالب علموں کے لیے قایم کیا اور ا
عہدے کے لحاظ سے ہر ضروری شاخ کی عمدہ تعلیم کا بندوبست
اسکو اور وسعت دیجائے عمدہ اور لایق پروفیسر ولایت سے طلب کیے
طالب علموں کو زیادہ وسعت سے موقع تحصیل علم و فن کا دیا جائے - تعلیم
کا موجودہ حالت سے زیادہ اہتمام ہو - صحبت بد سے بچنے اور عمدہ
چلن اختیار کرنے کے لیے وسیع بورڈنگ ہوس قایم ہو - چیدہ انتخاص
جو عمدہ خصائل کے لیے مشہور ہوں مامور بورڈنگ ہوس ہوں - غر
جو کچھ ولایت میں عمدہ تعلیم و تربیت کا اثر ہو سکتا ہے اوسکا سامان
کیا جائے تو ملک کے زیادہ نوجوان تھوڑے خرچ میں انتظام حکو
عالیہ کے لیے پیدا ہو سکتے ہیں - اس سے ہمارے ملک کے اغر
تمام ہندوستان متفق الخیال ہو جائے گا اور اعلے حضرت بندگان
کا دور مبارک ممالک دور و دراز میں ضرب المثل ہوگا فقط راقم
کشن پرشاد

ہم ذیل میں اجرائی اشتہار بجلسہ درج کرتے ہیں۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن۔

سر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

نفع یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو مکیان ہوا ہی اسکے استعمال میں کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہی نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطر ورگ وپٹہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہی اور ہر قسم کے امراض مرد کو خواہ کسی سبب سے ہوں بخوخلفی اور مادرزاد نامرد کیلئے اپنی سحر نما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے۔ قیمت فی شیشی صمہ محصول ۴ر اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن رہتا ہے

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو بااجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ چانول کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہی۔ خواص آن یعنی برائے خون باہ اور تمام امراض متعلقہ انوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں۔ اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید۔ دافع جریان سفوی دماغ واعضائے رئیسہ وارواح وضیق النفس وسرفہ کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع دبائے ہیضہ میں تو حکم اکسیر کا رکھتا ہی یعنے کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہوگی۔

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ۔ امراض ضعف البصر ودماغ وصفائی خون والواع ودرد واقسام نقرس جذام چونہا۔ نپ دق۔ استسقا طحال۔ آتشک۔ سوزاک۔ جریان۔ سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی وبادی اور شرابخواری۔ اور بھانڈ ونوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں اسکو بغیر ہر پہیز دفع کرتا ہے۔ ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صمہ محصول عمر

عجیب چیز تحلیل بواسیر خونی وبادی وتحلیل درد سر کیلئے عجیب چیز ہے پہلے ہی روز

مین ایک دوبار کے استعمال سے درد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ مین بالفعل
درد مسہ بالکل دفع ہو جاتے ہین اور پھر کبھی عود نہین کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صمہ محصول ۴ر

جہان نما اس عرق کے لگانے سے انکھونکی روشنی تیز ہوتی ہے پھولے درد مند
سرخی چشم جملہ بیماریونکو دفع کرتا ہے۔ قیمت صمہ محصول ۴ر وزن عرق ۶ ماشہ

خضاب نایاب

بے مثل رنگ ڈھنگ ہے نادر خضاب ہے گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے

جیسے کہ عوام الناس مین خضاب سے دقتین واقع ہوتی ہین ہر شخص پر ظاہر ہین یعنے چوتھے اور پانچوین
روز مہندی لگا کر باندہنا اور لپیٹنا تین گھنٹے کے بہروسمہ لگا کر باندہنا اسمین قریب چھ گھنٹے کے وقت
ضائع ہتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے سوائے اور کوئی فائدہ نہین اور نقصان بہت ظاہر ہے
کہ مہندی اور وسمہ کا پانی جب دماغ مین جذب ہوگا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ
نہین جیسا کہ ایام سرما مین مثل سردی وغیرہ کے جسقدر کہئے بجا ہے۔ انہین دقتونکے سبب سے
یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا ہے جسقدر توصیف کیجائے بجا ہے ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بیشکر
طلب کرین اسمین کوئی مبالغہ نہین تھوڑی توصیف اسکے اجزا کی ظاہر کرتا ہون۔

دافع بالجملہ خارشت سر ضعف دماغ۔ علاوہ برین خوشبو مین بے نظیر مثل کیوڑہ باعث دماغی ہو
مفرح دماغ ہے۔ بالون مین سختی نہین دیتا ہے بلکہ ملایم رکھتا ہے۔ سیاہی مین بالونکو اصل بالونکے
کرتا ہے۔ دوسرے روز بطور روغن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندہنے کی ضرورت نہین
دوسرے تیسرے لگائے تو بال سیاہ مثل اصل بالونکے ہونگے کوئی تمیز نہ کر سکے گا۔ ایک بوتل مین
۳۰ روپے بہر لینے دیڑہ یا دو ہوتا ہے قیمت فی بوتل عصا علاوہ محصول نصف شیشی عصا چہارم شیشی
یہ اس سے کم غیر ممکن ہے میرے شفا خانہ مین علاوہ اسکے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سے سندی خطوط لینے سرٹیفکیٹ جو صاحبان یورپین بہادران
نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت مین عطا فرمائے ہین اور نیز ہندوستانی خطوط قریب ہزار بارہ سو کے موجود
ہین جو شاید اوسکا رخانون مین ہونگے چاہے کہ طالب فرما کر ملاحظہ فرمون میری ادویہ سے ہزارون نے صحت
پائی ہے اور بغیر سفارش بہت لکھونکے سارٹیفکیٹ موجود ہین لہذا آئندہ بیکار طلب کرین کیونکہ بعض حکیمون

نے اپنے شہر کے رئیسوں کی خوشنودی کے سارٹیفکیٹ لیتے ہیں۔ پس میرے سارٹیفکیٹ منگا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ دھوکا نہ ہو۔ ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں طبع کی گنجائش نہیں رکھتی اور جس سے لطف زندگی تادم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشتہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ دالمنڈی۔

مجرب و آزمودہ شرطیہ دوائیں

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور میں جو ۱۸۹۲ء سے جاری ہے ملتی ہیں مفصل فہرست و سارٹیفکیٹ ٹکٹ آنہ آنہ سے مل سکتی ہیں۔

طلاء جو استمال بچہ پن کے نقص رگوں کی رطوبت و بگاڑ کو دور کرتا ہے فیتولہ للہ ضعف اعصاب رئیسہ و معدہ تاریکی چشم درد سر وغیرہ جو کثرت سکرات و اقسام خواہش سے کمی انتہا ضعف جگر و سستی لاحق ہو دور کرتا ہے۔

سوزاک نیا ہو یا پرانا علی العموم ۴۸ گھنٹہ میں اپنا اثر سرن ریم وغیرہ کو دور کرتا ہے فیتولہ صمر

سیر آئیل خوشبودار بالوں کو سیاہ رکھتا ہے نزلہ زکام۔ ریزش درد سر ضعف دماغ و بصر کو مٹاتا ہے فی شیشی۔ لے روپیہ

حب اتشک بلا فائدہ آتشک کے دست دور کرتا ہے پھر پھوٹتا نہیں دو ہفتہ صمر

کحل الجواہر سرمہ مقوی بصر۔ حافظ بینائی دافع نزول و دہند جالا خارش پانی جانا ۳ ہفتہ سے

عجیب الاثر سنون دانت کا ہلنا کیڑے کا لگنا بدبو میل خون جانا مسوڑوں کی خرابیاں ۴ تولہ ۸ آنہ

حب بواسیر بادی خونی سونکی ٹیسیں قبض کو مفید دو ہفتہ عصاب

حب ذیابیطس بار بار آنا پیشاب کا پیاس و کمزوری کو دلاغری کو دافع ہے فیتولہ ۵ روپیہ

عرق قایم مقام افیون و چانڈو بلا ضرر و مرچ نشہ چھوٹ جائے فیتولہ صمر

عرق ماء اللحم انگوری مفرح سوداخون مقوی دماغ ضعف جگر دل و دماغ معدہ و درد سر تاب تلی وجع مفاصل دلاغری ضیق النفس سرفہ کہنہ بے قاعدگی ایام حبض لقوہ فالج رعشہ

فی بوتل لگ ۳ تولہ سے کم۔

روغن اعجاز ۔ ناسور۔ بیکندر تالو کا سوراخ ثعازیر بدکیڑے زخموں کے کانی کچانی نے ایام حل خسرہ چیچک کو دفع کرتا ہے ۲ تولہ مع

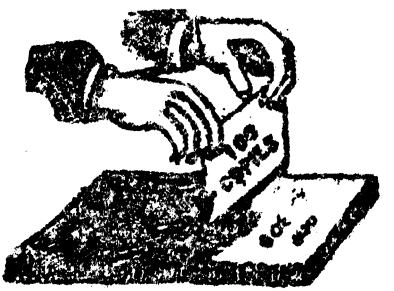
رسالہ داغ آتشک وسوزاک رسالہ ہیضہ رسالہ بواسیر مفرات ومکرات رسالہ حافظ صحت

۱۰ر ۱۰ر ۱۰ر ۹ر ۳ر

اشتہار فروخت مقطعہ

نیر آباد میں ایک مقطعہ دو سو بیگہ کا فروخت ہونیکو ہے جسمیں دو کنوئے اور تین باولیاں پکی ہیں خشکی کی زراعت گھانس کا کچھ اور چوبینہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے قیمت اس مقطعہ کی ستر ہزار روپیہ ہے جو صاحب خریدنا دیکھنا یا تفصیلی حالت دریافت کرنا چاہیں دستخط کنندہ ذیل سے ملاقات کریں بصورت تعوین یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے نکل جاوے گا فقط

ساڑھے چار روپے میں



ربڑ کا چھاپہ خانہ

کوئی دفتر محکمہ عدالت کارخانہ اس ضروری چیز سے خالی نہ رہنا چاہیے اہل قلم کا معین ومددگار رہتا آسان کوئی جھگڑہ نہیں۔ معمولی کاغذ پر لکھکر پریس کے ربڑ پر چسپاں کردو سب حروف ربڑ پر اور آویزاں فوراً بلا امداد کسی کے سو پچاس کاغذ بخیدار حرفوں میں چھاپ لو عجیب منظر طلسم ہے مختصر وسبک ہر دم ساتھ رہ سکتا ہے مکمل ربڑ پر تقطیع ۲+۲ انچہ کی قیمت ساڑھے چار روپیہ۔ الفبا کلان تقطیع ۵+۱۰ انچہ کی قیمت سات روپیہ محصول ڈاک

ملاحظہ طلب

(۱) جن حضرات نے ہنوز قیمت رسالہ بابت ایام گذشتہ عنایت نہیں فرمائی ہے امید ہے کہ جلد تر عنایت فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں گے۔

(۲) مقامات کے تبدل و تغیر سے دفتر کو براہ راست اطلاع ہونی چاہیے تاکہ آسانی سے رسالہ پہونچا کرے ورنہ دیر یا عدم رسی کی شکایت معاف۔

(۳) رسالہ ہر انگریزی مہینے کی کسی تاریخ کو شایع ہو جاتا ہے اگر احیاناً کوئی رسالہ تا اختتام ماہ انگریزی نہ پہونچے تو دفتر کو فوری اطلاع ضروری ہے تاکہ عدم رسی کا تدارک ہو و بشرط گنجایش دوسری کاپی بھیجی جائے۔

(۴) مضامین نویس حضرات کی توجہ اپنی تحریر کی جانب خاصکر اس معنی کی ہونی چاہیے کہ تحریر صاف دوسروں کے بے تکلف پڑھنے کے قابل ہو اور حتے الوسع الفاظ و عبارت بیجا قلمزد نہ کیجائے۔

(۵) ہر ایک مضمون معمولاً رسالے کے بارہ صفحوں میں ہونا چاہیے کوئی مضمون جو بہت مطول نہ ہو برآیندہ نہ اوٹھا رکھا جائے۔ ایک سلسلہ کا کل مضمون یکبارگی دفتر پر بھیج جانا چاہیے۔

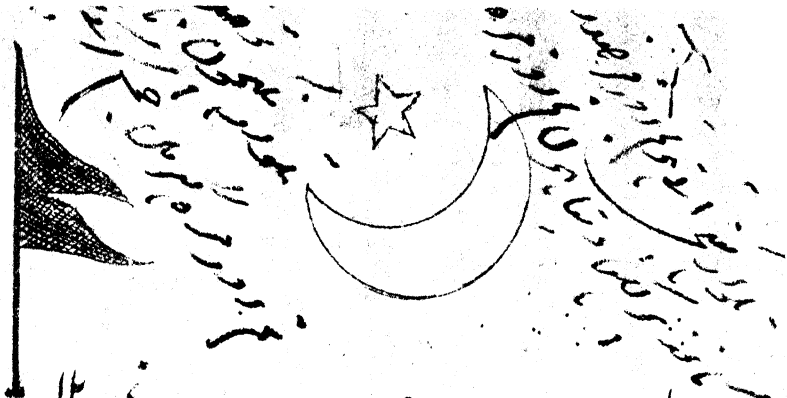
(۶) مضامین میں غیر مانوس یا غیر ضروری انگریزی الفاظ کا استعمال ناواقفین کی زبان پر ثقالت پیدا کرتا ہے امید ہے کہ اس واجبی شکایت پر مضامین نویس حضرات خیال رکھیں گے۔

(۷) دفتر کے انتظامی استقام سے احباب مطلع فرماتے رہیں ہر اصلاح پیش کردہ پر شکر گذاری سی توجہ کیجاتی ہے۔

(۸) بجز سالق سے اب کوئی واسطہ نہیں لہذا کل خط و کتابت و ترسیل مضامین و زر بنام عالی جناب عماد نواز جنگ بہادر خواہ راقم ہونی چاہیے۔

محمد یوسف بنجر

بمگہ نواب عماد نواز جنگ بہادر



جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱۲

اعلنوني اذا احسنت امرا
وان احطأت فاتوني صلاحا

ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

مضامین　　صفحہ

حیدرآباد نظام ..... ترجمہ کتاب انڈیا رونیز ٹیڈ (ہندوستان کی دوبارہ سیر) مصنفہ مسٹر اڈون ایبٹ ایم - اے - سی - ایس - آئی - مہانپور (۱)

تحریر و تقریر ..... از جناب مولوی زید الدین احمد خان صاحب (۲۳)

رانڈوں کے نکاح کا عقلی ثبوت　　از جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب سہارنپور (۴۱)

حیدرآباد دکن

مطبع حسن میں چھپا

جلد سوم حسن نمبر ۱۲

حیدرآباد و نظام

ذیل کی کیفیت جو حیدرآباد کے متعلق ہے نہایت
خوشی سے کتاب انڈیا ڈویزیبل
(ہندوستان کی دو بارہ سیر)
مصنفہ مسٹر اڈون ارنالڈ
ایم آئی سی ایس آئی
سے

ترجمہ کی جاتی ہے

دامن کوہ نیلگری سے ملک سرکار نظام تک ایک بڑا لمبا سفر کرنا پڑتا ہے مگر وہ کبھی دلچسپی سے خالی نہیں کیونکہ مسافروں کو جنوبی ہند کے ایک عمدہ خطہ سے گذرنا ہوتا ہے اور ہند بھر میں کہیں ایسے اختلافات آب و ہوا و شکل سائل نظر نہیں آتے۔ جیسے کہ یہاں چھوٹے چھوٹے قصبے اون میں تاڑ کے پتوں کی جھونپڑیاں۔ جوار۔ روئی۔ تمباکو۔ زعفران* ۔ ارنڈی۔ چانول۔ اور

* زعفران کا کھیت تو یہاں کہیں نہیں ہے۔

دوسرے غلے کے کھیت جا بجا موجود ہین - جہان کہین پانی کا چشمہ یا نالا یا جھیل ہے وہین لوگ آ بسے ہین کہ پانی سے نفع اوٹھاوین - قدیم سے بہت سی تدابیر عمل مین آئی ہین کہ جن سے اوس پانی کو قرب دجوار کے کھیتون مین پہونچاتے ہین اور وہ تھوڑے ہی دنون مین زرخیز سبزہ زار ہوجاتے ہین مدراس مین ہر جگہہ کہین تو متبرک برگد کے درختون کے نیچے ایک گھوڑا دکھا اصطبل نظر آتا ہے جسمین گھوڑے نہایت خوبصورتی سے پتھرون مین تراشے ہوے ہین یا نقش کیے گئے ہین یا رنگے گئے ہین اور بعض جگہہ بیس بیس تیس تیس سنگ خارا اور معمولی پتھرون مین مجموعہ کے طور پر - راستون پر کے مندرون اور دیولون مین بھی اسی قسم کی تشکلین نظر آتی ہین - تمام جنوبی ہند مین یہ وہ گھوڑے ہین جو اولی اور دان کو چڑہاے گئے تھے یا تشبیہہ ہے اوسچے سراوا کی جو دنیا کی ابتدا مین پیدا کیا گیا یا علامت ہے اسوامد یا گھوڑے کی قربانی کی - اسکے سوا تو مجھے اور کچھہ نہین معلوم ہوتا کیونکہ مجھے اس قدر فرصت نہین ملی کہ مین ان عجیب مورتونکو بغور دیکھتا غالباً آرکیولوجسٹ یعنے علماے آثار قدیمہ اون سے خوب واقف ہون گے -

یہان جب فصل پکنے کے دن قریب آتے ہین کھیتون مین مچان بنائے جاتے ہین
ہین جن پر کاشتکار روز کے لڑکے گوفن سے جانورونکو اوڑایا کرتے ہین
اور جب تھک جاتے ہین تو ایک لکڑی پر اپنی چادر ڈالدیتے ہین جس سے
پرندڈرتے ہین اور کھیتون مین جابجا لکڑیون پر سفید تھلیان رکھدیتے ہین
جس سے جانورون کو یہ خیال ہو کہ کھیت مین آدمی بیٹھے ہوئے ہین ۔
بعض لوگ ان علامتون کو فال نیک بھی تصور کرتے ہین ۔ یہان اور ٹھکانے
مین ریل کے نزدیک بڑی ہل چل ہوا کرتی ہے دیسی لوگون سے ہمیشہ
گاڑیان بھری رہتی ہین لاکھون غریب خوشدل اور صابر آدمی تفسیح طبع یا
بغرض رسم ورواج مذہبی یا کسی اور کام کاج کے واسطے سفر کرتے ہین اپنے
پاس کچھ سامان نہین رکھتے مگر کہ دو پٹے یا ساڑی کے پلو مین باندہ لین
راستے مین مفت کا پانی اور سستی چیزین کھاکر بہت خوش رہتے ہین مثلاً
چنے ۔ مرمرے ۔ کچے ناریل ۔ اور مٹھائی ۔ اور تشنہ لب مسافر ایک قدرتی
پیالے مین شہد دودہ ساعرق (ناریل) جو بیچارے اونکے واسطے سرد فرحت بخش
اور خوشگوار پیدا کیا ہے کیون نہ پئین جسکو بیچنے والا اپنے چاقو سے ایک
ہی ہاتھ مین صاف کردیتا ہے اور اندرونی سطح سفید نظر آنے لگتی ہے ۔

آسما کا نہر جو مدراس سے تقریباً چالیس میل ریل کی سڑک شمال و مغرب کی جانب چھوڑتی ہے اور مسافر کئی سو میل طے کرکے دکن میں وادی جکیشن تک پہونچتا ہے۔ جس وقت ہم ان میدانوں اور پہاڑوں اور جنگلوں میں سے گذرے سفید چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ پہاڑیوں پر کہیں کہیں آگ نظر آتی تھی اور سوکھے جنگلوں میں کچھ آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ ہند میں صبح اور رات کا وقت دوپہر کی گرمی کی بخوبی تلافی کرتا ہے جیسے کہ دبی گرگ (ستارہ کا نام) شرقین نظر آتا ہے اور جبکہ آفتاب افق سے ایک نیزے پر رہتا ہے ہوا اور گھیت تمام سال بھر سب خوشگوار معلوم ہوتے ہیں اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے تمام مشرقی حصہ سہرا اور مغربی گلاب کا پھول نظر آتا اور وقت آرام و آسایش اسدرجہ بڑھ جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے شب ماہ میں (جیسے کہ ہم کو آدکونم سے وادی تک گذری) ایک نقرئی بہشت معلوم ہوتی تھی۔ درختوں کے نیچے سایہ میں تیھرو کی عجیب صورتیں معلوم ہوتی ہیں جو بڑی بڑی لاکھوں جگنو چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنی قدرتی آواز میں یہ کیڑے خدا کی حمد میں گیت گاتے ہیں جیسا کہ بعض شاعر نے اس کی تعریف کی ہے۔

چاندنی رات میں جب کہ ہوا سرد ہوتی ہے اور جنگل ایک عجیب پرستان

نظر آتا ہے تو ہندوؤں کے محاورے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں مثلاً رات ماں کا بیٹا جو رات کی آسایش کے بارے میں کہا جاتا ہے یا چاند کا ٹکڑا جو کسی پیارے محبوب کی شان میں کہا جاتا ہے ۔ موشی اپنے مکانوں میں ۔ لومڑی ۔ بجو اور دوسرے جنگلی جانوروں سے محفوظ ہیں ۔ کہیں کہیں آگ جلتی ہوئی نظر آتی ہے اور کہیں مٹی کے چراغ کی روشنی بتلاتی ہے کہ کوئی مسافر اترا ہے ۔ یا کوئی چھوٹی جھونپڑی ہے درختوں میں ۔ طبیعت نہیں چاہتی کہ دوڑتی ہوئی گاڑیوں کی کھڑکیوں میں سے مسافر منھ پھیر لے اور گدیوں پر اونگھتی ہوئی نیند کے مزے لوٹے ۔

دو پہر کو کاویری دریا اور ایچور سے گذر کے ملک نظام میں ہم داخل چنگلپٹ پر پہونچے ۔ یہ ایسی جگہ ہے جس سے دکن کا پورا فوٹو معلوم ہوتا ہے چٹیل ۔ خشک ۔ کانٹوں دار جھاڑیاں ۔ فصیلدار گانوں ۔ کہیں کہیں جھاڑیاں سیاہ بغیر درخت کے چھپر ٹوٹے پھوٹے قلعے نظر آتے ہیں ۔ پانی کے نزدیک گانوں کی آبادی اور بڑے بڑے بلند درختوں کی کثرت ایسی کہ جنمیں شہزادی دمانے کی (دمن) راجہ نل کی تلاش میں بھٹکتی پھرے ۔ کیوں کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں ہنس نہیں اوگتا کیونکہ اوسکے ایک تنکے سے

کسی ایک بزرگ کی آنکھ پھوٹ گئی تھی اور اونھون نے بد دعا دی تھی۔
یہین ہین وہ اسوکا کے درخت جنکی شہزادی موصوفہ نے تعریف کی ہے
اور یہین ہین وہ جنگل جہان شیر۔ اور شکاری۔ اور بہت سے قافلے سوداگرون
کے اوسکو ملے۔ مین لفٹنٹ گورنر منگالہ کے ساتھ تھا کہ نل اور دمن کا
ناٹک ایک کلکتہ کی کمپنی نے نہایت خوبصورتی سے میرے سامنے کیا
اوسکے سوانگ بہت ہی قابل تعریف تھے مگر دیسی لوگون مین قصّون کو ایسے
دبے ہوے آواز سے ناٹک مین بیان کرتے اور گاتے ہین کہ مغربی
کان بہت جلد تھک جاتے ہین واڈی سے پونا اور گھاٹ سے گذر کر
بمبئی تک صرف چوبیس گھنٹے کا راستہ ہے اور ہم فوراً مغرب کی جانب پھر جاتے
مگر یہان پر حضرت بندگان عالی نظام حیدرآباد کی طرف سے پیام پہونچا کہ حیدرآباد
مین حضرت کی طرف سے ہم لوگون کی دعوت ہے۔ حیدرآباد یہان سے اکیسویں
میل مشرق کیطرف ہے پس ہم کو وہی آرام گاڑی مین ملا جب کہ اوسکو لین سے
دوسری لین پر بدلتے رہتے تاکہ صبحکو حیدرآباد کی ٹرین مین شامل ہو سکے۔
موسم گرما اب اچھی طرح سے شروع ہو چکا اور دکن کے وسیع میدان تمازت آفتاب
سے تمتما تے تھے۔ ہماری ٹرین حیدرآباد کے پہاڑی اور جنگلی اضلاع

جلد سوم حسن نمبر ۱۲

نانڈور اور دھارور کے گھنے جنگلون مین سے گذری - بلدہ حیدرآباد کے اطراف مین کوہسار ملک ہی - ٹوٹی اور اونچی پہاڑیان سیاہ اور سرخ کھلیہوئی نظر آتی ہین - یہی پتھر (لوگنڈ) جب کبھی کانونوالی اور اسکاٹ لینڈ مین نظر آتے ہین تو کیسے عجیب معلوم ہوتے ہین مگر یہان ہزارون ہین - پتھر کی بڑی چٹانین دھوپ سے گرم ہوکر اور پھر بارش یا رات کی سردی سے سرد ہوکر جا بجا آڑے یا ترچھے طور پر شق ہوگئی ہین - اور پھر انھین دراڑون مین سے پانی اور ہوا نے گھسکر اپنا کام کیا - یہان تک کہ وہ چٹانین ایسی معلوم ہوتی ہین کہ بڑے بڑے پتھرون کی سلین ایک دوسری پر رکھی ہین گویا دیو نے اپنی گڑھی یا دیول بنانے کے واسطے پہاڑ پر پہاڑ لاکر رکھدیے ہین کہین انھین چٹانون کے ٹکڑے ایک دوسرے پر مینار کی شکل مین بہت بلند ہین اور چوٹی کا پتھر ہزارون برس کے موسم کے اثر سے ایسا نقش وار ہوگیا ہے کہ شکل سے یقین ہوتا ہے کہ یہ قدرتی طور پر ایسا ہی ہے اور قدیم ٹاٹلنک معمارون کا بنایا ہوا نہین ہی سیکڑون جگہہ پر ایسا دیکھا گیا ہے کہ ایک بہت بڑا جنگی پہاڑ ایک چھوٹے سے پتھر کے ایک نقطہ پر ٹھیرا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک بچہ ذرا ڈھکیل دے تو ہزارون من کا بوجھ کڑکڑا کر جنگل مین گر پڑے -

آتش فشان کے سنگ زیرون مین سونا اور لوہا قیمتی پتھر ملتے ہین۔ حیدرآباد کی نزدیک دہنی جانب گولکنڈا کا پہاڑ نظر آتا ہے یہان بادشاہ کی گرمیون مین رہنے کی جگہ ہے جسکا ذکر الف لیلے مین ہے اور جسکے ہیرون کی شہرت تمام دنیا مین پھیلی ہوئی ہے۔ اگر وہ قصے صحیح ہین تو یہ وہی جگہ ہے جہان سندباد نے دیکھا تھا کہ جواہرات کی گھاٹیون مین سوداگر گوشت کے ٹکڑے پھینکا کرتے تھے تاکہ چیل اور عقاب اپنے گھونسلون مین لیجائین اور پھر جب اونکے گھونسلے تلاش کرتے تو بڑے بڑے جواہرات گوشت مین لپٹے ہوے ملتے تھے یہان پر ہر شخص مسلح رہتا ہے۔ نیزۂ عرب شمشیر ہند۔ ہر شخص کے پاس موجود ہے ہر چند کہ یہ برا دستور ہے مگر اوس سے کوئی زیادہ خطرہ نہین۔ بڑی بڑی بندوقین اور قرابینین جو حیدرآباد یا گولکنڈے کے کندھے یا کمر سے لٹکتی رہتی ہین ایسی ہین کہ اگر چلائی جاوین تو بمقابلہ دشمن کے خود چلانے کو اسے کو زیادہ مضر ثابت ہونگی۔

اسمین شک نہین کہ گو حیدرآباد کوئی قدیم شہر نہین ہے اور نہ عمارات اسکی بڑی ہین مگر ہند مین ایک عجیب اور دلچسپ شہر ہے قطب شاہ نے سنہ ۱۵۸۹ء مین گولکنڈہ کو عمدہ پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑکر حیدرآباد کو پایہ تخت بنایا

الف لیلہ مین اسکا ذکر نہین ہے۔

اور اپنے ایک خواص محبوبہ کے نام سے اسکا نام بھاگمتی رکھا۔
اور اسکی آراستگی کے واسطے نفیس مسجد اور چار مینار بنائے سلطان
کی خواص کا نام یادگار تو باقی نہین رہا صرف اب حیدرآباد کے
نام سے مشہور ہے۔ فصیل کے باہر دریائے موسیٰ بہتا ہے بارش
مین تو کسیقدر اسمین زور ہوتا ہے مگر دوسرے موسمون مین کچھ تھوڑا
پانی رہتا ہے اور اوسکے بیچ مین کہین کہین پانی مثل تالابون کے
جابجا اکٹھا ہوجاتا ہے یہان پر ہاتھی نہلائے جاتے ہین علاوہ
اِن کے اور عوام لوگ بھی نہایا کرتے ہین۔ اس دریا پر تین بڑے
پُل ہین جنکے سبب سے بیرون کے ہندوؤنکی آبادی خاص شہر سے علیحدہ
ہوتی ہے۔ شہر مین سب چیز مسلمانون کے ڈھنگ پر ہے۔ لانبی
سفید گلیان جنکے سامنے کماندار دوکانین تھوڑے تھوڑے فاصلہ
پر مسجدین جنکے نقشین بلند منارے چھتون سے بلند نظر آتے ہین
فارسی۔ عربی۔ *ہندی کتبہ اونپر موجود ہین۔ دوکانداروں کی دوکان

---

* مذہب کے لحاظ سے آبادی تقسیم نہین۔

* ہندی اردو کتبہ مساجد مین یہان کہین نہین۔

اور مسجد کی سیڑھیون اور دروازہ پر فقیرونکی کثرت سے یہ شہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہندی دمشق ہے یا قاہرہ۔ راستے پر آمدورفت کی کثرت ہے۔ مسلمانون کی سفید پگڑیان۔ حبشیونکی سبز رومی ٹوپیان اور حاجیون کے سبز عمامے ہر طرف نظر آتے ہین جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے۔ یہان کے لوگ سر سے پاؤن تک مسلح رہتے ہین۔ سچ تو یہ ہے کہ پستول۔ تلوار۔ جنبیہا۔ بندوق۔ برچھے باندھنے کا حیدرآباد مین ویسا ہی فیشن ہے جیسا پکاڈیلی مین چھتری رکھنے کا۔ پیرہ پر عرب لوگ اپنی لانبی بندوقین گھٹنون پر تسل برچھون کے لیے ہوئے اور توڑے لٹکتے ہوئے ٹہلتے ہین۔ خوش باش مسلمان جو بازار مین نکلتے ہین تو تلوار کے پہل سے اپنی موچھون کو تاؤ دیتے ہین۔ امراء ہاتھی پر اپنی تلوار کو زانون پر رکھ لیتے ہین۔ ایلچی جب کسیکا خط پہونچانے جاتا ہے تو اوس خط کو اپنی چھری کے میان مین رکھ لیتا ہے۔ جوتون کی منڈی مین دوکاندار جو بیٹھے ہین اون کے روپیون مین چھرے لٹکتے ہین اور فیصدی بیس یا اونیس دوکانون پر ہتھیار بکتے ہین۔ تمام شہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آباد ہے یا یہ پر

چڑھا ہوا ہے۔ اور بلوے کے وقت میں ذرا سی ٹھیس سے اُدھر جا سکتا مگر صرف یہ خیال ہی خیال ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہاں کی آبادی کی طبیعت میں ایک خود مختاری اور آزادی ایسی ہی ہے کہ جو اور کہیں نہیں پائی جاتی اور اگر کوئی لیڈر یہاں کسی مجمع اور بازار میں جاوے تو تعجب نہیں کہ کشمکش میں بے پروائی سے دھکّے کھاوے۔ مگر کوئی فساد کیصورت بالکل اخلاقی مجھے نظر نہیں آئی۔ بلکہ کہتے ہیں کہ جھگڑے فساد یہاں بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ تلوار اور ہتھیاروں سے اسقدر الفت ہے کہ گویا اُنکی پرستش کرتے ہیں اسطرح پر کہ چیوسی ڈائیس جسنے اپنی پہلی کتاب میں مہذّب قوموں کو ہتھیار بندی کی ممانعت کی ہے۔ البتہ دیکھکر بہت ناراض ہوتا

اسلحہ میں جوہردار پانچہزار روپے کی سروہی خمدار۔ عباسی یعنے ایران کا اختراع۔ اصیل۔ نیچہ۔ تیغہ۔ کرچ۔ دھوپ۔ نوازخانی قسم اخیر نہایت خونخوار شکل کی تلوار ہے۔ قرابینوں کے بھی مختلف نام ہیں جیسے۔ تیز بچّہ۔ اور صف شکن۔ جنبیوں میں اونٹ کی ہڈی کے دستے اور سکین ہر عرب کے پاس رہتے ہیں۔ ٹپھانون کے پاس کٹار۔ اور روہیلوں کے پاس پیش قبض رہتی ہے۔ اِن کے

سوا بچھوے - قرولی - جو ایسے چھوٹے ہوتے ہین کہ تیلی مین چھپ جائین
- ہرن کے سینگ کا بنا ہوا مرس نوکدار چھرا - اور
بانکہ صفدرہ - -

مجھے ان تہیاروں کی تشریح امیر کبیر بہادر کے یہان معلوم ہوئی
امیر کبیر بہادر کے یہان ایسے تہیار بہت سے ہین بلکہ مجھسے بھی ان تہیارون
مین سے چند منتخب کرنے کے لیے اصرار کیا گیا - حقیقت تو یہ ہے کہ حیدرآباد
کے خونخوار تہیارون پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے -

مین نے پہلے گولکنڈہ کا ذکر کیا ہے اور اوسکے نزدیک ایک بڑے
پہاڑ کا - گولکنڈہ مین جو ایک مختصر ڈنڈ ہمکو دیا گیا وہ البتہ قابل یادگار ہے
سنگ خارا کا گنبد جو قطب شاہیون مین سے کسی ایک بادشاہ کا مقبرہ ہے
اوسکے بیرونی حال مین بہت آراستہ ہوا تھا - افسوس ہے کہ اس
گنبد پر سفیدی کردی گئی ہے مگر تاہم اوسکی عظمت مین فرق نہین آیا
یہ مقام رنگین چراغون اور قمقمون سے آراستہ ہے اور یہ وہی ہے
جسکو مارکو پولو نے ۱۲۹۲ عیسوی مین شہزادی رددراما دیبی سے
ملاقات کے وقت دیکھا تھا مارکو پولو نے اوسکو اسطرح پر بیان کیا ہے

یہان بعض اونچے پہاڑ ہین کہ جب بارش شدت کی ہوتی ہے تو پانی اونپر سے شدت سے بہتا ہے۔ جب بارش موقوف ہوتی ہے اور پانی کا بہنا بند ہوجاتا ہے تو لوگ پانی کی گذرگاہ تلاش کرتے ہین اونکو وہان ہیرے دستیاب ہوتے ہین۔ موسم گرما مین بھی قیمتی پتھر پہاڑون پر بہت سے ملتے ہین۔ مگر گرمی اس شدت کی ہوتی ہے کہ وہان جانا دشوار ہے پھر اسی مسافر نے وہ ہی قصہ سند باد عقاب اور گوشت کا بیان کیا ہے کہ ٹیپو (سلطان) بھی یہان ہیرونکی تلاش مین آیا تہا اور سنے ساٹھ ہزار آدمیون کو کھودتے ہوئے دیکہا۔ اسیطرح کی نو دجو ایک مشہور پتھر ہے دستیاب ہوا ہین شک نہین کہ قرب وجوار مین بہت سے جواہرات ملین گے مگر اونکا ٹھیک مقام معلوم نہین اور وہ مشہور ہیرا جو سب سے آخر مین دستیاب ہوا نظام کے نام سے مشہور ہوا اور گو ایک کاشتکار نے اوسکو ڈھونڈ نکالا تہا تاہم اوسکے ایک ٹکڑے کی قیمت سات لاکھ بیس ہزار پونڈ قرار دی گئی تہی۔ فی الحقیقت اگر یہان اچھی طرح سے تلاش کیا جائے تو اوسکا نتیجہ ایسا ہوگا کہ جنوبی افریقہ اور برزیل کے معدن والے متحیر ہون گے ہین تو گولکنڈہ مین کوئی سنگین کام نہ تہا سوائے دعوت کے جسمین ہمارے

نہایت مہربان دوست کیپٹن اومنی کلارک بادشاہ مرحوم کے عظیم الشان گنبد میں ہمارے ساتھ تھے تاکہ ہند کی چاندنی رات کا لطف اور نظارہ اس مکان میں آنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ قلندر اور دارا شہزادہ جنکا ذکر افسانے میں ہے کیوں اکثر گنبدوں میں مسکن اختیار کرتے تھے۔

حیدرآباد کا شاہی رنگ زرد ہے اور شاہی جھنڈے کے بیچ میں ایک گول قرص کی شکل ہوتی ہے لوگوں نے اسکو چاند بادشاہ کی شکل تصور کی ہے مگر دراصل وہ چپاتی کی شکل ہے۔

جب کہ نظام اول ایک خطرناک مہم پر جا رہے تھے تو ایک بزرگ نے اونکو اپنے کھانے کی روٹی دی۔ بادشاہ نے اوسکو اپنے ساتھ رکھا اور فتح پائی۔ اوسی تاریخ سے نظام نے اپنے جھنڈے پر جو چار مینار پر نصب تھا کلچہ کی شکل قایم کی۔ مسٹر تھوی نوٹ نے ۱۶۶۷ء میں اس عمارت کا حال بیان کیا ہے جس سے بہتر ہو نہیں سکتا وہ کہتے ہیں چار مینار ایک مربع شکل کی عمارت ہر ہر طرف سے ساٹھ فیٹ چوڑی اور بیالیس فیٹ اونچی اسکے چاروں طرف چار کمانیں ہیں تقریباً بیس فیٹ اونچی اور ۲۴ فیٹ چوڑی ہے۔ اور ہر ایک کمان کے

سامنے اور قدرے چوڑا راستہ ہے۔ اوسمین تلے اوپر دو برآمدے ہین اور سب کے اوپر ایک چھت۔ کنارون پر پتھر کے چھجے ہین۔ ہر کونے پر بہشت پہلو مربع ۔ فیٹ اونچا اور ہر ایک مین چار برآمدے ہین۔ تمام عمارت مین گلاب کے پھول اور عمدہ نقش کندہ کیے ہوتے ہین۔ تمام راستے اسی عمارت سے نکلتے ہین۔ اور یہان ہند کی مختلف قومین اور ہاتھی اس قدر نظر آتے ہین کہ پشاور سے راس کماری تک کسی شہر مین نہ ہونگے۔ پستہ قد اور چوڑے چکلے عرب جنکے پاس چاندی کی منڈھی ہوئی بندوقین اور جنبیہ سیاہ رو سندی۔ روہیلے معہ نیلے عمامے اور قزلباش کے پٹھان بلند بلند بال اور نیلے کپڑے پہنے ہوئے۔ راجپوت روغنی چمڑے کی ڈھالین لیے ہوتے۔ ایرانی۔ بخارا کے لوگ۔ ترک۔ مرہٹے۔ مدراسی۔ پارسی وغیرہ۔

چار مینار کے نزدیک ہی حضرت بندگان عالی کا چوکھلہ ہے جہان مسلمان عہدہ دار امرا اور سکندرآباد کی چند مہم صاحبون کے ساتھ ہمین ڈنر مین شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے مہمانون کو بالاخانہ کے سنگ مرمر کے چبوترے پر دعوت دی تھی جس کے

اطراف سفید محل کی عمارات ہین - حضرت کا قد میانہ ہے - آنکھین سیاہ جس سے ذہانت ٹپکتی ہے اور نرم چہرہ - اونکا کوٹ سیاہ تھا جسپر ستارہ ہند کے نشان چمکتی تھین - اور ہیرے جڑے ہوے قبضے کی تلوار - اشاف کے خوش وضع افسر اطراف مین کھڑے ہوئے جنمین سے ہر ایک نے اس عظیم الشان شہزادہ ہند کو چھ چھ سلام زمین بوس کیے اور اونکی پذیرائی مین حضرت نے اشارہ فرمایا - سیڑہیون کے نیچے مسلح عرب شمشیر برہنہ لیے ہوئے پہرہ دے رہے تھے - اور جب کوئی معزز مہمان آتا تو سلامی دیتے تھے - تھوڑی ہی دیر مین وزیر اعظم نواب سر سالار جنگ بہادر جوان اور جمیل اقامت تشریف لائے جنکے چہرے سے آثار دانائی اور فراست نمایان تھے اور جنکی وضع نہایت خوشنما تھی - طریقۂ آداب بجالائے اون کے بعد مسٹر کارڈوری رزیڈنٹ - اور جنرل سلیٹا جو دہلی مین اٹلی کیطرف سے وکیل ہین

یہ شاہی دعوت سنہری برتنون مین کشادہ ہال مین بالکل یورپین طرز پر تھی - سوا اسکے اقسام کے پلاؤ اور سالن موجود تھے اور ان کھانون مین باورچی خانہ مبارک سے کوئی سبقت نہین لیجا سکتا - بعد ڈنر اور چائے لوسی کے

سنگار اور پان آئے جلسہ برخاست ہوا۔ اور سب سے پہلے حضرت گورنمنٹ
کو روانہ ہوئے جہان دعوت تھی۔ ڈنر کے پہلے اور بعد مجھے حضرت سے
گفتگو کا اعزاز حاصل ہوا اور میں نے اونکو نہایت عالی خیال عقلمند اور
خلیق پایا۔

دوسرے روز وزیر اعظم کے یہان برکفاسٹ (ناشتہ) قرار پایا
یہ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہین اور سالار جنگ کی کارکردگی کی لیاقت
اور ذہانت وغیرہ کے مورث ہین۔ مدار المہام کا محل ایسا ہی ہے جیسا کہ
حیدرآباد مین اور امراء کا باغ نہایت شاداب کشادہ متصل جمین ہوا اور روشنی
کا بخوبی گذر ہو مگر چکا چوند نہ آسکے۔ مسلمان عہدہ دار مدار المہام کے
نزدیک تھے اور اس سے زیادہ خوشگوار مجلس ہو نہین سکتی۔ اونکی پوشاک
سیاہ اور نیلگون پشمیرے کمربند لگے ہوئے جسکو سفید اور رنگین پگڑیون
کے ساتھ بہت عمدہ مناسبت تھی۔ منجملہ اونکے ایک سید علی تھے
جو سررشتۂ تعلیمات کے ڈائرکٹر تھے۔ انگریزی اور ہندی زبان فصیح
عربی فارسی اور مرہٹی مین فارغ التحصیل سنسکرت مین اونہون نے چند اشلوک
نہایت صحت کے ساتھ پڑھے۔ اوسی روز ہم نے رزیڈنسی مین ٹیفن کمال

یہ عمارت بھی بڑی عالی شان ہے اور دو منزلہ مثل بروفس بری کے عجائب خانے کے معلوم ہوتی ہے آکسفرڈ کی قدیم باتیں مجھکو اور رزیڈنٹ صاحب کو یاد آئین اتنے برس کے بعد اون پرانی باتون کا یاد آنا کیسا بھلا معلوم ہوا یہان پر حیدرآباد کے پولیٹکل معاملات کا ذکر کرنا مناسب نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ ہمارے زمانۂ قیام مین بعض اہم مسائل پیش تھے اور زمانہ نازک تھا مگر پولیٹکل معاملات کے تفکرات ہماری مہمانداری کے کسیطرح مانع نہ ہوئے اور اس شریف اور خلیق مسلمانون کے شہر مین ہماری دعوت پہ دعوت ہوئی ایک شام کو میر عالم کے تالاب پر شامیانہ مین مدار المہام کیطرف سے دعوت ہوئی۔ یہ خوبصورت شفاف تالاب گولکنڈہ کی پہاڑیون کے نیچے باندھا گیا ہے۔ سیکڑون رنگین قندیلین شام کی ہوا مین عجیب لطف دیتی تھین کھانے کے پہلے اور بعد رقص و سرود رہا آدھی رات کے قریب چاندنی رات مین جب کہ جگنون اور ہر طرف چمکتے تھے ہم گاڑیون پر سوار ہوکر قدیم گنبدون سے گذر کر واپس آئے۔ دوسرے روز لنگم پلی کے باغ مین امیر کبیر کیطرف سے جو حضرت سے قرابت قریبہ رکھتے ہین بڑا کفاسٹ تھا بیان کا سماں نہایت دلچسپ تھا۔ کھانے کے بعد نواب صاحب مجھے

اپنی بارہ دری کو لے گئے جہان حسین اور تربیت یافتہ گارڈ لوں کا پہرہ تھا۔ نواب صاحب کا احاطہ۔ عقاب۔ ہاتھی۔ وغیرہ کے سبب سے بافریب معلوم ہوتا تھا جیسا کہ مین نے پہلے ذکر کیا ہے۔ نواب صاحب نے مجھے اپنا سلح خانہ دکھلایا۔ اسمین پورانی اور نئی تلوارین نہایت آبدار پیش قبض خنجری اور جڑاو کام کی کہ جنکے دیکھنے سے قتل کا خیال بھی نہ آئے اسکے بعد بہت سی دعوتین ٹیفن اور ڈنر ایسی ہوئین کہ بلے الاعتقاد مہمان بھی قایل ہو جائے کہ بادشاہان گولکنڈہ کی قدیم امارت کی بو باس ہنوز معدوم نہین ہوئی ہین +

ہماری روانگی کے قبل جو نواب صاحب کیطرف سے دعوت ہوئی اس فیاضانہ مہمان نوازی کی کیفیت بیان کرنے کے لیے لفظ کافی نہین ملتے ہین کہ پورے طور سے اداکرون یہ ڈنر مدار المہام کے محل کے دیوان خانے مین دیا گیا۔ آئینہ خانے کے بڑے ہال مین ہزارون رنگین قندیلین اطراف کی کمانین اور بیچ کا حوض پھولون کے گلدستون سے گھرا ہوا بالا خانے پر سیاہ فام تصویرے جو وقت ان کا عکس آئینون مین پڑتا تھا عجیب کیفیت پیدا کرتا تھا۔ سنگ مرمر کے

فرش پر ناچ ہو رہا تھا اور قطب شاہی خاندان کی بہادری کے گیت گائے جاتے تھے۔ عہدہ دار اور بڑے خدمتگار زرین چمکدار پوشاکیں پہنے ہوئے۔ سنہری اور نقرئی کونچوں پر بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے۔ اس محل کے اطراف عجیب مکانات ہیں۔ مثلاً ایک چینی خانہ جسمیں ہر زمانہ ہر طرز کا چینی کا کام تھا۔ غزنی۔ اور بیجاپور کے سبز نیلگوں رنگ ایسے ہیں کہ جو ان کا شوقین ہو عاشق ہو جائے دوسرا اسلحہ خانہ قدیم و قیمتی ہتھیاروں سے معمور۔ ایک اور عمارت۔ جسکی چمکدار دیواریں شکار اور جنگی اور محبت آمیز تصویروں دلکش بنائی ہیں۔ ڈنر کے وقت مدار المہام نے ملکہ معظمہ کا جام تندرستی نوش کیا اور اونکے بھائی نے حضرت بندگان عالی کا ایسی صحیح فصیح اور بامذاق اسپیچ جیسی نواب سالار جنگ نے بیان کی کم سننے میں آئی ہے۔

ہم نے کس مشکل سے اپنے تئیں اس سلمانی جلسے سے علیحدہ کیا دل تو ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ ایسی عنایت آمیز صحبت سے علیحدہ ہوں۔ یہاں مہمان کے واسطے اگر خطرہ تھا تو صرف اس قدر تھا کہ عنایت اور نوازش کا ہجوم اوسکو مارنہ ڈالے۔ اے اس عظیم الشان سلطنت کے شہزادے کا

تک اور میر بابان سے لے کر محل کے نوکروں تک سے میرا اس قدر غایت اور التفات کا اظہار ہوا کہ اس جلسے کو چھوڑ کر مغرب کی طرف لمبی کے طول وطویل سفر کے لیے آمادہ ہونا نہایت گراں گذرتا تھا مگر ہندوستان کے شہروں اور محلات کی سیر اور تفریح اب عنقریب ختم ہونے کو ہے اور ہم دکن کے میدان اور گھاٹیوں میں پانسو میل اوتر کر لمبئی پہونچے جہاں سے ہمارا سفر تقریباً سات ہزار میل کا سمندر اور خشکی کے راستے سے شروع ہوا تھا۔

تحریر و تقریر

اندرونی جذبات اور خیالات کے ظاہر کرنے کے واسطے قدرت نے ہر ایک جاندار کو کم یا زیادہ بولنے کی طاقت دی ہے۔ اور یہی ایک فطرتی ذریعہ ہے کہ جو ہمجنس جانداروں کے آپسکے میل جول اور تعلق کو قایم رکھتا ہے۔ بولنے کی طاقت جاندار مخلوقات کو درجہ بدرجہ ملی ہے اور جسقدر کہ اونے درجہ کی مخلوقات مین ناکمل ہے اوسیقدر بتدریج ترقی کرتے کرتے انسان مین جو اشرف المخلوقات ہے کمال کو پہونچی ہے۔ بولنے مین ترقی کا سلسلہ انسان مین محدود نہین کر دیا گیا ہے بلکہ برابر جاری ہے۔ پیدایش کے وقت سے مرنیکے وقت تک جس شخص کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اوسکے بولنے کی طاقت ابتدا سے آخر عمر تک حالت سکون مین نہین رہی بلکہ ایک کم حقیقت ابتدا سے ترقی کرتے کرتے ایک خاص حد تک پہونچی۔ اور اگر مختلف انسان کے بولنے کی طاقت کا آپسمین مقابلہ کرو تو ظاہر ہوگا کہ گو فرداً فرداً ہر ایک نے اپنی عمر کی ترقی کے ساتھ ساتھ

اس خاص صفت مین بھی ترقی کی لیکن آپسمین ایک دوسرے کی ترقی کی رفتار مختلف ہوئی ۔ یہان تک کہ اگر زمانے کی کسی ایک وقت کے بولنے کی طاقت کا اوسکے کسی دوسرے وقت کے بولنے کی طاقت سے مقابلہ کیا جائے تو دونون یکسان حالت مین پائی نہ جائے گی یعنے قدرت نے بولنے یا تقریر کی طاقت تھوڑی بہت سب جاندارونکو دی ہے اور اوسکی تکمیل انسان مین ہوئی ہے ۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قدرت نے ہم کو صرف تقریر ہی سکھائی ہے ۔ اور جہان جہان اوسکا پورا عمل دخل ہے وہان اظہار خیالات کا ذریعہ محض اور صرف تقریر ہے ۔ غیر ذی روح مخلوقات البتہ بولنے سے معذور ہے لیکن اوسکے صم بکم کی حالت کچھ ظاہر ضرور کرتی ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ اوسپر ڈالی جائے ۔ کیا درختون کا ساکت کھڑا رہنا خزان مین اپنے پتے تبدیل کرنا ۔ مقررہ وقت پر برومند ہونا ۔ پھلون کے بوجھ سے اپنی شاخین جھکا دینا ۔ جسطرف کوئی روک ہو اوسطرف اپنی شاخین نہ لیجانا ۔ خراب آب وہوا مین سرسبز نہ رہنا ۔ وغیرہ وغیرہ ہم کو ان باتون کا سبق نہین دیتے ہین کہ اپنے اوپر

نمبر ۱۴

جلد سوم

حسن

بھروسہ کرنا چاہیئے۔ خموشی اولی ہے۔ رسم و رواج۔ لباس عادات وغیرہ ایک خاص مدت کے بعد تبدیل ہونے چاہئیں۔ دوسروں کو اپنے اوپر تکلیف گوارا کرکے فائدہ پہونچانا چاہیئے۔ جس قدر سختی زیادہ ہو اسیقدر زیادہ انکساری کی عادت کرے۔ بڑے پروس سے پرہیز اور بری صحبت سے بچنا چاہیئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چاند سورج کا گرد کرنا اور زمین کو روشن کرنا۔ چاند کا روشنی سورج سے حاصل کرنا۔ چھوٹے سے حقیر بادل کا دونوں کو کبھی کبھی ڈھک کر بے نور کر دینا۔ وغیرہ وغیرہ کیا ان باتوں کا اشارہ نہیں کرتے ہیں کہ وقت کی پابندی چاہیئے بڑوں پر لازم ہے کہ اپنے سے چھوٹوں کے رہنما ہوں۔ تعلق کا سلسلہ ایک کا دوسرے کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ تھوڑی سی کدورت بڑے روشن دل کو معطل کر سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ کم یا زیادہ ہر ایک خموش مخلوقات کچھ نہ کچھ ضرور بتلا دیتی ہے۔ بیشک وہ بولتی نہیں ہے لیکن اوسکے حالات قدرت کی کتاب کی سطریں ہیں یا خاص کی گلستان کا آٹھوان باب ہیں کہ خاص حروف کے لباس میں خشکہ نگاہ والے پہچانتے ہیں ہمکو بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ اسی کو تو دلکھد

شیراز کا بلبل جوش میں آ کر چہک اٹھا کہ
برگ و درختان سبز در نظر ہوشیار ۔ ہر ورق دفتر یست معرفت کردگار

سب سے اوّل زمانے میں جس تصویر کا ایجاد ہوا اور جسکا پتہ اسوقت تک بھی لگتا ہے وہ قدرت کے پر معانی حروف کی ۔ نقل تھی ۔ یعنے اوس زمانے میں ذی روح یا غیر ذی روح مخلوقات کی پوری تصاویر کے ذریعے سے اپنے مطالب کو ادا کیا جاتا تھا ۔ یہ تحریر اب تک مصر کے پرانے مکانوں کے کتبوں میں موجود ہے اور یہاں تک دریافت ہوا ہے کہ یہ بیابان بعید سے بعید زمانے کے یادگار ہیں ۔ اس قسم کی تحریر کو جو علامات کے لباس میں مروج ہوئی تھی ہائروگلی فکس کہتے ہیں ہائروگلی فکس کے قدموں کے آثار بلا کم و کاست اس وقت تک تمام سکون میں موجود ہیں ۔ اور اون قومی صفات مخلوقات کی تصاویر کے لباس میں برابر دکھائی جاتی ہیں ۔ چین بھی ایک قدیم ملک ہے اور اوسنے ہمیشہ سے دیگر ممالک سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھا ۔ اوسکے حروف دوسرے درجے پر ہائروگلی فکس کی ترقی کا ثبوت دیتے ہیں ۔ چین کے حروف مختلف اقسام کے پھولوں کی کسقدر سچی تصویریں ہیں ۔

یہ بھول کر یہ قدر تنگشتہ ہوکر دومت الکبرا کے حروف ہوئے۔ اور
ان سے یونانی اور یونانی سے برہمی حروف نکالے گئے ہون گے
اور اسکے بعد سنسکرت۔ عربی۔ انگریزی۔ اور اردو حروف مختلف طور
پر ترکیب پاکر پیدا ہوئے ہونگے۔ یعنے کل ممالک اور زمانون کے
حروف کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے
کہ حال کے موجودہ حروف سب ایک ہی خاندان مین ہین اور مورث اعلے
ان سب کی قدرت ذہنی روح اور غیر ذی روح مخلوقات ہے۔
اوپر کے بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تقریر انسان کے ساتھ
پیدا ہوتی ہے اور اوسکی معلم بلا واسطہ قدرت ہے اور انسان اوس کو
اپنے دیگر قوا کے ذریعے سے ترقی دے لیتا ہے اور تحریر دراصل
قدرتی اشیاء کی نقل ہے اور انسان نے اوسکو اپنی کوشش سے
اوسکی موجودہ حالت تک ترقی دی ہے۔ تقریر چونکہ انسان کی پیدائش
کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ اسلیے اوّل اوسکا ظہور ہوتا ہے
اور تحریر چونکہ انسانی کوشش کا نتیجہ ہے اسلیے وہ پیدائش کے
بعد ایک خاص وقت پر نمودار ہوتی ہے۔ تقریر ایک عام عطیہ

قدرت کا ہے اور ہر شخص کو کم یا زیادہ ملتا ہے اور تحریر ایک کسبی شے ہے
اسلیے خاص ہی خاص اوس سے مستفید ہوتے ہین - اور قدرتی اور
مصنوعی لوازمات مین اسقدر فرق بھی چاہیے -

تقریر کے ذریعے سے خیالات ظاہر کرنے کے واسطے یہ
امر لازمی تھا اور ہے کہ مخاطب متکلم کے پاس موجود ہو - غائب مخاطب
تک اپنے خیالات پہونچانے کی ضرورت نے انسان کو تحریر کے ایجاد
کرنے پر مجبور کیا - اور یہ ایک ایسی سخت ضرورت تھی کہ ہر جگہ اور
ہر زمانے مین انسان کی ساتھ رہی اور انسان کو سوائے اس کے
کبھی چارہ نہین ملا کہ اوسکو پورا کرے - جو باتین صرف زبان پر رہتی
ہین وہ بہت جلد مٹ جاتی ہین - جو تحریر مین آجاتی ہین وہ ایک ملک
سے دوسرے ملک کو اور ایک زمانے سے دوسرے زمانے کو
پہونچتی ہین - اگر تحریر نہ ہوتی تو علوم کے خزانے جو اسوقت ہمارے
قبضے مین ہین ہم سے صدیون پہلے زمین مین دفن ہو گئے ہوتے
اور جو معلومات ہم نے حاصل کی ہین وہ ہم ہی تک محدود رہتین اور
ہمارے ہی ساتھ آخر کار پیوند زمین ہو جاتین - ہماری ترقی بالکل

تحریر کے ذریعے سے ہوئی ہے۔ دوسرے ملک کے واقعات اور حالات کو اور گذشتہ زمانے کے کارناموں کو صرف تحریر کی بدولت ہم اسطرح دیکھ رہے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے گذر رہے ہیں اور انہیں پر ہم اپنی آیندہ بہبودی کی بنیاد قایم کرتے ہیں۔ تحریر ایک جہاز یا ریل ہے کہ معلومات اور علوم کے بیش قیمت مال کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہونچاتی ہے اگر تحریر نہ ہوتی تو کچھ شبہ نہیں ہے کہ انسان اسوقت تک گونگا زمانے کا آغاز ہوے صدیاں گذر گئی ہیں ضرور ڈاروں کی تباہی ہوئی سیڑھی پر ہوتا۔ ان باتوں پر لحاظ کرکے ضرور تحریر کو تقریر پر فوقیت کا قطعی فتوے خاص اس معاملے میں دیا جاسکتا ہے۔

تقریر کا پورا اثر اونہیں لوگوں تک محدود ہوتا ہے جو مقرر کے سامنے موجود ہوتے ہیں بلکہ اونمیں سے بھی صرف اوسیقدر اشخاص تک جو مقرر کے دس بیس گز کے فاصلے پر چاروں طرف بیٹھے یا کھڑے ہوتے ہیں اور جنکے کان تک اوسکی آواز پہونچتی ہے۔ مقرر کی آواز اگر بلند نہیں ہے تو اوسکا اثر اور بھی سمٹ جائیگا

ایک خفیف سا شور مقرر کی کوشش کو بے سود کر دے گا بلکہ اوس کی زبان بند کر دے گا پس معلوم ہوا کہ تقریر اس معنی کر بہت ہی نازک اور جلد بگڑ جانے والا آلہ اثر پہونچانے کا ہے - برخلاف تحریر کے کہ جسکے واسطے تمام میدان دنیا کا صاف ہے اور اوسکا اثر بجلی کی سرعت کے ساتھہ عالم کے جانورون کو نون تک پہونچتا ہے - کوئی پہاڑ کوئی سمندر اوسکی اشاعت کو روک نہین سکتا - اوسکا اثر ایک بڑے زبردست اور سیاہ بادل کیطرح جھوم کر ایک خاص جگہ سے اوٹھتا ہے اور بہت تھوڑے عرصے مین تمام دنیا مین چھا جاتا ہے اور ہر ایک ملک کی کھیتی کو اپنی گوناگون بارش سے نفع پہونچاتا ہے - اوسکا پانی بہکر ندیون اور سمندرمین نہین چلا جاتا ہے بلکہ جگہ جگہ گویا حوضون مین جمع ہوکر آیندہ زمانہ کی زراعت کی بھی آبپاشی کرتا ہے - علاوہ اسکے تقریر اگر اپنے محدود طبقے سے نکلکر باہر جانا چاہے تو سوائے اسکے کہ تحریر کے بازوؤن سے چلے اور کوئی ذریعہ ممکن نہین - تقریر کے واسطے تحریر میرے خیال مین ایسی ہی ہے کہ جیسے ایک بوڑھے کے واسطے عصا - اس صورت خاص مین بھی برتری کا تاج تحریر ہی کے

سر پر رکھا جاتا ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر وہی ایک مضمون تقریر اور تحریر دونوں کے ذریعے سے ادا کیا جائے تو تقریر ہی کا ذریعہ نسبتاً زیادہ اثر پیدا کرے گا بلکہ اگر مضمون فی الواقع نادر ہے تو تقریر سامعین کو وجد میں لاسکتی ہے برخلاف اسکے تحریر وجد یا پوری پوری محویت پیدا نہیں کرسکتی۔ جس حالت میں کہ مضمون ایک ہی ہے اور تحریر یا تقریر دونوں ذریعوں سے وہ دل تک پہونچایا جاتا ہے اور دل بھی انسان کا ایک ہی ہے تو کسیقدر تعجب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ذریعوں کے اثر میں زیادہ فرق کیوں ہوتا ہے۔ تحریر آنکھوں کی اور تقریر کانوں کی راہ سے دل تک پہونچتی ہے بس اگر فرق ہے تو اسقدر ہے کہ دل میں مضمون کے باریاب ہونیکی راہیں جدا ہیں۔ اور ان آنکھ اور کانوں کی راہوں کے اثر میں کمی اور بیشی کر دینے کی کوئی خصوصیت ذہن میں نہیں آتی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بقول شاعر ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

بمقابلہ کان کے آنکھ کا ذریعہ زیادہ موثر ہوتا مگر یہ بھی نہیں ہے۔ شاید

راستے دور اور قریب کے ہون - کان سے دل قریب ہو اور آنکھون سے دور - اور اسلیے کانون کی راہ سے مضمون جلد دل تک پہونچ جاتا ہے اور آنکھون کی راہ سے پہونچتے پہونچتے مضمون کی گرمی کم ہو جاتی ہے یہ وجہ بھی اطمینان نہین دیتی کیونکہ دل کان اور آنکھہ دونون سے برابر فاصلے پر معلوم ہوتا ہے شاید اس قیاس سے عقدہ کشائی ہو کہ جیسے موتی یا سونا سیپ یا گھریا سے نکلنے کے وقت اپنی آب و تاب مین بیمثل ہوتا ہے لیکن کچھہ وقت تک رکھے جانے سے اوسکی چمک ماند ہو جاتی ہے اور ان دونون حالتون مین جب وہ دیکھے جائین تو دلپر مختلف اثر کرتے ہین - وہ زیادہ جب ہی خوشنما معلوم ہوتے ہین کہ جب سیپ یا گھریا سے نکلنے کے بعد فوراً ہی دیکھے جائین - مضمون مین بھی زبان سے نکلتے وقت سونے یا موتی کی سی آب و تاب ہوتی ہے کہ فوراً سامعین کو لبھا لیتی ہے لیکن تحریر مین آتے آتے اور ناظرین تک پہونچتے پہونچتے زیادہ دیر ہو جانا لازم ہے اور یہ دیر اوسکی چمک اور دمک کم کر دیتی ہے اور اسلیے اوسکا اثر اسقدر نہین ہوتا جسقدر تقریر کے ذریعے سے ہوتا ہے - علاوہ اسکے قدرتی ذریعے ادائے مضمون

کا زبان یا تقریر ہی ہے اور قلم یا تحریر مصنوعی ذریعہ ہے۔ پس دونون ذریعون مین زیادہ فرق ضرور ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ تحریر کو صرف آنکھین دل تک پہونچاتی ہین۔ اور تقریر کو آنکھین اور کان دونون۔ کان کے ذریعے سے تو مقرر کی آواز دل تک جاتی ہے اور آنکھون کے ذریعے سے مقرر کے مختلف حرکات جسمانی جو تقریر کے ساتھہ ساتھہ مضمون کی ظاہری تصویر بھی کھینچتی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مقرر اپنے مضمون کو ادا کرتے ہوئے اپنی آواز سے کان کی اور اپنی حرکات جسمانی سے آنکھون کی دعوت کرتا ہے اور اسیواسطے دلپر بمقابلہ محرر کے دوگونہ زیادہ اثر کرتا ہے۔ اس خاص صفت اثر مین تقریر کو برتری ہے۔

مضمون پیدا کرنے کی طاقت انسان مین دو حالت سے خالی ہوگی یا تو وہ اونے سے غور کرنے سے عالی خیالات پیدا کرسکتی ہے یا عالی خیالات بڑی مشقت اور خوض کے بعد اوسکے ہاتھہ لگتے ہین پہلی حالت کو آمد اور دوسری حالت کو آورد کہتے ہین۔ مقرر کو آمد آمد ایک لازمی شئے ہے لیکن جسکی دسترس صرف آورد تک ہے

وہ کبھی عمدہ مقرر نہین ہوسکتا۔ کیونکہ تقریر کرنے کے وقت اتنی مہلت کہان ملتی ہے کہ آنکھین بند کرکے کچھہ دیر سوچا جائے اور پھر کہا جائے اوسمین تو خیالات بجلی کی سرعت کے ساتھہ پے در پے دلمین پیدا ہون اور زبان کے تار پر رواں رہین۔ تحریر مین آمد اور آورد دونون ایکسان نتیجہ دے سکتی ہین صرف فرق اسقدر ہے کہ آمد والا جلد اور آورد والا دیر مین اپنے خیالات کاغذ پر جمع کرتا ہے۔ آمد کی طاقت اس خاص عطیۂ قدرت کا ہے اور اسلیے خاص ہی لوگ اوس سے بہرہ یاب ہوتے ہین۔ بدیہی ثبوت اسکا یہی ہے کہ مقرر یعنی فصیح و بلیغ اسقدر کم پیدا ہوتے ہین کہ اونکا شمار انگلیون ہی پر کیا جاسکتا ہے لیکن محرر (اگر یہ لفظ ان صفتون مین استعمال کیا جاسکے) اس کثرت سے ہوئے اور ہوتے جاتے ہین کہ جاہے سمندر کے کنارے کی ریگ کے ذرّون کا شمار کرلیا جائے لیکن اونکی تعداد کا قیاس مین آنا ممکن نہین۔ مضمون لکھنے والے کو اسقدر آسانی ہوتی ہے کہ وہ تنہائی مین بیٹھکر اطمینان سے اپنے خیالات کاغذ پر لاتا ہے اور اوسکو دوبارہ سہ بارہ پڑھکر جس پہلو سے چاہتا ہے تایم کرتا ہے

اور جسوقت چاہتا ہے لکھتا ہے اور جسوقت چاہتا ہے نہین لکھتا ہے
ضرورت سمجھتا ہے تو کتابین اپنے مضمون کے متعلق دیکھتا ہے اور
اور لوگون سے رائے لیتا ہے اور مضمون کو ختم کرکے بھی دوسرون
سے اصلاح لے سکتا ہے لیکن یہ سب دروازے مقرر پر بند
ہوتے ہین - اوسکی زبان سے تو وقت پر جو کچھہ نکلگیا وہی ٹھیک
ہے اگر اوسنے کوئی بیجا بات کھدی تو اوسکا کچھہ دفعیہ نہین کرسکتا
اوسکا فقرہ یا لفظ تیر کی طرح کمان سے نکلتا ہے اور پھر واپس نہین
آسکتا - فی الواقع مقرر کی حالت نہایت نازک ہوتی ہے اور بڑی
ہی ذمہ داریان اوسکے سر پر ہوتی ہین اسی لیے ایسے بہادر بہت کم
پیدا ہوتے ہین جو تقریر کے بوجھ کو اوٹھا سکین - تقریر کے وقت
سیکڑون نگاہین مقرر پر تلی ہوتی ہین - سب کی نگاہون کا وہی فوکس
ہوتا ہے اوسکے کل حرکات وسکنات سخت نکتہ چینی کے تختہ مشق
ہوتے ہین - خلاصہ یہ کہ وہ سخت آزمایش مین پڑتا ہے اور اسمین
سے بلاشبہ عام آدمی کا کام نہین کہ اپنے نام اور عزت کو سلامت
لیکر نکلے - تقریر کے ضروری نتایج کچھہ خاص باتین مان لی گئی ہین

جس تقریر میں وہ پیدا نہیں ہوتیں اوسی پر نامکمل اور بیکار ہونے کا فوراً فتوے لگا دیا جاتا ہے۔ تقریر ایک نازک چیز ہے کہ کم لوگ اوسکی تکمیل کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ اوسمیں نام پیدا کرنا ہر ایک انسان کا کام نہیں ہے لاکھوں میں ایک آدہ مقرر ہوجاتا ہے۔ جب ہم اوسکی مشکلات سے واقف ہوگئے تو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اوسکی تکمیل کی کوشش میں وقت ضایع کیا جائے۔ اس سے تو یہ ہی بہتر ہے کہ کوئی اور مناسب راہ کوشش کے سہل ہونے کی نکال لیجائے۔ اگر کسیکے پاس وہ سب مادے اور مصالحے موجود ہوں کہ جو عمدہ مقرر بننے کے واسطے لازمی ہے تو اوسکی پیشقدمی واجبی ہے۔ اوسیکو کوشش بھی کرنا چاہیئے اور وہی عمدہ مقرر ہوجائیگا۔ لیکن صرف ہوس بے ذاتی قوت کے کیا نتیجہ پیدا کرسکتی ہے۔

مقرر کی پہلی سیڑہی لکھنا پڑہنا سیکھنا ہے۔ اوسکو پہلے اپنی تحصیل علم کو مکمل کرنا چاہیئے اور اوسکے بعد اوسکی مدد سے بذریعہ تحریر کے اپنے خیالات ضبط کرنے میں مہارت پیدا کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد تیسرا درجہ تقریر کرنے کا ہے۔ اسی سلسلہ سے تقریر کی ترقی اور

تکمیل باقاعدہ ہوگی ۔ اور بلاشبہ تحصیل علم اور تحریر جب تک مکمل نہو جائیگی
تقریر خامی کی حالت مین رہے گی ۔ عمدہ منشی یا محرر مقرر ہو سکتا ہے
جو عمدہ منشی یا محرر نہین وہ کس بنیاد پر اور کس زور پر عمدہ تقریر کر سکتا ہے
لہذا جسکو تقریر کا شوق پیدا ہو وہ پہلے لکھنے مین پوری مہارت حاصل
کرے اور اسکے بعد تقریر کے میدان مین قدم رکھے ۔ تقریر کے لیے
تحریر ایسی ہی ہے کہ جیسے روح کے واسطے جسم ہی نہ ہو تو روح کس چیز
مین قیام کرے گی ۔ جب تک معلومات کا پورا پورا ذخیرہ جمع نہ ہو جائے
اور انسان اپنے خیالات جیسی کے ساتھ تحریر مین نہ لا سکے تو تقریر
مین مہارت پیدا کرنے کی اوسکی کوشش ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص بلا
قانون یاد کیے صرف کبھی کبھی لکچر سن سنکر وکالت مین نام پیدا کرنے
کی کوشش کرے ۔

اس امر کا تصفیہ کسیقدر بے موقع معلوم ہوتا ہے کہ تقریر اور تحریر دونون
مین برتری کسکو ہے ۔ مین دونون کو مختلف کامون کے لیے سمجھتا
ہون ۔ اور اون سے دو مختلف کام نکلتے ہین ۔ اگر دونون ہم جنس
ہوتین تو البتہ ایک کے حق مین ضرور دست برداری دیجاتی ۔ اگر کوئی پوچھے

کہ چاند اور سورج دونون مین کون ترجیح کے لایق ہے تو اسکا
کیا جواب دیا جا سکتا ہے - یہی کہا جائے گا کہ دونون اپنے اپنے
کام مین اچھے ہین - دونون مین علاقہ اسقدر ہے کہ چاند کو روشنی
سورج کی بدولت ملتی ہے - جیسا کہ تقریر کی امداد تحریر سے ہوتی
ہے - لیکن بجائے ایک کے دوسرا کام نہین دے سکتا - ایک
کو دوسرے پر فضیلت دینے مین یہ ضرور لازم آئے گا کہ جو پسند
کیا جائے وہ قایم رکھا جائے - اور دوسرا جو زیادہ بکار آمد ثابت نہو
خارج کر دیا جائے - لیکن جیسے کہ چاند سورج کے معاملے مین یہ
بات ناممکن ہے اسیطرح تقریر اور تحریر کے متعلق بھی محال ہے
پس اگر بڑی عرق ریزی کے بعد کوئی شخص اپنے خیال مین اسبات
کے ثابت کرنے کا فخر کرے کہ اونسے تقریر یا تحریر مین سے ایک کو
برتر ٹھہرایا تو اس سے کیا عملی فائدہ نکل سکتا ہے - مین تو خیال کرتا ہون
کہ اوسکی محنت "کوہ کندن اور کاہ برآوردن" سے زیادہ مفید نہوگی
جسکو شاید ہی کوئی عقل سلیم پسند کرے - پس میرے خیال مین
دونون چیزین قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہین - اور

تحریر میں ضرورت مہارت پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور اگر استطاعت مقتضی ہو تو تقریر پر بھی کما حقہ دسترس حاصل کی جائے فقط

راقم

فریدالدین احمد خاں۔

رانڈوں کے نکاح کا ثبوت

عقلی دلائل سے۔ گو ضمناً کچھ نقلی کی بھی پرآگئی ہو

میرے عزیز بھائی بہنو تم خوب جی لگا کے سوچو سمجھو اور فکر کرو کہ تمہارا خالق حکیم مطلق ہے۔ اوسنے کوئی چیز خالی از حکمت نہین پیدا کی زمین و آسمان۔ جن و انس۔ چرند پرند بلکہ ہر پھول پتے اور ہر رگ و ریشے کو نہایت عجیب و غریب صنعت سے بنایا ہے اور اون مین غیر محدود حکمتین رکھی ہین جنمین غور کرنے سے بڑے بڑے عقلا یہان تک کہ ملائکہ بھی متحیر ہو گئے سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم پکار اوٹھتے ہین۔ اگر کوئی شخص ہزار ہا اور لکھو کھا برس کی عمر پائے اور نہایت خوض اور بڑی محنت کے ساتھہ اون اون صنعتون اور اون اون حکمتون کو جو انسان کے ہر عضو عضو مین ہے بلکہ تمام درختون کے ہر پھول پھول اور ہر پتے پتے مین خالق نے رکھی ہین اون کو بیان کرنا چاہے تو یقینا وہ شخص تھک کر مرجائے۔ دنیا بھر کے درختون کے

قلم ٹوٹ جائین اور سات سمندر کی روشنائی سوکھ جائے لیکن وہ ایک پتی کا بیان بھی ہرگز پورا نہ کرسکے گا۔ جب کان دھر کے ہم سنتے ہین تو صرف انسان ہی نہین بلکہ تمام حیوانات کے روئین روئین چھوٹے بڑے سب درختون کے پتے پتے جنگل پہاڑ ویران اور آباد سارے زمین کے ذرّے کنوئین تالاب نالہ ندی اور سب دریا کے قطرے قطرے سے دبنا ما خلقت ھذا باطلاً کی سہانی سہانی آواز سنائی دے رہی ہے۔

میرے بھائی بہنو۔ تم لوگو نکو حکیم علے الاطلاق یعنے خداوند تعالے نے نکاح کا حکم بغیر حکمت اور مصلحت کے نہین فرمایا ہے بلکہ اوسمین نہایت قیمتی قیمتی بیش بہا منافع رکھے ہین جنمین سے پہلا بلکہ یون کہئے جسکے لیے نکاح بنایا گیا ہے وہ اولاد ہے کیون کہ اصل مقصود نکاح سے یہی ہے کہ تناسل کا سلسلہ قیامت تک قایم رہے۔ انسان کی کثرت سے دنیا آباد رہے اور انسان سچے خدا کے پہچاننے اور اوسکی پرستش کرنے مین سرگرم رہے اگر نکاح نہ ہوتا تو دو حال سے خالی نہ تھا یا حرام کاری ہوتی یا سرے

دنیا داری ہی نہ ہوتی - پہلی صورت مین نسب کا پتہ نہ چلتا نہ یہ معلوم ہوتا کہ کون کسکا باپ اور کون کسکا بیٹا ہے اور اس حالت مین جانورونکی طرح نہ ایک کو دوسرے کی پروا اور محبت ہوتی نہ وہ بے انتہا عجیب وغریب فائدے حاصل ہوتے جو اب نہایت قدر کے ساتھہ دیکھے جاتے ہین - نہ انسان کو جانور ونپر شرافت ہوتی نہ آپسمین ایک کو دوسرے پر عزت ہوتی نہ شاہزادے کو گدا زادہ پر فضیلت ہوتی نہ دنیا مین چندین ہزار مختلف قومین ہوتین اور انتظام معیشت بالکل درہم وبرہم ہو جاتا - غرض ایسے ہی وجوہات ہین جنکے باعث زنا مطلق حرام کردی گئی - اور حق سبحانہ تعالے کی مقدس ذات جسطرح تمام نقصانات سے پاک ہے اوسی طرح اس سے بھی پاک ہے کہ وہ زنا ایسی قبیح چیز کو انسان جیسے اپنے ذی عقل بندون کے لیے روا رکھتا - اور دوسری صورت مین انتظام معیشت درکنار انسان کا نام ونشان تک باقی نہ رہجاتا حاصل یہ کہ انسان کا وجود قیامت تک قایم رہنے کے لیے حکمت الٰہیہ اسطرف متوجہ ہوئی کہ اوسنے نکاح کو مقرر فرمایا - گو حق تعالے

کو سب طرح کی قدرت ہے - وہ حضرت عیسے کیطرح بغیر باپ کے
اور حضرت آدم کیطرح بغیر باپ اور بغیر ماں کے اسقدر انسان پیدا
کر سکتا ہے جسکی حد اوسیکو معلوم ہے لیکن اوسکی حکمت آمیز عادت
یون جاری ہوئی ہے کہ ہر چیز کے لیے اوسنے کوئی نہ کوئی سبب
بنایا ہے اور دنیا کا انتظام انہین اسباب پر جاری فرمایا ہے جو
اوسکی وحدانیت اوسکی قدرت اور اوسکی عجیب و غریب صنعت و
حکمت وغیرہ وغیرہ پر کامل درجے کا ثبوت ہے اور بڑی طاقت
اور بڑے زور سے اوسکی سچی الوہیت پر شہادت دے رہا ہے
جسکی بے شمار آوازین زمین سے آسمان تک گونج رہی ہین - اس
انتظام اور ظاہری اسباب مین جو غیر محدود حکمتین حکیم شاہنشاہ نے
رکھی ہین وہ کسیکی سمجھ مین جیسا کہ چاہیے نہ آئی ہین اور نہ آسکتی
ہین مگر جہان تک مقدور بشری مین ہے کچھ نہ کچھ سمجھنے اور سمجھانے
کا قصد کیا ہی جاتا ہے اور اسوجہ سے اون حکمتون کا نہایت مختصر
نمونہ اگر ہدیہ ناظرین کیا جاے تو غیر مناسب نہ ہوگا بلکہ امید ہے
کہ غافل دلون سے غفلت کا پردہ اوٹھہ جاے اور اپنی طاقت کے

موافق اونکو غور کرنے کا موقع ملے - اور غالبًا ذکر ہم اونہین امور کا
کرین گے جن پر دن رات اونکی نظرین پڑ رہی ہین پر وہ سوچ نہین
کرتے ہان مگر اے دوستو جب تم سوچ کروگے تو جون جون غور کی
نگاہ سے دیکھوگے اوسکی بے انتہا حکمتین اور عجیب وغریب صنعتین
تمپر کھلتی جائین گی اور تم اونکی قدر کروگے - اے سچے خدا کی پرستش
کرنے والو ذرا تم اپنے نرالے معبود کی نرالی قدرت کا تماشا دیکھو -
ہزارہا قسم کے بیج جنکی تخمین اوسکو معلوم ہین زمین مین بوئے جاتے
ہین یا از خود درختون سے گر کر زمین مین جگہ لے لیتے ہین جب اونمین
زمین کی رطوبت اپنا اثر کرتی ہے تو پھولکے وہ بڑے ہو جاتے ہین
اور اون مین سے دوسرے پیدا ہو جاتے ہین گو پورے بیج کی طبیعت
ایک ہے اور اوسکے ساتھہ زمین اور آسمان کی نسبت ایک سی ہے -
چاند سورج اور سب تارونکا اثر برابر پڑتا ہے لیکن خدائی تعالے
کی عجیب وغریب قدرت اون دونون سرون مین سے ایک کو اوپر
کھینچ لاتی ہے اور دوسرے کو نیچے گھسیٹ لیجاتی ہے - پھر کچھ روز
بعد اونمین دونون کو درخت بنا دیتی ہے - اوپر والا درخت

ہوا میں چڑھتا ہوا تکو اسمان کیطرف دکھائی دیتا ہے اور نیچے والا
جبکو تم زمین کی طرف سے دیکھتے ہو زمین کے گھراؤ میں ہر چہار طرف
گھومتا اور پھیلتا ہوا چلا جاتا ہے۔ حضرات پہلے تم زمین کو دیکھو گو
وہ بہت سخت نہیں ہے تاہم اسقدر ہے کہ اوسمیں نہایت مضبوط ینہیں مشکل
سے جا سکتی ہیں اور کدال پھاوڑے وغیرہ لوہے کے اوزارون
کی مار ہیں مر جاتی ہیں۔ پھر اون باریک جڑون پر نظر ڈالو جو نہایت
ملایم اور کمزور دکھائی دیتی ہیں ایسا کہ اگر تم اونکو ملایم چٹکی سے مل ڈالو
او آسانی پس جائین۔ اب اس تمہید کے بعد خدا کی کامل قدرت پر
غور کرو کہ زمین ایسی سخت چیز ہیں بلکہ پہاڑ جیسے نہایت سخت پتھرون ہیں
جنمیں لوہے کی نہایت قوی سلاخیں بھی ٹوٹ جائیں اون میں یہ کمزور
دہاگا سی جڑیں کیونکر پھاڑتی اور دراتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ اور جون
جون بڑہتی اور موٹی ہوتی ہیں زمین تو زمین پہاڑ بھی موم سے زیادہ
ملایم بنکے اپنے پتھریلے دلون میں جگہ دیتے ہوئے چلے جاتے
ہیں اور اوپر والے سرے کو دیکھو اوسمیں سے غالبًا پہلے دو
پتیان اور پتیون کے بیچ سے ایک شاخ اور اوس شاخ سے بہت سی

ہر ہری لہلہاتی ہوئی پتیون سے منڈھی ہوئی نمودار ہو جاتی ہین جو چند روز بعد شباب کا جامہ پہنکے رنگ برنگ کے پھول اور طرحدار پہلون کے زیور سے آراستہ ہو کے عجیب دلفریب جوبن مین دکھائی دیتی ہین یہ اوسکی قدرت کا منشا ہے جو صرف ایک بیج سے کثیر التعداد حزین جیسے چھال لکڑی - پتیل - پھول - اور پتیان مختلف صورت مختلف رنگ کی مختلف اغراض کے لیے پیدا ہو جاتی ہین - چھال جو ظاہر مین بہت کم وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے درخت کے تنے اور شاخون کو جنپر غلاف کیطرح چڑھی ہوئی نظر آرہی ہے ہر ایک آفت سے بچاتی ہے جیسے چھلکا پھل کو اور چمڑا جاندار کے گوشت اور خون وغیرہ کو اور وہ ایندھن ہونے کے علاوہ صدہا مرضون مین دوا کا کام دیتی ہے اوس سے چمڑا اور کپڑا وغیرہ بھی رنگا جاتا ہے اور سن بھی چھال ہی سے بنتا ہے - سن سے رسیان وغیرہ تو بنتی ہی ہین اوس سے روئی کیطرح کپڑے بھی بنے جاتے ہین -

لکڑی کو ملاحظہ کرو تو کہین موٹی ہے کہین پتلی کہین سا رہے کہین خام کوئی مکان بنانے کے لایق اور کوئی کہانا پکانے کے قابل -

علاوہ اسکے اور بہت بیش بہا منافع لکڑی سے لیے جاتے ہین اور
وہ اتنے نہین ہین جنکو ہم لکھ سکین کیونکہ ہمارے علم کے اعتبار سے
غیر متناہی ہین۔ ہزارہا قسم کے درختون مین لکڑی کی جگہ مختلف نام کے
وہ وہ چیزین ہوتی ہین جو جانورونکے لیے بلکہ بعضے بعضے انسانون کے
لیے بھی غذا مین پڑتی ہین جیسے گھاس بھوسا کرنبی اور گنہ وغیرہ وغیرہ
پھول اور پتیونکی سیر کیجیے تو ہزارہا قسم کے البیلے رنگ برنگ کے پھول
اور طرح طرح کی خوش اسلوب پتیان تمہاری نظر سے گذرین گی بلکہ ایک
ایک پھول نہین نہین ایک ایک پنکھر اور ایک ایک پتی مین تم کو مختلف
رنگ دکھائی دینگے۔ اگر بڑے بڑے باغون مین کبھی تمہارا اتفاق
ہو تو نئے ڈھنگ نئے رنگ کے پھول اور پتیون کے دیکھنے سے
تم اسبات کے یقین کرنے مین کچھہ بھی تامل نہ کروگے کہ خالق نے
ہزارہا طرح کے عجیب وغریب پھول اور پتیان اس قسم کی پیدا کی ہین
جو کبھی تمہارے خیال مین بھی نہ آئی ہونگی۔ پھول اور پتیون کے
دیکھنے سے دلکو تفریح ہوتی ہے۔ روحکو تازگی آتی ہے بعض
تی بعض لکڑی اور اکثر پھولون کی پنکھڑیان ہوئی یا بھینی بھینی خوشبو

چین چین کے دماغ میں پھونچنے سے کچھ دماغ ہی نہیں معطر ہو جاتا ہے
ہر ایک مسلمان کے دل اور زبان سے صلی علے نکل آتا ہے عموماً پھول
اور لکڑی ہی کی برکت سے خوشبودار تیل قسم قسم کے عطر اور ارگجے
بھی میسر آتے ہیں پھلوں پر غور کیجئے تو انواع اقسام اور اقسام اقسام
کے پھل تمہارے ملاحظہ میں آئیں گے۔ بعضے پھل اس قسم کے ہیں
جنمیں اوپر چھلکا ہے جو دوا علاج میں کارآمد ہوتا ہے اور اندر مغز ہے
جو دوا اور غذا دونوں کا کام دے سکتا ہے اور اصل مقصود ہی
مغز ہے مثال جیسے بادام اور بعضے اس قسم کے ہیں کہ چھلکا سمیت
اوپر کا گودا کھایا جاتا ہے اور درمیان میں گٹھلی ہوتی ہے گو قلت
اتمام کے باعث پھینک دیجاتی ہو لیکن دوا یا جانوروں کی غذا میں صرف
ہو سکتی ہے مثال جیسے جرنا اور پھلیند انا خربوزے کی گٹھلی شہد میں گھسکے
یا اور بعض ادویہ مناسبہ کے ساتھ ملا کے آنکھ کے جالے اور ماندے
کو صاف کر دیتی ہے اور عرب میں بیول کی پتی کے ساتھ اونٹوں کے
لیے نہایت طاقتدار غذا ہے۔ اور جامون کی پرانی گٹھلی کا مغز اسہال
مزمن کے لیے نافع ہے۔ اور بعضے پھل اس قسم کے ہوتے ہیں جنمیں

جنمیں نہ پوست نکالنے کی ضرورت ہو نہ تخم پھینکنے کی حاجت ہے وہ چھلکا بیج سمیت نوش فرمائے جاتے ہیں مثال جیسے انجیر اور گولر وغیرہ۔ اور بعضے اس قسم کے ہیں کہ اوپر پوست ہے۔ پوست کے نیچے گودا اور گودے کے نیچے گٹھلی۔ گٹھلی میں اوپر پوست اور اندر مغز ہے۔ اور پھل کے گودے کیطرح گٹھلی کا مغز بھی دوا یا ذائقہ یا پیٹ بھرنے کے لیے کھایا جاتا ہے۔ مثال جیسے آم غرض اسطرح خدا جانے اور سنے کس کس قسم کے پھل اور کیسی کیسی صنعت سے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیے ہیں اور پھر جیسے تو پھل ہزارہا قسم کے ہیں ویسا ہی گٹھلیاں بھی۔ جڑیں جنکو ہم نے اور ہم سے بہت صدی پہلے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں نیچے والے درخت سے تعبیر کی ہے اور جو دراصل اوپر والے درخت کے بڑھنے اور قایم رہنے کے لیے پیدا کی گئی ہیں وہ اپنے اصلی فائدے کے سوا اور بھی بہتیرے منافع پہونچانے کے لیے تیار ہیں جیسے پیلو کی جڑ مسواک اور موسلہ سنبھال بیخ کاسنی بیخ بادیان بیخ سوسن بیخ نرگس اور عود صلیب وغیرہ وغیرہ صدہا مرضوں کے لیے دوا بن کے تمہاری

نظر کے سامنے گذر رہی ہین۔
اے حضرات طوالت کے خوف سے درختون کے بہتیری اجزا جیسے گوند وغیرہ کا ذکر ہمکو چھوڑ دینا پڑا اور جن اجزا کا ذکر کیا ہے اونکا بھی نہایت ہی اختصار کے ساتھہ۔ میرے دوستو پھر اوسکی نرالی قدرت کا تماشا دیکھو یہ بیج جو زمین سے اوگا ہے۔ وہ ایک صورت اور ایک طبیعت کا تھا۔ اب اوگنے کے بعد مختلف صورت مختلف طبیعت کی مختلف چیزین کیسے پیدا کردین۔ اوسی اللہ نے۔ درخت کو جانے دودہ صرف ایک پھل مین ایک دوسری ضد مختلف طبیعتین پیدا کر دیتا ہے مثلاً ترنج پر غور کرو تو اوسکا زرد چھلکا گرم خشک ہے اور چھلکے کے نیچے جو دبیز گودا ہوتا ہے وہ میٹھے ترنج کا تو سرد تر ہے اور کھٹے کا بعض اطبا کے نزدیک سرد خشک بعض کے نزدیک سرد تر اور بعض کے نزدیک تری اور خشکی مین معتدل ہے اور مغز اوسکا جو پردون کے درمیان غلاف مین رہتا ہے اور کھایا جاتا ہے سو وہ میٹھے کا سرد تر ہے اور کھٹے کا سرد خشک اور بیج دونون کا گرم خشک ہے۔ دیکھو ایک ہی پھل کے اجزا بعضے گرم ہین اور بعضے سرد بعضے خشک ہین اور بعضے تر اور ہر ایک کی صورت

اور رنگت بھی جدا جدا ہے۔ کوئی شک نہیں ہے کہ یہ غیر محدود رنگ برنگ کی چیزیں جنکو دست قدرت نے نہایت درجہ کی صنعت اور غائت مرتبہ کی حکمت سے انتظام کے موافق بنایا ہے زبان حال کی بلند آواز سے وحدہ لاشریک لہ پکار رہی ہیں پھر دیکھو تو اوس نے کوئی چیز بیکار نہیں پیدا کی ہے۔ ایک ایک تنکے میں جانے کتنے کتنے منافع کوٹ کوٹ کر بھر دیے ہیں ادنے مرتبہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی اور چیز اور کوئی جز و نہیں پیدا کیا ہے جسمیں کسی نہ کسی مرض کی دوا نہ رکھی ہو۔ چونکہ نیم دوا کے باب میں ضرب المثل ہے لہذا نیم سے قطع نظر کرکے نظیر کے لیے ہم کسی اور درخت جیسے آم کے اجزا پر غور کرینگے۔ شیرین اور پختہ آم قوی۔ ارواح۔ اعضائے رئیسہ۔ آلات تنفس۔ مری معدہ امعا۔ گردہ۔ مثانہ۔ اور باہ کو قوی کرتا ہے بدن کو فربہ کرتا ہے اور رنگت کو صاف کرتا ہے گو کسیقدر نقصان بھی ہو جس سے دنیا میں کوئی شئے خالی نہیں ہے۔ تاہم اسکے اصلاح کے لیے حکیم مطلق نے اور اور چیزیں بتادی ہیں اور تم غور کروگے تو یہ بھی کھل جائے گا کہ ہر ایک چیز میں کسی نہ کسی قدر مضرت رکھنے میں بھی بڑی حکمت اور

اور بڑی مصلحت ہے۔ ہان مگر اسکے سمجھنے کے لیے عقل سلیم درکار ہے
حاصل یہ کہ اوسنے ضرر کو بھی خالی از حکمت نہین پیدا کیا ہے۔ الحق فعل
الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ لیکن اسکا مطلب یہ نہین ہے کہ لوگ بے سمجھے
بوجھے ممنوع اور ضرر رسان چیزون کا استعمال شروع کردین) کچا آم ترش آم
کیطرح قاطع صفرا ہے۔ اور بھنا ہوا (لو) کا زہر دفع کرنے کے لیے تو
نہایت ہی سریع التاثیر دوا ہے۔ پھر اوسکا سہل الوصول ہونا اور
خاصکر کے لوگی بادشاہت کے زمانے مین کثرت سے پایا جانا اور
بھی خدا کی بڑی حکمت اور رحمت ہے۔ آم کی کیر بان مناسب ادویہ
کے ساتھہ مرکب کرنے سے جریان اور سرعت انزال کو دفع کرتی
ہین۔ کچے آم کے چھلکے تنہا یا کچھہ اور مناسب دواؤن کے ساتھہ تلی
کے تیل مین ڈالکے دھوپ مین رکھنے اور کچھہ روز بعد وہ تیل سر
مین ڈالنے سے بال بڑھتے ہین سیاہ ہوتے ہین اور گرنے سے
محفوظ رہتے ہین آم کی گٹھلی کا مغز دستون کے لیے نافع ہے۔ مغز
تخم بانبہ کھنہ۔ مغز تخم جامون کھنہ۔ اور ہلیلہ سیاہ اسہال مزمن کی
دوا ہے۔ بول بیلنے آم کے پھول بحۃ الصوت یعنے آواز بڑھاتے

کو نفع پہونچاتی ہے اور آم کی چھلی کے ضرر کو دفع کرتی ہین - آم
کے نازے پتون کی شنبیون سے جو پانی نکلتا ہے - وہ اون
دانون کے لیے مفید ہے جو آنکھہ کے پلک پر نکلتے ہین اور کنجیہ
کے نام سے یاد کیے جاتے ہین اور خشک پتون کا دہوان ریحی
درد گردہ کے لیے فائدہ مند ہے - آم کی لکڑی کی راکھہ نزف الدم
کو اور اوسکی مسواک بخیر یعنے منہ کی بدبو دفع کرتی ہے - آم کی چھال
اور اوسکا دریہ مناسبہ کے ساتھہ ملا کے آبزن رشحے نفاس یعنے لڑکا پیدا ہونے
کے بعد کا خون کو نیز رطوبت کو نکالدیتی ہے اور رحم کو گرم کرتی ہے
اور قوت بخشتی ہے - المختصر بڑے حکیم نے ہر شے کے ہر جزو جزو مین
جانے کیا کیا اثر رکھے ہین اور وہ ہمکو معلوم نہین بلکہ جسقدر اوس نے
ایجاد کیے ہین اونکے بھی بیان کرنے کا یہ مقام نہین ہے - اور یہی
وجہ ہے جو ہم نے صرف ایک آم کی ثنا پر کفایت کی اور وہ بھی
اختصار کے ساتھہ - الحق دنیا مین جتنی چیزین پیدا ہوئین اور ہوتی رہتی
ہین اون سب کو یہان تک کہ جانورون کو جو تمہاری طرح جاندار اور چلتے
پھرتے ہین خالق نے تم انسان ہی کے لیے پیدا کیا ہے - گو بھیڑ

جانور جسمانی طاقت مین تم سے بہت زیادہ ہون لیکن محض اپنے فضل و کرم سے عقل کی وہ جوہر دار تلوار تمہارے ہاتھ مین دیدی ہے جسکے زور سے تم اونپر بھی بادشاہت کرتے ہو۔ اگرچہ بادی النظر مین بہت سی چیزین جیسے شیر۔ بھیڑیے۔ سانپ۔ بچھو۔ سنکھیا۔ اور جتنی چیزین مردم خوار اور زہردار ہین بالکل نقصان ہی نقصان مین ڈوبی ہوئی دکھائی دینگی لیکن جب چھان بین کر دیکھوگے تو غیر محدود فائدے اور بے شمار منافع جو ظاہری نقصان کے پردے مین چھپے ہوے ہین نظر کے سامنے آکھڑے ہونگے۔ افسوس اگر سامعین کی سمع خراشی کا خوف ہم کو آنکھین نہ دکھاتا تو ممکن تھا کہ کسیقدر تفصیل کے میدان مین جولانی کرکے تمہارا قلم بتا دیتا کہ ان درندے جانورون اور زہریلی چیزون کے باعث تمہیں ضرر رسان اور موذی جانورون سے تمکو کیونکر نجات ملتی اور یہ کہ مثلاً بھیڑیے اور شیر کی چربی کا کارون۔ اور سنکھیا کے تیل سے تم کیسے کیسے منافع اوٹھا سکتے ہو۔

مین ڈرتا ہون کہ مغز ناظرین بیفیض ہنکے اور بیچھے جھنجلا کے پوچھینگے کہ اس بے وقت کے راگ سے راقم مضمون نے کیا نفع سوچا ہے

لہذا مین پہلے ہی سے معذرت کرتا ہون - کیا کرون قلم جسکو خالق نے
پیدا کیا ہے کسیقدر اوسکی صنعت اور حکمت کا نمونہ بیان کیے بغیر نہ رک سکا
اور حق تو یہ ہے کہ راگ نہین ہے بلکہ اپنی عاجزی اور لاعلمی پر بے اختیار
رو اوٹھا ہون اور دستور ہی کہ جب کوئی روتا ہے تو خواہی نخواہی کچھ
نہ کچھ اواز نکل ہی پڑتی ہے اور اوسکی غیر منضبط ہچکیان سامعین کو سخت
ناگوار ہوتی ہین - پس اے میرے دوستو تم از بہر خدا مجھے معذور رکھو
اور یہ عرض کرنے کی اجازت دو کہ یہ رونا وہ رونا ہے جو کسیوقت اور
کسی موقع پر نازیبا نہین ہے - ہر جگہ اور ہر آن مین مستحسن ہے اور ثنا
کے قابل - اور اس سے قطع نظر کیجئے تو یہان اس مبارک رونے کے لیے
اور بھی وجہین ہین - اوّل یہ کہ اسبات کا مشاہدہ کرنے سے کہ جس مخلوق
کے لیے دنیا مین یہ ساری چیزین پیدا کی گئی ہین خود اوسکے ایک بڑے
یا کمزور حصے پر بے وجہ کا ظلم ہو رہا ہے - میرا دل بھر آیا اور جب اوس
ظلم کے دفع کرنے کے طاقت میرے ہاتھ مین نہ تھی تو ہمدردی سے
رو رو کے فریاد کرنے کے سوا کوئی تدبیر نہ سجھائی دی - شاید قوم کے
دل پسیج اوٹھین - اونکو اپنی بیوہ بہنون اور یتیمون پر رحم آجائے اور

دوسرے یہ کہ جسکے لیے یہ سب چیزین پیدا کی گئی ہین - خود اوسکی پیدایش[1]
اور اوسکی ترقی مین ہماری قوم کنڈت[2] ڈال رہی ہے - کنڈت کیا ڈال رہی
ہے اپنے خالق سے لڑائی لیکے اپنے آپ کو جہنم سیاہ کی مستحق بنا رہی ہے
اور جب مین اپنے نادان بہائی بہنونکو جہنم کا رستہ چلتے ہوئے دیکھون
تو آپ ہی انصاف کیجئے کیونکر نہ رو اوٹھون - تیسرے یہ کہ جس قادر ذوالجلال
حکیم مطلق نے - زمین - آسمان - چاند - سورج - اور تارے - آگ -
ہوا - پانی - مٹی - پھول - پھل - اور پتی - اور چرنے چگنے والے
جانور غرض کہ تمام جمادات کل نباتات اور سائر حیوانات کو نہایت حکمت
اور مصلحت سے نہایت مناسب انداز پر پیدا کیا ہے اوس حکیم کا جو حکم
ہوگا غایت درجے کی حکمت اور مصلحت سے ہوگا - اب اس تمہید کے
بعد سنو اور یقین مانو کہ رانڈون کا نکاح اوسی حکیم کا حکم ہے - اور
ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اوس حکیم کا جو حکم ہے غایت درجے کی حکمت
اور مصلحت سے ہے - اب کوئی شخص رانڈون کے نکاح کو برا نہ سمجھیگا
مگر وہ جو ایسے حکیم شاہنشاہ کی حکمت بھرے حکم کو برا مانے گا اور اوسکی
قدرت اور سکے علم پر ایمان نہ لائے گا - اور مختصر لفظون مین یون کہیے

---

[1] یعنی انسان -
[2] ظاہر ہے کہ انسان کی پیدایش اور ترقی کا ذریعہ نکاح ہے اور قوم کو ہر گاہ کہ بیوا ہونے کے نکاح کی رشتی پر فتوے
تو لامحالہ انسان کی پیدایش اور ترقی کی راہ (قوم) روکنی ہی -

کہ اوسکے دماغ مین خلل ہوگا۔ غور کرنے کا مقام ہے۔ ہرگاہ اوس نے کسی چیز کو یہان تک کہ نہایت حقیر اور کمزور کو اور یہان تک کہ درندون اور زہریلی چیزونکو بھی بیکار نہین پیدا کیا ہے۔ شیر۔ بچھو۔ اور سنکھیا مین بھی انسان کے لیے بڑے بڑے منافع رکھے ہین تو بھلا عورتون کو انسانی جامہ پہنا کے اور عقل کا نورانی جوہر دیکے کب بیکار پیدا کیا ہوگا اوسنے عورت اور مرد کا جوڑا اسلیئے بنایا ہے کہ انسان کی کثرت سے (جیسا کہ ہم عرض کر آئے ہین) دنیا آباد رہے۔ عورتین۔ انبیا۔ اولیا اور علما صلحا کی مائین بنین ہے۔ خدا کے بندو اگر خدا نے تمکو عورتون پر حکومت دی ہے تو تم اوسکی بے زبان بیوہ لونڈیون کی حق تلفی مت کرو۔ شرعی۔ آزادی کے ساتھہ اونکے نکاح ہونے دو۔ ہمارے پیغمبر صلعم کے بعد اب کوئی نبی تو ہو نہین سکتا ہان تم اونکو علما۔ صلحا۔ اور اولیا کی مائین بننے دو۔ اگر تمھارے ساتھہ ہم آواز ہوکے ہم یہ بھی کہہ لین کہ اونکے نکاح مین کسیقدر نقصان بھی ہے تو اسبات کے پوچھنے سے ہرگز نہین خاموش رہ سکتے کہ دنیاوی امورمین وہ کونسی شے ہے جسمین کسی نہ کسیقدر نقصان کی آلایش نہین ہے۔ ہماری دانست

ہین تو اسس قسم کی کوئی ایک بھی نظیر ڈھونڈسے نہ ملے گی - دنیا مین
جو چیز ہے کچھ نہ کچھ نقصان بھی (جیسا کہ اوپر ہم تسلیم کر چکے ہین) لگا دیا
گیا ہے - لہذا جب کسیکو کسی امر کے چھوڑنے یا اختیار کرنے مین تقدم
تاخر ہو تو اوسکا فرض ہے کہ نفع و نقصان کا موازنہ کرلے نقصان کا پلہ
بھاری ٹھیرے تو بلا تامل چھوڑ دے اور جو منفعت کا پلہ وزنی ثابت ہو
تو پھر آئے موقع کو جانے نہ دے - چنانچہ اس قاعدے کے موافق
جسپر تمام عقلا کا اتفاق ہے - جب نکاح بیوگان کے منافع اور نقصان
کا ہم اندازہ کرتے ہین تو نقصان کچھ مقدار ہی مین نہین کم دکھائی دیتے
ہین بلکہ نہایت خفیف اور کمزور بھی نظر آرہے ہین - اور منافع کو اگر
کہنا وہ تو نہایت قوی نہایت عظیم الشان ڈھیر کے ڈھیر ہماری نظر کے
سامنے چلے آرہے ہین - جون جون ہم اونکو تولتے اور شمار کرتے ہین
وہ اور بڑھتے ہی جاتے ہین - ہم تولتے تولتے اور شمار کرتے کرتے تھک
گئے - پر اونکو وہ کم ہونا تہانہ کم ہوئے - کوئی شک نہین ہے کہ اوسکے
خفیف نقصان کو ان عظیم الشان منافع کے مقابلے مین اتنی بھی وقعت
نہین ہے جو ایک بوند کو ہے دریا کے مقابلے مین کیونکہ بوند کا پانی

ہونے کے باعث دریا سے ہم جنسی تو ہے اور یہ جنکو ہمارے نادان
بھائی غلط طریقے پر بڑے بڑے نقصانات سمجھ رہے ہین - واقع مین نقصان
کی جنس مین داخل ہی نہین ہین - چنانچہ دوسرے باب مین تصریح کرکے
شافی جوابات دیکے انشاء اللہ ہم اپنے ناظرین کی تشفی کردین گے -
اور اوسوقت امید ہے کہ نادان سے نادان حضرات بھی اگر انصاف
کرینگے جسکی امید اور تمنا ہے تو بالاتفاق ہم آواز ہوکے پکار اوٹھینگے
کہ ہمکو جہالت کے جادو سے ابتک اچھی باتین بُری معلوم ہوتی تھین -
تھا کچھ بھی نہین صرف طلسمی خیالات ڈرا رہے تھے بارے خدا کا شکر ہے
کہ اوسکی دی ہوئی عقلی اسم اعظم کی برکت سے طلسم ٹوٹ گیا تو کچھ شبہ نہ رہا
وہ کل نقصانات محض خیالی اور فرضی تھے اور واقع مین کچھ بھی نہ تھا - اگر
کسیقدر نہایت کمی اور کمزوری کے ساتھہ ہین بھی تو اس لائق ہرگز
نہین کہ بے شمار منافع جلیلہ کے دربار مین کسیقیمت کی نگاہ سے دیکھی جائین
اور اس امر سے انکار کرنے کی کسیکو مجال نہین ہے کہ کسی نہایت خفیف
نقصان کے باعث جلیل القدر کثیر التعداد منافع کو چھوڑ دینا کمال جہالت
اور نادانی کی بات ہے - پھر جسطرح بیاہ دینے مین قیمتی قیمتی منافع ہین

ویسا ہی ٹہلار رکھنے مین صدہا زہریلے نقصانات بھی ہین - آہ اس سے زیادہ اور کیا رونے کی بات ہوگی کہ ہماری قوم کے دلون پر تعصب بھرے جہالت کے پردے پڑے ہوئے ہین نہ بیاہ دینے کے منافع دکھائی دیتے ہین نہ ٹہلار رکھنے کے نقصانات سجھائی دیتے ہین ہان اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور رولانے والی یہ بات ہے کہ نقصان منافع کیصورت اور منافع نقصان کیصورت مین ہمیں بدکر سامنے سے گذر رہے ہین - اگرچہ اونکا شناخت کرنا بہت ہی آسان ہے پر افسوس کہ ہم بے پروائی کی شراب مین کچھ ایسے متوالے ہین کہ زمین و آسمان کی مطلق خبر ہی نہین - اور ایسے وقت بلبل شیراز کا یہ شعر ؎

گر نہ بیند بہ روز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

پھر ذرا خدا کی قدرت پر غور کرو - وہ جاندار سے بے جان پانی کو کیونکر پیدا کرتا ہے اور اوس بے جان پانی کو چند روز بعد چلتا پھرتا جاندار بنا دیتا ہے - تم دیکھتے ہو یہ سفید پانی جسکو منی کہتے ہین

ایک صورت اور مزاج پیدا ہے لیکن نو مہینے کے بعد وہ نہایت خوش اسلوب اور عجیب و غریب دل لبھانے والی شکل پر دکھائی دیتا ہے جس مین ہاتھ ۔ پاؤن ۔ ناک ۔ کان ۔ اور سر ۔ دل ۔ دماغ اور جگر ۔ گوشت پوست ۔ استخوان ۔ اور رگ و پے وغیرہ وغیرہ مختلف رنگ اور مختلف وضع کی مختلف چیزین اپنی اپنی جگہ پر کس مناسب انداز سے رکھی گئی ہین ۔ وہی پانی جس سے تمہاری طبیعت نفرت کرتی تھی اور تم اوسکو پیشاب کیطرح صرف اپنے آپ ہی سے نہین کپڑے سے بھی جدا کرنے مین کوشش کرتے تھے جب پاک صاف اور ستھری شکل کے روپ مین آکے جون ہی اپنی جھلکی دکھا دیتا ہے تم دل و جان سے اوسپر عاشق ہو جاتے ہو اوسکی پرورش اوسکی دل جوئی اور اوسکے آرام کے لیے کس محبت اور کس شوق سے سخت سخت تکلیفین گوارا کرنے مین خوشیان مناتے ہو ۔ اور خصوصاً ماؤن تو اوسپر اپنی جان ہی صدقے کر دیتی ہے ۔ ہائے مگر ایک مرتبہ اوسکے بیوہ ہونے ہی جانے کیا ہو گیا جو تمام عزیز اقارب عقارب بن گئے اور ماں باپ کی وہ پرجوش محبت جو

انا ولاغیری کا ڈنکا بجا رہی تھی دھمی پڑ گئی۔ نہین بینے غلطی کی ماں باپ تو اور بھی زیادہ جانی دشمن بنکے کالے کا کام دے رہے ہین۔ آہ جن سے بڑھ کے پہلے کوئی دوست اور بہی خواہ نہ تھا وہ ہی اب تکلیف دہی اور سخت ایذا رسانی پر قسم کھائے بیٹھے ہین۔ نہ معلوم اوس بے گناہ نے کون ایسی بڑی ناقابل معاف خطا کی ہے جسکے پاداش مین ابدی سوگ کی زنجیرون سے جکڑ دی گئی ہے۔ تم ہی انصاف کرو جوانی کا عالم اور کمسن کا زمانہ تسپر یہ وحشت بھرا دایمی قید خانہ کیسی کیسی حسرتون کا خون نہ کر رہا ہوگا۔ افسوس کہ وہ جرم جسنے اس ناقابل برداشت عقوبت کو واجب کر دیا میری سمجھہ مین نہین آتا۔ حضرات وارثین اگر آپ کے نزدیک پایہ ثبوت پر پہونچگیا ہو تو یہ مجھکو بھی بتا دیجئے۔ مین اپنی بیجا سفارش سے آپ کی سمع خراشی کا گناہ اپنی گردن پر نہ رکھون۔ توبہ کر کے آپ کا ساتھ دون اور کہون ہان یہ اسی لائق ہین ؎

فعل بد کردہ را سزا این ہست

لیکن اگر آپ اونکا قصور نہ ثابت کر سکین گے (اور یقیناً نہ ثابت ہوگا) فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارہ۔ تو اس سخت ظلم کا سخت گناہ

آپ ہی کے سر جائے گا۔ نکاح مین جو جو فوائد حکیم مطلق نے رکھے ہین اگرچہ وہ اس سے بہت زیادہ ہین کہ اونکے ہزار حصون مین سے ایک حصہ بھی ہمارے سمجھہ مین آسکے اور ہم اوسکے لکھنے کی جرارت کرسکین لیکن کچھہ نہ کچھہ عرض کیے بغیر جب ہو رہنا بھی تو وقت سے پہلے سکوت کرنا ہے سردست ہم نکاح کے صرف ایک فائدے پر جو فقط دو نفع پر تشمل ہو گا کفایت کرین گے۔

نکاح کا معظم فائدہ بلکہ یون کہیے جسکے لیے نکاح بنایا گیا ہے اولاد ہے اور اولاد مین نہایت قیمتی منافع ہین اوّل یہ کہ اولاد کے لیے کوشش کرنے مین (بشرطیکہ حلال طریقے پر ہو) اللہ کی محبت اور اوسکی اطاعت ہے کیونکہ اوسکی عمدہ ترین مخلوق انسان کے جنس بڑہنے اور باقی رہنے کا ذریعہ بھی اولاد ہے۔ میرے دوستو تم سنو اور غور کرو مرد کی مشابہت کسان سے اور عورت کی رحم کی مشابہت کھیت سے ہے۔ مرد کا پانی بجائے تخم کے ہے اور عورت کا پانی زمین کے اوس خرکی جگہ ہے جسکے سانہہ ملکے بیج اوگتا اور بڑہتا ہے۔ پھر عورت کے مہینے کے خون سے بچے کو ایسا ہی غذا پہونچتی رہتی ہے جسطرح پودون کو زمین کے اجزا سے

اور یہ سب امور بڑی فصاحت اور بڑے زور سے جتا رہے ہیں کہ اصل مقصود نکاح سے اولاد ہے اور خواہش نفسانی محض اس مصلحت سے پیدا کی گئی ہے کہ اولاد حاصل کرنے کے لیے ابھارتی اور شوق دلاتی رہے۔ اس تمہید کے بعد اب فرض کیجیے کہ اوس بادشاہ نے جسکو زراعت سے بڑا شوق ہے تمام غلاموں کو اپنے یہ حکم دیا کہ حلال طریقے پر زمین بنکر کھیتی کریں پھر اوسمیں مہربانی سے ہر ایک غلام کے ساتھ ایک شحنہ بھی مقرر کر دیا جو غفلت کے وقت تعمیل حکم کے لیے ابھارتا اور یاد دلاتا رہے۔ باین ہمہ اگر کوئی غلام کھیتی سے انکار کرے اور اون بیجو کو جو بادشاہ نے عنایت فرمائے تھے ضایع کر ڈالے اور شحنہ کی ہدایت ایک کان سے سنی تو دوسرے سے اڑا دے نہ اوڑا سکے تو بیجو نکے ڈالنے کا ارادہ ناجائز کہت میں کرے جو ضایع کرنے سے بھی بدتر ہے تو فرمائے اوس نافرمان غلام پر بادشاہ کسقدر ناراض ہوگا۔

پوشیدہ نہ رہے کہ بادشاہ سے مراد اللہ ہے جو فی الحقیقت سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور غلام سے مرد لوگ اور حلال طریقے پر کھیت لینے سے نکاح کرنا اور بیج سے مرد کا پانی اور شحنہ سے خواہش نفسانی

اور غیر کے کھیت بیج ڈالنے سے حرام کاری مراد ہے۔ پس جسنے باوجود قدرت کے نہ نکاح کیا اوسنے اوس پانی کو جو اولاد حاصل کرنے کے لیے اوسکو ملا تھا ضایع کر ڈالا۔ تو اب کون نہ کہے گا کہ اوسنے اپنے آپ کو خدا کی نافرمانی اور عدول حکمی کا مجرم بنالیا اور خاصکر کے اوسوقت مین کہ بیج کو جلق لگا کے ضایع کر دیا ہو پھر اوس سے بڑھکے کہ ناجائز جگہ مین ڈالنے پر جراءت کی ہو۔ اب فرض کیجئے اوسی بادشاہ نے جو زراعت کا بہت بڑا شایق ہے اپنی اوس رعایا کو کھیتی کرنے کا حکم دیا جسکے پاس کھیت ہے۔ اور بیج نہین ہے مگر بیج حاصل کرنے کے لیے نہایت عمدہ اور سہل الوصول تدبیر بتادی ہے۔ حکم یون ہے کہ وہ رعایا بادشاہ کی ہدایت کے موافق بیج بہم پہونچائے اور اوسکو اپنے کھیت مین جگہ دے پھر اوس رحیم بادشاہ نے اتنے ہی پر اکتفا نہین کی۔ کمال مہربانی سے ہر ایک رعایا پر ایک زبردست مگر شیرین زبان سزادل بھی مقرر کردیا جو غفلت اور سستی کے وقت اوبھارتا اور یاد دلاتا رہے۔ اور سزادل بھی کیسا سزادل نرا سزدل جو اپنی چرب لسانی سحر بیانی سے سمجھا بجھا کے سناتا رہے تاکہ کام کے وقت رعایا کا جی نہ اوکتائے بلکہ اور مزہ آئے۔

باوجود اس مزید اتہام کے جو بدنصیب رعایا بیج لینے سے انکار کرے
کھیت پاڑ رکھے۔ جس جزو میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ اوسکے ساتھ
ملکے بیج اوگے اور بڑھے اوسکو رائگاں کردے جو مادہ غذا پہونچانے کے
لیے بنایا گیا ہے اوسکو ستیاناس کرڈالے اور شفیق سرداول کی نصیحت نہ مانے
جبراً اور قہراً اوسکو مال دے نہ ٹال سکے تو چوری کا بیج لینے پر مستعد ہوجائے
تو کوئی شک نہیں ہے کہ اوس عدول حکمی اور سخت نافرمانی کے باعث
وہ بدنصیب رعایا غضب سلطانی کی مستحق بن گئی۔ افسوس کہ یہ بدقسمت رعایا
وہ لاکھوں بیوائیں ہیں جنھوں نے اپنی قابل زراعت کھیت محض بے کار
ڈال رکھے ہیں اور اوسکے مدہ کو جسکے ساتھ مرد کا پانی ملنے سے لڑکا پیدا
ہوتا ہے رائگاں کررہی ہیں اور مہینے کے خون کو جسمیں بچے کے لیے
غذائیت اور اوسکی پرورش کا مادہ رکھا گیا ہے ستیاناس کیے دیتی ہیں
پھر خدانخواستہ اگر کسینے قدرتی جوش میں بیتاب ہوکر جوانی کی اُمنگ
میں اگر معیوب طریقے پر بیج لینے کی ٹھان لی تو اور بھی زیادہ نافرمانی
ہوئی اور اسکے ساتھ دونوں جہان کی روسیاہی بھی۔ ہمارے اس
وحشیانہ برتاؤ کے سبب بیواؤں پر اور بیواؤں سے کچھ کم نہیں

[illegible] نے غلطی کی [illegible] زیادہ ہواؤں کی دلیلوں پر اور جو
ہواؤں کے بگاڑ ہیں [illegible] ان پر بغاوت کا اطلاق صادق آتا ہے
ہاں ہیں سب لوگوں کو ہوا دیتے ہیں کہ شاہ سے باغی بنکے اوسکی حکومت
بگاڑنے کا قصد کرکے سوا اسکے کہ اپنی دنیا و دین کو غارت کریں اور
کیا حاصل ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کیا ان کو یہ بھی امید ہے کہ وہ
سے بغاوت کرکے کچھ لوٹ میں گے۔ اور لوٹ نہیں جانتا یہاں
رسوائی اور وہاں بھڑکتی ہوئی دوزخ کی انگار البتہ بڑے مزے سے لوٹ
سکیں گے۔ میرے بھائی ہمنو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جو اطاعت بادشاہ
کی تم پر لازم ہے اوس سے بہت زیادہ خداوند خلاق کی اطاعت تم پر
فرض ہے۔ بادشاہ تو تمہاری جان و مال کی صرف ظاہری حفاظت کرتا
ہے اور خدائے تعالے جسنے تمکو پیدا کیا ہے اور پرورش بھی کرتا ہے
تمہاری جان و مال کا مالک اور حافظ حقیقی ہے۔ بادشاہ سے چھپکر تم
اپنی زندگی کا وقت پورا کر سکتے ہو اور جو تم پوشیدہ طور پر کرتے ہو
بادشاہ کو اوسکی خبر شکل سے ہو سکتی ہے یا ہوتی ہی نہیں لیکن خدائے علیم
سے نہ تم چھپ سکتے ہو نہ کوئی تمہارا کام چھپ سکتا ہے۔ وہ گھر۔ باہر

جنگل ۔ پہاڑ ۔ اور دریا ہر جگہ کی نہایت چھوٹی اور بڑی چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے ۔ وہ تمہارے دل کی بن کہی بات کو سمجھتا ہے ۔ ایک بادشاہ کا مجرم بھاگ کر دوسری بادشاہت میں امن و امان کے ساتھ رہ سکتا ہے لیکن اوس احکم الحاکمین کے مجرم کو کہیں بھی مفر نہیں ہے ۔ اور ہو تو کیونکر ہو اوسکی بادشاہت سے خارج تو کسیکی بادشاہت ہی نہیں خشکی و تری زمین و آسمان سب جگہ پر اوسیکی بادشاہت ہے اوس سے بھاگنے کا قصد وہی کر سکتا ہے جو اوسکی زمین اوسکے آسمان کے سوا کوئی دوسری زمین دوسرا آسمان پہلے ڈھونڈھ لے ۔ بادشاہ اپنی سلطنت کا انتظام کرنے میں اپنے ایسے ہزارون لاکھون آدمی کا محتاج رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجبور ہوکے اوسکو بھیدی وہ باتیں کرنی پڑتی ہیں جنکو وہ کرنا نہیں چاہتا اور خداوند صمد نہ کسیکا محتاج ہے نہ اوسکے کارخانے میں کسیکو چون کرنے کی مجال ہے ۔ وہ جو چاہتا ہے اوسکے کرنے پر قادر ہے اور کرتا ہے ۔ ہاں جب تک اوسے منظور ہے مہلت دیتا جاتا ہے اور جب چاہتا ہے پکڑ لیتا ہے اور جب پکڑ لیتا ہے پھر نہیں چھوڑتا ہے ۔ میرے بھائی بہنو ۔ میں تمکو سچے دل سے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے خالق

سے تم بگاڑ مت کرو اوسکی اچھی فطرت مین گندگی نہ ڈالو۔ وہ سب بادشاہونکا بادشاہ ہے اوس سے بغاوت کرکے جہنم اپنے کالکوٹھری کے قیدی بننے کا شوق مت کرو۔ جس آتشی تنور سے دنیا کی آگ نہین بجھتی۔ خود اوس بھڑکتے ہوئے تنور کی ایک آگ دوسری آگ سے پناہ مانگتی ہو اور رُب اکلت بعضی بعضاً پکار رہے ہو اوسکا کندہ بننے پر خدا شیطان مت بناؤ۔ حضرات اب تمہین اسبات مین شک کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے کہ بیوہ چاہے کتنی ہی صاحب اولاد کیون نہ ہو خدا کی مخلوق اور زیادہ بڑہانے کے لیے پھر بھی اوسکے نکاح کی ضرورت ہے (بشرطیکہ قابل و نادت ہو)

دوسرا نفع۔ مسلمانون کی اولاد بڑہانے سے حضرت صلعم کی محبت اور اطاعت ثابت ہونے اور اولاد مین گنتی ڈالنے سے آپکی دلی تمنا کا خون کرنے اور آپ سے عداوت مول لینے کے بیان مین دنیا مسلمانونکی قلت اور کثرت کے ذکر مین،،

اے بزرگتر پیغمبر خاتم کی امت ہونے کی عزت حاصل کرنے والو۔ اے اللہ کے پیارے محبوب کا نام لیکر جی اوٹھنے والو اور اوس شفیع محشر کی

شفاعت پر بھروسہ رکھنے والو تمکو خوشخبری ہو کہ جون جون تم اولاد کے لیے کوشش کروگے ووں ووں حضرت صلعم سے تمہاری محبت بڑھتی رہے گی جنکے جمال جہان آرا پر تم بے دیکھے عاشق ہو اور اوس آقائے نامدار کی جسکی حلقہ بگوشی کا تمکو فخر ہے اطاعت و فرمانبرداری کی عزت ملتی رہے گی اور کیون نہین تمہاری اولاد کا بڑھنا کیا ہے خدا کے پوجنے والون اور حضرت صلعم کی رسالت ماننے والون کا بڑھنا ہے اسوجہ سے تو حضرت صلعم کی دلی تمنا ہے کہ جہان تک ہو سکے تم مسلمانون کی اولاد بڑھے - آپ فرما گئے ہین "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم" ترجمہ تم نکاح کرو اون عورتون سے جو اپنے خاوندون کا بڑا پیار کرتی ہین اور اون کے لڑکے زیادہ پیدا ہوتے ہین کیونکہ مین تمہارے باعث بڑھانے والا ہون (یعنے اپنی امت کو قیامت کے دن) پھر ارشاد ہوتا ہے "تناکحوا تناسلوا فانی اباہی بکم الامم یوم القیامۃ" ترجمہ تم نکاح کرو نسل بڑھاؤ مین تمہاری

لہ دیکھو ابوداؤد و نسائی کتاب النکاح مین حضرت معقل بن یسار کی روایت ۱۲
ع دیکھو زرقانی شرح مواہب جلد (۵) نوع ثالث فی سیرتہ صلعم فی نکاحہ مین جسکو عیاض سے اور عیاض نے تفسیر ابن مردویہ سے اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے - علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی لکھتے ہین ہر چند اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے لیکن مین نے اسکی تصدیق مین اور شواہد دیکھے ہین ۱۲ منہ

کثرت سے قیامت کے دن اور امتوں پر فخر کروں گا۔ حضرات یہ حدیثیں
و نیز دوسری احادیث نبویہ صاف کہہ رہے ہیں کہ نکاح کی ہدایت فرمانے سے
اصل مقصود امت کا بڑہانا ہے اور یہی سبب ہے کہ جب بعض فقرا صحابہ کو نکاح
کی وسعت نہ رکھنے (یعنے بیوی کا ٹان ونفقہ دینے کی طاقت نہ ہونے)
کے باعث گناہ میں پڑ جانے کا یہاں تک خوف ہوا کہ اونہوں نے اپنے
آپ کو بدہیا کروانا گوارا کر لیا اور حضرت سے اجازت مانگی تو آپ نے
قطعی ممانعت فرمائی اور بدہیا ہونے کی جگہ پر آپ نے روزے بتائے
کیونکہ کثرت کے ساتھ روزہ رکھنے سے خواہش نفسانی فرو ہو سکتی ہے
انسان گناہ سے بچ سکتا ہے لیکن بدہیا ہو جانے کے بعد پھر تو مقدرت
کی حالت میں بھی چاہے کتنا ہی بڑا دولت مند کیوں نہ ہو جائے
حضرت صلعم کی امت بڑہانے میں ہرگز نہیں کامیاب ہو سکے گا۔ اگر
اوس حکم سے جو صراحت کے ساتھ قرآن و حدیث میں عقد بیوگان کے
بے آیا ہے۔ قطع نظر کیا جائے۔ اور اس بات سے کہ خدا کی کمزور
لونڈیوں حضرت کی بیوہ کلمہ پڑہنے والیوں پر نہایت سخت سخت
ظلم ہو رہے ہیں جنکی برداشت کرنے کی اون کو طاقت نہیں ہے

سے چشم پوشی کیجائے اور صریح اور نکاح فرض بتانیوالی اور دوسری چیزوں سے تجاہل عارفانہ کر لیا جائے اور صرف حضرت صلعم کی محبت اور اطاعت پر غور فرمایا جائے تو بھی ہم مسلمانوں کے نزدیک اور نکے نکاح کی اشد ضرورت ہے اگر کسی بھائی کا خیال اب بھی باقی رہگیا ہو تو چند مقدمات کو جو ابھی ہم بتاتے ہیں ترتیب دیکھے اور نتیجہ نکالنے پر دیکھئے تشفی آپ کے سامنے کھڑی ہے ہاں لیجئے کان دھر کے سنئے "رانڈوں کا نکاح کرنے سے مسلمانوں کی اولاد بڑھتی ہے اور مسلمانوں کی اولاد بڑھنے سے حضرت صلعم کی امت بڑھتی ہے اور حضرت صلعم کی امت بڑھنے سے حضرت صلعم کی دلی تمنا حاصل ہوتی ہے اور حضرت صلعم کی دلی تمنا حاصل ہونے والے کام سے حضرت صلعم کی محبت اور اطاعت بڑھتی ہے" نتیجہ نکلا "رانڈوں کا نکاح کرنے سے حضرت صلعم کی محبت اور اطاعت بڑھتی ہے۔ اللہ کی محبت اور اطاعت بڑھتی ہے"۔ ملا دینے سے یہ نتیجہ نکلے گا "رانڈوں کا نکاح کرنے سے اللہ کی محبت اور اطاعت بڑھتی ہے" اور اس بیان سے ارباب دانش پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ رانڈوں کو نکاح سے روکنا یا رخنہ ڈالنا یا اونکے نکاح پر راضی نہ ہونا گویا حضرت صلعم کی دلی تمنا

کا خون کرنا اور آپ سے نبی وراثت کا لینا ہے۔ اور جنے ایسا کیا وہ
خدا سے عداوت اور خدا کی نافرمانی کر چکا۔ اب جسکا جی چاہے کہ وہ آپکی
دلی تمنا کا خون کر کے آپ سے عداوت لے اور خدا کا دشمن بن سکے
خدا کے باغیوں میں اپنا نام لکھائے وہ رانڈوں کا نکاح نکرے اور
جو آپ کے ارشاد آپ کی خوشنودی پر قربان ہو جانے والے خدا کے
پیارے گروہ میں داخل ہونا چاہے اوسکو لازم ہے کہ جہان تک
جلد ہو سکے رانڈوں کا نکاح کر دے نہ کر سکے تو اپنی طاقت بھر کوشش
کرنے میں دریغ نہ کرے۔ بس اسمیں دین و دنیا کی عزت اور دونوں
جہان کی شرافت سمجھے۔ اے مسلمانو تم خدا اور رسول کے باغی بننے
سے پرہیز کرو۔ آگ کی بیڑیاں آگ کی ہتکڑیاں آگ کی ٹوپیاں آگ کے
کرتے اور آگ کے تمام کپڑے پہننے کا شوق مت کرو آگ میں پڑنے کے
قصد سے باز آؤ۔ خدا کے دوست بنکے خدا کی بہشت کے باغوں میں
اپنے گھر بناؤ۔ سیر کرو دلچسپی اوٹھاؤ۔ رنگ برنگ کے چوڑے پہنو۔ شاہانہ
تختوں پر جلوس کرو اور وہیں اپنے حشم و خدم سمیت نہایت ناز و نعمت سے ابدالآباد
تک زندہ رہنے سے خوش رہو۔

ہم نہایت افسوس کے ساتھہ غور کرتے ہین کہ ہندوستان مین جیسا کہ پہلے حصے کے دوسرے باب مین ہم عرض کر آئے ہین مرد عورت سب ملا کے پانچ کرور سوا لاکھہ کے قریب مسلمان ہین جنمین سے کچھہ اوپر چالیس لاکھہ بیوہ عورتین ہین - کاش یہ بیوہ بیاہی گئی ہوتین اور نئی بیوہ زیادہ نہین صرف دو ہی لڑکون کا اوسط رکھیے تو آج ہندوستان کی مردم شماری کے نقشے مین کچھہ اوپر اسی لاکھہ مسلمان اور نظر آتے - اور وہ پانچ کرور سوا لاکھہ کے ساتھہ ملکر چھہ کرور سے زیادہ پہونچ جاتے اور اگر دو نہین صرف ایک ہی لڑکے کا اوسط فرض کیجیے تو بھی کچھہ اوپر چالیس لاکھہ مسلمان بڑہ جاتے ہین یہ نقصان تو ایک وقت کا ہے آپ ہی آپ ہر قرن مین مانیے پھر ان اسی یا چالیس لاکھہ کی نسل بڑہنے سے روز بروز جانے کتنے کتنے کثیر التعداد مسلمان بڑہنے جاتے اور اسوقت مین کتنے کرور موجود ہوتے - خیر آجتک تو جو ہونا تہا سو ہوا - اب آیندہ ہی کے لیے کچھہ سوچ کیجیے بھلا اب تو مسلمانون کی قوم حضرت کی امت ترقی کرتی رہے اور گھٹنے کا منہ نہ دیکھے حضرات یہان سے ایک بات اور نکلی - بیوہ چاہے کتنے ہی صاحب اولاد کیون نہ ہو پھر بھی حضرت صلعم کی امت اور مسلمانون کی قوم بڑہانے کے لیے

جلد سوم

نمبر ۱۲

حسن